فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

تخریج شدہ

بہارِ شریعت

جلد سوم (3)
حصہ 17 تا 20
(ب)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی

اجمالی فہرست

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے نیند سے بیدار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ،سُبْحَانَ اللّٰہ،اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ کَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ دس دس مرتبہ پڑھا تو ہر اُس گناہ سے بچالیا جائے گا جس کا اسے خوف ہو اور کوئی گناہ اس تک نہ پہنچ سکے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الأذکار، باب إذا تعارّ من اللیل، الحدیث:۱۷۰۰۶ ج۱۰، ص۱۷۴)

تفصیلی فہرست

جانوروں سے نقصان کا بیان — 885

قسامت کا بیان — 899

اھل بیت سے حُسنِ سلوک

اَمیرالمؤمنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین، رحمۃ للعالَمین صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میرے اہلِ بیت میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روزِ قیامت اس کا صِلہ اسے عطا فرماؤں گا۔" ("تاریخ دمشق"، لابن عساکر، الرقم: ٥٢٥٤، عمر بن علی بن أبی طالب، ج٤٥، ص٣٠٣)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ط

تحری کا بیان

جب کسی موقع پر حقیقت معلوم کرنا دشوار ہوجائے تو سوچے اور جس جانب گمان غالب ہو عمل کرے اس سوچنے کا نام تحری ہے۔ تحری پر عمل کرنا اس وقت جائز ہے جب دلائل سے پتہ نہ چلے دلیل ہوتے ہوئے تحری پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔[1]

مسئلہ ۱ دو شخصوں نے تحری کی ایک کا غالب گمان نفس الامر[2] کے موافق ہوا اور دوسرے کا گمان غلط ہوا تو اگرچہ دونوں بری الذمہ ہوگئے مگر جس کی رائے صحیح ہوئی اُس کو ثواب زیادہ ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲ نماز کے وقت میں شبہ ہے اگر یہ شبہ ہے کہ وقت ہوا یا نہیں تو ٹھہر جائے جب وقت ہوجانے کا یقین ہوجائے اُس وقت نماز پڑھے اور یہ شبہ ہے کہ وقت باقی ہے یا ختم ہوگیا تو نماز پڑھے اور نیت یہ کرے کہ آج کی فلاں نماز پڑھتا ہوں۔[4] (عالمگیری) نماز کے متعلق تحری کے مسائل کتاب الصلاۃ[5] میں مذکور ہوچکے وہاں سے معلوم کریں۔

مسئلہ ۳ جس کو زکوۃ دینا چاہتا ہے اس کی نسبت غالب گمان یہ ہے کہ وہ فقیر ہے یا خود اس نے اپنا فقیر ہونا ظاہر کیا یا کسی عادل نے اس کا فقیر ہونا بیان کیا، یا اسے فقیروں کے بھیس میں پایا، یا اسے صف فقرا میں بیٹھا ہُوا پایا، یا اُسے مانگتا ہوا دیکھا اور دل میں یہ بات آئی کہ فقیر ہے ان سب صورتوں میں اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴ بعض کپڑے پاک ہیں اور بعض ناپاک اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ کون سا پاک ہے اگر مجبوری کی حالت ہو کہ دوسرا کپڑا نہیں ہے جس کا پاک ہونا یقیناً معلوم ہو اور وہاں پانی بھی نہیں ہے کہ اُن میں سے ایک کو پاک کرسکے اور نماز پڑھنی ہے تو اس صورت میں تحری کرے جس کی نسبت پاک ہونے کا غالب گمان ہو اُس میں نماز پڑھے اور مجبوری کی حالت نہ ہو تو تحری نہ کرے مگر جبکہ پاک کپڑے ناپاک سے زیادہ ہوں تو تحری کرسکتا ہے۔[7] (عالمگیری)

---

1 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب التحری، الباب الاول فی تفسیر التحری... إلخ، ج۵، ص۳۸۲.

2 ...... یعنی حقیقت۔

3 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب التحری، الباب الاول فی تفسیر التحری... إلخ، ج۵، ص۳۸۲.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... بہار شریعت، جلد۱، حصہ۳، ص۴۸۹ پر ملاحظہ کریں۔

6 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب التحری، الباب الثانی فی التحرّی فی الزکاۃ، ج۵، ص۳۸۳.

7 ...... المرجع السابق، الباب الثالث فی التحرّی فی الثیاب... إلخ.

مسئلہ ۵ دو کپڑوں میں ایک ناپاک تھا تحری کرکے اس نے ایک میں ظہر کی نماز پڑھ لی پھر اس کا غالب گمان دوسرے کے پاک ہونے کے متعلق ہوا اور اس میں عصر کی نماز پڑھی یہ نماز نہیں ہوئی کیونکہ جب ظہر کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا جاچکا تو اُس کے یہ معنے ہوئے کہ دوسرا ناپاک ہے تو اسکے پاک ہونے کا اب کیونکر حکم ہوسکتا ہے ہاں اگر اُس پہلے کپڑے کے متعلق یقین ہے کہ ناپاک ہے تو ظہر کی نماز کا اعادہ کرے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ٦ دو کپڑوں میں ایک ناپاک تھا اُس نے بلاتحری ایک میں ظہر پڑھ لی اور دوسرے میں عصر پڑھی پھر تحری سے معلوم ہوا کہ پہلا کپڑا پاک ہے دونوں نمازیں نہیں ہوئیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۷ دو کپڑوں میں ایک ناپاک ہے ایک شخص نے تحری کرکے ایک میں نماز پڑھی اور دوسرے نے تحری کرکے دوسرے میں پڑھی اگر دونوں نے الگ الگ پڑھی دونوں کی نمازیں ہوگئیں اور اگر ایک امام ہوا دوسرا مقتدی تو امام کی ہوگئی مقتدی کی نہیں ہوئی۔ کھیل کود میں کسی کے خون کا قطرہ نکلا مگر ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میرے بدن سے نہیں نکلا اس کا بھی وہی حکم ہے کہ تنہا تنہا پڑھی تو دونوں کی نمازیں ہوگئیں اور اگر ایک امام ہو دوسرا مقتدی تو امام کی ہوگئی مقتدی کی نہیں ہوئی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۸ چند شخص سفر میں ہیں سب کے برتن مخلوط ہوگئے[4] اس کے شرکاء اُس وقت کہیں چلے گئے ہیں اور اُسے خود اپنے برتن کی شناخت نہیں ہے تو اُن کے آنے کا انتظار کرے تحری کرکے برتن کو استعمال میں نہ لائے ہاں اگر استعمال کی ضرورت ہے وضو کرنا ہے یا پانی پینا ہے اور معلوم نہیں ساتھی کب آئیں تو تحری کرکے استعمال کرے یونہی اگر کھانا شرکت میں ہے اور شرکاء غائب ہیں اور اُسے بھوک لگی ہے تو اپنے حصہ کی قدر اس میں سے لے لے۔[5] (عالمگیری)

احیاء موات کا بیان

حدیث ۱ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے اُس زمین کو آباد کیا جو کسی کی مِلک نہ ہو[6] تو وہی حقدار ہے۔'' عُروَہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

---

1 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب التحری،الباب الثالث فی التحرّی فی الثیاب...إلخ،ج٥،ص٣٨٣.

2 ...... المرجع السابق ،ص٣٨٤.

3 ...... المرجع السابق ،ص٣٨٤.

4 ...... آپس میں مل گئے۔

5 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب التحری،الباب الثالث فی التحرّی فی الثیاب...إلخ،ج٥،ص٣٨٤،٣٨٥.

6 ...... یعنی ملکیت میں نہ ہو۔

نے اپنی خلافت میں یہی فیصلہ کیا تھا۔ [1]

حدیث ۲ ابوداؤد نے سَمُرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جس نے زمین پر دیوار بنالی یعنی احاطہ کرلیا وہ اُسی کی ہے۔'' [2]

حدیث ۳ ابوداؤد نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جاگیر [3] دی جہاں تک اُن کا گھوڑا دوڑ کر جائے زبیر نے اپنا گھوڑا دوڑایا جب وہ کھڑا ہوگیا تو اُنہوں نے اپنا کوڑا [4] پھینکا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جہاں ان کا کوڑا گرا ہے وہاں تک جاگیر میں دیدو۔'' [5]

حدیث ۴ ترمذی نے وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اُن کو حضرموت [6] میں زمین جاگیر دی اور معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا کہ ان کو دے آؤ۔ [7]

حدیث ۵ امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے طاؤس سے مرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے مردہ زمین زندہ کی [8] وہ اسی کے لئے ہے اور پرانی زمین (یعنی جس کا مالک معلوم نہ ہو) اللہ و رسول (عزوجل و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی ہے پھر میری جانب سے تمہارے لئے ہے۔'' [9]

حدیث ۶ ابوداؤد نے اسمر بن مضرس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں نے نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی پھر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جو شخص اُس چیز کی طرف سبقت کرے [10] جس کی طرف کسی مسلم نے سبقت نہیں کی ہے تو وہ اُسی کی ہے۔'' اس کو سن کر لوگ دوڑے کہ خط کھینچ کر نشان بنالیں۔ [11]

---

1 ...... ''صحيح البخاري''، كتاب الحرث... إلخ، باب من أحيا أرضاً مواتاً، الحديث: ٢٣٣٥، ج٢، ص٩٠.

2 ...... ''سنن أبي داود''، كتاب الخراج... إلخ، باب في إحياء الموات، الحديث: ٣٠٧٧، ج٣، ص٢٤٠.

3 ...... یعنی زمین۔

4 ...... چابک، چھڑی۔

5 ...... ''سنن أبي داود''، كتاب الخراج... إلخ، باب في إقطاع الأرضين، الحديث: ٣٠٧٢، ج٣، ص٢٣٨.

6 ...... یمن کے مشرق میں واقع ایک شہر کا نام ہے۔

7 ...... ''جامع الترمذي''، كتاب الأحكام، باب ماجاء في القطائع، الحديث: ١٣٨٦، ج٣، ص٩١.

8 ...... یعنی بنجر زمین، غیر آباد زمین آباد کی۔

9 ...... ''المسند'' للإمام الشافعي، كتاب الطعام والشرب و عمارة الارضين... إلخ، ص٣٨٢.

10 ...... پہل کرے۔

11 ...... ''سنن أبي داود''، كتاب الخراج... إلخ، باب في اقطاع الارضين، الحديث: ٣٠٧١، ج٣، ص٢٣٨.

مسائل فقھیّہ

موات اس زمین کو کہتے ہیں جو آبادی سے فاصلہ پر ہو اور وہ نہ کسی کی ملک ہو اور نہ کسی کی حق خاص ہو اندرون آبادی افتادہ زمین کو موات نہیں کہا جائے گا اور شہر سے باہر کی وہ زمین جس میں لوگوں کے جانور چرتے ہیں یا اس میں سے جلانے کے لئے لکڑیاں کاٹ لاتے ہیں یہ موات نہیں اسی طرح جس زمین میں نمک پیدا ہوتا ہے وہ بھی موات نہیں یعنی موات وہی کہلائے گی جو منتفع بہا نہ ہو۔ فاصلہ سے مراد یہ ہے کہ آبادی کے کنارے سے کوئی شخص جس کی آواز بلند ہو زور سے چلائے تو وہاں تک آواز نہ پہنچے نزدیک ودور کا لحاظ اس بنا پر ہے کہ نزدیک والی زمین عموماً منتفع بہا ہوتی ہے۔[1] ورنہ ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ نزدیک و دور کا لحاظ نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ منتفع بہا ہے یا نہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری)

مسئلہ ۱: ایسی زمین جس کا ذکر کیا گیا اگر کسی نے امام کی اجازت حاصل کر کے اُسے آباد کیا تو یہ شخص اُس کا مالک ہو گیا دوسرا شخص نہیں لے سکتا۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲: ایک شخص نے دوسرے کو احیاء موات کے لئے وکیل کیا اگر موکل نے بادشاہ اسلام سے اجازت حاصل کر لی ہے تو یہ توکیل صحیح ہے اور زمین موکل کی ہوگی ورنہ نہیں۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: امام نے[5] ایسی زمین کسی کو جاگیر دیدی اور جاگیردار نے اُس زمین کو ویسی ہی چھوڑ رکھا تو تین سال تک کچھ تعرض نہیں کیا جائے گا، تین سال کے بعد وہ جاگیر دوسرے کو جاگیر دی جاسکتی ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: ایک شخص نے زمین کو احیاء کیا پھر چھوڑ رکھا دوسرے نے اس میں کاشت کر لی تو پہلا ہی شخص اس کا حقدار ہے کیونکہ وہ مالک ہو چکا دوسرے کو اس میں تصرف کی اجازت نہیں۔[7] (درمختار)

---

1. ......یعنی عمومی طور پر اس سے نفع اُٹھایا جاتا ہے۔
2. ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب إحیاء الموات، ج۱۰، ص۵.
و"الفتاوی الھندیة"، کتاب إحیاء الموات، الباب الاول فی تفسیرالموات...إلخ، ج۵، ص۳۸۵،۳۸۶.
3. ......"الدرالمختار"، کتاب إحیاء الموات، ج۱۰، ص۶،۷.
4. ......"ردالمحتار"، کتاب إحیاء الموات، ج۱۰، ص۷.
5. ......حاکم وقت نے۔
6. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب إحیاء الموات، الباب الاول فی تفسیر الموات... إلخ، ج۵، ص۳۸۶.
7. ......"الدرالمختار"، کتاب إحیاء الموات، ج۱۰، ص۷.

مَسئَلہ ۵ ایک شخص نے زمین کو آباد کیا اس کے بعد چار شخصوں نے آگے پیچھے چاروں جانب زمینیں آباد کیں تو پہلے شخص کا راستہ پچھلے شخص کی زمین میں رہے گا۔[1] (درمختار)

مَسئَلہ ۶ زمین موات میں کسی نے چاروں طرف پتھر رکھ دیے یا شاخیں گاڑ دیں یا زمین کا گھاس کوڑا صاف کیا یا اُس میں کانٹے تھے اُس نے جلا دیے یا کوآں بنانے کے خیال سے دو ایک ہاتھ زمین کھود دی اور یہ سب کام اس مقصد سے کئے کہ دوسرا اس کو آباد نہ کرے تو تین سال تک امام اس کا انتظار کرے گا اگر اُس نے آباد کر لی فبہا[2] ورنہ کسی دوسرے کو دیدیگا جو آباد کرے۔[3] (ہدایہ)

مَسئَلہ ۷ زمین موات میں کسی نے کوآں کھودا ایک ہاتھ پانی نکلنے کو باقی تھا کہ دوسرے نے اُسے کھودا تو پہلا شخص حقدار ہے ہاں اگر معلوم ہو کہ پہلے نے اُسے چھوڑ دیا یعنی ایک ماہ کا زمانہ گزر گیا اور باقی کو نہیں کھودتا تو اس صورت میں کوآں دوسرے شخص کا ہوگا۔[4] (عالمگیری)

شِرب کا بیان

حدیث ۱ صحیح بخاری میں عروہ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے اور ایک انصاری سے حرّہ کی نالیوں کے متعلق جھگڑا ہوگیا نبی اکرم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے زبیر سے فرمایا کہ ''بقدر ضرورت پانی لے لو پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو'' اُس انصاری نے کہا کہ یہ فیصلہ اس لئے کیا کہ وہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں یہ سُن کر حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمایا: ''اے زبیر اپنے باغ کو پانی دو پھر روک لو یہاں تک کہ مینڈھ[5] تک پانی پہنچ جائے پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ و'' اُس انصاری نے ناراض کر دیا لہٰذا حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے صاف حکم میں زبیر (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) کا پورا حق دلوایا اور پہلے ایسی بات فرمادی تھی جس میں دونوں کے لئے گنجائش تھی۔[6]

حدیث ۲ صحیح بخاری ومسلم میں ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تین شخص ہیں کہ قیامت کے دن اللّٰہ تعالٰی ان سے نہ کلام کرے گا نہ اُن کی طرف نظر فرمائیگا۔ ایک وہ شخص جس نے کسی بیچنے کی

---

1 ...... ''الدرالمختار''، کتاب إحیاء الموات، ج ۱۰، ص ۷.
2 ...... تو صحیح ہے۔
3 ...... ''الھدایۃ''، کتاب إحیاء الموات، ج ۲، ص ۳۸٤.
4 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب إحیاء الموات، الباب الاول فی تفسیرالموات ... إلخ، ج ۵، ص ۳۸۷.
5 ...... کھیت کی منڈیر۔
6 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب التفسیر، باب ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ... إلخ﴾، الحدیث: ٤۵۸۵، ج ۳، ص ۲۰۵، ۲۰٦.

چیز کے متعلق یہ قسم کھائی کہ جو کچھ اس کے دام[1] مل رہے ہیں اس سے زیادہ ملتے تھے (اور نہیں بیچا) حالانکہ یہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے دوسرا وہ شخص کہ عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی تا کہ کسی مرد مسلم کا مال لے لے اور تیسرا وہ شخص جس نے بچے ہوئے پانی کو روکا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج میں اپنا فضل تجھ سے روکتا ہوں جس طرح تو نے بچے ہوئے پانی کو روکا جس کو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔"[2]

حدیث ۳ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "بچے ہوئے پانی سے منع نہ کرو کہ اس کی وجہ سے بچی ہوئی گھاس کو منع کرو گے۔"[3]

حدیث ۴ ابو داؤد، ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ۔"[4]

حدیث ۵ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے بچے ہوئے پانی کے بیچنے سے منع فرمایا۔[5]

حدیث ۶ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "بچا ہوا پانی نہ بیچا جائے کہ اس کی وجہ سے گھاس کی بیع ہو جائیگی۔"[6]

مسائل فقہیّہ

کھیت کی آبپاشی یا جانوروں کو پانی پلانے کے لیے جو باری مقرر کر لی جاتی ہے اُس کو شِرب کہتے ہیں اس لفظ میں شین کو زیر[7] ہے۔[8]

---

❶......روپیہ، رقم۔

❷......"صحیح البخاري"، کتاب المساقاۃ، باب من رأی أن صاحب الحوض... إلخ، الحدیث: ۲۳۶۹، ج۲، ص۱۰۰.

❸......"صحیح البخاري"، کتاب المساقاۃ، باب من قال إن صاحب الماء أحق... إلخ، الحدیث: ۲۳۵۴، ج۲، ص۹۶.

❹......"سنن ابن ماجة"، کتاب الرھون، باب المسلمون شرکاء في ثلاث، الحدیث: ۲۴۷۲، ج۳، ص۱۷۶.

❺......"صحیح مسلم"، کتاب المساقاۃ... إلخ، باب تحریم فضل بیع الماء... إلخ، الحدیث: ۳۴ـ(۱۵۶۵)، ص۸۴۶.

❻......المرجع السابق، الحدیث: ۳۸ـ(۱۵۶۶)، ص۸۴۶.

❼......بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "زبر" لکھا ہوا ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ فقہاء کی اصطلاح اس باب میں شِرب (یعنی زیر کے ساتھ) ہی ہے اس کی تائید ردالمحتار، ج۱۰، ص۱۵۔ اور دیگر کتب فقہ سے بھی ہوتی ہے، اسی وجہ سے متن میں تصحیح کر دی گئی۔...علمیہ

❽......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۵.

مسئلہ ۱ جس پانی کو برتن میں محفوظ نہ کرلیا ہو اُس کو ہر شخص پی سکتا ہے اور اپنے جانوروں کو پلاسکتا ہے کوئی شخص پینے یا پلانے سے نہیں روک سکتا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲ پانی کی چار قسمیں ہیں، اوّل سمندر کا پانی اس سے ہر شخص نفع اُٹھا سکتا ہے خود پیئے جانوروں کو پلائے کھیت کی آبپاشی کرے اس میں نہر نکال کر اپنے کھیتوں کو لیجائے جس طرح چاہے کام میں لائے کوئی منع نہیں کرسکتا، دوم بڑے دریا کا پانی جیسے سیحون، جیحون، دجلہ، فرات، نیل یا ہندوستان میں گنگا، گھاگرا اس کو ہر شخص پی سکتا ہے اپنے جانوروں کو پلاسکتا ہے مگر زمین کو سیراب کرنے اور اُس سے نہر نکالنے میں یہ شرط ہے کہ عام لوگوں کو ضرر[2] نہ پہنچے، سوم وہ ندی نالے جو کسی خاص جماعت کی مِلک ہوں پینے پلانے کی اُس میں بھی اِجازت ہے مگر دوسرے لوگ اپنے کھیت کی اس سے آبپاشی نہیں کرسکتے، چوتھے وہ پانی جس کو گھڑوں، مٹکوں یا برتنوں میں محفوظ کردیا گیا ہو اُس کو بغیر اجازت مالک کوئی شخص صَرف میں نہیں لاسکتا اور اس پانی کو اس کا مالک بیع بھی کرسکتا ہے۔[3] (ہدایہ، عالمگیری)

مسئلہ ۳ کوآں اگرچہ مملوک ہو مگر اس کا پانی مملوک نہیں دوسرا شخص اس پانی کو پی سکتا ہے اپنے جانوروں کو پلاسکتا ہے جس کا کوآں ہے وہ روک نہیں سکتا اور نہ اس کے بھرے ہوئے پانی کو چھین سکتا ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۴ کوآں یا چشمہ جس کی مِلک میں ہے دوسرا شخص وہاں جا کر پانی پینا چاہتا ہے وہ مالک اپنی مِلک مثلاً مکان یا باغ میں اُسکو جانے سے روک سکتا ہے بشرطیکہ وہاں قریب میں دوسری جگہ پانی ہو جو کسی کی مِلک میں نہیں ہے اور اگر پانی نہ ہو تو مالک سے کہا جائے گا کہ تو خود اپنے باغ یا مکان سے پینے کے لیے پانی لادے یا اسے اجازت دے کہ یہ خود بھر کر پی لے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۵ کوئیں سے پانی بھرا ڈول مونھ تک آگیا ہے ابھی باہر نہیں نکلا ہے یہ بھرنے والا اُس پانی کا ابھی مالک نہیں ہوا جب باہر نکال لے گا اُس وقت مالک ہوگا۔[6] (ردالمحتار)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۵، ۱٦.

2 ......نقصان۔

3 ......"الھدایۃ"، کتاب إحیاء الموات، فصل فی المیاہ، ج۲، ص۳۸۸.

و"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الشرب...إلخ، الباب الاول فی تفسیرہ...إلخ، ج۵، ص۳۹۰، ۳۹۱.

4 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الشرب...إلخ، الباب الاول فی تفسیرہ...إلخ، ج۵، ص۳۹۱.

5 ......"الھدایۃ"، کتاب إحیاء الموات، فصل فی المیاہ، ج۲، ص۳۸۸.

6 ......"ردالمحتار"، کتاب إحیاء الموات، فصل فی الشرب، ج۱۰، ص۱٦.

مسئلہ ۶ حمام میں گیا اور حوض میں سے پانی نکالا مگر جس برتن میں پانی لیا وہ حمام والے کا ہے تو یہ شخص پانی کا مالک نہیں ہوا بلکہ وہ پانی حمام والے ہی کا ہے مگر دوسرا شخص اس سے نہیں لے سکتا کہ زیادہ حقدار یہی ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۷ دوسرے کے کوئیں سے بغیر اجازتِ مالک نہ اپنے کھیت کو سینچ سکتا ہے[2] نہ درختوں کو پلاسکتا ہے نہ اُس میں رہٹ یا چرسا وغیرہ لگا سکتا ہے مگر گھڑے وغیرہ میں بھر کر لایا ہو تو اُس سے گھر میں جو درخت ہے یا گھر میں جو ترکاریاں بوئی ہیں ان کو سیراب کرسکتا ہے، کوئیں والے سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۸ نہر خاص یا کسی کے مملوک حوض یا کنوئیں سے وضو کرنے یا کپڑے دھونے کے لیے گھڑے میں پانی بھر کر لاسکتا ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۹ حوض میں اگر پانی خود ہی جمع ہو گیا مالک حوض نے پانی جمع کرنے کی کوئی ترکیب نہیں کی ہے یہ حوض نہر خاص کے حکم میں ہے۔[5] (ردالمحتار) دیہاتوں میں تالاب اور گڑھے ہوتے ہیں برسات میں ادھر اُدھر سے پانی بہہ کر آتا ہے اور ان میں جمع ہو جاتا ہے انکا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر اجازت مالک دوسرے لوگ اپنے کھیتوں کی اس سے آبپاشی نہیں کرسکتے۔

مسئلہ ۱۰ بعض جگہ مکانوں میں حوض بنا رکھتے ہیں برساتی پانی اُس میں جمع کر لیتے ہیں اور اپنے استعمال میں لاتے ہیں عربی میں ایسے حوض کو صہریج کہتے ہیں۔ (ہندوستان میں بفضلہٖ تعالٰی پانی کی کثرت ہے صہریج بنانے کی ضرورت نہیں مگر جہاں پانی کی کمی ہے بنانا پڑتا ہی ہے جیسا کہ مارواڑ کے بعض علاقوں میں بکثرت ہیں) یہ پانی خاص اُس شخص کی مِلک ہے جس کے گھر میں ہے اور یہ پانی ویسا ہی ہے جیسا گھڑے وغیرہ میں بھر لیا جاتا ہے کہ بغیر اجازت مالک کوئی شخص اپنے کسی صرف میں نہیں لاسکتا۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱ بارش کے وقت آگن[7] یا چھت پر پانی جمع کرنے کے لیے طشت[8] یا کنڈا[9] وغیرہ رکھ دیا ہے تو جو کچھ

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب إحياء الموات، فصل الشرب، ج ۱۰، ص ۱٦.

2 ...... پانی دے سکتا ہے۔

3 ...... "الدرالمختار"، کتاب إحياء الموات، فصل الشرب، ج ۱۰، ص ۱۷.

4 ...... "الفتاوى الهندية"، کتاب الشرب...إلخ، الباب الاول فی تفسيره...إلخ، ج ٥، ص ۳۹۱.

5 ...... "ردالمحتار"، کتاب إحياء الموات، فصل الشرب، ج ۱۰، ص ۱۷.

6 ...... المرجع السابق.

7 ...... صحن۔ 8 ...... تھال۔ 9 ...... مٹی کا برتن، پرات۔

پانی جمع ہوگا اُس کا ہے جس نے طشت وغیرہ رکھا ہے دوسرا شخص اس پانی کو نہیں لے سکتا اور اگر پانی جمع کرنے کے لیے طشت نہیں رکھا ہے تو جو چاہے لے لے اس کو منع نہیں کیا جاسکتا۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲ زمین غیر مملوکہ[2] کی گھاس کسی کی ملک نہیں جو چاہے کاٹ لائے یا اپنے جانوروں کو چرائے دوسرا شخص اس کو منع نہیں کرسکتا یہ گھاس دریا کے پانی کی طرح سب کے لیے مباح ہے، زمین مملوکہ میں گھاس خود ہی جمی ہے[3] بوئی نہیں گئی ہے یہ گھاس بھی مالک زمین کی ملک نہیں جب تک اسے محفوظ نہ کرلے جو چاہے اس کو لے سکتا ہے، مگر مالکِ زمین دوسرے لوگوں کو اپنی زمین میں آنے سے روک سکتا ہے اِس صورت میں اگر مالکِ زمین لوگوں کو اور اُن کے جانوروں کو اپنی زمین میں آنے سے منع کرتا ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم گھاس کاٹیں گے یا اپنے جانور چرائیں گے اگر قریب میں زمین غیر مملوکہ ہے جس میں گھاس موجود ہے تو لوگوں سے کہا جائے گا کہ اپنے جانوروں کو وہاں چرالو یا وہاں سے گھاس کاٹ لو اور اگر زمین قریب میں نہ ہو تو مالک زمین سے کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو اجازت دو یا تم خود اپنی زمین سے گھاس کاٹ کر ان کو دے دو، اور اگر مالک زمین نے گھاس کاٹ کر محفوظ کرلی تو دوسرا شخص اس کو لے نہیں سکتا کہ یہ مملوک ہوگئی، اگر مالک زمین نے گھاس بورکھی ہے یا اپنی زمین کو جوت کر اُس میں پانی دیا ہے اور اسی لیے چھوڑ رکھا ہے کہ اُس میں گھاس جمے تو یہ گھاس مالک زمین کی ہے، دوسرا شخص نہ اسے لے سکتا ہے نہ اپنے جانوروں کو چرا سکتا ہے، کسی دوسرے نے یہ گھاس کاٹ لی تو مالک زمین والا اس کو واپس لے سکتا ہے اور گھاس کو بیچ سکتا ہے۔[4] (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ ۱۳ آگ میں بھی سب لوگ شریک ہیں دوسروں کو منع نہیں کرسکتا یعنی اگر کسی نے میدان میں آگ جلائی ہے تو جس کا جی چاہے تاپ سکتا ہے اپنے کپڑے اس سے سکھا سکتا ہے اُس کی روشنی میں کام کرسکتا ہے مگر بغیر اجازت اُس میں سے انگارہ نہیں لے سکتا، اگر کسی نے اُس میں سے تھوڑی سی آگ لے لی کہ بجھانے کے بعد اتنے کوئلے نہیں ہونگے جن کی کچھ قیمت ہو تو اس سے واپس نہیں لے سکتا اور اتنی آگ بغیر اجازت بھی لے سکتا ہے کہ عادۃً اس کو کوئی منع بھی نہیں کرتا اور اگر اتنی زیادہ ہے کہ بجھنے کے بعد کوئلوں کی قیمت ہوگی تو واپس لے سکتا ہے۔[5] (عالمگیری)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج ۱۰، ص ۱۷.

2 ......وہ زمین جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔　3 ......اُگی ہے۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الشرب...إلخ، الباب الاول فی تفسیرہ...إلخ، ج ۵، ص ۳۹۲.

و"الدرالمختار"، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج ۱۰، ص ۱۹.

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الشرب...إلخ، الباب الاول فی تفسیرہ...إلخ، ج ۵، ص ۳۹۳.

مسئلہ ۱۴: کوئیں یا حوض یا نہر خاص کے پانی سے روکتا ہے اور اُس شخص کو روکا گیا پیاس سے ہلاکت کا اندیشہ ہے یا اس کے جانور کے ہلاک ہونے کا ڈر ہے تو زبردستی پانی وصول کرے نہ دے تو لڑ کر لے اگرچہ ہتھیار سے لڑنا پڑے اور برتن میں جمع کر رکھا ہے تو اس میں بھی لڑ کر وصول کرنے کی اجازت ہے مگر یہاں ہتھیار سے لڑنے کی اجازت نہیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ پانی اس کی حاجت سے زائد ہے یہی حکم مخمصہ کا بھی ہے کہ کسی کو بھوک سے ہلاکت کا اندیشہ ہے اور دوسرے کے پاس حاجت سے زائد کھانا ہے اور اُس کو نہیں دیتا تو لڑ سکتا ہے مگر ہتھیار سے لڑنے کی اجازت نہیں۔[1] (درمختار)

اشربہ کا بیان

حدیث ۱: صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے مَشک میں ہم نبیذ بناتے صبح کو بناتے تو عشا تک پیتے اور عشا کو بناتے تو صبح تک پیتے (یہ گرمی کے زمانے میں ہوتا تھا)۔[2]

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے اول شب میں نبیذ بنائی جاتی صبح کے وقت اُسے پیتے دن میں اور رات میں پھر دوسرے روز دن اور رات میں اور تیسرے دن عصر تک پھر اگر بچ رہتی تو خادم کو پلا دیتے یا گرا دی جاتی۔[3] (یہ جاڑے کے زمانے میں ہوتا)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے مَشک میں نبیذ بنائی جاتی، مشک نہ ہوتی تو پتھر کے برتن میں بنائی جاتی۔[4]

حدیث ۴: امام بخاری اپنی صحیح میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو اُسید ساعدی حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئے اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو اپنی شادی کی دعوت دی (جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) تشریف لائے) تو اُن کی زوجہ جو دُلہن تھیں وہی خادم کا کام انجام دے رہی تھیں انھوں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے لیے پانی میں کھجوریں رات میں ڈال دی تھیں وہی پانی حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو پلایا۔[5]

حدیث ۵: امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر اور ابو عبیدہ اور معاذ رضی اللہ تعالٰی عنھم

---

1. ......"الدرالمختار"،کتاب إحیاء الموات،فصل الشرب،ج۱۰،ص۱۸۔۲۰۔
2. ......"صحیح مسلم"،کتاب الأشربة،باب إباحة النبیذ الذی لم یشتد... إلخ،الحدیث:۸۵۔(۲۰۰۵)،ص۱۱۱۱۔
3. ......المرجع السابق،الحدیث:۷۹۔(۲۰۰٤)،ص۱۱۱۰۔
4. ......المرجع السابق،باب النهي عن الإنتباذ في المزفت...إلخ،الحدیث: ٦۲۔(۱۹۹۹)،ص۱۱۰۷۔
5. ......"صحیح البخاري"،کتاب النکاح،باب حق إجابة الولیمة...إلخ،الحدیث:٥۱۷٦،ج۳،ص٤٥٥۔

نے مثلث [1] کے پینے کو جائز فرمایا ہے اور براء بن عازب وابو جحیفہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما نے نصف حصہ پکا دینے کے بعد انگور کا شیرہ پیا، ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما نے کہا کہ انگور کا رس جب تک تازہ ہے پیو۔ [2]

حدیث ۶ بخاری نے اپنی صحیح میں ابو جویریہ [3] رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں نے ابن عباس (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما) سے باذق (ایک قسم کی شراب ہے) کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ محمد صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم باذق سے پہلے گزر چکے ہیں لہٰذا جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے اور فرمایا کہ پینے کی چیزیں حلال وطیب ہیں اور حلال وطیب کے علاوہ حرام و خبیث ہیں۔ [4]

حدیث ۷ امام بخاری اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک معراج کی رات ایلیا (بیت المقدس) میں حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے سامنے دو پیالے پیش کئے گئے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے دونوں کو دیکھ کر دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبریل (علیہ السلام) نے کہا **الحمد للّٰہ** خدا تعالیٰ نے آپ کو فطرت کی ہدایت کی اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی۔ [5]

حدیث ۸ ابوداود وابن ماجہ نے ابو مالک اشعری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ خمر (شراب) پئیں گے اور اس کا نام کچھ دوسرا رکھ لیں گے۔'' [6]

مسائل فقہیّہ

لغت میں پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاح فقہا میں شراب اُسے کہتے ہیں جس سے نشہ ہوتا ہے، اس کی بہت قسمیں ہیں، خمر انگور کی شراب کو کہتے ہیں یعنی انگور کا کچا پانی جس میں جوش آجائے اور شدت پیدا ہو جائے۔ امام اعظم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں جھاگ پیدا ہوا اور کبھی ہر شراب کو مجازاً خمر کہہ دیتے ہیں۔ [7]

---

1 ......انگور کا شیرہ جو پکانے کے بعد ایک تہائی رہ جائے۔

2 ......"صحیح البخاري"، کتاب الأشربة، باب الباذق ومن نهی...إلخ، ج۳، ص۵۸٤.

3 ......بہارِ شریعت کے کچھ نسخوں میں اس مقام پر "ابو ھریرہ" اور کچھ نسخوں میں "ابو جو ھر" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہمارے پاس موجود "بخاری شریف" کے نسخوں میں "**حضرت ابو جویریہ** رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ" مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے...**علمیہ**

4 ......"صحیح البخاري"، کتاب الأشربة، باب الباذق ومن نهی...إلخ، الحدیث:۵۵۹۸، ج۳، ص۵۸۵.

5 ......المرجع السابق، کتاب الأشربة، باب قول اللّٰہ تعالی ﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ ...إلخ ﴾، الحدیث:۵۵۷٦، ج۳، ص۵۷۹.

6 ......"سنن أبي داود"، کتاب الأشربة، باب في الداذی، الحدیث:۳٦۸۸، ج۳، ص٤٦١.

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الأشربة، الباب الاول فی تفسیره الأشربة...إلخ، ج۵، ص٤٠۹.

و"الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج١٠، ص۳۲.

مسئلہ ۱ خمر حرام بعینہ ہے اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے اور اس کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اس کا قلیل وکثیر سب حرام ہے اور یہ پیشاب کی طرح نجس ہے اور اس کی نجاست غلیظہ ہے جو اس کو حلال بتائے کافر ہے کہ نصِ قرآنی کا منکر ہے مسلم کے حق میں یہ متقوم نہیں یعنی اگر کسی نے مسلمان کی یہ شراب تلف کر دی تو اس پر ضمان نہیں اور اس کو خریدنا صحیح نہیں اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں نہ دوا کے طور پر استعمال کر سکتا ہے نہ جانور کو پلا سکتا ہے نہ اس سے مٹی بھگا[1] سکتا ہے نہ حقنہ کے کام میں لائی جا سکتی ہے، اس کے پینے والے کو حد ماری جائے گی اگرچہ نشہ نہ ہوا ہو۔[2] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۲ جانوروں کے زخم میں بھی بطور علاج اس کو نہیں لگا سکتے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳ شیرہ انگور کو پکایا یہاں تک کہ دو تہائی سے کم جل گیا یعنی ایک تہائی سے زیادہ باقی ہے اور اس میں نشہ ہو یہ بھی حرام اور نجس ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۴ رطب یعنی تر کھجور کا پانی اور منقیٰ کو پانی میں بھگایا گیا جب یہ پانی تیز ہو جائے اور جھاگ پھینکے یہ بھی حرام نجس ہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۵ شہد، انجیر، گیہوں،[6] جو وغیرہ کی شرابیں بھی حرام ہیں مثلاً یہاں ہندوستان میں مہوے[7] کی شراب بنتی ہے جب ان میں نشہ ہو حرام ہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۶ کافر یا بچہ کو شراب پلانا بھی حرام ہے اگرچہ بطور علاج پلائے اور گناہ اسی پلانے والے کے ذمہ ہے۔[9] (ہدایہ) بعض مسلمان انگریزوں کی دعوت کرتے ہیں اور شراب بھی پلاتے ہیں وہ گنہگار ہیں اس شراب نوشی کا وبال انہیں پر ہے۔

---

1 ......بھگو۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج۱۰، ص۳۳، وغیرہ.

3 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الأشربة، الباب الاول فی تفسیرہ...إلخ، ج۵، ص۴۱۰.

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج۱۰، ص۳۶.

5 ......المرجع السابق، ص۳۷.

6 ......گندم۔

7 ......ایک درخت جس کے پتے سرخ، زردی مائل اور خوشبودار ہوتے ہیں پھل گول چھوہارے کی مانند ہوتا ہے اس سے شراب بھی بنائی جاتی ہے۔

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج۱۰، ص۳۹، ۴۰.

9 ......"الهداية"، کتاب الأشربة، ج۲، ص۳۹۸.

مسئلہ ۷ نبیذ یعنی کھجور یا منقّٰی کو پانی میں بھگویا جائے وہ پانی نشہ پیدا ہونے سے پہلے پیا جائے یہ جائز ہے احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے۔[1]

مسئلہ ۸ تونبے[2] اور ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا جائز ہے بعض خاص برتنوں میں نبیذ بنانے کی ابتدا میں ممانعت آئی تھی مگر بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہوگئی۔[3]

مسئلہ ۹ گھوڑی کے دودھ میں بھی نشہ ہوتا ہے اس کا پینا بھی ناجائز ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۰ بھنگ[5] اور افیون[6] اتنی استعمال کرنا کہ عقل فاسد ہو جائے ناجائز ہے جیسا کہ افیونی اور بھنگیڑے[7] استعمال کرتے ہیں اور اگر کمی کے ساتھ اتنی استعمال کی گئی کہ عقل میں فتور[8] نہیں آیا جیسا کہ بعض نسخوں میں افیون قلیل جز ہوتا ہے کہ فی خوراک اس کا اتنا خفیف جز ہوتا ہے کہ استعمال کرنے والے کو پتا بھی نہیں چلتا کہ افیون کھائی ہے اس میں حرج نہیں۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۱۱ بعض عورتیں بچوں کو افیون کھلایا کرتی ہیں اور اُن کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کے نشہ میں پڑا رہے گا پریشان نہیں کرے گا یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ بچہ کو اگرچہ تھوڑی مقدار میں دی جاتی ہے مگر وہ اتنی ضرور ہوتی ہے کہ اُس کی عقل میں فتور آجائے۔

مسئلہ ۱۲ چانڈو[10] اور مدک[11] بھی افیون کے استعمال کے طریقہ ہیں کہ اس کا دھواں پیا جاتا ہے جیسا کہ تمبا کو کو پیتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے بلکہ غالباً افیون استعمال کرنے کی سب صورتوں میں یہ صورت زیادہ قبیح و مضر[12] ہے۔

---

1 ......"الدرالمختار"، كتاب الأشربة، ج ١٠، ص ٣٩.

2 ......اندر سے خالی اور خشک کیا ہوا کدو۔

3 ......"صحيح مسلم"، كتاب الأشربة، باب النهى عن الإنتباذ...إلخ، الحديث: ٦٤، ٦٥ـ(٩٧٧)، ص ١١٠٧.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الأشربة، ج ١٠، ص ٤٤.

5 ......ایک قسم کا نشہ آور پتوں والا پودا جس کے پتوں کو گھوٹ کر پیتے ہیں۔

6 ......ایک نشہ آور چیز جو پوست کے رس کو منجمد کر کے بنائی جاتی ہے، افیم۔

7 ......افیون اور بھنگ کا نشہ کرنے والے افراد۔

8 ......خرابی، فساد۔

9 ......"الدرالمختار"، كتاب الأشربة، ج ١٠، ص ٤٦ـ٤٨.

10 ......افیون کا ایک نشہ جس میں افیون کو پانی میں پکا کر حقے کی طرح پیا جاتا ہے۔

11 ......افیون کا ایک نشہ جس میں افیون تمبا کو کی طرح چلم بھر کر پیتے ہیں۔

12 ......نقصان دہ۔

مَسْئَلَہ ۱۳ چرس[1] گانجا[2] یہ بھی ایسی چیز ہے کہ اس سے عقل میں فتور آجاتا ہے اس کا پینا ناجائز ہے۔

مَسْئَلَہ ۱۴ جوز الطیب[3] میں نشہ ہوتا ہے اس کا استعمال بھی اتنی مقدار میں ناجائز ہے کہ نشہ پیدا ہوجائے اگرچہ اس کا حکم بھنگ سے کم درجہ کا ہے۔

مَسْئَلَہ ۱۵ خشک چیزیں جو نشہ لاتی ہیں جیسے بھنگ وغیرہ یہ نجس نہیں ہیں لہٰذا ضماد[4] وغیرہ میں خارجی طور پر ان کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اس طرح استعمال میں نشہ نہیں پیدا ہوگا پھر ناجائز کیوں ہو۔

مَسْئَلَہ ۱۶ حقہ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر قول فیصل یہ ہے کہ اس کی متعدد صورتیں ہیں ایک یہ کہ حقہ پی کر عقل جاتی رہتی ہے جیسا کہ رامپور، بریلی، شاہجہانپور،[5] میں بعض لوگ رمضان شریف میں اِفطار کے بعد خاص اہتمام سے حقہ بھرتے ہیں اور اس زور سے دَم لگاتے ہیں کہ چلم سے اونچی اونچی لو اُٹھتی ہے اور پینے والے بیہوش ہوکر گر پڑتے ہیں اور بہت دیر تک بیہوش پڑے رہتے ہیں پانی کے چھینٹے دینے اور پانی پلانے سے ہوش آتا ہے اس طرح حقہ پینا حرام ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ نہ بیہوش ہو نہ عقل میں فتور پیدا ہو مگر گھٹیا خراب تمبا کو پیا جائے اور حقہ تازہ کرنے کا بھی چنداں خیال نہ ہو جس سے مونھ میں بدبو ہوجاتی ہے ایسا حقہ مکروہ ہے اور اس حقہ کو پی کر بغیر منہ صاف کیے مسجد میں جانا منع ہے اس کا وہی حکم ہے جو کچے لہسن پیاز کھانے کا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ تمبا کو بھی اچھا ہو اور حقہ بھی بار بار تازہ کیا جاتا ہو کہ پینے سے منہ میں بدبو نہ پیدا ہو یہ مباح ہے اس میں اصلاً کراہت نہیں، بعض لوگوں نے حقہ کے حرام بتانے میں نہایت غلو کیا اور حد سے تجاوز کیا یہاں تک کہ اس کے متعلق حدیثیں بھی معاذ اللہ وضع کر ڈالیں ان کی باتیں قابل اعتبار نہیں۔

مَسْئَلَہ ۱۷ قہوہ، کافی، چائے کا پینا جائز ہے کہ ان میں نہ نشہ ہے نہ تفتیرِ عقل[6] البتہ یہ چیزیں خشکی لاتی ہیں اور نیند کو دفع کرتی ہیں اسی لیے مشائخ ان کو پیتے ہیں کہ نیند کا غلبہ جاتا رہے اور شب بیداری میں مدد ملے اور کسل[7] اور کاہلی کو بھی یہ چیزیں دفع کرتی ہیں۔

---

1 ......ایک نشہ جو بھنگ کے پتوں اور افیون سے تیار کیا جاتا ہے اسے تمبا کو کی طرح پیتے ہیں۔

2 ......بھنگ کی قسم کا ایک پودا جس کے پتے اور بیج نشہ آور ہوتے ہیں اور چلم میں بھر کر پیتے ہیں۔

3 ......ایک قسم کا خوشبودار پھل۔

4 ......جسم پر لیپ کرنا، جسم پر لگانا۔

5 ......ہندوستان میں علاقوں کے نام ہیں۔

6 ......عقل کی خرابی، فساد۔

7 ......سستی۔

مسئلہ ۱۸: جس شخص کو افیون کی عادت ہے اُسے لازم ہے کہ ترک کرے اگر ایک دم چھوڑنے میں ہلاکت کا اندیشہ ہے تو آہستہ آہستہ کمی کرتا رہے یہاں تک کہ عادت جاتی رہے اور ایسا نہ کیا تو گنہگار و فاسق ہے۔[1] (ردالمحتار)

شکار کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ ﴾[2]

''اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو تمہارے لیے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ ﴾[3]

''اور جب تم احرام سے باہر ہو جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ يَسْــٴَـلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ﴾[4]

''اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہوا۔ تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سکھا لیے انہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس میں سے اُنہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرتے رہو بیشک اللہ (عزوجل) جلد حساب کرنے والا ہے۔''

1 ...... "ردالمحتار"، كتاب الأشربة، ج١٠، ص٥٢.

2 ...... پ٦، المائدہ:١.

3 ...... پ٦، المائدہ:٢.

4 ...... پ٦، المائدہ:٤.

اور فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌؕ ﴾[1]

''اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّیَّارَةِۚ وَ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًاؕ ﴾[2]

''دریا کا شکار تمہارے لیے حلال ہے اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کو اور تم پر حرام ہے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں ہو۔''

حدیث ۱ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''شکار کو حلال جانو اس لیے کہ اللہ عزوجل نے اس کو حلال فرمایا مجھ سے پہلے اللہ (عزوجل) کے بہت سے رسول تھے وہ سب شکار کیا کرتے تھے۔ اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے حلال رزق تلاش کرو اس لیے کہ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) صالح تجار کا مددگار ہے۔''[3]

حدیث ۲ صحیح بخاری و مسلم میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب تم اپنا کتّا چھوڑو تو بِسْمِ اللہِ کہہ لو اگر اس نے پکڑ لیا اور تم نے جانور کو زندہ پالیا تو ذبح کرلو اور اگر کتّے نے مارڈالا ہے اور اُس میں سے کچھ کھایا نہیں تو کھاؤ اور اگر کھالیا تو نہ کھاؤ کیونکہ اُس نے اپنے لیے شکار پکڑا اور اگر تمہارے کتّے کے ساتھ دوسرا کتّا شریک ہوگیا اور جانور مرگیا تو نہ کھاؤ کیونکہ تمھیں یہ نہیں معلوم کہ کس نے قتل کیا اور جب شکار پر تیر چھوڑو تو بسم اللہ کہہ لو اور اگر شکار غائب ہوگیا اور ایک دن تک نہ ملا اور اُس میں تمہارے تیر کے سوا کوئی دوسرا نشان نہیں ہے تو اگر چاہو کھاسکتے ہو اور اگر شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملا تو نہ کھاؤ۔''[4]

حدیث ۳ صحیح بخاری و مسلم میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) ہم سکھائے ہوئے کتّے کو شکار پر چھوڑتے ہیں فرمایا کہ ''جو تمہارے لیے اُس نے پکڑا ہے اُسے کھاؤ'' میں نے عرض کی اگرچہ مارڈالیں فرمایا: ''اگرچہ مارڈالیں'' میں نے عرض کی ہم تیر سے شکار کرتے ہیں فرمایا: ''تیر نے جسے چھید

1 ......پ۷،المائدۃ:۹۵.

2 ......پ۷،المائدۃ:۹٦.

3 ......''المعجم الکبیر''،الحدیث:۷۳٤۲،ج۸،ص۵۱،۵۲.

4 ......''صحیح البخاری''،کتاب الصید إذا غاب...إلخ،باب الصید،الحدیث:٥٤٨٤،ج۳،ص٥٥٢.

دیا اُسے کھاؤ اور پٹ تیر[1] شکار کو لگے اور مرجائے تو نہ کھاؤ'' کیونکہ دب کر مرا ہے۔[2]

حدیث ۴ امام بخاری نے عطاء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اگر کتے نے شکار کا خون پی لیا اور گوشت نہ کھایا تو اُس جانور کو کھا سکتے ہو۔[3]

حدیث ۵ صحیح بخاری و مسلم میں ابوثعلبہ خُشَنِی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ(صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) ہم اہل کتاب کی زمین میں رہتے ہیں کیا اُن کے برتن میں کھا سکتے ہیں اور شکار کی زمین میں رہتے ہیں اور میں کمان سے شکار کرتا ہوں اور ایسے کتے سے شکار کرتا ہوں جو معلم نہیں ہے اور معلم کتے سے بھی شکار کرتا ہوں اس میں کیا چیز میرے لیے درست ہے۔ ارشاد فرمایا: ''وہ جو تم نے اہل کتاب کے برتن کا ذکر کیا۔ (اس کا حکم یہ ہے) کہ اگر تمہیں دوسرا برتن ملے تو اُس میں نہ کھاؤ اور دوسرا برتن نہ ملے تو اُسے دھولو پھر کھاؤ۔ اور کمان سے جو تم نے شکار کیا اور بِسْمِ اللّٰہِ کہہ لی تو کھاؤ اور معلم کتے سے جو شکار کیا اور بِسْمِ اللّٰہِ کہہ لی تو کھاؤ اور غیر معلم سے جو شکار کیا ہے اور اُسے ذبح کرلیا تو کھاؤ۔''[4]

حدیث ۶ صحیح مسلم میں انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب تیر سے شکار مارو غائب ہوجائے پھر مل جائے تو کھالو جبکہ بدبودار نہ ہو۔''[5]

حدیث ۷ ابوداود نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''کتے یا باز کو اگر تم نے سکھا لیا ہے پھر اُسے شکار پر چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ کہہ لی ہے تو کھاؤ جو تمہارے لیے پکڑے'' میں نے کہا اگرچہ مار ڈالے فرمایا: ''اگر مار ڈالے اور اُس میں سے نہ کھائے تو تمہارے لیے پکڑا ہے۔''[6]

حدیث ۸ کتاب الآثار میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ تمہارے کتے نے جس چیز کو تمہارے لیے پکڑا ہے اسے کھاؤ اگر وہ سیکھا ہوا ہو پھر اگر اُس کتے نے اس سے کچھ کھالیا تو نہ کھاؤ اس لیے کہ اس نے اپنے ہی لیے پکڑا ہے لیکن اگر شکرہ اور باز نے کھا بھی لیا ہے تب بھی کھا سکتے ہو اس واسطے کہ اس کی تعلیم

---

1 ......یعنی تیر چوڑائی میں۔

2 ......"صحیح البخاري"، کتاب الذبائح... إلخ، باب ما أصاب المعراض بعرضه، الحدیث: ٥٤٧٧، ج٣، ص٥٥٠.

3 ......"صحیح البخاري"، کتاب الذبائح... إلخ، باب إذا أكل الكلب، ج٣، ص٥٥٢.

4 ......المرجع السابق، باب صيد القوس، الحديث: ٥٤٧٨، ج٣، ص٥٥١.

5 ......"صحیح مسلم"، کتاب الصيد... إلخ، باب إذا غاب عنه الصيد... إلخ، الحديث: ٩-(١٩٣١)، ص١٠٦٨.

6 ......"سنن أبي داود"، کتاب الصيد، باب في الصيد، الحديث: ٢٨٥١، ج٣، ص١٤٨.

یہ ہے کہ جب تم اُسے بلاؤ تو آجائے اور وہ تمہاری مار کی برداشت نہیں کرسکتا کہ مار کھانا چھوڑ دو۔[1]

حدیث ۹ ابوداود نے اُنھیں[2] سے روایت کی کہتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم) میں شکار کو تیر مارتا ہوں اور دوسرے دن اپنا تیر اس میں پاتا ہوں۔ فرمایا کہ ''جب تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے تیر نے اُسے مارا ہے اور اس میں کسی درندہ کا نشان نہ دیکھو تو کھالو۔''[3]

حدیث ۱۰ امام احمد نے عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''ایسی چیز کو کھاؤ جس کو تمہاری کمان یا تمہارے ہاتھ نے شکار کیا ہو، ذبح کیا ہو یا نہ کیا ہو اگرچہ وہ آنکھوں سے غائب ہو جائے جب تک اس میں تمہارے تیر کے سوا دوسرا نشان نہ ہو۔''[4]

حدیث ۱۱ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں مجوسی کے کتّے نے جو شکار کیا ہے اُس کی ہمیں ممانعت ہے۔[5]

حدیث ۱۲ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ غُلہ[6] مارنے سے جو جانور مرگیا وہ موقوذہ[7] ہے[8] (یعنی اُس کا کھانا حرام ہے)۔

حدیث ۱۳ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حسن بصری اور ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب شکار کو مارا جائے اور اُس کا ہاتھ یا پیر کٹ کر الگ ہو جائے تو الگ ہونے والے کو نہ کھایا جائے اور باقی کو کھا سکتا ہے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب گردن یا وسطِ جسم میں[9] مارو تو کھا سکتے ہو[10] (یعنی گردن جدا ہو جائے یا وسط سے کٹ جائے تو اس ٹکڑے کو بھی کھایا جائے گا)

1 ...."كتاب الآثار"، كتاب الحظر و الاباحة، باب صيد الكلب، الحديث: ٨٢٦، ص١٨٩.

2 ....یعنی عدی بن حاتم۔

3 ...."جامع الترمذي"، كتاب الصيد، باب ماجاء في الرجل يرمي الصيد...إلخ، الحديث: ١٤٧٣، ج٣، ص١٤٥.
ہمارے پاس موجود سُننِ ابوداود کے نسخوں میں یہ روایت نہیں ملی، لیکن اس سے ملتی جلتی روایت، سُننِ ابوداود ہی میں حدیث: ۲۸۴۹، ج۳، ص۱۴۷ پر مذکور ہے۔ جامع الترمذی میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جبکہ مشکوٰۃ المصابیح، الحدیث: ۴۰۸۴، ج۲، ص۴۲۸ پر یہی حدیث سُننِ ابوداود کے حوالے سے حضرت عدی بن حاتم سے مروی ہے۔... **علمیه**

4 ...."المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمرو بن العاص، الحديث: ٦٧٣٧، ج٢، ص٦٠٧.
و "كنزالعمال"، كتاب الصيد، الحديث: ٢٥٨١٨، الجزء التاسع، ج٥، ص١٠٥.

5 ...."جامع الترمذي"، كتاب الصيد، باب في صيد كلب المجوس، الحديث: ١٤٧١، ج٣، ص١٤٤.

6 ....مٹی کی گولی (چھوٹا ڈھیلا) یا چھوٹا پتھر جسے غلیل میں رکھ کر مارتے ہیں۔

7 ....وہ جانور جس کو لکڑی وغیرہ سے ضرب لگائی جائے اور وہ چوٹ کھا کر مر جائے۔

8 ...."صحيح البخاري"، كتاب الذبائح...إلخ، باب صيد المعراض، ج٣، ص٥٥٠.

9 ....جسم کے درمیان میں۔

10 ...."صحيح البخاري"، كتاب الذبائح...إلخ، باب صيدالقوس، ج٣، ص٥٥٠.

حدیث ۱۴ طبرانی اور حاکم اور بیہقی وابن عساکر نے زِربِن حُبَیْش [1] سے روایت کی انھوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ خرگوش کولکڑی یا پتھر سے مار کر (بغیر ذبح کئے) نہ کھاؤ لیکن بھالے [2] اور برچھی [3] اور تیر سے مار کر کھاؤ۔ [4]

حدیث ۱۵ صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جانوروں کی حفاظت اور شکاری کتّے کے سوا جس نے اور کتّا پالا اُس کے عمل سے ہر دن دو قیراط کم ہو جائے گا۔'' [5]

مسائل فقہیّہ

شکار اُس وحشی جانور کو کہتے ہیں جو آدمیوں سے بھاگتا ہو اور بغیر حیلہ نہ پکڑا جا سکتا ہو اور کبھی فعل یعنی اس جانور کے پکڑنے کو بھی شکار کہتے ہیں۔ حرام وحلال دونوں قسم کے جانور کو شکار کہتے ہیں شکار سے جانور حلال ہونے کے لیے پندرہ ۱۵ شرطیں ہیں۔ پانچ شکار کرنے والے میں اور پانچ کتّے میں اور پانچ شکار میں:

① شکاری ان میں سے ہو جن کا ذبیحہ جائز ہوتا ہے۔

② اُس نے کتّے وغیرہ کو شکار پر چھوڑا ہو۔

③ چھوڑنے میں ایسے شخص کی شرکت نہ ہو جس کا شکار حرام ہو۔

④ بسم اللہ قصداً ترک نہ کی ہو۔

⑤ چھوڑنے اور پکڑنے کے درمیان کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا ہو۔

⑥ کتّا معلَّم (سکھایا ہوا) ہو۔

⑦ جدھر چھوڑا گیا ہو اُدھر ہی جائے۔

⑧ شکار پکڑنے میں ایسا کتّا شریک نہ ہوا ہو جس کا شکار حرام ہے۔

---

1 ...... بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر ''زربن جیش، رزین بن جیش، زرین جیش'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کتب حدیث میں ''زِرُبِن حُبَیْش'' مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں درست کر دیا ہے۔... **علمیہ**

2 ...... نیزہ۔ 3 ...... چھوٹا نیزہ۔

4 ......"المعجم الكبير"، صفة عمر بن الخطاب، الحديث ٥١، ج١، ص٦٥.

و"المستدرك" للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، ذكر نسب عمر، الحديث: ٤٥٣٥، ج٤، ص٣٢.

5 ......"صحيح البخاري"، كتاب الذبائح... إلخ، باب من اقتنى كلباً... إلخ، الحديث: ٥٤٨٠، ج٣، ص٥٥١.

⑨ شکار کو زخمی کر کے قتل کرے۔

⑩ اُس میں سے کچھ نہ کھائے۔

⑪ شکار حشرات الارض میں سے نہ ہو۔

⑫ پانی کا جانور ہو تو مچھلی ہی ہو۔

⑬ بازوؤں یا پاؤں سے اپنے آپ کو شکار سے بچائے۔

⑭ کیلے [1] یا پنجہ والا جانور نہ ہو۔

⑮ شکاری کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جائے۔ یعنی ذبح کرنے کا موقع ہی نہ ملا ہو۔

یہ شرائط اُس جانور کے متعلق ہیں جو مر گیا ہو اور اس کا کھانا حلال ہو۔ [2]

مسئلہ ۱ شکار کرنا ایک مباح فعل ہے مگر حرم یا احرام میں خشکی کا جانور شکار کرنا حرام ہے اسی طرح اگر شکار محض لھو کے طور پر ہو تو وہ مباح نہیں۔ [3] (درمختار) اکثر اس فعل سے مقصود ہی کھیل اور تفریح ہوتی ہے اسی لیے عرف عام میں شکار کھیلنا بولا جاتا ہے جتنا وقت اور پیسہ شکار میں خرچ کیا جاتا ہے اگر اس سے بہت کم داموں میں گھر بیٹھے ان لوگوں کو وہ جانور مل جایا کرے تو ہرگز راضی نہ ہوں گے وہ یہی چاہیں گے کہ جو کچھ ہو ہم تو خود اپنے ہاتھ سے شکار کریں گے اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصد کھیل اور لھو ہی ہے، شکار کرنا جائز و مباح اُس وقت ہے کہ اس کا صحیح مقصد ہو مثلاً کھانا یا بیچنا یا دوست احباب کو ہدیہ کرنا یا اُس کے چمڑے کو کام میں لانا یا اُس جانور سے اذیت کا اندیشہ ہے اس لیے قتل کرنا وغیرہ ذلک۔

مسئلہ ۲ جس جانور کا گوشت حلال ہے اُس کے شکار سے بڑا مقصود کھانا ہے اور حرام جانور کو بھی کسی غرض صحیح سے شکار کرنا جائز ہے مثلاً اس کی کھال یا بال کو کام میں لانا مقصود ہے یا وہ موذی جانور ہے اُس کے ایذا سے بچنا مقصود ہے۔ [4] (شلبیہ) بعض آدمی جنگلی خنزیر کا شکار کرتے ہیں یا شیر وغیرہ کا جنگلوں میں جا کر شکار کرتے ہیں اس غرض سے نہیں کہ لوگوں کو اُن کی اذیت سے بچائیں بلکہ محض تفریح خاطر اور اپنی بہادری کے لیے اس قسم کے شکار کھیلے جاتے ہیں یہ شکار مباح نہیں۔

---

1 ...... گوشت خور جانوروں کے وہ دونوں بڑے دانت جن کے ذریعے سے وہ گوشت کاٹتے یا شکار پکڑتے ہیں۔

2 ...... ''الفتاوی الھندیة''، کتاب الصید، الباب الاول فی تفسیره و رکنه و حکمه، ج٥، ص٤١٧.

3 ...... ''الدرالمختار''، کتاب الصّید، ج١٠، ص٥٣، ٥٤.

4 ...... ''حاشیة الشلبی'' علی ''التبیین الحقائق''، کتاب الصّید، ج٧، ص١١١.

مسئلہ ۳ شکار کو پیشہ بنالینا اور کسب کا ذریعہ کرلینا جائز ہے بعض فقہا نے اس کو ناجائز یا مکروہ کہا یہ صحیح نہیں کیونکہ کراہت جب ہی ہوسکتی ہے کہ اس کے لیے دلیل شرعی ہو اور دلیل میں یہ کہنا کہ جان مارنے کا پیشہ کرلینا قساوتِ قلب[1] کا سبب ہوتا ہے اس سے بھی کراہت ثابت نہیں، صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ دوسرے جائز پیشے اس سے بہتر ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قصاب کا پیشہ بھی مکروہ ہو حالانکہ اس کی کراہت کا قول کسی سے منقول نہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴ جنگلی جانور کو جو شخص پکڑے اُس کی مِلک ہوجاتا ہے پکڑنا حقیقۃً ہو یا حکماً، حکماً کی صورت یہ ہے کہ جو چیز شکار کے لیے موضوع ہو اس کا استعمال کرے اور استعمال سے مقصود شکار کرنا نہ ہو لہٰذا اگر جال تانا اور اُس میں جانور پھنس گیا تو جال والے کا ہوگیا، جال اسی مقصد سے تانا ہو یا کچھ مقصد نہ ہو ہاں اگر کھانے کے لیے تانا تو اس کی مِلک نہیں جب تک پکڑ نہ لے۔ حکماً پکڑنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ جو چیز شکار کے لیے موضوع نہ ہو اُس کو بقصد شکار استعمال کرے مثلاً شکار پکڑنے کے لیے ڈیرہ نصب کیا[3] اور اس میں شکار آگیا اور بند ہوگیا تو ڈیرہ والا مالک ہوگیا یا مکان کا دروازہ اس غرض سے کھول رکھا تھا اُس میں ہرن آگیا اور دروازہ بند کرلیا۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵ جال تانا تھا اس میں شکار پھنسا، کسی دوسرے نے اس کو پکڑ لیا تو شکار والے کا ہے اُس کا نہیں جس نے پکڑ لیا ہاں اگر وہ جال سے نکل کر بھاگ گیا یا اُڑ گیا اور دوسرے نے پکڑ لیا تو اسی پکڑنے والے کا ہے جال والے کا نہیں اور اگر جال میں پھنسا اور جال والے نے پکڑ لیا پھر اس سے چھوٹ کر بھاگا اور دوسرے نے پکڑا تو جال والے ہی کا ہے کہ پکڑنے سے اس کی مِلک ہوگیا اور بھاگنے سے مِلک نہیں جاتی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ٦ پانی کاٹ کر اپنی زمین میں لایا اس غرض سے پانی کے ساتھ مچھلیاں آئیں گی اور اُن کو شکار کرے گا پانی کے ساتھ مچھلیاں آئیں اور پانی جاتا رہا مچھلیاں زمین پر پڑی ہیں یا تھوڑا سا پانی باقی ہے کہ بغیر شکار کئے مچھلیاں ویسے ہی پکڑی جاسکتی ہیں یہ مچھلیاں زمین والے کی ہیں دوسرا شخص ان کو نہیں پکڑ سکتا جو پکڑے گا اُسے تاوان دینا ہوگا اور اگر پانی زیادہ ہے کہ بغیر شکار کئے مچھلیاں ہاتھ نہیں آتیں تو جو چاہے پکڑ لے تو یہی پکڑنے والا مالک ہے۔[6] (عالمگیری)

---

1 ...... دل کی سختی۔

2 ...... "ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص٥٤.

3 ...... خیمہ لگایا۔

4 ...... "ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص٥٥.

5 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الصّيد، الباب الثاني في بيان ما يملك به الصيد... إلخ، ج٥، ص٤١٨.

6 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۷ ایک شخص نے پانی میں جال ڈالا دوسرے نے شس[1] پھینکی مچھلی جال میں آئی اور اُس نے شِس کو بھی پکڑ لیا اگر جال کے باریک حصہ میں آچکی ہے تو جال والے کی ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۸ پانی میں کانٹا ڈالا مچھلی پھنسی اس نے باہر پھینکی خشکی میں گری اور ایسی جگہ گری کہ یہ اُس کے پکڑنے پر قادر ہے پھر تڑپ کر پانی میں چلی گئی تو یہ شخص اُس کا مالک ہوگیا اور اگر باہر نکالنے سے پہلے ہی ڈورا ٹوٹ گیا تو مالک نہ ہوا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۹ کسی شخص نے گڑھا کھودا تھا اس میں شکار آکر گرا تو جو شخص پکڑ لے اسی کا ہے اور اگر گڑھا کھودنے سے مقصود ہی یہ تھا کہ اس میں شکار گرے گا اور پکڑوں گا تو شکار اسی کا ہے دوسرے کو اس کا پکڑنا جائز نہیں۔[4] (خانیہ)

مسئلہ ۱۰ کوآں کھودا تھا اور یہ مقصد نہ تھا کہ اس کے ذریعہ سے شکار پکڑے گا اس میں شکار گرا اگر کوئیں والا وہاں سے قریب ہے کہ ہاتھ بڑھا کر شکار پکڑ سکتا ہے اسی کا ہے دوسرا شخص نہیں پکڑ سکتا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱ پھندے میں شکار پھنسا مگر رسی توڑ کر بھاگا دوسرے نے پکڑ لیا تو اسی کا ہے اور اگر پھندے والا اتنا قریب آچکا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر پکڑ سکتا ہے اتنے میں شکار نے رسی توڑائی اور دوسرے نے پکڑ لیا تو پھندے والے کا ہے۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲ کسی کے مکان میں دوسرے لوگوں کے کبوتروں نے انڈے بچے کئے تو یہ انڈے بچے اُسی کے ہیں جس کے کبوتر ہیں دوسرے لوگوں کو یا مالک مکان کو ان کا پکڑنا اور رکھنا جائز نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳ شکار کو مارا وہ زخمی نہیں ہوا مگر چوٹ سے بیہوش ہوگیا تھوڑی دیر بعد اُٹھ کے بھاگا اب دوسرے شخص نے مارا اور پکڑ لیا تو اسی دوسرے کا ہے اور اگر بے ہوشی میں پہلے شخص نے پکڑ لیا تھا تو پہلے کا ہے اور اگر شکار زخمی ہوگیا تھا مگر پہلے نے پکڑا نہیں کچھ دنوں بعد اچھا ہوگیا پھر دوسرے نے مارا اور پکڑا تو اس کا نہیں پہلے ہی شخص کا ہے۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الصّيد، الباب الثانی فی بيان ما يملك به الصيد...إلخ، ج٥، ص٤١٨.

3 ......المرجع السابق.

4 ......"الفتاوی الخانية"، کتاب الصّيد، ج٢، ص٣٣٧.

5 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الصّيد، الباب الثانی فی بيان ما يملك به الصيد...إلخ، ج٥، ص٤١٨.

6 ......"ردالمحتار"، کتاب الصّيد، ج١٠، ص٥٥.

7 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الصّيد، الباب الثانی فی بيان ما يملك به الصيد... إلخ، ج ٥، ص٤١٩.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۴ شکار کی مِلک [1] کے متعلق یہ چند جزئیات اس لیے ذکر کئے کہ شکاریوں کو شکار کے لینے میں اس قدر شغف [2] ہوتا ہے کہ وہ بالکل اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے کہ یہ چیز ہمیں لینی جائز بھی ہے یا نہیں، ان مسائل سے اُن کو یہ کرنا چاہیے کہ کس صورت میں ہماری مِلک ہے اور کس صورت میں دوسرے کی، تاکہ اپنی مِلک نہ ہو تو لینے سے بچیں۔

جانوروں سے شکار کا بیان

مسئلہ ۱ ہر درندہ جانور سے شکار کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ نجس العین نہ ہو اور اُس میں تعلیم کی قابلیت ہو اور اُسے سکھا بھی لیا ہو۔ درندہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) چوپایہ جیسے کتا وغیرہ جس میں کیلا ہوتا ہے، (۲) پنجہ والا پرند جیسے باز، شکرا وغیرہ۔ جس درندہ میں قابلیت تعلیم نہ ہو اس کا شکار حلال نہیں مگر اس صورت میں کہ شکار پکڑ کر ذبح کرلیا جائے لہٰذا شیر اور ریچھ سے شکار حلال نہیں کہ ان دونوں میں تعلیم کی قابلیت ہی نہیں۔ شیر اپنی علو ہمت [3] اور ریچھ اپنی دنات [4] اور خساست [5] کی وجہ سے تعلیم کی قابلیت نہیں رکھتے، بعض فقہا نے چیل کو بھی قابل تعلیم نہیں مانا ہے کہ یہ بھی اپنی خساست کی وجہ سے تعلیم نہیں حاصل کرتی۔ [6] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲ کتا چیتا وغیرہ چوپایہ کے معلّم ہونے [7] کی علامت یہ ہے کہ پے درپے تین مرتبہ ایسا ہو کہ شکار کو پکڑے اور اُس میں سے نہ کھائے تو معلوم ہوگیا کہ یہ سیکھ گیا اب اس کے بعد جو شکار کرے گا اور وہ مر بھی جائے تو اُس کا کھانا حلال ہے بشرطیکہ دیگر شرائط بھی پائے جائیں کہ اس کا پکڑنا ہی ذبح کے قائم مقام ہے اور شکرا باز وغیرہ شکاری پرند کے معلم ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اُسے شکار پر چھوڑا اس کے بعد واپس بلا لیا تو واپس آجائے اگر واپس نہ آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تمہارے قابو میں نہیں ہے معلم نہیں ہوا۔ [8] (ہدایہ)

---

1 ...... یعنی ملکیت۔
2 ...... دلچسپی، مشغولیت۔
3 ...... بلند ہمتی۔
4 ...... کمینگی۔
5 ...... کمینہ پن۔
6 ......"الهداية"، كتاب الصّيد، فصل في الجوارح، ج ٢، ص ٤٠١.
و"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج ١٠، ص ٥٦.
7 ...... یعنی سکھائے ہوئے۔
8 ......"الهداية"، كتاب الصيد، فصل في الجوارح، ج ٢، ص ٤٠١، ٤٠٢.

مسئلہ ۳ کتّے نے شکار پکڑنے کے بعد اُس کا گوشت نہیں کھایا مگر خون پی لیا تو کوئی حرج نہیں، شکرے باز وغیرہ پرند شکاریوں نے اگر گوشت میں سے کچھ کھالیا تو جانور حلال ہے کہ یہ بات اُس کے معلم ہونے کے خلاف نہیں اور اگر مالک نے شکار میں سے ٹکڑا کاٹ کر کتّے کو دیا اور اُس نے کھالیا تو مابقی [1] گوشت کھایا جائے گا کہ اس صورت میں اُس نے خود نہیں کھایا مالک نے کھلایا تب کھایا، اسی طرح اگر مالک نے شکار کو محفوظ کرلیا اُس کے بعد کتّے نے اُس میں سے چھین جھپٹ کر کچھ کھالیا تو مابقی گوشت جائز ہے کہ یہ بات اُس کے معلم ہونے کے خلاف نہیں۔[2] (زیلعی)

مسئلہ ۴ کتّے کو شکار پر چھوڑا اس نے شکار کی بوٹی کاٹ لی اور اُسے کھالیا اس کے بعد شکار کو پکڑا اور مار ڈالا تو یہ شکار حرام ہے کہ جب کتّے نے کھالیا تو معلم نہ رہا اور اُس کا مارا ہوا شکار حلال نہیں اور اگر کتّے نے بوٹی کاٹ لی مگر اُس کو کھایا نہیں چھوڑ دیا اور شکار کا پیچھا کیا شکار پکڑنے کے بعد جب مالک نے شکار پر قبضہ کرلیا اب کتّے نے وہ بوٹی کھائی تو جانور حلال ہے۔[3] (زیلعی)

مسئلہ ۵ یہ ضروری ہے کہ شکاری جانور نے شکار کو زخمی کرکے مارا ہو محض دبوچنے سے مرگیا ہو تو کھانا حلال نہیں، کسی خاص جگہ پر زخم کرنا ضروری نہیں بلکہ جس کسی مقام پر گھائل [4] کردیا ہو حلال ہونے کے لئے کافی ہے۔[5] (زیلعی) شکرا اپنے مالک کے پاس سے اُڑ گیا ایک مدّت کے بعد پھر آگیا مالک نے اس سے شکار کیا تو بغیر ذبح یہ شکار حلال نہیں کہ بھاگ جانے سے وہ معلم نہ رہا اب پھر جب تک اُس کا معلم ہونا ثابت نہ ہو جائے اُس کا مارا ہوا شکار حلال قرار نہیں پائے گا۔[6] (زیلعی)

مسئلہ ۶ جو کتّا معلم [7] ہو چکا تھا جب کبھی شکار میں سے کچھ کھالے گا وہ شکار حرام ہے بلکہ اُس کے بعد کے شکار بھی حرام ہیں بلکہ اس سے پہلے کا شکار جو ابھی محفوظ ہے وہ بھی حرام، ہاں جو کھایا جاچکا ہے اس کو حرام نہیں کہا جاسکتا، اس کتّے کو پھر سے سکھانا ہوگا کیونکہ شکار میں سے کھانے کی وجہ سے معلم نہ رہا جاہل ہوگیا اب اس کا شکار اُس وقت حلال ہوگا کہ سکھالیا جائے۔[8] (ہدایہ)

---

1 ...... بچا ہوا۔

2 ...... "تبیین الحقائق"، کتاب الصید، ج۷، ص۱۱۵، ۱۱۷.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... گہرا زخم۔

5 ...... "تبیین الحقائق"، کتاب الصید، ج۷، ص۱۱۷، ۱۱۸.

6 ...... المرجع السابق، ص۱۱٤.

7 ...... یعنی سکھایا ہوا۔

8 ...... "الهداية"، کتاب الصید، فصل فی الجوارح، ج۲، ص۴۰۲، ۴۰۳.

مسئلہ ۷: مسلم یا کتابی نے بِسْمِ اللہ پڑھ کر شکاری جانور کو شکار پر چھوڑا تب مرا ہوا شکار حلال ہوگا، اگر مجوسی یا بت پرست یا مرتد نے چھوڑا تو حلال نہیں جس طرح ان کا ذبیحہ حلال نہیں اگرچہ انہوں نے بِسْمِ اللہ پڑھی ہو اور اگر جانور کو چھوڑا نہیں بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ شکار پر دوڑ پڑا اور پکڑ کر مار ڈالا یہ شکار حلال نہیں۔[1] یوہیں اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کسی نے چھوڑا یا خود ہی جا کر پکڑ لایا، یہ معلوم نہیں کہ کس نے مسلم نے یا مجوسی نے، تو جانور حلال نہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۸: شکار پر چھوڑتے وقت بِسْمِ اللہ پڑھنا بھول گیا تو جانور حلال ہے جس طرح ذبح کرتے وقت اگر بِسْمِ اللہ پڑھنا بھول گیا تو حلال ہے، حرام اُس وقت ہے جب قصداً نہ پڑھے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۹: شکار پر چھوڑتے وقت قصداً بِسْمِ اللہ نہیں پڑھی بلکہ جب کتّے نے جانور پکڑا اس وقت بِسْمِ اللہ پڑھی جانور حلال نہ ہوا کہ بِسْمِ اللہ پڑھنا اُس وقت ضروری تھا اب پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: مسلم نے شکار پر کتّا چھوڑا مجوسی یا ہندو نے کتّے کو شہ دی[5] جیسا کہ شکار کرتے وقت کتّے کو جوش دلاتے ہیں اُس کے شہ دینے پر جوش میں آیا اور شکار مارا یہ حلال ہے اور اگر مجوسی نے چھوڑا اور مسلم نے شہ دی تو حرام ہے یعنی کتّا چھوڑنے کا اعتبار ہے اس کا اعتبار نہیں کہ کس نے جوش دلایا، اسی طرح اگر محرم نے[6] شہ دی اور شکار پر جانور اُس نے چھوڑا ہے جو احرام نہیں باندھے ہوئے ہے تو جانور حلال ہے مگر محرم کو اس صورت میں شکار کا فدیہ دینا ہوگا کہ اُس کو شکار میں مداخلت جائز نہیں۔[7] (زیلعی)

مسئلہ ۱۱: کتّا چھوڑا نہیں گیا بلکہ وہ خود چھوٹ گیا اور اپنے آپ شکار پر دوڑ پڑا کسی مسلم نے اس کو شہ دی اس سے جوش میں آیا اور شکار کو مارا یہ شکار حلال ہے اس صورت میں شہ دینا وہی چھوڑنے کے قائم مقام ہے، ان باتوں میں شکرے اور باز کا بھی وہی حکم ہے جو کتّے کا ہے۔[8] (زیلعی)

---

1 ...... بہارشریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "حرام نہیں" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ردالمحتار میں ہے "اور اگر جانور کو چھوڑا نہیں بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ شکار پر دوڑ پڑا اور پکڑ کر مار ڈالا یہ شکار حلال نہیں"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... علمیہ

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص۵۹.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص۵۹، ۶۰.

4 ......"ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص۵۹.

5 ...... یعنی کتے کو شکار پر اُبھارا۔

6 ...... احرام باندھے ہوئے شخص نے۔

7 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الصید، ج۷، ص۱۲۰.

8 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۲ کتے کو شکار پر چھوڑا اُس نے کئی پکڑ لیے سب حلال ہیں اور جس شکار پر چھوڑا اس کو نہیں پکڑا دوسرے کو پکڑا یہ بھی حلال ہے اور اگر کتے کو شکار پر نہ چھوڑا ہو بلکہ کسی اور چیز پر چھوڑا اور اُس نے شکار مارا یہ حلال نہیں کہ یہاں شکار کرنا ہی نہیں ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳ شکاری جانور کو وحشی جانور[2] پر چھوڑنا شکار ہے اگر پلاؤ اور مانوس جانور پر کتا چھوڑا جائے اور وہ مار ڈالے تو یہ جانور حلال نہیں ہوگا کہ ایسے جانوروں کے حلال ہونے کے لیے ذبح کرنا ضروری ہے ذکاۃ اضطراری یہاں کافی نہیں ہے[3]۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۴ کتے کے ساتھ اگر شکار کرنے میں دوسرا کتا جس کا شکار حلال نہ ہو شریک ہو گیا تو یہ شکار حلال نہ ہوگا مثلاً دوسرا کتا جو معلم نہ تھا اُس کی شرکت میں شکار ہوا یا مجوسی کے کتے کی شرکت میں شکار ہوا یا دوسرے کو کسی نے چھوڑا ہی نہیں ہے اپنے آپ شریک ہو گیا اُس دوسرے کے چھوڑنے کے وقت قصداً بِسْمِ اللہِ چھوڑ دی ان سب صورتوں میں وہ جانور مردار ہے اس کا کھانا حرام ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۵ یہ بھی ضروری ہے کہ کتے کو جب شکار پر چھوڑا جائے فوراً دوڑ پڑے طویل وقفہ نہ ہونے پائے ورنہ جانور حلال نہ ہوگا، طول وقفہ کا یہ مطلب ہے کہ دوسرے کام میں مشغول نہ ہو مثلاً چھوڑنے کے بعد پیشاب کرنے لگا یا کچھ کھانے لگا اس صورت میں شکار حلال نہیں۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۶ چھوڑنے کے بعد کتا شکار پر دوڑا مگر بعد میں شکار سے دہنے یا بائیں کو مڑ گیا یا شکار کی طلب کے سوا کسی دوسرے کام میں لگ گیا یا سُست پڑ گیا پھر کچھ وقفہ کے بعد شکار کا پیچھا کیا اور جانور کو مارا اس کا کھانا حلال نہیں ہاں ان صورتوں میں اگر کتے کو پھر سے چھوڑا جاتا تو جانور حلال ہوتا یا مالک کے للکارنے سے شکار پر جھپٹا اور مارتا تو کھایا جاتا۔[7] (ردالمحتار)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الصید، ج۱۰، ص۶۰.

2 ......یعنی جنگلی جانور۔

3 ......بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "ذکاۃ اضطراری یہاں کافی ہے" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل (درمختار) میں یہ ہے "ذکاۃ اضطراری یہاں کافی نہیں"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... علمیه

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص۶۰.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص۶۱.

7 ......"ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص۶۱.

مسئلہ ۱۷ اگر کتے کا رُک جانا یا چھپ جانا آرام طلبی کے لئے نہ ہو بلکہ شکار کرنے کا یہ حیلہ داؤں ہو[1] جس طرح چیتا شکار کو گھات سے[2] پکڑتا ہے اس میں حرج نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۸ شکار اگر زندہ مل گیا اور ذبح کرنے پر قدرت ہے تو ذبح کرنا ضروری ہے کہ ذکاۃ اضطراری مجبوری کی صورت میں ہے اور یہاں مجبوری نہیں ہے اور اگر جانور اُس کو زندہ ملا مگر یہ اُس کے ذبح پر قدرت نہیں رکھتا ہے کہ وقت تنگ ہے یا ذبح کا آلہ موجود نہیں ہے اس کی دو صورتیں ہیں اگر جانور میں حیاۃ[4] اتنی باقی ہے جو مذبوح[5] سے زیادہ ہے تو حرام ہے ورنہ جائز ہے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۹ شکار تک پہنچ گیا ہے مگر اسے پکڑتا نہیں اگر اتنا وقت ہے کہ پکڑ کر ذبح کرسکتا تھا مگر کچھ نہیں کیا یہاں تک کہ مرگیا تو جانور نہ کھایا جائے اور وقت اتنا نہیں ہے کہ ذبح کرسکے تو حلال ہے۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۰ کتے کو شکار پر چھوڑا اُس نے ایک شکار مارا پھر دوسرا مارا دونوں حلال ہیں اور اگر پہلا شکار کرنے کے بعد دیر تک رُکا رہا پھر دوسرا مارا تو دوسرا حرام ہے کہ پہلے شکار کے بعد جب وقفہ ہوا تو شکار پر چھوڑنا دوسرے کے بارے میں نہیں پایا گیا۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۱ معلم کتے کے ساتھ دوسرے کتے نے شرکت کی جس کا شکار حرام ہے مگر اُس نے شکار کرنے میں شرکت نہیں کی ہے بلکہ یہ کتا گھیر گھار کر[9] شکار کو ادھر لایا اور پہلے ہی کتے نے شکار کو زخمی کیا اور مارا ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے اور اگر دوسرا کتا گھیر کر ادھر نہیں لایا بلکہ اُس نے پہلے کتے کو دوڑایا اور اُس نے شکار کو دوڑا کر زخمی کیا اور مارا تو یہ شکار حلال ہے۔[10] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۲ مسلم نے کتے کو بِسْمِ اللہِ پڑھ کر چھوڑا اُس نے شکار کو جھنجھوڑا یعنی اچھی طرح زخمی کیا اُس کے بعد پھر حملہ کیا

---

1 ......یعنی شکار کو دھوکا دینا ہو۔ 2 ......چھپ کر، دھوکا دے کر۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص۶۱.

4 ......زندگی، سانس۔ 5 ......ذبح کیا ہوا۔

6 ......"الهداية"، کتاب الصيد، فصل فی الجوارح، ج۲، ص۴۰۳، ۴۰۴.

7 ......المرجع السابق، ص۴۰۴. 8 ......المرجع السابق، ص۴۰۵.

9 ......گھیرا ڈال کر۔

10 ......"الهداية"، کتاب الصيد، فصل فی الجوارح، ج۲، ص۴۰۵، ۴۰۶.

اور مار ڈالا یہ شکار حلال ہے اسی طرح اگر دو کتّے چھوڑے ایک نے اُسے جھنجھوڑا اور دوسرے کتّے نے مار ڈالا یہ شکار بھی حلال ہے، یوہیں اگر دو شخصوں نے بِسْمِ اللہِ کہہ کر دو کتّے چھوڑے ایک کے کتّے نے جھنجھوڑ ڈالا اور دوسرے کے کتّے نے مار ڈالا یہ جانور حلال ہے کھایا جائے گا مگر مِلک پہلے شخص کی ہے دوسرے کی نہیں کیونکہ پہلے نے جب اُسے گھائل کر دیا اور بھاگنے کے قابل نہ رہا اُسی وقت اُس کی مِلک ہوچکی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۳: ایک کتّے نے شکار کو پچھاڑ لیا[2] اور شکار کی حد سے خارج ہوگیا اب اُس کے بعد دوسرے شخص نے اُسی جانور پر اپنا کتّا چھوڑا اور اُس کتّے نے مار ڈالا حرام ہے، کھایا نہ جائے کہ جب وہ جانور بھاگ نہیں سکتا تو اگر موقع ملتا ذبح کیا جاتا ایسی حالت میں ذکاۃ اضطراری نہیں ہے لہٰذا حرام ہے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۴: شکار کی دوسری نوع[4] تیر وغیرہ سے جانور مارنا ہے اس میں بھی شرط یہ ہے کہ تیر چلاتے وقت بِسْمِ اللہِ پڑھے اور تیر سے جانور زخمی ہو جائے ایسا نہ ہو کہ تیر کی لکڑی جانور کو لگی اور اس سے دب کر مر گیا کہ اس صورت میں وہ جانور حرام ہے۔[5] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۲۵: شکار اگر غائب ہوگیا کتّے کا ہو یا تیر کا تو یہ اس وقت حلال ہوگا کہ شکاری برابر اس کی جستجو[6] جاری رکھے بیٹھ نہ رہے اور اگر بیٹھ رہا پھر شکار مرا ہوا ملا تو حلال نہیں اور پہلی صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ شکار میں تمہارے تیر کے سوا کوئی دوسرا زخم نہ ہو ورنہ حرام ہو جائے گا۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۲۶: شکار کے حلال ہونے کے لیے یہ ضرور ہے کہ کتّا چھوڑنے یا تیر چلانے کے بعد کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو بلکہ شکار اور کتّے کی تلاش میں رہے، اگر نظر سے شکار غائب ہوگیا پھر دیر کے بعد ملا اور اُس کی دو صورتیں ہیں اگر جستجو جاری رکھی اور شکار کو مرا ہوا پایا اور کتّا بھی شکار کے پاس ہی تھا تو کھایا جاسکتا ہے اور اگر کتّا وہاں سے چلا آیا ہے تو نہ کھایا

---

1 ......"الهداية"، كتاب الصيد، فصل في الجوارح، ج ٢، ص ٤٠٦.

2 ......شدید زخمی کر دیا، گرا دیا۔

3 ......"الهداية"، كتاب الصيد، فصل في الجوارح، ج ٢، ص ٤٠٦.

4 ......یعنی دوسری قسم۔

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج ١٠، ص ٦٤، وغيره.

6 ......تلاش۔

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج ١٠، ص ٦٤.

جائے اور اگر شکار کی تلاش میں نہ رہا کسی دوسرے کام میں مشغول ہوگیا پھر شکار کو پایا مگر معلوم نہیں کہ کتّے نے زخمی کیا ہے یا کسی دوسری چیز نے تو نہ کھایا جائے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷ شکار کی آہٹ محسوس ہوئی اور اُس شخص کو یہی گمان ہے کہ یہ شکار کی آہٹ ہے اُس نے کتّا یا باز چھوڑ دیا یا تیر چلا دیا اور شکار کو مارا یہ جانور حلال ہے جبکہ بعد میں یہی ثابت ہو کہ یہ آہٹ شکار ہی کی تھی کہ اُس کا یہ فعل شکار کرنا قرار پائے گا اگرچہ شکار کو آنکھ سے دیکھا نہ ہو، اور اگر بعد میں یہ پتہ چلا کہ وہ شکار کی آہٹ نہ تھی کسی آدمی کی پہل چل تھی[2] یا گھریلو جانور کی تھی تو وہ شکار حلال نہیں کہ جس چیز پر کتّا چھوڑا یا تیر چلایا وہ شکار نہ تھا لہٰذا شکار کرنا نہ پایا گیا۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۸ پرند پر تیر چلایا وہ تو اُڑ گیا دوسرے شکار کو لگا یہ حلال ہے اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ پرند جس پر تیر چلایا تھا وحشی ہے یا نہیں۔ چونکہ پرند میں غالب یہی ہے کہ وحشی ہو اور اگر اونٹ پر تیر چلایا وہ اونٹ کو نہیں لگا بلکہ کسی شکار کو لگا اس کی دو صورتیں ہیں اگر معلوم ہے کہ اونٹ بھاگ گیا ہے کسی طرح قابو میں نہیں آتا یعنی وہ اس حالت میں ہے کہ اُس کا ذبح اضطراری ہوسکتا ہے تو وہ شکار حلال ہے اور اگر یہ پتہ نہ ہو تو شکار حلال نہیں کہ اس کا یہ فعل شکار کرنا نہیں ہے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۹ جس جانور کو تیر سے مارا اگر زندہ مل گیا تو ذبح کرے بغیر ذبح کیے حلال نہیں، یہی حکم کتّے کے شکار کا بھی ہے یہاں حیاۃ سے مراد یہ ہے کہ اُس کی زندگی مذبوح سے کچھ زیادہ ہو اور مُتَرَدِّیہ[5] و نطیحہ[6] و موقوذہ[7] و مریضہ[8] وغیرہا میں مطلقاً زندگی مراد ہے یعنی اگر ان جانوروں میں کچھ بھی زندگی باقی ہے اور ذبح کرلیا تو حلال ہے۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۳۰ بِسْمِ اللہ پڑھ کر تیر چھوڑا ایک شکار کو چھیدتا ہوا دوسرے کو لگا دونوں حلال ہیں اور اگر ہوا نے تیر کا رُخ بدل دیا اس کو دہنے یا بائیں کو موڑ دیا اور اس صورت میں شکار کو[10] لگا تو نہیں کھایا جائے گا۔[11] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الصّيد،الباب الثالث فی شرائط الاصطياد،ج٥،ص٤٢١، ٤٢٢ .

2 ......یعنی قدموں کی چاپ تھی۔

3 ......"الهداية"، كتاب الصّيد،فصل فی الرمی،ج٢،ص٤٠٦، ٤٠٧ .

4 ......المرجع السابق،ص٤٠٧ .

5 ......وہ جانور جو گر کر مرا ہو۔

6 ......وہ جانور جو کسی جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مرگیا ہو۔

7 ......وہ جانور جو لکڑی یا پتھر کی چوٹ سے مرا ہو۔

8 ......بیمار جانور۔

9 ......"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج١٠، ص٦٥، ٦٨ .

10 ......یعنی کسی دوسرے شکار کو۔

11 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الصّيد،الباب الرابع فی بيان شرائط الصّيد،ج٥،ص٤٢٤ .

مسئلہ ۳۱ تیر شکار پر چلایا وہ درخت یا دیوار پر لگا اور لوٹا پھر شکار کو لگا یہ جانور حلال نہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲ مسلم کے ساتھ مجوسی نے بھی کمان پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کے ساتھ اس نے بھی کھینچا تو شکار حرام ہے یہ ویسا ہی ہے جیسے ذبح کرتے وقت مجوسی نے بھی چھری کو چلایا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۳ شکار حلال ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی موت دوسرے سبب سے نہ ہو یعنی کتے یا باز یا تیر وغیرہ جس سے شکار کیا اسی سے مرا ہو اور اگر یہ شبہہ ہو کہ دوسرے سبب سے اس کی موت ہوئی تو حلال نہیں مثلاً زخمی ہو کر وہ جانور پانی میں گرا، یا اونچی جگہ پہاڑ یا ٹیلے سے لڑھکا اور یہ احتمال ہے کہ پانی کی وجہ سے یا لڑھکنے سے مرا ہے تو نہ کھایا جائے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴ تیر سے شکار کو مارا وہ اُوپر سے زمین پر گرا، یا وہاں اینٹیں بچھی ہوئی تھیں ان پر گرا اور مر گیا یہ شکار حلال ہے اگرچہ یہ احتمال ہے کہ گرنے سے چوٹ لگی اور مر گیا ہو اس احتمال کا اعتبار نہیں کہ اس احتمال سے بچنے کی صورت نہیں اور اگر پہاڑ پر یا پتھر کی چٹان پر گرا پھر لڑھک کر زمین پر آیا اور مرا، یا درخت پر گرا، یا نیزہ کھڑا ہوا تھا اُس کی اَنی پر[4] گرا، یا پکی اینٹ کی کور[5] پر گرا ان سب کے بعد پھر زمین پر گرا اور مر گیا تو نہ کھایا جائے کہ ہوسکتا ہے اُن چیزوں پر گرنے کی وجہ سے مرا ہو۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵ مرغابی کو تیر مارا وہ پانی میں گری اور مرگئی اگر اس کا زخم پانی میں ڈوب گیا ہے تو نہ کھائی جائے اور نہیں ڈوبا ہے تو کھائی جائے۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۳۶ پانی وغیرہ میں گرنے سے مرنا یہ اُس وقت معتبر ہے جبکہ شکار کو ایسا زخم پہنچا ہے کہ ہوسکتا تھا ابھی نہ مرتا تو کہا جاسکتا ہے کہ شاید اس وجہ سے مرا ہو اور اگر کاری زخم[8] لگا ہے کہ بچنے کی اُمید ہی نہیں ہے اُس میں زندگی کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا مذبوح میں ہوتا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے مثلاً سر جدا ہو گیا اور ابھی زندہ ہے اور پانی میں گرا اور مرا اس صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پانی میں گرنے سے مرا۔[9] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الصّيد، الباب الرابع في بيان شرائط الصّيد، ج٥، ص٤٢٤.
2 ......المرجع السابق.
3 ......المرجع السابق، ص٤٢٦، ٤٢٧.
4 ......نیزے کی نوک پر۔
5 ......کنارہ، سرا۔
6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الصّيد، الباب الرابع في بيان شرائط الصّيد، ج٥، ص٤٢٧.
7 ......"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج١٠، ص٧٠.
8 ......گہرا زخم۔
9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الصّيد، الباب الرابع في بيان شرائط الصّيد، ج٥، ص٤٢٧.

مسئلہ ۳۷ شکار اگر زمین کے سوا کسی اور چیز پر گر کر مرا اگر وہ چیز مسطح ہے[1] مثلاً چھت یا پہاڑ پر گر کر مرگیا تو حلال ہے کہ اُس پر گرنا ویسا ہی ہے جیسے زمین پر گرنا اور اگر مسطح چیز پر نہ ہو مثلاً نیزہ پر یا اینٹ کی کور پر[2] یا لاٹھی کی نوک پر تو حرام ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸ غلیل سے شکار کیا اور جانور مرگیا تو کھایا نہ جائے اگرچہ جانور مجروح[4] ہوگیا ہو کہ غلیلہ کاٹتا نہیں بلکہ توڑتا ہے یہ موقوذہ ہے جس طرح تیر مارا اور اس کی نوک نہیں لگی بلکہ پٹ ہو کر[5] شکار پر لگا اور مرگیا جس کی حدیث میں حرمت مذکور ہے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۹ بندوق کا شکار مرجائے یہ بھی حرام ہے کہ گولی یا چھرا بھی آلۂ جارحہ نہیں[7] بلکہ اپنی قوت مدافعت کی وجہ سے توڑا کرتا ہے۔[8] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴۰ دھاردار پتھر سے مارا اگر پتھر بھاری ہے تو کھایا نہ جائے کیونکہ اس میں اگر یہ احتمال ہے کہ زخمی کرنے سے مرا تو یہ احتمال بھی ہے کہ پتھر کے بوجھ سے مرا ہو اور اگر وہ ہلکا ہے تو کھایا جائے کہ یہاں مرنا جراحت کی وجہ سے ہے۔[9] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۱ لاٹھی یا لکڑی سے شکار کو مار ڈالا تو کھایا نہ جائے کہ یہ آلہ جارحہ نہیں بلکہ اس کی چوٹ سے مرتا ہے اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جانور کا مرنا اگر جراحت سے ہونا[10] یقیناً معلوم ہو تو حلال ہے اور اگر ثقل[11] اور دبنے سے[12] ہو تو حرام ہے اور اگر شک ہے کہ جراحت سے ہے یا نہیں تو احتیاطاً یہاں بھی حرمت ہی کا حکم دیا جائے گا۔[13] (ہدایہ)

---

1 ......یعنی ہموار ہے۔ 2 ......اینٹ کے کنارے پر۔

3 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الصّيد،الباب الرابع في بيان شرائط الصّيد،ج٥،ص٤٢٧.

4 ......زخمی۔ 5 ......یعنی چوڑائی میں۔

6 ......"الهداية"،كتاب الصيد،فصل في الرمي،ج٢،ص٤٠٨.

7 ......یعنی دھاردار آلے کی طرح کاٹ کر زخمی نہیں کرتا۔

8 ......"ردالمحتار"،كتاب الصيد،ج١٠،ص٦٩.

9 ......"الهداية"،كتاب الصيد،فصل في الرمي،ج٢،ص٤٠٨.

10 ......یعنی کٹے ہوئے زخم سے مرنا۔

11 ......بوجھ کی وجہ سے۔ 12 ......کسی چیز کے نیچے دبنے کی وجہ سے۔

13 ......"الهداية"،كتاب الصيد،فصل في الرمي،ج٢،ص٤٠٨.

مسئلہ ۴۲ چھری یا تلوار سے مارا اگر اس کی دھار سے زخمی ہو کر مر گیا تو حلال ہے اور اگر الٹی طرف سے لگی یا تلوار کا قبضہ یا چھری کا دستہ لگا تو حرام ہے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۳ شکار کو مارا اُس کا کوئی عضو کٹ کر جدا ہو گیا تو شکار کھایا جائے اور وہ عضو نہ کھایا جائے جب کہ اُس عضو کے کٹ جانے سے جانور کا زندہ رہنا ممکن ہو اور اگر ناممکن ہو تو وہ عضو بھی کھایا جا سکتا ہے اور اگر جانور کو مارا اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور دونوں برابر نہیں دونوں کھائے جائیں اور ایک ٹکڑا ایک تہائی ہے دوسرا دو تہائی اور یہ بڑا ٹکڑا دُم کی جانب کا ہے جب بھی دونوں کھائے جائیں اور اگر بڑا ٹکڑا سر کی طرف کا ہے تو صرف یہ بڑا ٹکڑا کھایا جائے دوسرا نہ کھایا جائے، اور اگر سر آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹ کر جدا ہو گیا تو یہ ٹکڑا بھی کھایا جا سکتا ہے۔[2] (ہدایہ، عنایہ)

مسئلہ ۴۴ شکار کا ہاتھ یا پاؤں کٹ گیا مگر جدا نہ ہوا اگر اتنا کٹا ہے کہ جڑ جانا ممکن ہے اور وہ شکار مر گیا تو یہ ٹکڑا بھی کھایا جا سکتا ہے اور اگر جڑ نا ناممکن ہے کہ پورا کٹ گیا ہے صرف چمڑا ہی باقی رہ گیا ہے تو شکار کھایا جائے، یہ کٹا ہوا ہاتھ یا پاؤں نہ کھایا جائے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۵ ایک شخص نے شکار کو تیر مارا اور لگا مگر ایسا نہیں لگا ہے کہ بھاگ نہ سکے بلکہ بھاگ سکتا ہے اور پکڑ نے میں نہیں آ سکتا اُس کے بعد دوسرے شخص نے تیر مار دیا اور وہ مر گیا یہ کھایا جائے گا اور دوسرے کی مِلک ہو گا اور اگر پہلے نے کاری زخم لگایا ہے کہ بھاگ نہیں سکتا پھر دوسرے نے تیر مارا اور مر گیا تو پہلے شخص کی مِلک ہے اور کھایا نہ جائے کیونکہ اس کو ذبح کر سکتے تھے ایسے کو تیر مار کر ہلاک کرنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے یعنی یہ حکم اُس وقت ہے کہ پہلے کے تیر مارنے کے بعد اس میں اتنی جان تھی کہ ذبح اختیاری ہو سکے اور اگر اتنی ہی جان باقی تھی جتنی مذبوح میں ہوتی ہے تو دوسرے کے تیر مارنے سے حرام نہیں ہوا، اور دوسرے کے مارنے سے تین صورت میں شکار حرام ہو گیا یہ دوسرا شخص پہلے شخص کو اس زخم خوردہ[4] جانور کی قیمت تاوان دے کہ اس کی مِلک کو ضائع کیا ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ جانور کی موت دونوں زخموں سے ہوئی یا معلوم نہ ہو دوسرا شخص جانور کے زخمی کرنے کا تاوان دے پھر جس جانور کو دو زخم لگے ہیں اُس کے نصف قیمت کا

---

1 ......"الهداية"، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج٢، ص٤٠٩.

2 ......"الهداية"، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج٢، ص٤٠٩.

و"العناية" على "فتح القدير"، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج٩، ص٦١.

3 ......"الهداية"، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج٢، ص٤٠٩، ٤١٠.

4 ......زخمی۔

جو ہو وہ تاوان دے پھر گوشت کی نصف قیمت تاوان دے یعنی اس صورت میں یہ تاوان دینے ہوں گے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۶ شکار کو تیر مارا پھر اس شخص نے دوسرا تیر مارا اور مر گیا اس جانور کے حلال یا حرام ہونے میں وہی حکم ہے جو دوسرے شخص کے تیر مارنے کی صورت میں ہے یہاں ضمان کی صورت نہیں ہے کہ دونوں تیر خود اسی نے مارے ہیں۔[2] (ہدایہ،عنایہ)

مسئلہ ۴۷ پہاڑ کی چوٹی پر شکار مارا اور وہ پورا گھائل ہوگیا ہے[3] کہ بھاگ نہیں سکتا اس نے پھر دوسرا تیر مار کر اتارا یعنی دوسرا تیر لگنے سے مر گیا اور گرا تو حلال نہیں۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۸ پرندکو رات میں پکڑ نا مباح ہے مگر بہتر یہ ہے کہ رات کو نہ پکڑے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۴۹ باز اور شکرے وغیرہ کو زندہ پرند پر سکھانا ممنوع ہے کہ اُس پرند کو ایذا دینا ہے[6] (درمختار) بلکہ ذبح کئے ہوئے جانور پر سکھائے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۰ معلّم باز نے کسی جانور کو پکڑا اور مار ڈالا اور یہ معلوم نہیں کہ کسی نے چھوڑا ہے یا نہیں ایسی حالت میں جانور حلال نہیں کہ شک سے حلت ثابت نہیں ہوتی اور اگر معلوم ہے کہ فلاں نے چھوڑا ہے تو پرایا مال[8] ہے بغیر اجازت مالک اس کا لینا حلال نہیں۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۵۱ کسی دوسرے شخص کا معلم کتا یا باز مار ڈالا یا کسی کی بلی مار ڈالی اُس کی قیمت کا تاوان دینا ہوگا اسی طرح

---

1 ......"الهداية،كتاب الصيد،فصل في الرمي،ج٢،ص٤١٠.

2 ......"الهداية،كتاب الصيد،فصل في الرمي،ج٢،ص٤١١.

و"العناية"على "فتح القدير"،كتاب الصيد،فصل في الرمي،ج٩،ص٦٣.

3 ......شدید زخمی ہوگیا ہے۔

4 ......"الهداية،كتاب الصيد،فصل في الرمي،ج٢،ص٤١١.

5 ......"الدرالمختار"،كتاب الصّيد،ج١٠،ص٧٤.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الصّيد،الباب السابع في المتفرقات،ج٥،ص٤٣١.

8 ......غیر کا مال۔

9 ......"الدرالمختار"،كتاب الصّيد،ج١٠،ص٧٦.

دوسرے کی ہر وہ چیز جس کی بیع جائز ہے تلف[1] کر دینے سے تاوان دینا ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۲ معلم کتے کا ہبہ اور وصیت جائز ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۳ بعض جگہ رؤسا اور زمیندار اپنے علاقہ میں دوسرے لوگوں کے لیے شکار کرنے کی ممانعت کر دیتے ہیں ان کا مقصد ان جنگلوں میں خود شکار کھیلنا ہوتا ہے کہ دوسرے جب نہیں کھیلیں گے تو بافراط[4] شکار ملے گا ایسی جگہ اگر کسی نے شکار کیا تو یہی مالک ہو گیا اُن کی ممانعت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں کہ شکار اُن کی مِلک نہیں کہ منع کرنے سے ممنوع ہو جائے بلکہ جو پکڑے اُسی کی مِلک ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۴ بہت جگہ زمیندار تالابوں سے مچھلیاں نہیں مارنے دیتے اور جو مارتا ہے چھین لیتے ہیں یہ ان کا فعل ناجائز وحرام ہے جو مارے اُسی کی ہیں اور چھپ کر مارنا چوری میں داخل نہیں اگرچہ بعض لوگ اسے چوری کہتے ہیں کہ مال مباح میں چوری کیسی۔

مسئلہ ۵۵ بعض لوگ مچھلیوں کے شکار میں زندہ مچھلی یا زندہ مینڈ کی کانٹے میں پرو دیتے ہیں اور اُس سے بڑی مچھلی پھنساتے ہیں ایسا کرنا منع ہے کہ اُس جانور کو ایذا دینا ہے اسی طرح زندہ گھینسا[6] کانٹے میں پرو کر شکار کرتے ہیں یہ بھی منع ہے۔

رَہن کا بیان

رہن کا جواز کتاب وسنت سے ثابت اور اس کے جائز ہونے پر اجماع منعقد۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ ﴾[7]

''اور اگر تم سفر میں ہو (اور لین دین کرو) اور کاتب نہ پاؤ (کہ وہ دستاویز لکھے) تو گروی رکھنا ہے جس پر قبضہ ہو جائے۔''

---

1 ...... ضائع۔

2 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الصّید، الباب السابع فی المتفرقات، ج ٥، ص ٤٣١ .

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... کثرت سے۔

5 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الصّید، الباب السابع فی المتفرقات، ج ٥، ص ٤٣١ .

6 ...... پتلا لمبا زمینی کیڑا۔

7 ...... پ ٣، البقرۃ: ٢٨٣ .

اس آیت میں سفر میں گروی رکھنے کا ذکر ہے مگر حدیثوں سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے مدینہ میں اپنی زرہ گرو[1] رکھی تھی۔

حدیث ۱ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ایک یہودی سے غلّہ اُدھار خریدا تھا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھی تھی۔[2]

حدیث ۲ صحیح بخاری میں انہیں سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی جب وفات ہوئی اس وقت حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس۳۰ صاع جَو کے مقابل میں گروی تھی۔[3]

حدیث ۳ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے جَو کے مقابل میں اپنی زرہ گرو رکھ دی تھی۔[4]

حدیث ۴ امام بخاری ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''جانور جب مرہون[5] ہو تو اس پر خرچ کے عوض سوار ہو سکتے ہیں اور دودھ والے جانور کا دودھ بھی نفقہ کے عوض میں پیا جائے گا، اور سوار ہونے اور دودھ پینے کا خرچہ سوار ہونے والے اور پینے والے پر ہے۔''[6]

حدیث ۵ ابن ماجہ ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''رہن بند نہیں کیا جائے گا''[7] (یعنی مرتہن اُس کو اپنا کرلے یہ نہیں ہوسکتا)۔

حدیث ۶ امام شافعی اور حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''رہن مغلق (یعنی مرتہن اپنا کرلے) نہیں ہوتا، جس نے رہن رکھا ہے اس کے لیے رہن کا فائدہ اور اُسی پر اُس کا نقصان ہے۔''[8]

---

1 ......رہن، گروی۔

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب المساقاه... إلخ، باب الرهن... إلخ، الحديث: ١٢٥ـ(١٦٠٣)، ص٨٦٦.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الجهاد و السير، باب ما قيل في درع النبي صلى الله عليه وسلم... إلخ، الحديث: ٢٩١٦، ج٢، ص٢٨٦.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب الرهن، باب في الرهن في الحضر، الحديث: ٢٥٠٨، ج٢، ص١٤٧.

5 ......گروی رکھا ہوا۔

6 ......"صحيح البخاري"، كتاب الرهن، باب الرهن مركوب و محلوب، الحديث: ٢٥١٢، ج٢، ص١٤٨.

7 ......"سنن ابن ماجة"، كتاب الرهون، باب لا يغلق الرهن، الحديث: ٢٤٤١، ج٣، ص١٦١.

8 ......"السنن الكبرى" للبيهقي، كتاب الرهن... إلخ، باب ماجاء في زيادات الرهن، الحديث: ١١٢١٠، ١١٢١١، ج٦، ص٦٥.

مسائل فقہیّہ

لغت میں رہن کے معنی روکنا ہیں اس کا سبب کچھ بھی ہو اور اصطلاح شرع میں دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لئے روکنا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حق کو کلاًّ یا جزءً وصول کرنا ممکن ہو مثلاً کسی کے ذمہ اس کا دَین[1] ہے اس مدیون[2] نے اپنی کوئی چیز دائن[3] کے پاس اس لئے رکھ دی ہے کہ اُس کو اپنے دَین کی وصول پانے کے لئے ذریعہ بنے، رہن کو اُردو زبان میں گروی رکھنا بولتے ہیں، کبھی اُس چیز کو بھی رہن کہتے ہیں جو رکھی گئی ہے اس کا دوسرا نام مرہون ہے، چیز کے رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس رکھی گئی اُس کو مرتہن کہتے ہیں، عقدرہن بالاجماع جائز ہے، قرآن مجید اور حدیث شریف سے اس کا جواز ثابت ہے، رہن میں خوبی یہ ہے کہ دائن و مدیون دونوں کا اس میں بھلا ہے کہ بعض مرتبہ بغیر رہن رکھے کوئی دیتا نہیں مدیون کا بھلا یوں ہوا کہ دَین مل گیا اور دائن کا بھلا ظاہر ہے کہ اُس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اب میرا روپیہ مارا نہ جائے گا۔[4] (ہدایہ، عنایہ)

مسئلہ ۱: رہن جس حق کے مقابلہ میں رکھا جاتا ہے وہ دَین (یعنی واجب فی الذمہ) ہو عین کے مقابل[5] رہن رکھنا صحیح نہیں، ظاہراً و باطناً دونوں طرح واجب ہو جیسے مبیع کا ثمن اور قرض یا ظاہراً واجب ہو جیسے غلام کو بیچا اور وہ حقیقت میں آزاد تھا یا سرکہ بیچا اور وہ شراب تھا اور ان کے ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھی، یہ ثمن بظاہر واجب ہے مگر واقع میں نہ بیع ہے نہ ثمن، اگر حقیقۃً دَین نہ ہو حکماً دَین ہو تو اس کے مقابل میں بھی رہن صحیح ہے جیسے اعیان مضمونہ بنفسہا یعنی جہاں مثل یا قیمت سے تاوان دینا پڑے جیسے مغصوب شے[6] کہ غاصب[7] پر واجب یہ ہے کہ جو چیز غصب کی ہے بعینہٖ وہی چیز مالک کو دے اور وہ نہ ہو تو مثل یا قیمت تاوان دے، جہاں ضمان واجب نہ ہو جیسے ودیعت اور امانت کی دوسری صورتیں ان میں رہن درست نہیں اسی طرح اعیان مضمونہ بغیر ہا کے مقابل میں بھی رہن صحیح نہیں جیسے مبیع کہ جب تک یہ بائع کے قبضہ میں ہے اگر ہلاک ہوگئی تو اس کے مقابل میں مشتری سے بائع کا ثمن ساقط ہو جائے گا، مشتری کے پاس بائع کوئی چیز رہن رکھے، صحیح نہیں۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......قرض۔ 2 ......مقروض۔ 3 ......قرض دینے والا۔

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج ٢، ص ٤١٢.

و"العناية"على "فتح القدير"، كتاب الرهن، ج ٩، ص ٦٤، ٦٥.

5 ......یعنی ثمن وقرض کے علاوہ کسی چیز کے بدلے میں۔

6 ......غصب کی ہوئی چیز۔ 7 ......غصب کرنے والا۔

8 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج ١٠، ص ٨٠.

مسئلہ ۲ عقدرہن ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے مثلاً مدیون نے کہا کہ تمہارا جو کچھ میرے ذمہ ہے اُس کے مقابلہ میں یہ چیز تمہارے پاس رہن رکھی یا یہ کہے اس چیز کو رہن رکھ لو دوسرا کہے میں نے قبول کیا، بغیر ایجاب وقبول کے الفاظ بولنے کے بھی بطور تعاطی رہن ہوسکتا ہے جس طرح بیع تعاطی سے ہوجاتی ہے۔[1] (ہدایہ، ردالمحتار)

مسئلہ ۳ لفظ رہن بولنا ضروری نہیں بلکہ کوئی دوسرا لفظ جس سے معنی رہن سمجھے جاتے ہوں تو رہن ہوگیا مثلاً ایک روپیہ کی کوئی چیز خریدی اور بائع کو اپنا کپڑا یا کوئی چیز دے دی اور کہہ دیا کہ اسے رکھے رہو جب تک میں دام نہ دے دوں یہ رہن ہوگیا یونہی ایک شخص پر دَین ہے اُس نے دائن کو اپنا کپڑا دے کر کہا کہ اسے رکھے رہو جب تک دَین ادا نہ کردوں یہ رہن بھی صحیح ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴ ایجاب وقبول سے عقدرہن ہوجاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا جب تک مرتہن شے مرہون[3] پر قبضہ نہ کرلے لہٰذا قبضہ سے پہلے راہن کو اختیار رہتا ہے کہ چیز دے یا نہ دے اور جب مرتہن نے قبضہ کرلیا تو پکّا معاملہ ہوگیا اب راہن کو بغیر اُس کا حق ادا کئے چیز واپس لینے کا حق نہیں رہتا۔[4] (ہدایہ) مگر عنایہ میں فرمایا کہ یہ عامہ کتب کے مخالف ہے، امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تصریح یہ ہے کہ بغیر قبضہ رہن جائز ہی نہیں، امام حاکم شہید نے کافی میں اور امام جعفر طحاوی وامام کرخی نے اپنے اپنے مختصر میں اسی کی تصریح کی[5] اور درمختار میں مجتبٰے سے ہے کہ قبضہ شرط جواز ہے نہ کہ شرط لزوم۔[6]

مسئلہ ۵ قبضہ کے لئے اجازتِ راہن ضروری ہے، صراحۃً قبضہ کی اجازت دے یا دلالۃً دونوں صورتوں میں قبضہ ہوجائے گا، اُسی مجلس میں قبضہ ہو جس میں ایجاب وقبول ہوا ہے یا بعد میں خود قبضہ کرے یا اُس کا نائب قبضہ کرے سب صحیح ہے۔[7] (ردالمحتار)

---

1 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۲.
و"ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۱.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنه...إلخ، الفصل الاول، ج۵، ص۴۳۲.

3 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔

4 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۲.

5 ......"العنایة" علی "فتح القدیر"، کتاب الرھن، ج۹، ص۶۶.

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۲.

7 ......"ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۱.

مسئلہ ۶ مرہون شے پر قبضہ اس طرح ہو کہ وہ اکھٹی ہو متفرق نہ ہو مثلاً درخت پر پھل ہیں یا کھیت میں زراعت ہے صرف پھلوں یا زراعت کو رہن رکھا درخت اور کھیت کو نہیں رکھا یہ قبضہ صحیح نہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ مرہون شے حق راہن کے ساتھ مشغول نہ ہو مثلاً درخت پر پھل ہیں اور صرف درخت کو رہن رکھا اور یہ بھی ضرور ہے کہ متمیز ہو یعنی مشاع نہ ہو۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۷ ایسی چیز رہن رکھی جو دوسری چیز کے ساتھ متصل ہے مثلاً درخت میں پھل لگے ہیں صرف پھلوں کو رہن رکھا اور مرتہن نے جدا کر کے مثلاً پھلوں کو توڑ کر قبضہ کرلیا اگر یہ قبضہ بغیر اجازت راہن ہے تو ناجائز ہے خواہ اسی مجلس میں قبضہ کیا ہو یا بعد میں اور اگر اجازت راہن سے ہے تو جائز ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۸ مرہون و مرتہن کے درمیان راہن نے تخلیہ کردیا۔[3] کہ مرتہن اگر قبضہ کرنا چاہے کرسکتا ہے یہ بھی قبضہ ہی کے حکم میں ہے جس طرح بیع میں بائع نے مبیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ کردیا قبضہ ہی کے حکم میں ہے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۹ رہن کے شرائط حسبِ ذیل ہیں:

(۱) راہن و مرتہن عاقل ہوں یعنی ناسمجھ بچہ اور مجنون کا رہن رکھنا صحیح نہیں، بلوغ اس کے لئے شرط نہیں نابالغ بچہ جو عاقل ہو اس کا رہن رکھنا صحیح ہے۔

(۲) رہن کسی شرط پر معلق نہ ہو نہ اس کی اضافت وقت کی طرف ہو۔

(۳) جس چیز کو رہن رکھا وہ قابل بیع ہو یعنی وقت عقد موجود ہو مال مطلق، متقوم،[5] مملوک،[6] معلوم، مقدور التسلیم ہو[7] لہٰذا جو چیز وقت عقد موجود ہی نہ ہو یا اس کے وجود و عدم[8] دونوں کا احتمال ہو، اس کا رہن جائز نہیں مثلاً درخت میں جو پھل اس سال آئیں گے یا بکریوں کے اس سال جو بچے پیدا ہوں گے یا اُس کے پیٹ میں جو بچہ ہے ان سب کا رہن نہیں ہوسکتا مردار اور خون کو رہن نہیں رکھ سکتے کہ یہ مال نہیں حرم و احرام کے شکار بھی مردار ہیں مال نہیں، آزاد کو رہن نہیں رکھ سکتا کہ مال نہیں، مدبر و اُم ولد کا رہن جائز نہیں، دونوں راہن و مرتہن میں اگر کوئی مسلم ہو تو شراب و خنزیر کو رہن

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الرهن، ج ۱۰، ص ۸۲.

2 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الرهن، الباب الاول فی تفسيره و رکنه...إلخ، الفصل الاول، ج ۵، ص ۴۳۳.

3 ...... یعنی شے مرہون سے اپنا قبضہ ہٹا دیا۔

4 ...... "الهداية"، کتاب الرهن، ج ۲، ص ۴۱۲.

5 ...... یعنی شرعاً قابل قیمت ہو۔

6 ...... ملکیت میں ہو۔

7 ...... یعنی سپرد کرنے پر قادر ہو۔

8 ...... یعنی چیز کے ہونے یا نہ ہونے۔

نہیں رکھ سکتے، اموالِ مباحہ مثلاً شکار اور جنگل کی لکڑی اور گھاس چونکہ یہ مملوک نہیں ان کا رہن بھی ناجائز ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰ مرہون چیز مرتہن کے ضمان میں ہوتی ہے یعنی مرہون کی مالیت اُس کے ضمان میں ہوتی ہے اور خود عین بطور امانت ہے اس کا فرق یوں ظاہر ہوگا کہ اگر مرہون کو مرتہن نے راہن سے خرید لیا تو یہ قبضہ جو مرتہن کا ہے۔ قبضۂ خریداری کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ کہ یہ قبضۂ امانت ہے اور مشتری کے لیے قبضۂ ضمان درکار ہے اور خود وہ چیز امانت ہے۔ لہٰذا مرہون کا نفقہ راہن کے ذمہ ہے مرتہن کے ذمہ نہیں اور غلام مرہون تھا وہ مرگیا تو کفن راہن کے ذمہ ہے۔[2] (ہدایہ، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱ مرتہن کے پاس اگر مرہون ہلاک ہوجائے تو دَین اور اس کی قیمت میں جو کم ہے اُس کے مقابلہ میں ہلاک ہوگا مثلاً سو روپے دَین ہیں اور مرہون کی قیمت دو سو ہے تو سو کے مقابل میں ہلاک ہوا یعنی اس کا دَین ساقط ہوگیا اور مرتہن راہن کو کچھ نہیں دے گا اور اگر صورتِ مفروضہ[3] میں مرہون کی قیمت پچاس روپے ہے تو دَین میں سے پچاس ساقط ہوگئے اور پچاس باقی ہیں اور اگر دونوں برابر ہیں تو نہ دینا ہے نہ لینا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۲ مرہون کی قیمت اس روز کی معتبر ہے جس دن رہن رکھا ہے یعنی جس دن مرتہن کا قبضہ ہوا ہے جس دن ہلاک ہوا اُس دن کی قیمت کا اعتبار نہیں یعنی رہن رکھنے کے بعد چیز کی قیمت گھٹ بڑھ گئی[5] اس کا اعتبار نہیں مگر اگر دوسرے شخص نے مرہون کو ہلاک کردیا تو اس سے تاوان میں وہ قیمت لی جائے گی جو ہلاک کرنے کے دن ہے اور یہ قیمت مرتہن کے پاس اُس مرہون کی جگہ رہن ہے یعنی اب یہ مرہون ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳ مرتہن نے رہن رکھتے وقت یہ شرط کرلی ہے کہ اگر چیز ہلاک ہوگئی تو میں ضامن نہیں، اس صورت میں وہ ضامن ہے اور یہ شرط باطل ہے۔[7] (ردالمحتار)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الرھن،الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ...إلخ،الفصل الاول،ج٥،ص٤٣٢.

2 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، ج ٢، ص ٤١٢ .

و"الدرالمختار"و"ردالمحتار، کتاب الرھن،ج١٠،ص٨٣ .

3 ......مثال کے طور پر بیان کی گئی صورت۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن،ج١٠،ص٨٣ .

5 ......یعنی کم زیادہ ہوگئی۔

6 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار، کتاب الرھن،ج١٠،ص٨٤.

7 ......"ردالمحتار"، کتاب الرھن،ج١٠،ص٨٣.

مسئلہ ۱۴ دو چیزیں رہن رکھی ہیں ان میں سے ایک ہلاک ہوگئی اور ایک باقی ہے اور جو ہلاک ہوگئی اس تنہا کی قیمت دَین سے زائد ہے تو یہ نہیں ہوگا کہ دَین ساقط ہو جائے بلکہ دَین کو اُن دونوں کی قیمتوں پر تقسیم کیا جائے جو حصہ اس ہلاک شدہ کے مقابل آئے وہ ساقط اور جو باقی کے مقابل ہے وہ باقی ہے، یوہیں مکان رہن رکھا اور وہ گر گیا تو دَین کو عمارت و زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائے جو حصہ عمارت کے مقابل ہے ساقط اور جو زمین کے مقابل ہے باقی ہے یوہیں اگر دس روپے دَین کے ہیں چالیس روپے کی پوستین [1] رہن رکھ دی اس کو کیڑوں نے کھالیا اب اس کی قیمت دس روپے رہ گئی تو ڈھائی روپے دے کر راہن چھوڑا لے گا کہ پوستین کی تین چوتھائیاں کم ہو گئیں لہٰذا دَین کی بھی تین چوتھائیاں یعنی ساڑھے سات روپے کم ہو گئے ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ خود چیز میں اگر نقصان ہو جائے تو اس کا دَین پر اثر پڑے گا اور نرخ کم ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۵ مرتہن نے اگر مرہون میں کوئی ایسا فعل کیا جس کی وجہ سے وہ چیز ہلاک ہوگئی یا اُس میں نقصان پیدا ہو گیا تو ضامن ہے یعنی اس کا تاوان دینا ہوگا، مثلاً ایک کپڑا بیس۲۰ روپے کی قیمت کا دس۱۰ روپے میں رہن رکھا مرتہن نے باجازت راہن ایک مرتبہ اُسے پہنا اس کے پہننے سے چھ روپے قیمت گھٹ گئی [3] اب وہ چودہ۱۴ روپے کا ہو گیا اس کے بعد اس کو بغیر اجازت استعمال کیا اس استعمال سے چار روپے اور کم ہو گئے اب اس کی قیمت دس روپے ہوگئی اس کے بعد وہ کپڑا ضائع ہو گیا اس صورت میں مرتہن راہن سے صرف ایک روپیہ وصول کر سکتا ہے اور نو روپے ساقط ہو گئے کیونکہ رہن کے دن جب اس کی قیمت بیس۲۰ روپے تھی اور قرض کے دس۱۰ ہی روپے تھے تو نصف کا ضمان ہے اور نصف امانت ہے، پھر جب اس کو اجازت سے پہنا ہے تو چھ روپے کی جو کمی ہے اُس کا تاوان نہیں کہ یہ کمی باجازت مالک ہے مگر دوبارہ جو پہنا تو اس کی کمی کے چار روپے اس پر تاوان ہوئے گویا دس۱۰ میں سے چار وصول ہو گئے چھ باقی ہیں پھر جس دن وہ کپڑا ضائع ہوا چونکہ دس۱۰ کا تھا لہٰذا نصف قیمت کے پانچ روپے ہیں، امانت ہے اور نصف دوم کہ یہ بھی پانچ ہے اس کا ضمان ہے ہلاک ہونے سے نصف دوم بھی وصول سمجھو لہٰذا یہ پانچ اور چار پہلے کے کُل نو وصول ہو گئے، ایک باقی رہ گیا ہے وہ راہن سے لے سکتا ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۶ ایک شخص کچھ دَین لینا چاہتا ہے بات چیت ہوگئی اور یہ بھی ٹھہر گیا کہ اس کے مقابلہ میں فلاں چیز رہن رکھوں گا چنانچہ اس چیز پر مرتہن کا قبضہ ہو گیا اور ابھی دَین دیا نہیں ہے اب فرض کرو کہ قرض دینے سے پہلے مرتہن کے پاس وہ چیز ہلاک ہوگئی اس کی دو صورتیں ہیں اگر قرض کی کوئی مقدار نہیں بیان کی گئی ہے فقط اتنی بات ہوئی کہ تم سے کچھ روپے قرض لوں گا

---

1 ......کھال کا کوٹ، چمڑے کا جبہ۔

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۳.

3 ......یعنی کم ہو گئی۔

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۵.

اس صورت میں وہ چیز مرتہن کے ضمان میں نہیں ہے ہلاک ہونے سے اُس کو کچھ دینا واجب نہیں، اور اگر قرض کی مقدار بیان کر دی ہے مثلاً سَو۱۰۰ روپے لوں گا اور یہ لو رکھو یہ رہن ہوگی اس صورت میں ضمان ہے اس کا وہی حکم ہے کہ سو روپے لے کر رکھ دیتا یعنی دَین اور اُس چیز کی قیمت دونوں میں جو کم ہے اس کے مقابل میں اس کو ہلاک ہونا سمجھا جائے گا مثلاً اس کی قیمت سَو۱۰۰ روپے یا زیادہ ہے تو مرتہن راہن کو سَو۱۰۰ روپے دے اور سَو۱۰۰ سے کم ہے تو جو کچھ قیمت ہے وہ دے۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: قرض دینے کا وعدہ کیا تھا اور قرض مانگنے والے نے قرض لینے سے پہلے کوئی چیز رہن رکھ دی اور مرتہن نے کچھ قرض دیا اور کچھ باقی ہے تو باقی کا جبراً اس سے مطالبہ نہیں ہوسکتا یہ حکم اُس وقت ہے کہ مرہون موجود ہو اور ہلاک ہوگیا تو اُس کا حکم وہ ہے جو پہلے بیان ہوا۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۸: دائن نے مدیون سے اپنے دَین کے مقابل جب کوئی چیز رہن رکھوالی تو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اب وہ دَین کا مطالبہ ہی نہیں کرسکتا خاموش بیٹھا رہے بلکہ اب بھی مطالبہ کرسکتا ہے قاضی کے پاس دَین کا دعویٰ کرسکتا ہے اور قاضی کو اگر ثابت ہو جائے کہ مدیون[3] ادائے دَین میں ڈھیل ڈال رہا ہے[4] تو اسے قید بھی کرسکتا ہے کہ ایسے کی یہی سزا ہے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۹: رہن فسخ ہونے کے بعد بھی مرتہن کو یہ اختیار ہے کہ جب تک اپنا مطالبہ وصول نہ کرلے یا معاف نہ کردے مرہون شے اپنے قبضہ میں رکھے راہن کو واپس نہ دے یعنی محض زبان سے کہہ دینے سے کہ رہن فسخ کیا رہن فسخ نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے جب تک مرہون کو واپس نہ کردے جب رہن فسخ نہیں ہوا تو اب بھی چیز کو روک سکتا ہے، ہاں دَین یا قبضہ دونوں میں ایک جاتا رہے مثلاً دَین وصول پایا، یا معاف کردیا کہ اب دَین باقی نہ رہا یا راہن کے قبضہ میں دے دیا تو اب رہن جاتا رہے گا۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۰: فسخ رہن کے بعد چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی اب بھی وہی احکام ہیں جو فسخ نہ ہونے کی صورت میں تھے کہ دَین اور قیمت مرہون میں جو کم ہے اس کے مقابل میں چیز ہلاک ہوگئی۔[7] (ہدایہ)

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج ۱۰، ص ۸٤.

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الرھن، باب مایجوزارتھانه وما لایجوز، ج ۱۰، ص ۱۰٤.

3 ......مقروض۔　4 ......قرض کی ادائیگی میں تاخیر کر رہا ہے۔

5 ......"الهداية"، کتاب الرھن، ج ۲، ص ٤١٤.

6 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج ۱۰، ص ۸٥.

7 ......"الهداية"، کتاب الرھن، ج ۲، ص ٤١٥.

مسئلہ ۲۱ مرتہن نے اگر راہن کو وہ چیز دے دی مگر بطورِ فسخ رہن نہیں بلکہ بطور عاریت [1] تو اب بھی رہن باقی ہے [2] یعنی اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ (عنایہ)

مسئلہ ۲۲ مرہون شے جب تک مرتہن کے ہاتھ میں ہے راہن اُسے بیع نہیں کرسکتا، مرتہن جب تک دَین وصول نہ کرلے اُس کو اختیار ہے کہ بیچنے نہ دے اور اگر مدیون نے کچھ دَین ادا کیا ہے کچھ باقی ہے اب بھی راہن مرتہن سے چیز واپس نہیں لے سکتا جب تک کُل دَین ادا نہ کردے اور جب دَین بیباق کردیا [3] تو مرتہن سے کہا جائے گا کہ رہن واپس دو کیونکہ اب اُسے روکنے کا حق باقی نہ رہا۔ [4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۳ مدیون نے دَین ادا کردیا اور ابھی تک شے مرہون مرتہن کے پاس ہے واپسی نہیں ہوئی ہے اور چیز ہلاک ہوگئی تو جو کچھ مدیون نے ادا کیا ہے مرتہن سے واپس لے گا، کیونکہ مرتہن کا وہ قبضہ اب بھی قبضۂ ضمان ہے اور یہ ہلاک دَین کے مقابل میں متصور ہوگا لہٰذا واپس کرنا ہوگا۔ [5] (ہدایہ) یہ اُس وقت ہے کہ مرہون کی قیمت دَین سے زائد یا دَین کے برابر ہے اگر دَین سے کم ہے تو جتنا مرہون کی قیمت تھی اُتنا ہی واپس لے سکتا ہے۔

مسئلہ ۲۴ مرتہن نے راہن سے دَین معاف کردیا یا ہبہ کردیا اور ابھی مرہون کو واپس نہیں دیا تھا اُسی کے پاس ہلاک ہوگیا اس صورت میں راہن مرتہن سے چیز کا تاوان نہیں لے سکتا کہ یہاں مرتہن نے دَین کے مقابل میں کوئی چیز وصول نہیں کی ہے جس کو واپس دے بلکہ دَین کو ساقط کیا ہے۔ [6] (عنایہ)

مسئلہ ۲۵ مرہون چیز سے کسی قسم کا نفع اُٹھانا جائز نہیں ہے مثلاً لونڈی غلام ہو تو اس سے خدمت لینا یا اجارہ پر دینا مکان میں سکونت کرنا یا کرایہ پر اُٹھانا یا عاریت پر دینا، کپڑے اور زیور کو پہننا یا اجارہ و عاریت پر دینا الغرض نفع کی سب صورتیں ناجائز ہیں اور جس طرح مرتہن کو نفع اُٹھانا ناجائز ہے راہن کو بھی ناجائز ہے۔ [7] (درمختار)

---

1 ...... یعنی وقتی طور پر استعمال کے لیے دی۔

2 ...... "العنایة" علی "فتح القدیر"، کتاب الرھن، ج۹، ص۷۹.

3 ...... یعنی قرض کی مکمل ادائیگی کردی۔

4 ...... "الھدایة"، کتاب الرھن، ج۲، ص٤١٥.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... "العنایة" علی "فتح القدیر"، کتاب الرھن، ج۹، ص۷۸.

7 ...... "الدرالمختار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۵، ۸٦.

مسئلہ ۲۶ مرتہن کے لیے اگر راہن نے اِنتفاع کی اجازت دے دی ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ یہ اجازت رہن میں شرط ہے یعنی قرض ہی اس طرح دیا ہے کہ وہ اپنی چیز اس کے پاس رہن رکھے اور یہ اس سے نفع اٹھائے جیسا کہ عموماً اس زمانہ میں مکان یا زمین اسی طور پر رکھتے ہیں یہ ناجائز اور سود ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شرط نہ ہو یعنی عقد رہن ہو جانے کے بعد راہن نے اجازت دی ہے کہ مرتہن نفع اٹھائے یہ صورت جائز ہے۔ اصل حکم یہی ہے جس کا ذکر ہوا مگر آج کل عام حالت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر اپنے پاس چیز اسی مقصد سے رہن رکھتے ہیں کہ نفع اُٹھائیں اور یہ اس درجہ معروف و مشہور ہے کہ مشروط کی حد میں [1] داخل ہے لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷ جس طرح مرہون سے مرتہن نفع نہیں اُٹھا سکتا راہن کے لیے بھی اس سے انتفاع جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ مرتہن اُسے اجازت دیدے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲۸ راہن نے مرتہن کو استعمال کی اجازت دے دی تھی اُس نے استعمال کی تو مرتہن پر ضمان نہیں یعنی مکان میں سکونت یا باغ کے پھل کھانے یا جانور کے دودھ استعمال کرنے کے مقابل میں دَین کا کچھ حصہ ساقط نہیں ہوگا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲۹ مرتہن نے باجازت راہن چیز کو استعمال کیا اور بوقت استعمال چیز ہلاک ہوگئی تو یہاں امانت کا حکم دیا جائے گا یعنی مرتہن پر اُس کا تاوان نہ ہوگا دَین کا کوئی جز ساقط نہ ہوگا۔ اور اس سے پہلے یا بعد میں ہلاک ہو تو ضمان ہے جس کا حکم پہلے بتایا گیا۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۰ مرتہن شے مرہون کو نہ اجارہ پر دے سکتا ہے نہ عاریت کے طور پر کہ جب وہ خود نفع نہیں اُٹھا سکتا تو دوسرے کو نفع اُٹھانے کی کب اجازت دے سکتا ہے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۱ ایک شخص سے روپیہ قرض لیا اور اُس نے اپنا مکان رہنے کو دے دیا کہ جب تک قرض ادا نہ کردوں تم اس میں رہو یا کھیت اسی طرح دیا مثلاً سَو روپے قرض لے کر کھیت دے دیا کہ قرض دینے والا کھیت جوتے بوئے گا اور نفع اُٹھائے گا یہ

---

1 ...... یعنی شرط لگانے کی حد میں۔

2 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۶.

3 ...... "الدرالمختار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۶.

4 ...... المرجع السابق، ص۸۷.

5 ...... "ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۶.

6 ...... "الھدایة"، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۵.

صورت رہن میں داخل نہیں بلکہ یہ بمنزلہ اجارہ فاسدہ ہے۔ اُس شخص پر اجرت مثل لازم ہے کیونکہ مکان یا کھیت اُسے مفت نہیں دے رہا ہے بلکہ قرض کی وجہ سے دے رہا ہے اور چونکہ قرض سے انتفاع حرام ہے[1] لہٰذا اُجرت مثل دینی ہوگی۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۲ بعض لوگ قرض لے کر مکان یا کھیت رہن رکھ دیتے ہیں کہ مرتہن مکان میں رہے اور کھیت کو جوتے بوئے اور مکان یا کھیت کی کچھ اُجرت مقرر کر دیتے ہیں مثلاً مکان کا کرایہ پانچ روپے ماہوار یا کھیت کا پٹہ[3] دس روپے سال ہونا چاہیے اور طے یہ پاتا ہے کہ یہ رقم زرقرض سے مجرا ہوتی رہے گی[4] جب کُل رقم ادا ہو جائے گی اُس وقت مکان یا کھیت واپس ہو جائے گا اس صورت میں بظاہر کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اگرچہ کرایہ یا پٹہ واجبی اُجرت سے کم طے پایا ہو اور یہ صورت اجارہ میں داخل ہے یعنی اتنے زمانہ کے لیے مکان یا کھیت اُجرت پر دیا اور زراجرت پیشگی لے لیا۔

مسئلہ ۳۳ بکری رہن رکھی تھی اور راہن نے مرتہن کو دودھ پینے کی اجازت دے دی وہ دودھ پیتا رہا پھر وہ بکری مرگئی اس صورت میں دَین کو بکری اور دودھ کی قیمت پر تقسیم کیا جائے جو حصۂ دَین بکری کے مقابل میں[5] آئے وہ ساقط اور دودھ کی قیمت کے مقابل میں جو حصہ آئے وہ راہن سے وصول کرے کیونکہ حکم یہ ہے کہ رہن سے جو پیداوار ہوگی وہ بھی رہن ہوگی اور چونکہ مرتہن نے باجازت راہن اس کو خرچ کیا تو گویا خود راہن نے خرچ کیا لہٰذا اس کے مقابل کا دَین ساقط نہیں ہوگا۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۳۴ مرتہن نے اگر بغیر اجازت راہن مرہون سے نفع اُٹھایا تو یہ تعدی اور زیادتی ہے یعنی اس صورت میں اگر چیز ہلاک ہوگئی تو پوری چیز کا تاوان دینا ہوگا یہ نہیں کہ دَین ساقط ہو جائے اور باقی کا مرتہن سے مطالبہ نہ ہو مگر اس کی وجہ سے رہن باطل نہیں ہوگا یعنی اگر اپنی اس حرکت سے باز آ گیا تو چیز رہن ہے اور رہن کے احکام جاری ہوں گے۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۳۵ مرتہن نے راہن سے دَین طلب کیا تو اس سے کہا جائے گا کہ پہلے مرہون چیز حاضر کرو جب وہ حاضر کر دے تو راہن سے کہا جائے گا کہ دَین ادا کرو جب یہ پورا دَین ادا کر دے اب مرتہن سے کہا جائے گا اس کی چیز دے دو۔[8] (ہدایہ)

---

1 ...... یعنی قرض دے کر اس کے بدلے میں نفع حاصل کرنا حرام ہے۔

2 ...... "ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج١٠، ص٨٧.

3 ...... یعنی کھیت کا کرایہ۔

4 ...... یعنی قرض سے کٹوتی ہوتی رہے گی۔ 5 ...... بدلے میں۔

6 ...... "الدرالمختار"، کتاب الرھن، ج١٠، ص٨٧.

7 ...... المرجع السابق.

8 ...... "الھدایة"، کتاب الرھن، ج٢، ص٤١٤.

مسئلہ ۳۶ مرتہن نے راہن سے دَین کا مطالبہ دوسرے شہر میں کیا اگر وہ چیز ایسی ہے کہ وہاں تک لے جانے میں بار برداری صرف کرنی نہیں ہوگی جب بھی وہی حکم ہے کہ وہ مرہون کو پہلے حاضر کرے پھر اس سے ادائے دَین کو کہا جائے گا اور بار برداری صرف کرنی پڑے تو وہاں لانے کی تکلیف نہ دی جائے بلکہ بغیر چیز لائے ہوئے بھی دَین ادا کردے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۷ یہ حکم کہ مرتہن کو مرہون کے حاضر لانے کو کہا جائے گا اُس وقت ہے کہ راہن یہ کہتا ہو کہ مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہو چکا ہے، لہٰذا میں دَین کیوں ادا کروں اور مرتہن کہتا ہے کہ مرہون موجود ہے اور اگر راہن بھی مرہون کو موجود ہونا کہتا ہو تو اس کی کیا ضرورت کہ یہاں حاضر لائے جب ہی دَین ادا کرنے کو کہا جائے گا کہ اگر وہ چیز ایسی ہے جس میں بار برداری صرف ہوگی اس وجہ سے حاضر لانے کو نہیں کہا گیا مگر راہن اس کے تلف[2] ہوجانے کا مدعی[3] ہے تو راہن سے کہا جائے گا کہ اگر مرتہن کی بات کا تمہیں اطمینان نہیں ہے تو اس سے قسم کھلالو کہ مرہون ہلاک نہیں ہوا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳۸ اگر دَین ایسا ہے کہ قسط وار اَدا کیا جائے گا قسط ادا کرنے کا وقت آ گیا اس کا بھی وہی حکم ہے کہ اگر راہن مرہون کا ہلاک ہونا بتاتا ہے اور مرتہن اس سے انکاری ہے تو مرتہن سے کہا جائے گا کہ چیز حاضر لائے اور بار برداری والی چیز ہو تو مرتہن سے قسم کھلا سکتا ہے کہ ہلاک نہیں ہوئی۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳۹ مرتہن نے دَین وصول پالیا اور ابھی چیز واپس نہیں دی اور یہ چیز اس کے پاس ہلاک ہوگئی تو راہن اُس سے دَین واپس لے گا۔ کیونکہ مرہون پر اب بھی مرتہن کا قبضہ قبضۂ ضمان ہے اور ہلاک ہونا دَین وصول ہونے کے قائم مقام ہے لہٰذا جو لے چکا ہے واپس دے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۰ راہن نے اگر مرتہن سے کہہ دیا کہ مرہون کو فلاں شخص کے پاس رکھ دو اس نے اُس کے کہنے کی وجہ سے اُس کے پاس رکھ دیا اب اگر مرتہن نے دَین کا مطالبہ کیا اور راہن مرہون کے حاضر لانے کو کہتا ہے تو مرتہن کو اُس کی تکلیف نہ دی جائے کیونکہ اس کے پاس ہے ہی نہیں جو حاضر کرے اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو یہ حکم دیا کہ مرہون کو بیع کر ڈالے اُس نے بیچ ڈالا اور ابھی اُس کے ثمن پر مرتہن نے قبضہ نہیں کیا ہے راہن یہ نہیں کہہ سکتا کہ ثمن مرہون بمنزلہ مرہون ہے[7]

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج٢، ص٤١٤.

2 ......ضائع۔ 3 ......دعویدار۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٨.

5 ......المرجع السابق، ص٨٩.

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج٢، ص٤١٥.

7 ......یعنی گروی رکھی ہوئی چیز کی طے شدہ قیمت گروی رکھی ہوئی چیز کے قائم مقام ہے۔

لہٰذا اُسے حاضر لاؤ کیونکہ جب ثمن پر قبضہ ہی نہیں ہوا ہے تو کیونکر حاضر کرے ہاں ثمن پر قبضہ کرلیا تو اب بیشک ثمن کو حاضر کرنا ہوگا کہ یہ ثمن مرہون کے قائم مقام ہے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۱: راہن یہ کہتا ہے کہ مرہون چیز مجھے دے دو میں اسے بیچ کر تمہارا دَین ادا کروں گا مرتہن کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ مرہون کو دیدے۔ یوہیں اگر کچھ حصہ دَین کا ادا کر دیا ہے کچھ باقی ہے یا مرتہن نے کچھ دَین معاف کر دیا ہے کچھ باقی ہے راہن یہ کہتا ہے کہ مرہون کا ایک جز مجھے دے دیا جائے کیونکہ میرے ذمہ کُل دَین باقی نہ رہا اس صورت میں بھی مرتہن پر یہ ضرور نہیں کہ مرہون کا جز واپس کرے جب تک پورا دَین ادا نہ ہوجائے یا مرتہن معاف نہ کردے واپس کرنے پر مجبور نہیں ہاں اگر دو چیزیں رہن رکھی ہیں اور ہر ایک کے مقابل میں دَین کا حصہ مقرر کر دیا ہے مثلاً سَو روپے قرض لئے اور دو چیزیں رہن کیں کہہ دیا کہ ساٹھ روپے کے مقابل میں یہ ہے اور چالیس کے مقابل میں وہ تو اس صورت میں جس کے مقابل کا دَین ادا کیا اُسے چھوڑا سکتا ہے کہ یہاں حقیقۃً دو عقد ہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴۲: مرتہن کے ذمہ مرہون کی حفاظت لازم ہے اور یہاں حفاظت کا وہی حکم ہے جس کا بیان ودیعت میں گزر چکا کہ خود حفاظت کرے یا اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں دے دے یہاں عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے سہتے ہوں جیسے بی بی بچے خادم اور اجیر خاص یعنی نوکر جس کی ماہوار یا ششماہی[3] یا سالانہ[4] تنخواہ دی جاتی ہو۔ مزدور جو روزانہ پر کام کرتا ہو مثلاً ایک دن کی اُسے اتنی اُجرت دی جائے گی اس کی حفاظت میں نہیں دے سکتا۔ عورت مرتہن ہے تو شوہر کی حفاظت میں دے سکتی ہے۔ بی بی اور اولاد اگر عیال میں نہ ہوں جب بھی اُن کی حفاظت میں دے سکتا ہے جن دو شخصوں کے مابین شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان ہے ان میں ایک کے پاس کوئی چیز رکھی گئی تو شریک کی حفاظت میں دے سکتا ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴۳: ان لوگوں کے سوا کسی اور کی حفاظت میں چیز دے دی یا کسی کے پاس ودیعت رکھی یا اجارہ یا عاریت کے طور پر دے دی یا کسی اور طرح اس میں تعدِّی کی مثلاً کتاب رہن تھی اُس کو پڑھا، یا جانور پر سوار ہوا غرض یہ کہ کسی صورت سے بلا اجازت راہن استعمال میں لائے بہرصورت پوری قیمت کا تاوان اُس کے ذمہ واجب ہے اور مرتہن ان سب صورتوں میں غاصب کے حکم میں ہے اسی وجہ سے پوری قیمت کا تاوان واجب ہوتا ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج۲، ص٤١٤، ٤١٥.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج۱۰، ص۹۰، ۹۱.

3 ......یعنی چھ ماہ بعد۔

4 ......یعنی بارہ ماہ بعد۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج۱۰، ص۹۱.

6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۴ انگوٹھی رہن رکھی مرتہن نے چھنگلیا[1] میں پہن لی پوری قیمت کا ضامن ہوگیا کہ یہ مرہون کو بلا اجازت استعمال کرنا ہے دہنے ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنے یا بائیں ہاتھ میں، دونوں کا ایک حکم ہے کہ انگوٹھی دونوں طرح عادۃً پہنی جاتی ہے اور چھنگلیا کے سوا کسی دوسری اُنگلی میں ڈال لی تو ضامن نہیں کہ عادۃً اس طرح پہنی نہیں جاتی لہٰذا اس کو پہننا نہ کہیں گے بلکہ حفاظت کے لئے اُنگلی میں ڈال لینا ہے۔[2] (ہدایہ) یہ حکم اُس وقت ہے کہ مرتہن مرد ہو اور اگر عورت کے پاس انگوٹھی رہن رکھی تو جس کسی انگلی میں ڈالے پہننا ہی کہا جائے گا کہ عورتیں سب میں پہنا کرتی ہیں۔[3] (غنیۃ ذوی الاحکام) کُرتے کو کندھے پر ڈال لیا یعنی جو چیز جس طرح استعمال کی جاتی ہے اُس کے سوا دوسرے طریق پر بدن پر ڈال لی اس میں کُل قیمت کا تاوان نہیں۔

مسئلہ ۴۵ مرتہن خود انگوٹھی پہنے ہوئے تھا اس کے پاس انگوٹھی رہن رکھی گئی اپنی انگوٹھی پر رہن والی انگوٹھی کو بھی پہن لیا یا ایک شخص کے پاس دو انگوٹھیاں رہن رکھی گئیں اُس نے دونوں ایک ساتھ پہن لیں، یہاں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ شخص اگر اُن لوگوں میں ہے جو بقصد زینت دو انگوٹھیاں پہنتے ہیں (اگرچہ یہ شرعاً ناجائز ہے) تو پورا تاوان واجب اور اگر دونوں انگوٹھیاں پہننے والوں میں نہیں تو اس کو پہننا نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ حفاظت کرنا کہا جائے گا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۶ دو تلواریں رہن رکھیں مرتہن نے دونوں کو ایک ساتھ باندھ لیا ضامن ہے کہ بہادر دو تلواریں ایک ساتھ لگایا کرتے ہیں اور تین تلواریں رہن رکھیں اور تینوں کو لگا لیا تو ضامن نہیں کہ تلوار کے استعمال کا یہ طریقہ نہیں۔[5] (ہدایہ) پہلی صورت میں اُس وقت ضامن ہے کہ خود مرتہن بھی دو تلواریں ایک ساتھ لگانے والوں میں ہو۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴۷ مرتہن نے چیز استعمال کی اور ہلاک ہوگئی اور اُس پر پوری قیمت کا تاوان لازم آیا اگر یہ قیمت اتنی ہی ہے جتنا اس کا دَین تھا اور قاضی نے اسی جنس کی قیمت کا فیصلہ کیا جس جنس کا دَین ہے۔ مثلاً سو روپے دَین ہے اور قیمت بھی سو روپے قرار دی تو فیصلہ کرنے ہی سے ادلا بدلا ہوگیا یعنی نہ لینا نہ دینا اور اگر دَین کی مقدار زیادہ ہے تو مرتہن راہن سے بقیہ دَین کا مطالبہ کرے گا اور اگر قیمت دَین سے زیادہ ہے تو راہن مرتہن سے یہ زیادتی وصول کرے گا اور اگر دَین ایک جنس کا ہے اور قاضی نے

---

1 ...... ہاتھ کی چھوٹی انگلی۔

2 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، كيفية انعقاد الرهن، ج٢، ص ٤١٦.

3 ...... "غنية ذوى الأحكام" هامش على "دررالحكام"، كتاب الرهن، الجزء الثانى، ص ٢٥٠.

4 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، كيفية انعقاد الرهن، ج ٢، ص ٤١٦.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... "ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص ٩٢.

قیمت دوسری جنس سے لگائی مثلاً دَین روپیہ ہے اور مرہون کی قیمت اشرفیوں [1] سے لگائی یا اس کا عکس تو یہ قیمت مرتہن کے پاس بجائے اُس ہلاک شدہ چیز کے رہن ہے یعنی راہن جب دَین ادا کرے گا تب اس قیمت کے وصول کرنے کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح اگر دَین میعادی ہو اور ابھی میعاد باقی ہے تو اگرچہ قیمت اسی جنس سے لگائی ہو مرتہن کے پاس یہ قیمت رہن ہوگی جب میعاد پوری ہو جائے گی اُس قیمت کو دَین میں وصول کرے گا۔ [2] (درمختار)

شے مرہون کے مصارف کا بیان

مسئلہ ۱ مرہون کی [3] حفاظت میں جو کچھ صرف ہوگا وہ سب مرتہن کے ذمہ ہے کہ حفاظت خود اُسی کے ذمہ ہے لہٰذا جس مکان میں مرہون کو رکھے اُس کا کرایہ اور حفاظت کرنے والے کی تنخواہ مرتہن اپنے پاس سے خرچ کرے اور اگر جانور کو رہن رکھا ہے تو اس کے چرانے کی اُجرت اور مرہون کا نفقہ مثلاً اُس کا کھانا پینا اور لونڈی غلام کو رہن رکھا ہے تو ان کا لباس بھی اور باغ رہن رکھا ہے تو درختوں کو پانی دینے پھل توڑنے اور دوسرے کاموں کی اُجرت راہن کے ذمہ ہے اسی طرح زمین کا عشر یا خراج بھی راہن ہی کے ذمہ ہے خلاصہ یہ کہ مرہون کی بقا، یا اُس کے مصالح میں [4] جو خرچ ہو وہ راہن کے ذمہ ہے۔ [5] (ہدایہ)

مسئلہ ۲ جو مصارف مرتہن کے ذمہ ہیں اگر یہ شرط کر لی جائے کہ یہ بھی راہن ہی کے ذمہ ہوں گے تو باوجود شرط بھی راہن کے ذمہ نہیں ہوں گے بلکہ مرتہن ہی کو دینے ہوں گے بخلاف ودیعت کہ اس میں اگر مودَع نے یہ شرط کر لی ہے کہ حفاظت کے مصارف مودِع کے ذمہ ہوں گے تو شرط صحیح ہے۔ [6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳ مرہون کو مرتہن کے پاس واپس لانے میں جو صرفہ ہو مثلاً وہ بھاگ گیا اُس کو پکڑ لانے میں کچھ خرچ کرنا ہوگا یا مرہون کے کسی عضو میں زخم ہو گیا یا اُس کی آنکھ سپید پڑ گئی یا کسی قسم کی بیماری ہے ان کے علاج میں جو کچھ صرفہ [7] ہو وہ مضمون و امانت پر تقسیم کیا جائے یعنی اگر مرہون کی قیمت دَین سے زائد ہو تو اس صورت میں بتایا جا چکا ہے کہ بقدرِ دَین [8] مرتہن کے ضمان میں ہے اور جو کچھ دَین سے زائد ہے وہ امانت ہے لہٰذا یہ صرفہ دونوں پر تقسیم ہو جو حصّہ مرتہن کے ضمان کے

---

1 ......سونے کے سکوں۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۹۳.

3 ......جو چیز رہن رکھی گئی ہے اُس کی۔

4 ......یعنی اس کی درستگی میں۔

5 ......"الھدایۃ"، کتاب الرھن، ج۲، ص٤١٦.

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۹٤.

7 ......خرچہ۔

8 ......یعنی قرض کے برابر۔

مقابل میں آئے وہ مرتہن کے ذمہ ہے اور جو امانت کے مقابل ہو وہ راہن کے ذمہ اور اگر مرہون کی قیمت دَین سے زائد نہ ہو تو یہ سارے مصارف مرتہن کے ذمہ ہوں گے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۴ جو مصارف ایک کے ذمہ واجب تھے اُنہیں دوسرے نے اپنے پاس سے کر دیا اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر اس نے خود ایسا کیا ہے جب تو متبرّع ہے وصول نہیں کر سکتا۔ اور اگر قاضی کے حکم سے ایسا کیا ہے اور قاضی نے کہہ دیا ہے کہ جو کچھ خرچ کرو گے دوسرے کے ذمہ دَین ہوگا اس صورت میں وصول کر سکتا ہے۔ اور اگر قاضی نے خرچ کرنے کا حکم دے دیا مگر یہ نہیں کہا کہ دوسرے کے ذمہ دَین ہوگا تو اس صورت میں بھی وصول نہیں کر سکتا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۵ مرہون پر خرچ کرنے کی ضرورت ہے اور وہاں قاضی نہیں ہے کہ اس سے اجازت حاصل کرتا یہاں محض مرتہن کا یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ ضرورت کی وجہ سے خرچ کیا ہے بلکہ گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا کہ ضرورت تھی اور اس لئے خرچ کیا تھا کہ وصول کر لے گا۔[3] (ردالمحتار)

کس چیز کو رہن رکھ سکتے ہیں

مسئلہ ۱ مشاع کو مطلقاً رہن رکھنا ناجائز ہے۔ وہ چیز رہن رکھتے وقت ہی مشاع تھی یا بعد رہن شیوع آیا، وہ چیز قابل قسمت ہو یا ناقابل تقسیم ہو، اجنبی کے پاس رہن رکھے یا شریک کے پاس، سب صورتیں ناجائز ہیں۔ پہلے کی مثال یہ ہے کہ کسی نے اپنا نصف مکان رہن رکھ دیا اُس نصف کو ممتاز نہیں کیا[4]، بعد میں شیوع پیدا ہوا اس کی مثال یہ ہے کہ پوری چیز رہن رکھی پھر دونوں نے نصف میں رہن فسخ کر دیا۔ مثلاً راہن نے کسی کو حکم کر دیا کہ وہ مرہون کو جس طرح چاہے بیع کر دے اُس نے نصف کو بیع کر دیا باقی صورتوں کی مثالیں ظاہر ہیں۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۲ مشاع کو رہن رکھنا فاسد ہے یا باطل۔ صحیح یہ ہے کہ باطل نہیں بلکہ فاسد ہے لہٰذا مرہون پر مرتہن کا اگر قبضہ ہو گیا تو یہ قبضہ قبضۂ ضمان ہے کہ مرہون اگر ہلاک ہو جائے تو وہی حکم ہے جو رہن صحیح کا تھا۔[6] (درمختار)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، ج۱۰، ص۹٤.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الرهن، ج۱۰، ص۹٤.

4 ......یعنی یہ وضاحت نہیں کی کہ کس نصف حصہ کو گروی رکھتا ہوں۔

5 ......"الهداية"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه...إلخ، ج۲، ص٤۱۷.

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه ومالا یجوز، ج۱۰، ص۹۷،۹۸.

فائدہ: رہن فاسد و باطل میں فرق یہ ہے کہ باطل وہ ہے جس میں رہن کی حقیقت ہی نہ پائی جائے کہ جس چیز کو رہن رکھا وہ مال ہی نہ ہو یا جس کے مقابل میں رکھا وہ مال مضمون نہ ہو اور فاسد وہ ہے کہ رہن کی حقیقت پائی جائے مگر جواز کی شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو[1] جس طرح بیع میں فاسد و باطل کا فرق ہے یہاں بھی ہے۔[2] (شرنبلالی)

مسئلہ ۳: ایسی چیز رہن رکھی جو دوسری چیز کے ساتھ متصل ہے یعنی اس کی تابع ہے یہ رہن بھی ناجائز ہے جیسے درخت پر پھل ہیں اور صرف پھلوں کو رہن رکھا یا صرف زراعت یا صرف درخت کو رہن رکھا زمین کو نہیں یا ان کا عکس یعنی درخت کو رہن رکھا پھل کو نہیں یا زمین کو رہن رکھا زراعت اور درخت کو نہیں رکھا۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۴: درخت کو صرف اُتنی زمین کے ساتھ رہن رکھا جتنی زمین میں درخت ہے۔ باقی آس پاس کی زمین نہیں رکھی یہ جائز ہے اور اس صورت میں درخت کے پھل بھی تبعاً رہن میں داخل ہوجائیں گے اسی طرح زمین رہن رکھی یا گاؤں کو رہن رکھا تو جو کچھ درخت ہیں یہ بھی تبعاً رہن ہوجائیں گے۔[4] (ہدایہ) اس میں اور پہلی صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورتوں میں متصل چیز کے رہن کرنے کی نفی کردی لہٰذا صحیح نہیں اور یہاں توابع کے متعلق سکوت ہے لہٰذا یہ تبعاً داخل ہیں۔

مسئلہ ۵: جو چیز کسی برتن یا مکان میں ہے فقط چیز کو رہن رکھا برتن یا مکان کو رہن نہیں رکھا یہ جائز ہے کہ اس صورت میں اتصال نہیں ہے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: کاٹھی[6] اور لگام رہن رکھی اور گھوڑا کسا کسایا[7] مرتہن کو دے دیا یہ رہن ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ ان چیزوں کو گھوڑے سے اُتار کر مرتہن کو دے اور گھوڑا رہن رکھا اور کاٹھی لگام سمیت مرتہن کو دے دیا یہ جائز ہے یہ ساز[8] بھی تبعاً رہن میں داخل ہوجائیں گے۔[9] (ہدایہ)

---

1. ......یعنی کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو۔
2. ......"غنية ذوی الأحكام" حامش على "دررالحكام"، كتاب الرهن، باب مايصح رهنه... إلخ، الجزء الثانی، ص ۲۵۱.
3. ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه... إلخ، ج ۲، ص ۴۱۷، ۴۱۸.
4. ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه... إلخ، ج ۲، ص ۴۱۸.
5. ......المرجع السابق.
6. ......زین۔
7. ......یعنی کاٹھی باندھ کر اور لگام لگا کر گھوڑا تیار کیا ہوا تھا۔
8. ......یعنی سامان، اسباب۔
9. ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه... إلخ، ج ۲، ص ۴۱۸.

مسئلہ ۷ آزاد کو رہن نہیں رکھ سکتے کہ یہ مال نہیں اور شراب کو رہن رکھنا بھی جائز نہیں کہ اس کی بیع نہیں ہوسکتی۔ جائداد موقوفہ[1] کو بھی رہن نہیں رکھا جاسکتا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۸ تیس۳۰ روپے قرض لیے اور دو بکریاں رہن رکھیں ایک کو دس۱۰ کے مقابل دوسری کو بیس۲۰ کے مقابل مگر یہ نہیں بیان کیا کہ کون سی دس۱۰ کے مقابل ہے اور کون سی بیس۲۰ کے مقابل یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ اگر ایک ہلاک ہوگئی تو یہ جھگڑا ہوگا کہ یہ کس کے مقابل تھی تا کہ اس کے مقابل کا دَین ساقط ہونا قرار پائے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۹ مکان کو رہن رکھا اور راہن و مرتہن دونوں اُس مکان کے اندر ہیں راہن نے کہا میں نے یہ مکان تمہارے قبضہ میں دیا۔ اور مرتہن نے کہا کہ میں نے قبول کیا رہن تمام نہ ہوا جب تک راہن مکان سے باہر ہو کر مرتہن کو قبضہ نہ دے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰ امانتوں کے مقابل میں کوئی چیز رہن نہیں رکھی جاسکتی مثلاً وکیل یا مضارب کو جو مال دیا جاتا ہے وہ امانت ہے یا مودَع کے پاس ودیعت امانت ہے ان لوگوں سے مال والا کوئی چیز رہن کے طور پر لے یہ نہیں ہوسکتا اگر لے گا تو یہ رہن نہیں، نہ اس پر رہن کے احکام جاری ہوں گے لہٰذا اگر کسی نے کتابیں وقف کی ہیں اور یہ شرط کردی ہے کہ جو شخص کتب خانہ سے کوئی کتاب لے جائے تو اُس کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ جائے یہ شرط باطل ہے کہ مستعیر کے پاس عاریت امانت ہے اس کے تلف ہونے پر ضمان نہیں پھر اس کے مقابل میں رہن رکھنا کیونکر صحیح ہوگا۔[5] (درمختار، ردالمحتار) وقفی کتابوں کا خاص کر اس لیے ذکر کیا گیا کہ یہاں واقف کی شرط کا بھی اعتبار نہیں ورنہ حکم یہ ہے کہ کوئی چیز عاریت دی جائے اُس کے مقابل میں رہن نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ ۱۱ شرکت کی چیز شریک کے پاس ہے دوسرا شریک اُس سے کوئی چیز رہن رکھوائے صحیح نہیں کہ یہ بھی امانت ہے مبیع بائع کے پاس ہے ابھی اُس نے مشتری کو دی نہیں مشتری اس سے رہن نہیں رکھوا سکتا کہ مبیع اگرچہ امانت نہیں مگر بائع کے پاس اگر ہلاک ہوجائے تو ثمن کے مقابل میں ہلاک ہوگی یعنی بائع مشتری سے ثمن نہیں لے سکتا یا لے چکا ہے تو واپس کرے لہٰذا رہن کا حکم یہاں بھی جاری نہ ہوا۔[6] (ہدایہ)

---

1 ......وقف شدہ جائداد۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه...إلخ، ج۱۰، ص۱۰۱، ۱۰۳.

3 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الرهن، الفصل الرابع فيما يجوز رهنه وما لا يجوز، ج۵، ص۴۳۶.

4 ......المرجع السابق، ص۴۳۷.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه...إلخ، ج۱۰، ص۱۰۲.

6 ......"الهداية"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه..إلخ، ج۲، ص۴۱۸.

مسئلہ ۱۲ درک کے مقابل میں رہن نہیں ہوسکتا یعنی ایک چیز خریدی ثمن ادا کردیا اور مبیع پر قبضہ کرلیا مگر مشتری کو ڈر ہے کہ یہ چیز اگر کسی دوسرے کی ہوئی اور اس نے مجھ سے لے لی تو بائع سے ثمن کی واپسی کیونکر ہوگی اس اطمینان کی خاطر بائع کی کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھنا چاہتا ہے یہ رہن صحیح نہیں مشتری کے پاس اگر یہ چیز ہلاک ہوگئی تو ضمان نہیں کہ یہ رہن نہیں ہے بلکہ امانت ہے اور مشتری کو اُس کا روکنا جائز نہیں یعنی بائع اگر مشتری سے چیز مانگے تو منع نہیں کرسکتا دینا ہوگا۔[1] (درر، غرر) اور چونکہ یہ چیز مشتری کے پاس امانت ہے اور اس کو روکنے کا حق نہیں ہے لہٰذا بائع کی طلب کے بعد اگر نہ دے گا اور ہلاک ہوگئی تو اب تاوان دینا ہوگا۔ اب وہ غاصب ہے۔

مسئلہ ۱۳ کسی چیز کا نرخ چُکا کر بائع کے یہاں سے لے گیا اور ابھی خریدی نہیں ہاں خریدنے کا ارادہ ہے اور بائع نے اس سے کوئی چیز رہن رکھوالی یہ جائز ہے اس بارے میں یہ چیز مبیع کے حکم میں نہیں ہے۔[2] (زیلعی)

مسئلہ ۱۴ دَینِ موعود کے مقابل میں رہن رکھنا جائز ہے جس کا ذکر پہلے ہوچکا کہ مثلاً کسی سے قرض مانگا اور اُس نے دینے کا وعدہ کرلیا ہے مگر ابھی دیا نہیں قرض لینے والا اس کے پاس کوئی چیز رہن رکھ آیا یہ رہن صحیح ہے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۵ جس صورت میں قصاص واجب ہے وہاں رہن صحیح نہیں اور خطا کے طور پر جنایت ہوئی کہ اس میں دیت واجب ہوگی یہاں رہن صحیح ہے کہ مرہون سے اپنا حق وصول کرسکتا ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۶ خریدار پر شفعہ ہوا اور شفیع[5] کے حق میں فیصلہ ہوا کہ تسلیمِ مبیع[6] مشتری[7] پر واجب ہوگئی شفیع یہ چاہے کہ مشتری کی کوئی چیز رہن رکھ لوں یہ نہیں ہوسکتا جس طرح بائع سے مشتری مبیع کے مقابل میں رہن نہیں لے سکتا مشتری سے شفیع بھی نہیں لے سکتا۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۱۷ جن صورتوں میں اجارہ باطل ہے ایسے اجارہ میں اُجرت کے مقابل کوئی چیز رہن نہیں ہوسکتی کہ شرعاً یہاں اُجرت واجب ہی نہیں کہ رہن صحیح ہو مثلاً نوحہ کرنے والی کی اُجرت یا گانے والے کی اُجرت نہیں دی ہے اس کے مقابل

---

1 ......"دررالحکام" و "غررالأحکام"، کتاب الرهن، باب مایصح رهنه والرهن به أولا، الجزالثانی، ص ۲۵۲.

2 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه...إلخ، ج۷، ص ۱۵٤.

3 ......"الهدایة"، کتاب الرهن، باب مایجوزارتهانه...إلخ، ج۲، ص ٤۱۹ .

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوزارتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص ۱۰۳.

5 ......شفعہ کرنے والا۔　6 ......بیچی گئی چیز سپرد کرنا۔　7 ......خریدار۔

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوزارتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص ۱۰۳.

میں رہن نہیں ہوسکتا۔[1] (درمختار) جن صورتوں میں رہن صحیح نہ ہوا اُن میں مرہون امانت ہوتا ہے کہ ہلاک ہونے سے ضمان نہیں اور راہن کے طلب کرنے پر مرہون کو دے دینا ہوگا۔ اگر روکے گا تو غاصب قرار پائے گا اور تاوان واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱۸ غاصب سے مغصوب کے مقابل میں کوئی چیز رہن لی جاسکتی ہے یہ رہن صحیح ہے اسی طرح بدل خلع اور بدل صلح کے مقابل میں رہن ہوسکتا ہے مثلاً عورت نے ہزار روپے پر خلع کرایا اور روپیہ اس وقت نہیں دیا روپے کے مقابل میں شوہر کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی یہ رہن صحیح ہے یا قصاص واجب تھا مگر کسی رقم پر صلح ہوگئی اس کے مقابل میں رہن رکھنا صحیح ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۹ مکان یا کوئی چیز کرایہ پر لی تھی اور کرایہ کے مقابل میں مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی یہ رہن جائز ہے پھر اگر مدت اجارہ پوری ہونے کے بعد وہ چیز ہلاک ہوئی تو گویا مالک نے کرایہ وصول پالیا اب مطالبہ نہیں کرسکتا اور اگر مستاجر[3] کے منفعت حاصل کرنے سے پہلے چیز ہلاک ہوگئی تو رہن باطل ہے مرتہن پر واجب ہے کہ مرہون[4] کی قیمت راہن کو دے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰ درزی کو سینے کے لیے کپڑا دیا اور سینے کے مقابل میں اُس سے کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھوائی یہ جائز اور اگر اس کے مقابل میں رہن ہے کہ تم کو خود سینا ہوگا یہ رہن ناجائز ہے۔ یوہیں کوئی چیز عاریت دی اور اس چیز کی واپسی میں بار برداری صَرف[6] ہوگی لہٰذا معیر نے مستعیر سے کوئی چیز واپسی کے مقابل میں رہن رکھوائی یہ جائز ہے اور اگر یوں رہن رکھوائی کہ تم کو خود پہنچانی ہوگی تو ناجائز ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۱ بیع سلم کے راس المال کے مقابل میں رہن صحیح ہے اور مسلم فیہ کے مقابل میں بھی صحیح ہے۔ اسی طرح بیع صرف کے ثمن کے مقابل میں رہن صحیح ہے۔ پہلے کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص سے مثلاً سو۱۰۰ روپے میں سلم کیا اور ان روپوں کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی۔ دوسرے کی یہ صورت ہے کہ دس۱۰ من گیہوں[8] میں سلم کیا اور روپے دے دیے اور مسلم الیہ سے

---

[1] ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن،باب مايجوزارتهانه ومالايجوز،ج١٠،ص١٠٣.

[2] ......المرجع السابق،ص١٠٤.

[3] ......کرایہ دار۔ [4] ......گروی رکھی ہوئی چیز۔

[5] ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الرهن،الباب الاول فى تفسيره وركنه...إلخ،الفصل الثالث،ج٥،ص٤٣٥.

[6] ......خرچ۔

[7] ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الرهن،الباب الاول فى تفسيره وركنه...إلخ،الفصل الثالث ج٥،ص٤٣٥.

[8] ......گندم۔

کوئی چیز رہن لے لی۔ تیسرے کی یہ صورت ہے کہ روپے سے سونا خریدا اور روپے کی جگہ پر کوئی چیز سونے والے کو دے دی۔ پہلی اور تیسری صورت میں اگر مرہون اسی مجلس میں ہلاک ہو جائے تو عقد سلم وصَرف تمام ہو گئے[1] اور مرتہن نے اپنا مال وصول پالیا یعنی بیع سلم میں راس المال مسلم الیہ کو مل گیا اور بیع صَرف میں زرِ ثمن وصول ہو گیا[2] مگر یہ اس وقت ہے کہ مرہون کی قیمت راس المال اور ثمنِ صَرف سے[3] کم نہ ہو اور اگر قیمت کم ہے تو بقدر قیمت صحیح ہے باقی کو[4] اگر اسی مجلس میں نہ دیا تو اُس کے مقابل میں صحیح نہ رہا اور اگر مرہون اُس مجلس میں ہلاک نہ ہوا اور عاقدین[5] جدا ہو گئے اور راس المال و ثمنِ صَرف اُس مجلس میں نہ دیا تو عقدِ سلم وصَرف باطل ہو گئے کہ ان دونوں عقدوں میں اسی مجلس میں دینا ضروری تھا جو پایا نہ گیا۔ اور اس صورت میں چونکہ عقد باطل ہو گئے لہٰذا مرتہن راہن کو مرہون واپس دے۔ اور فرض کرو مرتہن نے ابھی واپس نہیں دیا تھا اور مرہون ہلاک ہو گیا تو راس المال و ثمن صَرف کے مقابل میں ہلاک ہونا مانا جائے گا یعنی وصول پانا قرار دیا جائے گا مگر وہ دونوں عقد اب بھی باطل ہی رہیں گے اب جائز نہیں ہوں گے۔ دوسری صورت یعنی مسلم فیہ کے مقابل میں رب السلم نے اپنے پاس کوئی چیز رہن رکھی اس میں عقد سلم مطلقاً صحیح ہے مرہون اسی مجلس میں ہلاک ہو یا نہ ہو دونوں کے جدا ہونے کے بعد ہو یا نہ ہو کہ راس المال پر قبضہ جو مجلس عقد میں ضروری تھا وہ ہو چکا اور مسلم فیہ کے قبضہ کی ضرورت تھی ہی نہیں لہٰذا اس صورت میں اگر مرہون ہلاک ہو جائے مجلس میں یا بعد مجلس بہر صورت عقد سلم تمام ہے۔ اور رب السلم کو گویا مسلم فیہ وصول ہو گیا یعنی مرہون کے ہلاک ہونے کے بعد اب مسلم فیہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہاں اگر مرہون کی قیمت کم ہو تو بقدر قیمت وصول سمجھا جائے باقی باقی ہے۔[6] (ہدایہ، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۲ رب السلم نے مسلم فیہ کے مقابل میں اپنے پاس چیز رہن رکھ لی تھی اور دونوں نے عقدِ سلم کو فسخ کر دیا تو جب تک راس المال وصول نہ ہو جائے یہ چیز راس المال کے مقابل ہے یعنی مسلم الیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سلم فسخ ہو گیا لہٰذا مرہون واپس دو۔ ہاں جب مسلم الیہ راس المال واپس کر دے تو مرہون کو واپس لے سکتا ہے اور فرض کرو کہ راس المال واپس نہیں دیا اور رب السلم کے پاس وہ چیز ہلاک ہو گئی تو مسلم فیہ کے مقابل میں اس کا ہلاک ہونا سمجھا جائے گا یعنی رب المال مسلم فیہ کی مثل

---

1 ......یعنی بیع سلم اور سونے چاندی کی بیع کا عقد مکمل ہو گیا۔

2 ......یعنی طے شدہ قیمت وصول ہو گئی۔ 3 ......یعنی سونے چاندی کی بیع میں مقررہ رقم سے۔

4 ......باقی ماندہ۔ 5 ......یعنی راہن اور مرتہن۔

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه... إلخ، ج ٢، ص ٤١٩.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه ومالايجوز، ج ١٠، ص ١٠٥، ١٠٦.

مسلم الیہ کو دے اوراپنا راس المال واپس لے یہ نہیں کہ اس کو راس المال کے قائم مقام فرض کر کے راس المال کی وصولی قراردیں۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۳: سونا چاندی روپیہ اشرفی اورمکیل وموزون کورہن رکھنا جائز ہے پھران کورہن رکھنے کی دوصورتیں ہیں۔ دوسری جنس کے مقابل میں رہن رکھا یا خود اپنی ہی جنس کے مقابل میں رکھا۔پہلی صورت میں یعنی غیرجنس کے مقابل میں اگر ہو مثلاً کپڑے کے مقابل روپیہ، اشرفی[2] یا جَو گیہوں کورہن رکھا اور یہ مرہون[3] ہلاک ہو جائے تواس کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور اس صورت میں کھرے کھوٹے کا لحاظ ہوگا یعنی اگراس کی قیمت دَین کی برابر یا زائد ہے تو دَین وصول سمجھا جائے گا اوراگر کچھ کمی ہے تو جو کمی ہے اتنی راہن سے لے سکتا ہے۔اوراگر دوسری صورت ہے یعنی اپنی ہم جنس کے مقابل میں رہن ہے مثلاً چاندی کو روپیہ کے مقابل میں یا سونے کواشرفی کے مقابل میں یا گیہوں کوگیہوں کے مقابل رہن رکھا اورمرہون ہلاک ہوگیا تو وزن وکَیل (ناپ) کا اعتبار ہوگا۔اوراس صورت میں کھرے کھوٹے کا اعتبارنہیں ہوگا مثلاً سَو روپے قرض لئے اور چاندی رہن رکھی اور یہ ضائع ہوگئی اور یہ چاندی سوروپے بھر یا زائد تھی تو دَین وصول سمجھا جائے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سَو روپے بھر چاندی کی مالیت سَو روپے سے کم ہے اور سَو روپے بھر سے کچھ کمی ہے تو اتنی کمی وصول کرسکتا ہے۔[4] (ہدایہ،درمختار)

مسئلہ ۲۴: سونے چاندی کی کوئی چیز مثلاً برتن یا زیور کواپنی ہم جنس کے مقابل میں رہن رکھا اور چیز ٹوٹ گئی اگر اس کی قیمت وزن کی بہ نسبت کم ہے تو خلاف جنس سے اس کی قیمت لگا کر اُس قیمت کورہن قرار دیا جائے اورٹوٹی ہوئی چیز کا مرتہن مالک ہوگیا اورراہن کواختیار ہے کہ دَین ادا کر کے وہ چیز لے لے اوراگراس کی قیمت وزن کی بہ نسبت زیادہ ہے تو دوسری جنس سے قیمت لگائی جائے گی اور مرتہن پوری قیمت کا ضامن ہے اور یہ قیمت اُس کے پاس رہن ہوگی اورمرتہن اس ٹوٹی ہوئی چیز کا مالک ہوجائے گا۔مگرراہن کو یہ اختیار ہوگا کہ پورا دَین ادا کر کے فک رہن[5] کرالے۔[6] (تبیین)

مسئلہ ۲۵: ایک شخص سے دس درہم قرض لئے اورانگوٹھی رہن رکھ دی جس میں ایک درہم چاندی ہے اورنو درہم کا

---

1 ..."الھدایة"،کتاب الرھن،باب مایجوز ارتھانه... إلخ،ج۲،ص ٤١٩ .

2 ...سونے کا سکہ۔ 3 ...گروی رکھی ہوئی چیز۔

4 ..."الھدایة"،کتاب الرھن،باب مایجوز ارتھانه... إلخ،ج۲،ص ٤٢٢ .

و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الرھن،باب مایجوزارتھانه ومالایجوز،ج۱۰،ص۱۰۸.

5 ...یعنی گروی رکھی ہوئی چیز کو چھڑانا۔

6 ..."تبیین الحقائق"،کتاب الرھن،باب مایجوزارتھانه والارتھان به،ج۷،ص ١٦٢،١٦٣.

نگینہ ہے اور مرتہن کے پاس سے انگوٹھی ضائع ہوگئی تو گویا دَین وصول ہوگیا اور اگر نگینہ ٹوٹ گیا تو اس کی وجہ سے انگوٹھی کی قیمت میں جو کچھ کمی ہوئی اتنا دَین ساقط اور اگر انگوٹھی ٹوٹ گئی اور اُس کی قیمت ایک درہم سے زیادہ ہے تو پوری قیمت کا ضمان ہے مگر یہ ضمان دوسری جنس مثلاً سونے سے لیا جائے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶ پیسے رہن رکھے تھے اور ان کا چلن بند ہوگیا یہ بمنزلہ ہلاک ہے اور اگر پیسوں کا نرخ سستا ہوگیا اس کا اعتبار نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷ طشت[3] لوٹا یا کوئی اور برتن رہن رکھا اور وہ ٹوٹ گیا اگر وہ وزن سے بکنے کی چیز نہ ہو تو جو کچھ نقصان ہوا اتنا دَین ساقط اور اگر وہ وزن سے بکے تو راہن کو اختیار ہے کہ دَین ادا کرکے اپنی چیز واپس لے یا اُس کی جو کچھ قیمت ہو اتنے میں مرتہن کے پاس چھوڑ دے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸ پرائی چیز بیچ دی اور ثمن کے مقابل میں مشتری سے کوئی چیز رہن رکھوالی مالک نے دونوں باتوں کو جائز کردیا یہ بیع جائز ہے مگر رہن جائز نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۹ کوئی چیز بیع کی اور مشتری سے یہ شرط کرلی کہ فلاں معین چیز ثمن کے مقابل میں رہن رکھے یہ جائز ہے اور اگر بائع نے یہ شرط کی کہ فلاں شخص ثمن کا کفیل ہوجائے اور وہ شخص وہاں حاضر ہے اس نے قبول کرلیا یہ بھی جائز ہے اور اگر بائع نے کفیل کو معین نہیں کیا ہے یا معین کردیا ہے مگر وہ وہاں موجود نہیں ہے اور اس کے آنے اور قبول کرنے سے پہلے بائع و مشتری جدا ہوگئے تو بیع فاسد ہوگئی اسی طرح اگر رہن کے لیے کوئی چیز معین نہیں کی ہے تو بیع فاسد ہوگئی مگر جبکہ اسی مجلس میں دونوں نے رہن کو معین کرلیا یا اسی مجلس میں مشتری نے ثمن ادا کردیا تو بیع صحیح ہوگئی مجلس بدل جانے کے بعد معین رہن یا ادائے ثمن سے بیع کا فساد دفع نہیں ہوگا۔[6] (ہدایہ، درمختار)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن،الباب العاشر في رهن الفضة بالفضة...إلخ، ج٥، ص٤٧٥.

2 ......المرجع السابق، ص٤٧٦.

3 ......تھال، بڑا برتن۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن،الباب العاشر في رهن الفضة بالفضة...إلخ، ج٥، ص٤٧٦.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن،الباب الاول في تفسيره وركنه...إلخ،الفصل الرابع فيما يجوز رهنه...إلخ، ج٥، ص٤٣٦.

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن،باب ما يجوز إرتهانه... إلخ، ج٢، ص٤٢٤.

و"الدرالمختار"، كتاب الرهن،باب ما يجوز إرتهانه ومالا يجوز، ج١٠، ص١٠٩.

مسئلہ ۳۰ بائع نے معین چیز رہن رکھنے کی شرط کی تھی اور مشتری نے یہ شرط منظور بھی کر لی تھی اس صورت میں مشتری مجبور نہیں ہے کہ اس شرط کو پورا ہی کر دے کہ محض ایجاب وقبول سے عقدِ رہن لازم نہیں ہوتا، مگر مشتری نے اگر وہ چیز رہن نہ رکھی تو بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے مگر جبکہ مشتری ثمن ادا کر دے یا جو چیز رہن رکھنے کے لئے معین ہوئی تھی اُسی قیمت کی دوسری چیز رہن رکھ دے تو اب بیع کو فسخ نہیں کرسکتا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳۱ کوئی چیز خریدی اور مشتری نے بائع کو کوئی چیز دے دی کہ اسے رکھے جب تک میں دام[2] نہ دوں تو یہ چیز رہن ہوگئی اور اگر جو چیز خریدی ہے اُسی کے متعلق کہا کہ اسے رکھے رہو جب تک دام نہ دوں تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر مشتری نے اُس پر قبضہ کرلیا تھا پھر بائع کو یہ کہہ کر دے دی کہ اسے رکھے رہو تو یہ رہن بھی صحیح ہے اور اگر مشتری نے قبضہ نہیں کیا تھا اور مبیع کے متعلق وہ الفاظ کہے تو رہن صحیح نہیں کہ وہ تو بغیر کہے بھی ثمن کے مقابل میں محبوس[3] ہے بائع بغیر ثمن لئے دینے سے انکار کرسکتا ہے۔[4] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۳۲ مشتری نے چیز خرید کر بائع کے پاس چھوڑ دی کہ اسے رکھے رہو دام دے کر لے جاؤں گا اور مشتری چیز لینے نہیں آیا اور چیز ایسی ہے کہ خراب ہو جائے گی مثلاً گوشت ہے کہ رکھا رہنے سے سڑ جائے گا یا برف ہے جو گھل جائے گی بائع کو ایسی چیز کا دوسرے کے ہاتھ بیع کر دینا جائز ہے اور جسے معلوم ہے کہ یہ چیز دوسرے کی خریدی ہوئی ہے اُس کو خریدنا بھی جائز ہے مگر بائع نے اگر زائد داموں سے بیچا تو جو کچھ پہلے ثمن سے زائد ہے اُسے صدقہ کر دے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳۳ دائن[6] نے مدیون[7] کی پگڑی لے لی کہ میرا دَین دے دوگے اُس وقت پگڑی دوں گا اگر مدیون بھی راضی ہوگیا اور چھوڑ آیا تو رہن ہے ضائع ہوگی تو رہن کے احکام جاری ہوں گے اور اگر راضی نہیں ہے مثلاً یہ کمزور ہے اُس سے چھین نہیں سکتا تھا تو رہن نہیں بلکہ غصب ہے۔[8] (درمختار)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص۱۰۹.

2 ......رقم، روپیہ۔

3 ......مقید۔

4 ......"الهداية"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه... إلخ، ج۲، ص ٤٢٤ .
و"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص ۱۰۹ .

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص ۱۰۹، ۱۱۰.

6 ......قرض خواہ۔

7 ......مقروض۔

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص ۱۱٤.

باپ یا وصی کا نابالغ کی چیز کو رہن رکھنا

مسئلہ ۱: باپ کے ذمہ دَین ہے وہ اپنے نابالغ لڑکے کی چیز دائن کے پاس رہن رکھ سکتا ہے اسی طرح وصی بھی نابالغ کی چیز کو اپنے دَین کے مقابل میں رہن رکھ سکتا ہے پھر اگر یہ چیز مرتہن [1] کے پاس ہلاک ہوگئی تو یہ دونوں بقدر دَین نابالغ کو تاوان دیں اور مقدارِ دَین سے مرہون [2] کی قیمت زائد ہو تو زیادتی کا تاوان نہیں کہ یہ امانت تھی جو ہلاک ہوگئی۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲: باپ یا وصی نے نابالغ کی چیز اپنے دائن کے پاس رکھی تھی پھر اُس دائن کو انہوں نے چیز بیچ ڈالنے کے لیے کہہ دیا اُس نے بیچ کر اپنا دَین وصول کرلیا یہ بھی جائز ہے مگر بقدرِ ثمن نابالغ کو دینا ہوگا اسی طرح اگر ان دونوں نے نابالغ کی چیز اپنے دَین کے بدلے میں خود بیع کر دی یہ بھی جائز ہے اور اس ثمن اور دَین میں مقاصہ (ادلا بدلا) ہو جائے گا پھر نابالغ کو اپنے پاس سے بقدر ثمن ادا کریں۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۳: خود نابالغ لڑکے کا باپ کے ذمہ دَین ہے اس کے مقابل میں باپ نے اُس کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی یہ بھی جائز ہے اور اس صورت میں اُس چیز پر اس کا قبضہ نابالغ کی طرف سے ہوگا اور اس کا عکس بھی جائز ہے یعنی باپ کا بیٹے پر دَین تھا اور اس کی چیز اپنے پاس رہن رکھ لی یہ دونوں صورتیں وصی کے حق میں ناجائز ہیں کہ نہ اپنی چیز اُس کے پاس رہن رکھ سکتا ہے نہ اس کی اپنے پاس۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۴: ایک شخص کے دو نابالغ لڑکے ہیں اور ایک کا دوسرے پر دَین ہے ان کا باپ مدیون کی چیز دائن کے پاس رہن رکھ سکتا ہے اور دو نابالغوں کا وصی یہ نہیں کرسکتا کہ ایک کی چیز کو دوسرے کی طرف سے رہن رکھ لے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۵: باپ اور نابالغ لڑکے دونوں پر دَین ہے اور باپ نے نابالغ کی چیز دونوں کے مقابل میں رہن رکھ دی یہ جائز ہے اور اس صورت میں اگر مرہون چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو باپ کے دَین کے مقابل میں مرہون کا جتنا حصہ تھا اتنے کا لڑکے کو تاوان دے وصی اور دادا کا بھی یہی حکم ہے۔[7] (ہدایہ)

---

1. ......جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی۔
2. ......گروی رکھی ہوئی چیز۔
3. ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن والجناية عليه...إلخ، ج١٠، ص١٣١.
4. ......"الهداية"، کتاب الرهن،باب مايجوز ارتهانه...إلخ، ج٢، ص٤٢١.
5. ......المرجع السابق.
6. ......المرجع السابق.
7. ......المرجع السابق.

مسئلہ ۶ باپ پر دَین ہے وہ بالغ لڑکے کی چیز اُس دَین کے مقابل میں رہن نہیں رکھ سکتا کہ بالغ پر اس کی ولایت نہیں اسی طرح نابالغ کے دَین میں بالغ کی چیز گروی نہیں رکھ سکتا، اور اگر بالغ و نابالغ دونوں کی مشترک چیز ہے اس کو بھی رہن نہیں رکھ سکتا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۷ باپ پر دَین ہے اس نے بالغ و نابالغ لڑکوں کی مشترک چیز کو رہن رکھ دیا یہ ناجائز ہے جب تک بالغ سے اجازت حاصل نہ کرلے اور مرہون[2] ہلاک ہوجائے تو بالغ کے حصہ کا ضامن ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۸ باپ نے نابالغ لڑکے کی چیز رہن رکھ دی تھی پھر باپ مرگیا اور وہ بالغ ہو کر یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی چیز مرتہن سے لے لوں تو جب تک دَین ادا نہ کردے چیز نہیں لے سکتا پھر اگر خود باپ پر دَین تھا جس کے مقابل میں[4] گروی رکھی تھی اور لڑکے نے اپنے مال سے دَین ادا کرکے چیز لے لی تو بقدر دَین[5] باپ کے ترکہ سے وصول کرسکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۹ ماں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے نابالغ لڑکے کی چیز رہن رکھ دے ہاں اگر وہ وصیہ ہے یا جو شخص نابالغ کے مال کا ولی ہے اس کی طرف سے اجازت حاصل ہے تو رکھ سکتی ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰ وصی نے یتیم کے کھانے اور لباس کے لیے اُدھار خریدا اور اس کے مقابل میں یتیم کی چیز رہن رکھ دی یہ جائز ہے اسی طرح اگر یتیم کے مال کو تجارت میں لگایا اور اُس کی چیز دوسرے کے پاس رکھ دی یا دوسرے کی چیز اس کے لیے رہن میں لی یہ بھی جائز ہے۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۱ وصی نے بچہ کے لئے کوئی چیز اُدھار لی تھی اور اس کی چیز رہن رکھ دی تھی پھر مرتہن کے پاس سے بچہ ہی کی ضرورت کے لئے مانگ لایا اور چیز ضائع ہوگئی تو چیز رہن سے نکل گئی اور بچہ ہی کا نقصان ہوا اس صورت میں دَین کا کوئی

---

1 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن، الباب الاول في تفسيره وركنه...إلخ، الفصل الخامس في رهن الاب والوصي، ج٥، ص٤٣٨.

2 ……گروی رکھی ہوئی چیز۔

3 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن، الباب الاول في تفسيره وركنه...إلخ، الفصل الخامس في رهن الاب والوصي، ج٥، ص٤٣٨.

4 ……بدلے میں۔ 5 ……یعنی قرض کے برابر۔

6 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن، الباب الاول في تفسيره وركنه...إلخ، الفصل الخامس في رهن الاب والوصي، ج٥، ص٤٣٨.

7 ……المرجع السابق.

8 ……"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه والارتهان... إلخ، ج٢، ص ٤٢١ .

جز اس کے مقابل میں ساقط نہیں ہوگا اور اگر اپنے کام کے لئے وصی مرتہن سے مانگ لایا ہے اور چیز ہلاک ہوگئی تو وصی کے ذمہ تاوان ہے کہ یتیم کی چیز کو اپنے لئے استعمال کرنے کا حق نہ تھا۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۲ وصی نے یتیم کی چیز رہن رکھ دی پھر مرتہن کے پاس سے غصب کر لایا اور اپنے کام میں استعمال کی اور چیز ہلاک ہوگئی اگر اس چیز کی قیمت بقدر دَین ہے تو اپنے پاس سے دَین ادا کرے اور یتیم کے مال سے وصول نہیں کرسکتا اور اگر دَین سے اس کی قیمت کم ہے تو بقدر قیمت اپنے پاس سے مرتہن کو دے اور ما بقی یتیم کے مال سے ادا کرے اور اگر قیمت دَین سے زیادہ ہے تو دَین اپنے پاس سے ادا کرے اور جو کچھ چیز کی قیمت دَین سے زائد ہے یہ زیادتی یتیم کو دے کیونکہ اس نے دونوں کے حق میں تعدی زیادتی کی اور اگر غصب کر کے یتیم کے استعمال میں لایا اور ہلاک ہوئی تو مرتہن کے مقابل میں ضامن ہے یتیم کے مقابل میں نہیں یعنی اگر چیز کی قیمت دَین سے زائد ہے تو اس زیادتی کا تاوان اس کے ذمہ نہیں ہوگا۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۳ وصی نے یتیم کی چیز اپنے نابالغ لڑکے کے پاس رہن رکھ دی یہ ناجائز ہے اور بالغ لڑکے یا اپنے باپ کے پاس رکھ دی یہ جائز ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴ وصی نے ورثہ کے خرچ اور حاجت کے لیے چیز اُدھار لی اور ان کی چیز رہن رکھ دی اگر یہ سب ورثہ بالغ ہیں تو ناجائز ہے اور سب نابالغ ہیں تو جائز ہے اور بعض بالغ بعض نابالغ ہیں تو بالغ کے حق میں ناجائز اور نابالغ کے بارے میں جائز۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵ میت پر دَین ہے وصی نے ترکہ کو ایک دائن کے پاس رہن رکھ دیا یہ ناجائز ہے۔ دوسرے دائن اس رہن کو واپس لے سکتے ہیں اور اگر صرف ایک ہی شخص کا دَین ہے تو اس کے پاس رہن رکھ سکتا ہے اور میت کا دوسرے پر دَین ہے تو وصی مدیون کی چیز اپنے پاس رہن رکھ سکتا ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶ راہن مر گیا تو اس کا وصی رہن کو بیچ کر دَین ادا کرسکتا ہے۔ اور راہن کا وصی کوئی نہیں ہے تو قاضی کسی کو اس کا وصی مقرر کرے اور اُسے حکم دے گا کہ چیز بیچ کر دَین ادا کرے۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه والارتهان... إلخ، ج٢، ص ٤٢١، ٤٢٢.

2 ......المرجع السابق، ص ٤٢٢.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب الاول فى تفسيره وركنه...إلخ، الفصل الخامس فى رهن الاب والوصى، ج٥، ص٤٣٩.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

رہن یا راہن یا مرتہن کئی ہوں اس کا بیان

مسئلہ ۱ ہزار روپے قرض لئے اور دو چیزیں رہن رکھیں تو دونوں چیزیں پورے دَین کے مقابل میں[1] رہن ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کے حصہ کا دَین ادا کر کے فک رہن کرالے[2] جب تک پورا دَین ادا نہ کرلے ایک کو بھی نہیں چھوڑا سکتا۔ ہاں اگر رہن رکھتے وقت ہر ایک کے مقابل میں دَین کا حصہ نامزد کر دیا ہو مثلاً یہ کہہ دیا ہو کہ چھ سو۶۰۰ کے مقابل میں یہ ہے اور چار سو۴۰۰ کے مقابل میں یہ ہے اور ادا کرتے وقت کہہ دیا کہ اس کے مقابل کا دَین ادا کرتا ہوں تو اس کا فک رہن ہوسکتا ہے کہ یہ ایک رہن نہیں بلکہ دو عقد ہیں۔[3] (زیلعی، درمختار) اور اگر دو چیزیں رہن رکھیں اور یہ کہہ دیا کہ اتنے دَین کے مقابل میں ایک اور اتنے کے مقابل میں دوسری مگر یہ معین نہیں کیا کہ کس کے مقابل میں کون ہے تو رہن صحیح نہیں۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲ دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھی اس کی کئی صورتیں ہیں۔ اگر یہ کہہ دیا کہ آدھی اس کے پاس رہن ہے اور آدھی اُس کے پاس یہ ناجائز کہ مشاع کا رہن ناجائز ہے اور اگر اس قسم کی تفصیل نہیں کی ہے اور ایک نے قبول کیا دوسرے نے نامنظور کیا جب بھی صحیح نہیں اور دونوں نے قبول کرلیا تو وہ چیز پوری پوری دونوں کے پاس رہن ہے اس کی ضرورت نہیں کہ دونوں نے اس شخص کو مشترک طور پر دَین دیا ہو دونوں میں شرکت ہو یا نہ ہو بہرحال وہ چیز دونوں کے پاس رہن ہے راہن اپنی چیز اسی وقت لے سکتا ہے کہ دونوں کا پورا پورا دَین ادا کر دے اور ایک کا پورا دَین ادا کر دیا تو پوری چیز اُسی کے پاس رہن ہے جس کا دَین باقی ہے۔[5] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۳ دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھی اور وہ چیز قابلِ تقسیم ہے دونوں تقسیم کر کے آدھی آدھی اپنے قبضہ میں کرلیں اور اس صورت میں اگر پوری چیز ایک ہی کے قبضہ میں دے دی تو جس نے دی وہ ضامن ہے۔ اور اگر

---

1 ......بدلے میں۔

2 ......یعنی گروی چیز چھڑالے۔

3 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه...إلخ، ج٧، ص١٦٨.
و"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه وما لايجوز، ج١٠، ص١١١.

4 ......"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه وما لايجوز، ج١٠، ص١١١.

5 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه...إلخ، فصل، ج٢، ص٤٢٥.
و"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه وما لايجوز، ج١٠ ص١١٠.

چیز نا قابلِ تقسیم ہے تو دونوں باریاں مقرر کرلیں اپنی اپنی باری میں ہر ایک پوری چیز اپنے قبضہ میں رکھے اس صورت میں وہ چیز جس کے پاس اُس کی باری میں ہے تو دوسرے کی طرف سے اُس کا حکم یہ ہے کہ جیسے کسی معتبر آدمی کے پاس شے مرہون ہوتی ہے۔(جس کا بیان آئے گا)۔[1] (زیلعی)

مسئلہ ۴ دو شخصوں کے پاس چیز رہن رکھی اور وہ ہلاک ہوگئی تو ہر ایک اپنے حصہ کے مطابق ضامن ہے مثلاً ایک شخص کے دس۱۰ روپے تھے دوسرے کے پانچ تھے اور دونوں کے پاس ایک چیز تیس۳۰ روپے کی رہن رکھ دی اُس چیز کے دو حصے ضائع ہوگئے ایک حصہ باقی ہے تو یہ حصہ جو باقی رہ گیا ہے دونوں پر تقسیم ہوگا۔ یعنی دوتہائیاں[2] دس۱۰ والے کی اور ایک تہائی[3] پانچ والے کی یعنی دس۱۰ والے کی دوتہائیاں ساقط ہوگئیں ایک تہائی باقی ہے یعنی تین روپے پانچ آنے[4] چار پائی[5] اور پانچ والے کی دوتہائیاں ساقط ہوئیں ایک تہائی باقی ہے یعنی ایک روپیہ دس آنے آٹھ پائی۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵ دو شخصوں پر ایک شخص کا دَین ہے دونوں نے ایک چیز دائن کے پاس رہن رکھی یہ رہن صحیح ہے اور پورے دَین کے مقابل میں چیز گروی ہے دونوں نے ایک ساتھ اس سے دَین لیا ہو یا الگ الگ دونوں صورتوں کا ایک حکم ہے۔ پھر اگر ایک نے اپنا دَین ادا کردیا تو چیز کو واپس نہیں لے سکتا جب تک دوسرا بھی اپنے ذمہ کا دَین ادا نہ کردے۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ ۶ مدیون[8] نے دائن[9] کو دو کپڑے دیے اور یہ کہا کہ ان میں سے جس کو چاہو رہن رکھ لو اُس نے دونوں رکھ لئے کوئی بھی رہن نہ ہوا جب تک ایک کو معین نہ کرلے اور وہ ضامن نہیں ہوگا اور ضائع ہونے سے دَین ساقط نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر بیس روپے باقی تھے دائن نے مانگے مدیون نے اس کے پاس سو روپے ڈال دیے کہ تم ان میں سے اپنے بیس لے لو اور ابھی اس نے لئے نہیں کہ یہ سب روپے ضائع ہوگئے تو مدیون کے گئے، دائن کا دَین بحالہ باقی ہے۔[10] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... "تبيين الحقائق"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه...إلخ، ج٧ ص ١٧٠.

2 ...... یعنی تین حصوں میں سے دو حصے۔ 3 ...... تیسرا حصہ۔

4 ...... چھ۶ پیسوں کا ایک آنا ہوتا ہے۔ 5 ...... یعنی چار۴ پیسے۔

6 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه وما لا يجوز، ج١٠، ص ١١٠.

7 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه...إلخ، ج٢، ص ٤٢٥.

8 ...... مقروض۔ 9 ...... قرض خواہ۔

10 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه وما لا يجوز، ج١٠، ص ١١٥.

متفرقات

مسئلہ ۱ شے مرہون کوکسی نے غصب کرلیا تو اس کا وہی حکم ہے جو ہلاک ہونے، ضائع ہونے کا ہے کہ قیمت اور دَین میں جو کم ہے اُس کا ضامن ہے یعنی اگر دَین اُس کی قیمت کے برابر یا کم ہے تو دَین ساقط ہوگیا اور قیمت کم ہے تو بقدر قیمت ساقط باقی دَین مدیون سے وصول کرے۔ اور اگر خود مرتہن ہی نے غصب کیا یعنی بلا اجازتِ راہن چیز کو استعمال کیا اور ہلاک ہوئی تو پوری قیمت کا ضامن ہے اگرچہ قیمت دَین سے زیادہ ہو۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲ مرتہن راہن کی اجازت سے چیز کو استعمال کررہا تھا اس حالت میں کوئی چھین لے گیا تو یہ غصب ہلاک کے حکم میں نہیں یعنی اس صورت میں دَین بالکل ساقط نہیں ہوگا بلکہ اس حالت میں ہلاک ہوجائے جب بھی دَین بدستور باقی رہے گا کہ اب وہ رہن نہ رہا بلکہ عاریت و امانت ہے ہاں استعمال سے فارغ ہونے پر پھر رہن ہوجائے گا اور رہن کے احکام جاری ہوں گے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳ راہن نے مرتہن سے کہا کہ چیز دلال کو دے دو اس نے دیدی اور ضائع ہوگئی تو مرتہن اس کا ضامن نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۴ رہن میں کوئی میعاد نہیں ہوسکتی مثلاً اتنے دنوں کے لیے رہن رکھتا ہوں میعاد مقرر کرنے سے عقدرہن فاسد ہوجائے گا اور اس صورت میں چیز ہلاک ہوجائے تو ضامن ہے اور وہی احکام ہیں جو رہن صحیح کے ہیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۵ راہن نے مرتہن سے کہا چیز کو بیچ ڈالو اور راہن مرگیا مرتہن اس کو بیع کرسکتا ہے ورثہ کو منع کرنے کا حق نہیں اور ورثہ اس بیع کو توڑ بھی نہیں سکتے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۶ راہن غائب ہوگیا پتہ نہیں کہ کہاں ہے مرتہن اس معاملہ کو قاضی کے پاس پیش کرے قاضی اس کو بیچ کر دَین ادا کرسکتا ہے اور راہن موجود ہے اور دَین ادا نہیں کرتا اُس کو مجبور کیا جائے گا کہ مرہون کو بیچ کر دَین ادا کرے اور نہ مانے تو قاضی یا امین قاضی بیچ کر دَین ادا کردے اور دَین کا کچھ جز باقی رہ جائے تو راہن ہی اُس کا ذمہ دار ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الرھن، باب مایجوزإرتھانہ وما لایجوز، ج۱۰، ص۱۱۵.

2 ...... المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، باب مایجوزإرتھانہ ما لایجوز، ج۱۰، ص۱۱۵.

4 ......المرجع السابق، ص۱۱۶.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الرھن، باب مایجوزإرتھانہ وما لایجوز، ج۱۰، ص۱۱۶.

مسئلہ ۷ درخت کو رہن رکھا اس میں پھل آئے مرتہن پھلوں کو بیع نہیں کرسکتا [1] اگر چہ یہ اندیشہ ہو کہ خراب ہوجائیں گے البتہ اس معاملہ کو قاضی کے پاس پیش کرسکتا ہے اور اگر وہاں قاضی ہی نہ ہو یا اتنا موقع نہیں کہ قاضی کے پاس معاملہ پیش کیا جائے یعنی وہ چیز جلد خراب ہوجائے گی تو خود مرتہن بھی بیع کرسکتا ہے۔[2] (درمختار)

کسی معتبر شخص کے پاس شے مرہون کو رکھنا

مسئلہ ۱ عقدِ رہن میں راہن و مرتہن دونوں نے یہ شرط کی کہ مرہون چیز فلاں شخص کے پاس رکھ دی جائے گی یہ صحیح ہے اور اُس کے قبضہ کر لینے سے رہن مکمل ہوگیا یہ شخص مرتہن کے قائم مقام تصور کیا جائے گا اس کے پاس سے چیز ضائع ہوگئی تو وہی احکام ہیں جو مرتہن کے پاس ہلاک ہونے میں ہوتے ہیں ایسے معتبر شخص کو عدل کہتے ہیں کیونکہ راہن و مرتہن نے اُسے عادل و معتبر سمجھ رکھا ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲ رہن میں یہ شرط تھی کہ مرتہن کا قبضہ ہوگا پھر دونوں نے باتفاق رائے عادل کے پاس رکھ دیا یہ صورت بھی جائز ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳ دَین میعادی تھا اور معتبر شخص کو یہ کہہ دیا تھا کہ جب میعاد پوری ہوجائے رہن کو بیع کرڈالے اور میعاد پوری ہوگئی مگر ابھی تک چیز پر اس کا قبضہ ہی نہیں تو رہن باطل ہوگیا مگر بیع کی وکالت اس کے لیے بدستور باقی ہے اب بھی بیع کرسکتا ہے۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴ جب ایسے شخص کے پاس چیز رکھ دی گئی تو چیز کو نہ راہن لے سکتا ہے نہ مرتہن اور اگر اُس نے اُن میں سے کسی کو دیدی تو اُس سے واپس لے کر اپنے پاس رکھے اور اگر اُس کے پاس تلف[6] ہوگئی تو وہ خود ضامن ہوگیا یعنی چیز کی قیمت اُس سے تاوان میں لی جائے گی یعنی راہن و مرتہن دونوں مل کر اُس سے تاوان وصول کریں اور اُس کو اُسی کے پاس یا کسی دوسرے کے پاس بطور رہن رکھ دیں یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص بطور خود قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رکھ لے۔[7] (ہدایہ)

---

1 ...... یعنی فروخت نہیں کرسکتا۔

2 ......"الدرالمختار"،باب مایجوزإرتهانه وما لایجوز،کتاب الرهن ،باب مایجوزإرتهانه وما لایجوز،ج١٠،ص١١٦.

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الرهن،باب الرهن یوضع علی یدعدل...إلخ،ج١٠،ص١١٧.

4 ......"الفتاوی الهندية"،کتاب الرهن،الباب الثانی فی الرهن بشرط ان یوضع علی یدی عدل،ج٥،ص٤٤٠.

5 ......"ردالمحتار"،کتاب الرهن،باب الرهن،یوضع علی یدعدل...إلخ،ج١٠،ص١١٧.

6 ...... ضائع۔

7 ......"الهداية"،کتاب الرهن،باب الرهن یوضع علی یدالعدل،ج٢،ص٤٢٦.

اور اگر عقدِ رہن میں اس کے پاس رکھنے کی شرط نہ تھی اور رکھ دیا گیا اس صورت میں راہن یا مرتہن اُس سے لے اور وہ ضامن نہیں ہوگا۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵ عادل سے قیمت کا تاوان لے کر پھر اسی کے پاس یا دوسرے کے پاس رہن رکھا گیا اور فرض کرو کہ اس نے مرہون راہن کو دیا تھا اور اس کے پاس ہلاک ہوا اس صورت میں راہن جب دَین ادا کردے گا تو وہ تاوان عادل کو واپس مل جائے گا کہ مرتہن کو دَین وصول ہوگیا لہٰذا یہ تاوان لینے کا مستحق نہیں اور راہن کو خود اس کی مرہون شے وصول ہو چکی تھی پھر اس تاوان کو کیونکر لے سکتا ہے۔ اور اگر عادل سے مرتہن نے لیا تھا تو دَین ادا کرنے کے بعد یہ تاوان کی رقم راہن کو ملے گی کیونکہ راہن کی چیز کا یہ بدلہ ہے چیز نہیں ملی اور ہلاک ہوگئی تو تاوان جو اُس کے قائم مقام ہے اُسے ملے گا۔ رہی یہ بات کہ عادل نے مرتہن کو دیا تھا اور اس کے پاس ہلاک ہوا تو مرتہن سے اس ضمان کو رجوع کرسکتا ہے یا نہیں اس میں تفصیل ہے اگر مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہے تو رجوع نہیں کرسکتا جبکہ مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا ہو اس نے خود ہلاک نہ کیا ہو اور اگر مرتہن نے خود ہلاک کردیا ہو تو رجوع کرسکتا ہے اور اگر مرتہن کو بطور رہن دیا ہو یہ کہہ دیا ہو کہ تمہارا جو حق ہے اس میں لے جاؤ تو اس صورت میں بہر حال مرتہن سے ضمان واپس لے گا۔[2] (ہدایہ، عنایہ)

مسئلہ ۶ راہن نے مرتہن کو یا عادل کو یا کسی اور شخص کو بیع کا وکیل کردیا تھا کہہ دیا تھا کہ جب دَین کی میعاد پوری ہوجائے تو اس کو بیچ ڈالنا یا مطلقاً وکیل کردیا ہے۔ میعاد پوری ہونے کی قید نہیں لگائی ہے یہ توکیل صحیح ہے اس وکیل کا بیچنا جائز ہے۔ بشرطیکہ جس وقت اسے وکیل کیا ہے اس وقت اس میں بیع کی اہلیت ہو اور اگر اہلیت نہ ہو تو یہ توکیل صحیح نہیں مثلاً ایک چھوٹے بچہ کو بیع مرہون کا[3] وکیل کیا وہ بچہ اب بالغ ہوگیا اور بیچنا چاہتا ہے بیع نہیں کرسکتا کہ وہ وکیل ہی نہیں ہوا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۷ عقدِ رہن میں بیع مرہون کی وکالت شرط تھی کہ مرتہن یا فلاں شخص اس چیز کو بیع کردے گا اس وکیل کو راہن اگر معزول کرنا چاہے نہیں کرسکتا یعنی معزول کرے تو بھی معزول نہیں ہوگا اور یہ وکالت ایسی ہے کہ نہ راہن کے مرنے سے ختم

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يدعدل...إلخ، ج١٠، ص١١٧.

2 ......"الهداية"، کتاب الرهن يوضع على يدالعدل، ج٢، ص٤٢٦.

و"العناية" على "فتح القدير"، کتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يدالعدل، ج٩، ص١٠٦.

3 ......گروی رکھی ہوئی چیز کے بیچنے کا۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه وما لايجوز، ج١٠، ص١١٨.

ہو نہ مرتہن کے مرنے سے اور اس وکیل کے لیے یہ ضروری نہیں کہ راہن یا مرتہن کی موجودگی ہی میں بیع کرے نہ یہ ضروری کہ وہ مرگئے ہوں تو ان کے ورثہ کی موجودگی میں بیع کرے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۸ وکیل کے مرجانے سے وکالت باطل ہوجائے گی اُس کا وارث یا وصی اس کا قائم مقام نہیں ہوگا کہ وکالت اسی کے دَم[2] کے ساتھ وابستہ تھی یہ وکیل دوسرے شخص کو بیع کرنے کا وصی نہیں بنا سکتا مگر جبکہ وکالت میں اس کی شرط ہو تو وصی بنا سکتا ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۹ وکالت مطلق تھی تو نقد اور اُدھار دونوں طرح بیچنے کا اُسے اختیار حاصل ہے اس کے بعد اگر اُدھار بیچنے سے منع کردے تو اس کا کچھ اثر نہیں یعنی ممانعت کے بعد بھی اُدھار بیچ سکتا ہے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۰ راہن غائب ہے اور میعاد پوری ہوگئی وکیل بیچنے سے انکار کرتا ہے تو اُس کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا بلکہ عقدِ رہن میں بیع کی شرط نہ تھی بعد میں راہن نے کسی کو بیع کا وکیل کردیا یہ بھی بیع سے انکار نہیں کرسکتا اسے بھی بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۱ رہن میں وکالت بیع[6] شرط تھی اور فرض کرو مرہون کے[7] بچہ پیدا ہو تو بچہ کو بھی یہ وکیل بیع کرسکتا ہے دوسرے وکیلوں کو اس قسم کا اختیار نہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۱۲ جس جنس کا دَین تھا اس کے خلاف دوسری جنس سے اس وکیل نے بیع کی اور دَین روپیہ تھا اور اس نے اشرفی کے بدلے میں بیع کی تو اس زرِ ثمن کو جنسِ دَین[9] سے بیع صَرف کرسکتا ہے یعنی اشرفیاں روپے سے بھنا سکتا ہے۔[10] دوسرے وکیل کو یہ اختیار حاصل نہیں۔[11] (درمختار)

---

1 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يدالعدل، ج۲، ص٤٢٧.

2 ...... حیات، زندگی۔

3 ...... "الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه و ما لايجوز، ج۱۰، ص۱۲۰.

4 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يدالعدل، ج۲، ص٤٢٧.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... یعنی فروخت کرنے کی وکالت۔

7 ...... یعنی گروی جانور کا۔

8 ...... "الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه ومالا يجوز، ج۱۰، ص۱۲۰.

9 ...... قرض کی قسم۔

10 ...... یعنی چینج کرواسکتا ہے۔

11 ...... "الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه ومالا يجوز، ج۱۰، ص۱۲۰.

مسئلہ ۱۳ راہن[1] نے بیع کا کسی کو وکیل کر دیا ہے تو نہ راہن بیع کرسکتا ہے نہ مرتہن[2] ہاں دوسرے کی رضا مندی حاصل کر کے یہ دونوں بیع کر سکتے ہیں یعنی راہن مرتہن سے رضا مندی حاصل کرے یا مرتہن راہن سے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۴ اُس عادل نے مرہون[4] کو بیع کر دیا تو مرہون چیز رہن سے خارج ہوگئی اور یہ ثمن اس کے قائم مقام ہوگیا اگرچہ ابھی ثمن پر قبضہ نہ ہوا ہو، لہٰذا اگر ثمن ہلاک ہوگیا مثلاً مشتری سے وصول ہی نہ ہوا یا عادل کے پاس سے ضائع ہوگیا تو مرتہن کا ہلاک ہوا یعنی دَین ساقط ہوگیا اور اس صورت میں مرہون کی واجبی قیمت[5] کا لحاظ نہیں ہوگا بلکہ خود زرِ ثمن کو دیکھا جائے گا یعنی جتنا ثمن ہے اتنا دَین ساقط اگرچہ واجبی قیمت کم ہو یا زائد۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۵ عادل نے مرہون کو بیچ کر زرِ ثمن مرتہن کو دے دیا اور اس مرہون شے میں استحقاق ہوا یعنی کسی اور شخص نے ثابت کر دیا کہ یہ چیز میری ہے اگر مبیع[7] مشتری[8] کے پاس موجود ہے تو مستحق اس مبیع کو مشتری سے لے لے گا اور مشتری اپنا زرِ ثمن اس عادل سے وصول کرے گا اور عادل اس راہن سے وصول کرے گا اور اس صورت میں مرتہن کا زرِ ثمن پر قبضہ صحیح ہوگیا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عادل مرتہن سے ثمن واپس لے اور مرتہن راہن سے اپنا دَین وصول کرے اور اگر وہ چیز مشتری کے پاس ہلاک ہوچکی ہے تو مستحق راہن سے مرہون کی قیمت کا تاوان لے کیونکہ راہن غاصب ہے اور اس صورت میں بیع بھی صحیح ہوگئی اور مرتہن کا زرِ ثمن پر قبضہ بھی صحیح ہوگیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مستحق اُس عادل سے تاوان لے پھر عادل مرتہن سے اور اب بھی بیع اور ثمن پر قبضہ صحیح ہوگیا یا مستحق عادل سے تاوان لے اور عادل مرتہن سے زرِ ثمن واپس لے پھر مرتہن راہن سے اپنا دَین وصول کرے۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۱۶ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد اس میں استحقاق ہوا۔ اور مستحق نے راہن سے ضمان لیا تو دَین ساقط ہوگیا۔ اور اگر مرتہن سے قیمت کا ضمان لیا تو جو کچھ تاوان دیا ہے راہن سے واپس لے گا اور اپنا دَین بھی وصول کرے گا۔[10] (درمختار)

---

1 ......گروی رکھنے والا۔ 2 ......جس کے پاس چیز گروی رکھی ہے۔

3 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يدالعدل، ج۲، ص۴۲۷.

4 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔ 5 ......رائج قیمت۔

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه ومالا يجوز، ج۱۰، ص۱۲۱.

7 ......بیچی گئی چیز۔ 8 ......خریدار۔

9 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه ومالا يجوز، ج۱۰، ص۱۲۱، ۱۲۲.

10 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه ومالايجوز، ج۱۰، ص۱۲۳، ۱۲۴.

مسئلہ ۱۷ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی بائع[1] کہتا ہے کہ جب تک ثمن نہ دو گے مبیع پر[2] قبضہ نہیں دوں گا اور مشتری[3] یہ کہتا ہے کہ جب تک مبیع نہ دو گے ثمن نہیں دوں گا دونوں میں اس طرح مصالحت ہوئی کہ مشتری کسی تیسرے کے پاس ثمن جمع کردے اور مبیع پر قبضہ کرلے اُس نے ثمن جمع کردیا مگر تیسرے کے پاس سے ضائع ہوگیا تو مشتری کا ضائع ہوا اور اگر یہ طے پایا کہ تیسرے کے پاس ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دے اُس وقت مبیع پر قبضہ دوں گا اس نے رہن رکھ دی اور ضائع ہوگئی تو بائع کی چیز ہلاک ہوئی یعنی ثمن ساقط ہوگیا۔[4] (عالمگیری)

مرہون میں تصرف کا بیان

مسئلہ ۱ راہن نے مرہون کو بغیر اجازت مرتہن بیع کردیا تو یہ بیع موقوف ہے اگر مرتہن نے اجازت دیدی یا راہن نے مرتہن کا دَین ادا کردیا تو بیع جائز و نافذ ہوگئی اور پہلی صورت میں کہ مرتہن نے اجازت دیدی وہ ثمن رہن ہوجائے گا ثمن مشتری سے وصول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو دونوں کا ایک حکم ہے اور اگر مرتہن نے اجازت نہیں دی تو اب بھی وہ بیع نہ باطل ہوئی نہ مرتہن کے فسخ کرنے سے فسخ ہوگی لہٰذا مشتری کو اختیار ہے کہ فکِ رہن کا[5] انتظار کرے جب رہن چھوٹ جائے اپنی چیز لے لے اور اگر انتظار نہ کرنا چاہے تو قاضی کے پاس معاملہ پیش کردے وہ بیع کو فسخ کردے گا۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۲ مرتہن اگر شے مرہون کو بیع کرے تو یہ بیع بھی اجازت راہن پر موقوف ہے وہ چاہے تو جائز کردے ورنہ جائز نہیں اور راہن اس بیع کو باطل کرسکتا ہے۔ مرتہن نے بیع کردی اور چیز مشتری کے پاس راہن کی اجازت سے پہلے ہی ہلاک ہوگئی تو راہن اب اجازت بھی نہیں دے سکتا اور راہن کو اختیار ہے دونوں میں سے جس سے چاہے اپنی چیز کا ضمان لے۔[7] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳ مرتہن نے راہن سے کہا کہ رہن کو فلاں کے ہاتھ بیع کردو اُس نے دوسرے کے ہاتھ بیچا یہ جائز نہیں اور مستاجر نے موجر سے کہا کہ فلاں کے ہاتھ یہ مکان بیچ دو اس نے دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا یہ بیع جائز ہے۔[8] (ردالمحتار)

---

1 ...... بیچنے والا۔ 2 ...... بیچی گئی چیز پر۔ 3 ...... خریدار۔

4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن، الباب الثالث في هلاك المرهون...إلخ، ج٥، ص٤٥٤.

5 ...... رہن کے چھوٹنے کا۔

6 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج٢، ص٤٢٩، ٤٣٠.

7 ...... "ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج١٠، ص١٢٤، ١٢٥.

8 ...... المرجع السابق، ص١٢٥.

مسئلہ ۴: راہن نے ایک شخص کے ہاتھ بیع کی اور مرتہن کی اجازت سے قبل دوسرے کے ہاتھ بیع کر دی یہ دوسری بیع بھی اجازت مرتہن پر موقوف ہے مرتہن جس ایک کو جائز کر دے گا وہ جائز ہو جائے گی دوسری باطل ہو جائے گی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۵: راہن نے مرہون کو بیع کیا پھر اس کو اجارہ پر دیا، یا کسی اور کے پاس رہن رکھ دیا، یا کسی اور کو ہبہ کر دیا اور ان دونوں صورتوں میں مرتہن ثانی یا موہوب لہ کو قبضہ بھی دیدیا اس کے بعد مرتہن اول نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز کر دیا تو وہ پہلی بیع جو موقوف تھی جائز ہو گئی اور یہ تصرفات ناجائز ہو گئے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۶: راہن نے مرہون کو ایک شخص کے ہاتھ بیع کر دیا اس کے بعد پھر مرتہن کے ہاتھ بیچا تو یہ دوسری بیع جائز ہو گئی پہلی باطل ہو گئی۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۷: مرہون کو راہن نے ہلاک کر دیا اور دَین غیر میعادی ہے یا میعادی تھا مگر میعاد پوری ہو چکی ہے تو مرتہن راہن سے اپنا دَین وصول کر لے اور اگر میعاد ابھی پوری نہیں ہوئی ہے تو راہن سے اُس کی قیمت کا تاوان لے اور یہ قیمت بجائے مرہون رہن میں رہے جب میعاد پوری ہو جائے تو بقدر دَین اپنے حق میں وصول کر لے کچھ بچے تو واپس کر دے اور کم ہو تو بقیہ راہن سے وصول کرے۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ قیمت اسی جنس کی ہو جس جنس کا دَین ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۸: کسی اجنبی نے مرہون کو تلف[5] کر دیا تو اُس ہلاک کرنے والے سے تاوان لینا مرتہن کا کام ہے ہلاک کرنے کے وقت جو اس کی قیمت تھی وہ قیمت تاوان میں لے اور اس میں وہی تفصیل ہے کہ میعاد پوری ہو گئی تو دَین میں وصول کرے اور میعاد باقی ہے تو یہ قیمت رہن میں رہے یہاں ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس روز چیز رہن رکھی گئی تھی اُس روز قیمت زیادہ تھی اور جس دن ہلاک ہوئی اُس کی قیمت کم ہو گئی تو اجنبی سے اگرچہ آج کی قیمت لے گا مگر مرتہن کے حق میں اُسی پہلی قیمت کا اعتبار ہو گا مثلاً فرض کرو ایک ہزار روپیہ دَین تھا اور چیز رہن رکھی گئی اُس کی قیمت بھی ایک ہزار تھی مگر جس روز اجنبی نے ہلاک کی اس کی قیمت پانسو ہے تو اجنبی سے پانسو تاوان لے گا اور پانسو روپے دَین کے ساقط ہو گئے جس طرح آفت سماویہ[6] سے ہلاک ہونے میں دَین ساقط ہوتا ہے۔[7] (ہدایہ)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج٢، ص٤٣٠.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج١٠، ص١٢٥، ١٢٦.

3 ......المرجع السابق، ص١٢٦.

4 ......المرجع السابق، ص١٢٧.

5 ......ضائع۔

6 ......یعنی قدرتی آفت۔

7 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، ج١٠، ص٤٣٢.

مسئلہ ۹ خود مرتہن نے مرہون کو ہلاک کر دیا تو اس پر بھی تاوان واجب ہے پھر اگر دَین کی میعاد پوری ہوچکی ہے اور یہ قیمت جنس دَین سے ہے تو دَین وصول کر لے اور کچھ بچے تو راہن کو واپس دے اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو یہ قیمت بجائے مرہون رہن میں رہے گی۔ اُس چیز کی قیمت نرخ سستا ہونے کی وجہ سے کم ہوگئی ہے تو جتنی کمی ہوئی اتنا دَین ساقط ہوگیا کہ مرتہن کے حق میں اسی قیمت کا اعتبار ہوگا جو رہن رکھنے کے دن تھی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۰ مرتہن نے راہن کو مرہون شے بطور عاریت دے دی مرتہن کے ضمان سے نکل گئی یعنی اگر راہن کے یہاں ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اس کا کچھ اثر نہیں اور دیتے وقت مرتہن نے راہن سے کفیل[2] لیا تھا کہ اسے واپس کر دے گا تو کفیل سے بھی مرتہن کوئی مطالبہ نہیں کرسکتا کہ اُس چیز میں رہن کا حکم باقی ہی نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۱ مرتہن نے راہن کو بطور عاریت مرہون دے دیا تھا اُس نے پھر واپس کر دیا تو پھر وہ چیز مرتہن کے ضمان میں آ گئی اور رہن کا حکم حسب سابق اس میں جاری ہوگا۔ مرتہن کو راہن سے واپس لینے کا حق باقی رہتا ہے کیونکہ عاریت دینے سے رہن باطل نہیں ہوتا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۲ عاریت کی صورت میں مرتہن کے واپس لینے سے قبل اگر راہن مرگیا تو دوسرے قرض خواہوں سے مرتہن زیادہ حقدار ہے یعنی دوسرے اس مرہون سے اپنے دَین وصول نہیں کر سکتے جب تک مرتہن اپنا دَین وصول نہ کر لے اس کے وصول کرنے کے بعد اگر کچھ بچے تو وہ لوگ لے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۳ راہن و مرتہن میں سے ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون شے کسی اجنبی کو بطور عاریت دے دی یا اجنبی کے پاس ودیعت رکھ دی تو مرہون ضمان سے نکل گیا اور دونوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ اُسے پھر ضمان میں لائے یعنی اُسے رہن بنا دے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۴ مرتہن نے راہن سے مرہون کو استعمال کرنے کے لیے عاریت لیا یہ عاریت صحیح ہے مگر استعمال سے پہلے یا استعمال کے بعد مرہون ہلاک ہوا تو مرتہن ضامن ہے یعنی وہی حکم ہے جو مرتہن کے پاس مرہون کے ہلاک ہونے میں ہوتا ہے

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج١٠، ص٤٣٢.

2 ......ضامن۔

3 ......"الدرالمختار"، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج١٠، ص١٢٧، ١٢٨.

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٢، ص٤٣٢.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج١٠، ص١٢٩.

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج٢، ص٤٣٣.

اور اگر حالت استعمال میں ہوا تو مرتہن کے ذمہ کچھ ضمان نہیں۔ اسی طرح اگر مرتہن کو راہن نے استعمال کی اجازت دے دی ہے تو حالت استعمال میں ہلاک ہونے میں ضمان نہیں ہے اور قبل یا بعد میں ہلاک ہوا تو ضمان ہے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۵ قرآن مجید یا کتاب رہن رکھی ہے تو مرتہن کو اُس میں پڑھنا ناجائز ہے ہاں اگر راہن سے اجازت لے کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہے مگر جتنی دیر تک پڑھے گا اتنی دیر تک عاریت ہے فارغ ہونے کے بعد رہن ہے یعنی پڑھتے وقت ہلاک ہوجائے تو دَین ساقط نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ہلاک ہو تو ساقط ہوجائے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶ راہن و مرتہن میں سے ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون کو بیع کر دیا[3] یا اجارہ پر دے دیا یا ہبہ کر دیا یا رہن رکھ دیا ان سب صورتوں میں مرہون رہن سے خارج ہوگیا اب وہ رہن میں واپس نہیں لیا جا سکتا جب تک پھر نیا عقدِ رہن نہ ہو اور ان صورتوں میں اگر راہن نے مرتہن کے پاس پھر سے رہن نہ رکھا اور مرگیا تو تنہا مرتہن اس کا مستحق نہیں بلکہ جیسے دوسرے قرضخواہ ہیں ایک یہ بھی ہے اپنا حصۂ رسد[4] یہ بھی لے سکتا ہے۔[5] (ہدایہ) بیع و اجارہ و ہبہ خود مرتہن کے ہاتھ ہو یا اجنبی کے ہاتھ ہو، دونوں کا ایک حکم ہے اور خود راہن کے ہاتھ مرہون کو بیع کیا تو اس سے رہن باطل نہ ہوا۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۱۷ مرتہن کی اجازت سے اجنبی کو کرایہ پر دے دیا تو اُجرت راہن کی ہے اور بغیر اجازت دیا تو اُجرت مرتہن کی ہے مگر اس کو صدقہ کرنا ہوگا اور اس صورت میں رہن واپس لے سکتا ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸ مرتہن نے بغیر اجازت راہن رہن کو اجارہ پر سال بھر کے لئے دیا اور سال پورا ہونے کے بعد راہن نے اجازت دی یہ اجازت صحیح نہیں لہٰذا مرتہن رہن کو واپس لے سکتا ہے اور چھ ماہ گزرنے کے بعد اجازت دی تو اجازت صحیح ہے۔ پہلی صورت میں پوری اُجرت مرتہن کی ہے جس کو صدقہ کرے اور دوسری صورت میں نصف اُجرت راہن کی ہے اور نصف مرتہن کی، مرتہن کو جو ملی صدقہ کر دے اور اس دوسری صورت میں چیز کو مرتہن رہن میں واپس نہیں لے سکتا۔[8] (عالمگیری)

اس زمانہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھیت یا مکان رہن رکھ لیتے ہیں پھر مرتہن مکان کو کرایہ پر اُٹھا دیتا ہے اور کھیت کو لگان اور پٹے

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٢، ص٤٣٣.

2 ......" الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب الثامن في تصرف الراهن... إلخ، ج٥، ص٤٦٦.

3 ......بیچ دیا۔

4 ......یعنی جتنا اس کے حصے میں آتا ہے۔

5 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٢، ص٤٣٣.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج١٠، ص١٢٩.

7 ......" الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب الثامن في تصرف الراهن... إلخ، ج٥، ص٤٦٤.

8 ......المرجع السابق، ص٤٦٥.

پر دے دیا کرتا ہے اور اس کرایہ یا لگان کو خود کھاتا ہے اس کا سود ہونا تو ظاہر ہے کہ قرض کے ذریعہ سے نفع اُٹھانا ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بتانا بھی ہے کہ اگر راہن سے اجازت حاصل نہیں کی ہے تو اُس کی مِلک میں ایک ناجائز تصرف ہے اور یہ بھی گناہ ہے اور اگر اجازت لے لی ہے تو رہن ہی ختم ہو گیا اس کے بعد مرتہن کا اُس چیز پر قبضہ ناجائز قبضہ اور غاصبانہ قبضہ ہے یہ بھی حرام ہے۔ مرتہن پر لازم ہے کہ ایسے گناہ کے کاموں سے پرہیز کرے یہ نہ دیکھے کہ انگریزی قانون ہمیں اس قسم کی اجازت دے رہا ہے بلکہ مسلمان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ شریعت کا قانون ہمیں اجازت دیتا ہے یا نہیں، قانون شریعت تمہارے لئے دنیا و آخرت دونوں جگہ نافع ہے انگریزی قانون سے اگر تمہیں کچھ نفع پہنچ سکتا ہے تو صرف دنیا ہی میں اور اگر وہ خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف ہے تو سخت ٹوٹا[1] اور نقصان ہے۔

مسئلہ ۱۹ دوسرے سے کوئی چیز رہن رکھنے کے لئے عاریت مانگی اس نے دے دی اس چیز کو رہن رکھنا جائز ہے پھر اگر مالک نے کوئی قید نہیں لگائی ہے تو مستعیر کو اختیار ہے کہ جس کے پاس چاہے جتنے میں چاہے جس شہر میں چاہے رہن رکھے اس کے ذمہ کوئی پابندی نہیں ہے۔ اور اگر مالک نے معین کر دیا ہے کہ فلاں کے پاس رکھنا یا فلاں شہر میں یا اتنے میں رکھنا تو اس کو پابندی کرنی ضرور ہے خلاف کرنے کی اجازت نہیں اور اگر اُس نے مالک کے کہنے کے خلاف کیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی چیز مرتہن سے لے لے اور رہن کو فسخ کر دے اور چیز ہلاک ہوگئی ہے تو اس کی پوری قیمت کا تاوان لے۔ تاوان لینے میں اختیار ہے کہ راہن سے تاوان لے یا مرتہن سے اگر مستعیر سے ضمان لیا رہن صحیح ہو گیا اور مرتہن سے ضمان لیا تو مرتہن اپنا دَین اور یہ ضمان دونوں راہن سے وصول کرے گا۔[2] (ہدایہ، درمختار) مالک نے جو قید لگا دی ہے اس کی مخالفت اس وجہ سے نہیں کی جاسکتی کہ مالک کے نقصان کا اندیشہ ہے کیونکہ مالک کو اگر ضرورت پیش آتی اور یہ چاہتا ہے کہ رہن چھڑا لوں[3] اور جس رقم کے مقابل میں اس نے رہن رکھنے کو کہا تھا اس سے زیادہ رقم کے مقابل میں رہن ہے تو بسا اوقات مالک کو اس رقم کے فراہم کرنے میں دُشواری ہوگی اسی طرح اگر مالک کی بتائی ہوئی رقم سے کم میں رکھی اور چیز تلف[4] ہوگئی تو قیمتی چیز تھوڑے سے داموں کے مقابل میں ہلاک ہوگئی اس میں بھی مالک کا نقصان ہے۔ اسی طرح مرتہن اور جگہ کی قید لگانے میں فوائد ہیں لہٰذا یہ قیدیں بیکار نہیں ہیں کہ ان کا لحاظ نہ کیا جائے۔[5] (ہدایہ)

---

1 ...... خسارہ۔

2 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج٢، ص٤٣٣.

و"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج١٠، ص١٣٢.

3 ...... یعنی گروی رکھی چیز آزاد کرا لوں۔ 4 ...... ضائع۔

5 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، ج٢، ص٤٣٣.

مسئلہ ۲۰ معیر نے جو قید لگائی تھی مستعیر نے اُس کی مخالفت کی مگر یہ مخالفت معیر کے لئے مضر[1] نہیں بلکہ مفید ہے تو اس صورت میں نہ مرتہن پر[2] ضمان ہے نہ راہن پر مثلاً اس نے جتنے پر رہن رکھنے کو کہا تھا اُس سے کم کے مقابل میں[3] رکھ دیا مگر یہ کمی چیز کی واجبی قیمت[4] کے برابر یا واجبی قیمت سے زائد ہے مثلاً اس نے ایک ہزار میں رہن رکھنے کو کہا تھا اور یہ چیز پانسو کی ہی ہے مستعیر نے پانسو یا چھ سو غرض ہزار سے کم میں رہن رکھ دی یہ مخالفت جائز ہے کہ اس میں معیر کا کچھ نقصان نہیں کیونکہ ہلاک ہونے کی صورت میں واجبی قیمت ملے گی یعنی وہی پانسو۔ ہزار تو ملیں گے نہیں پھر کیا نقصان ہوا بلکہ فائدہ یہ ہے کہ اگر اپنی چیز چھوڑانا[5] چاہے گا تو ہزار روپے فراہم کرنے نہیں پڑیں گے جتنے میں رہن ہے اُتنے ہی دے کر چھوڑا سکے گا۔[6] (زیلعی)

مسئلہ ۲۱ معیر نے جو کچھ مستعیر سے کہہ دیا تھا مستعیر نے اُسی کے موافق کیا مثلاً جتنے میں رہن رکھنے کو کہا تھا اتنے ہی میں رکھا اور فرض کرو مرتہن کے پاس وہ چیز ہلاک ہوگئی اس کی کئی صورتیں ہیں اُس چیز کی قیمت دَین کے برابر ہے یا زیادہ یا دَین سے کم ہے۔ پہلی دو صورتوں میں مرتہن کا دَین ساقط ہوگیا اور راہن یعنی مستعیر معیر کو یعنی مالک کو بقدر دَین ادا کرے۔ اور دوسری صورت میں کہ دَین سے زیادہ قیمت ہے اس زیادتی کا کچھ معاوضہ نہیں اور تیسری صورت میں کہ چیز کی قیمت دَین سے کم ہے بقدرِ قیمت دَین ساقط ہوگیا اور باقی دَین مرتہن راہن سے وصول کرے گا اور راہن معیر کو قیمت ادا کرے گا اور مثلی چیز ہے تو مثل دیدے۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۲ مستعیر نے عاریت کی چیز رہن رکھی اور اس میں مرتہن کے پاس کچھ عیب پیدا ہوگیا اس عیب کی وجہ سے چیز کی قیمت میں کمی ہوئی وہ مرتہن کے ذمہ ہے یعنی اتنی ہی دَین میں کمی ہوگئی اور اُسی کے برابر مستعیر مالک کو دے۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۳ معیر یہ چاہتا ہے کہ میں دَین ادا کرکے اپنی چیز چھوڑا لوں تو مرتہن فکِ رہن پر[9] مجبور ہے، یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں چیز ابھی نہیں دوں گا فکِ رہن کے بعد معیر مستعیر یعنی راہن سے دَین کی رقم وصول کرے گا اس فکِ رہن کو تبرّع نہیں کہا جاسکتا کہ مستعیر سے رقم وصول نہ کرنے پائے اور اگر کوئی اجنبی شخص دَین ادا کرکے فک رہن کرائے تو راہن سے وصول

---

1 ......نقصان دہ۔ 2 ......یعنی جس کے پاس چیز گروی رکھی ہے اُس پر۔

3 ......بدلے میں۔ 4 ......رائج قیمت۔ 5 ......آزاد کرانا۔

6 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الرہن، باب التصرف فی الرہن... إلخ، ج۷، ص۱۸۹، ۱۹۰.

7 ......"الھدایة"، کتاب الرہن، باب التصرف فی الرہن... إلخ، ج۲، ص۴۳۳.

8 ......المرجع السابق.

9 ......گروی رکھی ہوئی چیز کو چھوڑنے پر۔

نہیں کرسکتا کہ یہ متبرع ہے۔ یہ حکم کہ معیر راہن سے دَین کی رقم وصول کرے گا اُس وقت ہے کہ دَین اتنا ہی ہے جتنی اُس چیز کی قیمت ہے اور اگر دَین کی مقدار اس چیز سے زاید ہے تو راہن سے صرف قیمت کی برابر وصول کرسکتا ہے قیمت سے زیادہ جو کچھ دیا ہے وہ تبرع ہے اُسے نہیں وصول کرسکتا اور اگر جو چیز کی قیمت دَین سے زاید ہے اور معیر دَین ادا کر کے چھوڑانا چاہتا ہے تو مرتہن اس صورت میں فک رہن پر مجبور نہیں۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۴: رہن رکھنے کے لئے کوئی چیز عاریت لی تھی مرتہن نے ابھی دَین کا وعدہ ہی کیا تھا دیا نہیں تھا اور اُس نے وہ چیز رہن رکھ دی اور مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن نے جتنے دَین کا وعدہ کیا تھا اتنا تاوان دے اور معیر مستعیر یعنی راہن سے اتنا وصول کرے گا۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۵: رہن رکھنے کے لئے چیز عاریت لی تھی اور رہن رکھنے سے پہلے ہی مستعیر کے یہاں وہ چیز ہلاک ہوگئی یا فک رہن کے بعد ابھی مستعیر کے یہاں تھی واپس نہیں کی تھی اور ہلاک ہوگئی ان دونوں صورتوں میں مستعیر پر تاوان واجب نہیں کہ وہ چیز اس کے پاس امانت تھی اور اگر مستعیر نے قبل رہن یا بعد فک رہن چیز کو استعمال کیا مثلاً گھوڑا تھا اُس پر سوار ہوا، کپڑا یا زیور تھا اُسے پہنا مگر پھر اپنی اِس حرکت سے باز آیا اور اس کا استعمال ترک کر دیا اور چیز ہلاک ہوگئی اس صورت میں بھی اس کے ذمہ تاوان نہیں۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۶: معیر و مستعیر میں اختلاف ہے معیر کہتا ہے کہ چیز مرتہن کے یہاں ہلاک ہوئی لہٰذا دَین ساقط، مجھے ضمان دو اور مستعیر کہتا ہے میں نے چھوڑا لی تھی میرے یہاں چیز ہلاک ہوئی لہٰذا مجھ پر تاوان نہیں اس صورت میں راہن کی بات مانی جائے گی یعنی قسم کے ساتھ اور جتنے میں معیر نے رہن رکھنے کو کہا تھا اُس میں اختلاف ہے ایک کہتا ہے سو روپے میں رہن رکھنے کو کہا تھا دوسرا پچاس روپے بتاتا ہے تو معیر کا قول معتبر ہے یعنی قسم کے ساتھ۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۷: مستعیر مفلس ہوگیا[5] اور اسی حالت اِفلاس ہی میں مرگیا تو عاریت کی چیز جو مرتہن کے پاس رہن ہے وہ بدستور رہن ہے اگر مرتہن یہ چاہے کہ اُسے بیچ دیا جائے تو جب تک معیر سے رضامندی حاصل نہ کرلی جائے بیچی نہیں جاسکتی کہ

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج١٠، ص١٣٤.

2 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٢ ص ٤٣٤.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج١٠، ص١٣٥.

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٢ ص ٤٣٤.

5 ......دیوالیہ ہوگیا، نادار ہوگیا۔

وہی مالک ہے اور اگر معیر بیچنا چاہتا ہے تو دوصورتیں ہیں اگر اتنے میں فروخت ہوگی کہ دَین کے لئے پورا ہوجائے تو مرتہن سے اجازت حاصل کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ورنہ مرتہن سے اجازت لینی ہوگی۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲۸ معیر مفلس ہوگیا اور اسی حالت میں مرگیا اور اُس کے ذمہ دوسروں کا دَین ہے راہن کو حکم دیا جائے گا کہ اپنا دَین ادا کرکے رہن کو چھوڑائے پھر اس رہن سے معیر کا دَین ادا کیا جائے اور اگر راہن بھی مفلس ہے کہ اپنا دَین نہیں ادا کرسکتا تو یہ چیز بدستور رہن رہے گی۔ ہاں اگر ورثۂ معیر یہ چاہیں کہ مرتہن کا دَین ادا کرکے فک رہن کرائیں تو ان کو اختیار ہے۔ معیر کے قرض خواہ ورثۂ معیر سے یہ کہتے ہیں کہ چیز بیع کردی جائے اگر بیچنے سے مرتہن کا دَین ادا ہوسکتا ہے تو بیع کی جائے گی ورنہ بغیر اجازت مرتہن بیع نہیں ہوسکتی ہے جیسا کہ خود معیر کی زندگی میں بغیر مرتہن کی رضامندی کے بیع نہیں ہوسکتی تھی اور اگر بیچنے کی صورت میں مرتہن کا دَین ادا ہوکر کچھ بچ رہے گا مگر اتنا نہیں بچے گا کہ معیر کے قرض خواہوں کا پورا پورا دَین ادا ہوجائے تو اس صورت میں ان قرض خواہوں کی اجازت سے بیع کی جائے بغیر اجازت بیع نہیں ہوسکتی اور ان کا بھی پورا دَین ادا ہوتا ہو تو اجازت کی کچھ ضرورت نہیں۔[2]

رہن میں جنایت کا بیان

جنایت کی کئی صورتیں ہیں۔ مرتہن مرہون پر جنایت کرے یعنی اُس کو نقصان پہنچائے یا تلف[3] کردے یا راہن مرہون پر جنایت کرے یا شے مرہون راہن پر یا مرتہن پر جنایت کرے۔ مرہون جنایت کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ لونڈی یا غلام ہے اور وہ راہن یا مرتہن کے جان یا مال میں نقصان پہنچائے یا ہلاک کرے اس کو ہم بیان کرنا نہیں چاہتے صرف راہن یا مرتہن کی جنایت کو مختصر طور پر بتانا چاہتے ہیں۔

مسئلہ ۱ راہن نے مرہون پر جنایت کی یعنی اُس کو تلف کردیا یا اُس میں نقصان پہنچایا اس کا وہی حکم ہے جو اجنبی کی جنایت کا ہے یعنی اس کو تاوان دینا ہوگا یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ وہ تو خود ہی مرہون کا مالک ہے اُس پر تاوان کیسا، کیونکہ مرہون کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہے اور یہ تاوان مرتہن کے پاس مرہون رہے گا اور اگر اسی جنس کا ہے جس جنس کا دَین ہے اور دَین کی میعاد نہ ہو تو اپنا دَین اس سے وصول کرے گا۔[4] (ہدایہ وغیرہا)

---

[1] ......"الدرالمختار"، کتاب الرہن، باب التصرف فی الرہن... إلخ، ج۱۰، ص۱۳۶.

[2] ......المرجع السابق، ص۱۳۶، ۱۳۷.

[3] ......ضائع۔

[4] ......"الهداية"، کتاب الرہن، باب التصرف فی الرہن... إلخ، ج۲، ص۴۳۴، وغیرها.

مسئلہ ۲ مرتہن نے رہن پر جنایت کی اس کا بھی ضمان ہے اور یہ ضمان اگر جنس دَین[1] سے ہے اور میعاد پوری ہوچکی ہے تو بقدر ضمان[2] دَین ساقط ہو جائے گا اور اس میں سے کچھ بچا تو راہن کو واپس کرے کہ اس کی مِلک کا معاوضہ ہے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۳ مرہون چیز میں اگر نرخ[4] کم ہو جانے سے نقصان پیدا ہوتو ہلاک ہونے کی صورت میں اس کمی کا لحاظ نہیں ہوگا اور اس کے اجزا میں کمی ہوئی تو اس کا اعتبار ہوگا لہٰذا ایک چیز جس کی قیمت سَو روپے تھی سَو روپے میں رہن رکھی اور اب اس کی قیمت پچاس روپے رہ گئی کہ نرخ سستا ہوگیا اور فرض کرو کسی نے اس کو ہلاک کردیا تو پچاس روپے تاوان لیا جائے گا کہ اس وقت یہی اُس کی قیمت ہے تو مرتہن کو صرف یہی پچاس روپے ملیں گے اور راہن سے بقیہ رقم وصول نہیں کرسکتا اور اگر راہن کے کہنے سے مرتہن اس کو پچاس میں بیچے تو بقیہ پچاس روپے راہن سے وصول کرے گا۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۴ جانور مرہون ہے اُس نے مرتہن کو یا اس کے مال کو ہلاک کردیا اس کا کچھ اعتبار نہیں یہ ویسا ہی ہے جیسے آفت سماویہ[6] سے ہلاک ہو۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۵ راہن یا مرتہن کے مرنے سے رہن باطل نہیں ہوتا بلکہ دونوں مرجائیں جب بھی باطل نہیں ہوگا بلکہ ورثہ یا وصی اُس مرے ہوئے کے قائم مقام ہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۶ مرتہن اگر چاہے تو خود ہی تنہا فسخ رہن کرسکتا ہے اور راہن فسخ رہن نہیں کرسکتا جب تک مرتہن راضی نہ ہو لہٰذا مرتہن نے فسخ رہن کردیا اور راہن راضی نہ ہوا اور اس کے بعد مرہون ہلاک ہوگیا تو دَین ساقط نہ ہوا کہ رہن فسخ ہوچکا ہے اور اس کے عکس میں یعنی راہن نے فسخ کردیا اور مرتہن راضی نہیں اور چیز ہلاک ہوگئی تو دَین ساقط کہ رہن فسخ نہیں ہوا۔[9] (ردالمحتار)

---

1 ......قرض کی قسم۔
2 ......تاوان کے برابر۔
3 ......"الهداية"،كتاب الرهن،باب التصرف فى الرهن... إلخ،ج ٢،ص ٤٣٤،٤٣٥ .
4 ......قیمت، دام۔
5 ......"الهداية"،كتاب الرهن،باب التصرف فى الرهن... إلخ،ج٢،ص ٤٣٥،٤٣٦ .
6 ......قدرتی آفت مثلاً ڈوب جانا، آگ میں جلنا وغیرہ۔
7 ......"الدرالمختار"،كتاب الرهن،باب التصرف فى الرهن... إلخ،ج١٠،ص ١٤٢ .
8 ......المرجع السابق .
9 ......"ردالمحتار"،كتاب الرهن،باب التصرف فى الرهن... إلخ،ج١٠،ص ١٤٢ .

پہلی صورت میں دَین ساقط نہ ہونا اس وقت ہے کہ مرتہن کے ضمان سے نکل چکی ہو، ورنہ صرف رہن فسخ ہونے سے ضمان سے خارج نہیں ہوتی جب تک راہن کو واپس نہ دیدے۔

متفرقات

مسئلہ ۱: دس روپے میں بکری رہن رکھی اور یہ بکری بھی دس روپے قیمت کی ہے پھر یہ بکری بلا ذبح کئے مرگئی اور اُس کی کھال ایسی چیز سے دباغت کی [1] جس کی کوئی قیمت نہیں اور رہن کے دن کھال کی ایک روپیہ قیمت تھی تو ایک روپیہ میں رہن ہے اور دوروپے تھی تو دو میں رَہن ہے اور بیع میں یہ بات نہیں یعنی بکری مبیع ہوتی اور قبل قبضہ مرجاتی تو کھال پکا لینے کے بعد بھی اس کی بیع صحیح نہیں رہتی۔ [2] (ہدایہ) اور اگر بکری کی قیمت دَین سے زیادہ ہے مثلاً بیس روپے قیمت کی ہے تو کھال آٹھ آنے میں رہن ہے اور اگر قیمت کم ہے مثلاً دَین دس روپے ہے اور بکری پانچ ہی کی ہے تو کھال چھ روپے میں رہن ہے مگر کھال تلف ہوجائے تو چونکہ وہ ایک روپیہ کی ہے ایک ساقط ہوگا اور پانچ روپے راہن سے وصول کرے گا اور اگر کھال کو ایسی چیز سے پکایا ہے جس کی کوئی قیمت ہے تو مرتہن کو اس کھال کے روکنے کا حق حاصل ہے کہ جو کچھ دباغت سے زیادتی ہوئی ہے اُسے جب تک وصول نہ کرلے راہن کو دینے سے انکار کرسکتا ہے۔ [3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: مرہون میں جو کچھ زیادتی ہوئی مثلاً جانور رہن تھا اس کے بچہ پیدا ہوا بھیڑ، دُنبہ کی اُون، درخت کے پھل، جانور کا دودھ یہ سب چیزیں راہن کی مِلک ہیں اور یہ چیزیں بھی رہن میں داخل ہیں یعنی جب تک دَین ادا نہ کرلے راہن ان چیزوں کو مرتہن سے نہیں لے سکتا پھر یہ چیزیں فکِ رہن تک [4] باقی رہ جائیں تو دَین کو اصل اور اس زیادتی کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا اور یہ چیزیں پہلے ہی ہلاک ہوجائیں تو ان کے مقابل میں دَین ساقط نہیں ہوگا۔ [5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: مرہون کے منافع مثلاً مکان مرہون کی اُجرت یہ بھی راہن کی ہیں اور یہ رہن میں داخل نہیں اگر ہلاک ہوجائے تو اس کے مقابل میں دَین کا کوئی جز ساقط نہیں ہوگا۔ [6] (درمختار)

---

1. ......یعنی صاف کرکے کسی رنگ سے رنگی۔
2. ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج۲، ص ۴۳۹.
3. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۴۴.
4. ......رہن کے آزاد ہونے تک۔
5. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۴۵.
6. ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۴۵.

مسئلہ ۴: مرہون سے جو چیزیں پیدا ہوئیں مثلاً بچہ، دودھ، پھل وغیرہ یہ اگرچہ رہن میں داخل ہیں مگر فک رہن سے قبل ہلاک ہوجائیں تو دَین کا[1] کوئی حصہ اس کے مقابل میں ساقط نہیں ہوگا۔ اور اگر خود رہن ہلاک ہوگیا مگر یہ پیداوار باقی ہے تو اس کے مقابل جتنا حصہ دَین پڑے اس کو ادا کر کے راہن اس کو حاصل کرسکتا ہے مفت نہیں لے سکتا یعنی اصل رہن کی جو کچھ قیمت رہن رکھنے کے دن تھی اور اس کی جو قیمت فک رہن کے دن ہے دونوں پر دَین کو تقسیم کیا جائے اصل کے مقابل میں جو حصہ آئے وہ ساقط اور اس کے مقابل میں جتنا حصہ ہوا ادا کر کے فک رہن کرالے مثلاً دس روپے دَین ہیں اور مرہون بھی دس روپے کی چیز ہے اور اُس کا بچہ پانچ روپے کا ہے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو دوتہائی دَین ساقط ہوگیا ایک تہائی باقی ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۵: راہن نے مرتہن کو زوائد کے کھا لینے کی اجازت دے دی مثلاً کہہ دیا کہ بکری کا دودھ دوہ کر پی لینا تمہارے لئے حلال ہے یا درخت کے پھل کھالینا مرتہن نے کھالئے اس صورت میں مرتہن پر ضمان نہیں کہ مالک کی اجازت سے چیز کھائی ہے اور دَین بھی اس کے مقابل میں کچھ ساقط نہیں اور اس صورت میں کہ مرتہن نے زوائد کو کھالیا اور راہن نے فکِ رہن نہیں کرایا اور یہ رہن ہلاک ہوگیا تو دَین کو اصل رہن اور ان زوائد پر تقسیم کیا جائے گا جو کچھ اصل کے مقابل ہے وہ ساقط اور جو کچھ زوائد کے مقابل ہے راہن سے وصول کرے کہ اس کے حکم سے اس کا کھانا گویا خود اُسی کا کھالینا ہے لہٰذا راہن معاوضہ دے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: باغ رہن رکھا اور مرتہن نے قبضہ کرلیا پھر راہن کو دے دیا کہ درختوں کو پانی دے اور باغ کی نگہداشت[4] کرے اس سے رہن باطل نہیں ہوا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۷: باغ رہن رکھا اور مرتہن کو پھل کھانے کی اجازت دے دی اسکے بعد راہن نے باجازت مرتہن باغ کو بیع کردیا[6] اس صورت میں باغ کی جگہ پر اُس کا ثمن رہن ہے اور باغ میں پھل اگر بیع کے بعد پیدا ہوئے تو مشتری

---

1 ...... قرض کا۔

2 ...... "الدرالمختار"، کتاب الرھن، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۴۵، ۱۴۶.

3 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن والجناية، ج۲، ص۴۳۹، ۴۴۰.

4 ...... دیکھ بھال، حفاظت۔

5 ...... "الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن ... إلخ، فصل فی مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۴۸.

6 ...... یعنی باغ کو بیچا۔

کے ہیں یعنی جبکہ راہن نے دَین ادا کر دیا ہو اور اگر ادا نہ کیا ہو تو جس طرح باغ کا ثمن رہن ہے یہ پھل بھی رہن ہیں یعنی اس صورت میں مرتہن پھل کو نہیں کھا سکتا کہ راہن نے اگرچہ پھل کھانے کی اجازت دے دی تھی مگر باغ کو جب بیع کر ڈالا تو اباحت جاتی رہی۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۸ زمین رہن رکھی اور مرتہن کے لئے اُس کے منافع کو مباح کر دے مرتہن نے زمین میں کاشت کی اس صورت میں مرتہن کے ذمہ کاشت کے مقابل میں کچھ دینا نہیں اور بغیر اجازت راہن مرتہن نے کاشت کی ہو تو زمین میں جو کچھ نقصان پیدا ہوا ہو اُس کا ضمان دینا ہوگا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۹ زمین رہن رکھی راہن نے باجازت مرتہن اُس میں کاشت کی یا درخت لگائے اس سے رہن باطل نہیں ہوا مرتہن جب چاہے واپس لے سکتا ہے اور راہن کے قبضہ میں جب تک چیز ہے مرتہن کے ضمان میں نہیں یعنی ہلاک ہونے سے دَین ساقط نہیں ہوگا۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰ مرہون چیز پر استحقاق ہوا یعنی کسی شخص نے اپنی مِلک ثابت کر کے چیز لے لی مرتہن راہن کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا کہ اُس کی جگہ پر دوسری چیز رہن رکھے اور اگر مرہون کے جز میں استحقاق ہوا[4] تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ جز و شائع کا استحقاق ہو مثلاً نصف یا ربع تو استحقاق کے بعد جو حصہ باقی ہے اُس میں بھی رہن باطل ہے اور اتنا ہی حصہ پورے دَین کے مقابل میں مرہون رہے مگر یہ چیز ہلاک ہو جائے تو اگرچہ پورے دَین کی قیمت کی برابر ہو پورا دَین ساقط نہیں ہوگا۔ بلکہ دَین کا اتنا ہی جز ساقط ہوگا جو اس کے مقابل میں پڑے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۱ مکان کرایہ پر دیا پھر اُسی مکان کو کرایہ دار کے پاس رہن رکھا یہ رہن صحیح ہے اور اجارہ باطل ہو گیا یعنی جبکہ رہن کے لئے مرتہن کا قبضۂ جدید ہو کیونکہ پہلا قبضہ اس قبضہ کے قائم مقام نہیں۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲ رہن میں زیادتی جائز ہے یعنی مثلاً کسی نے قرض لیا اور اس کے پاس ایک چیز رہن رکھ دی اس کے بعد

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن ... إلخ، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج ۱۰، ص ۱۴۸.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج ۱۰، ص ۱۴۸.

4 ......یعنی گروی رکھی ہوئی چیز میں کسی کا حق ثابت ہوا۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن ... إلخ، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج ۱۰، ص ۱۴۸، ۱۴۹.

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج ۱۰، ص ۱۴۹.

راہن نے دوسری چیز بھی اسی قرض کے مقابل میں رہن رکھی یہ دونوں چیزیں رہن ہوگئیں یعنی جب تک قرض ادا نہ کرے دونوں میں سے کسی کو نہیں لے سکتا۔ اوران میں سے ایک ہلاک ہوگئی تو اگرچہ اس کی قیمت دَین کے برابر ہو پورا دَین ساقط نہیں ہوگا بلکہ دَین کو دونوں پر تقسیم کیا جائے جتنا اس کے مقابل ہو صرف وہی ساقط ہوگا اور یہ دوسری چیز جو بعد میں رہن رکھی قبضہ کے دن جو اس کی قیمت تھی اس کا اعتبار ہوگا جس طرح پہلی کی قیمت میں بھی قبضہ ہی کے دن کا اعتبار تھا یعنی ہلاک ہونے کی صورت میں انہیں قیمتوں پر دَین کی تقسیم ہوگی مثلاً ہزار روپے قرض لئے اور ایک چیز رہن رکھی جس کی قیمت ہزار روپے ہے پھر دوسری چیز رہن رکھی جس کی قیمت پانسو روپے ہے اور ایک ہلاک ہوگئی تو دَین کے تین حصے کئے جائیں دو حصے پہلی کے مقابل میں اور ایک حصہ دوسری کے مقابل میں۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۳ دَین کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھی پھر دَین کا کچھ حصہ ادا کر دیا کچھ باقی ہے اب رہن میں زیادتی کی یعنی دوسری چیز بھی رہن رکھ دی اس زیادتی کا تعلق پورے دَین سے نہیں بلکہ جو باقی ہے اُسی سے ہے یعنی ہلاک ہونے کی صورت میں دَین کے صرف اتنے ہی حصہ کو دونوں پر تقسیم کریں گے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴ دَین میں زیادتی ناجائز ہے یعنی دَین کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی اس کے بعد راہن یہ چاہے کہ پھر قرض لوں اور اس قرض کے مقابل میں بھی وہی چیز رہن رہے یہ نہیں ہوسکتا یعنی اگر وہ چیز ہلاک ہوگئی تو دوسرے دَین پر اس کا اثر نہیں پڑے گا یہ ساقط نہیں ہوگا اور پہلا دَین ادا کر دیا دوسرا باقی ہے تو مرتہن اُس چیز کو روک نہیں سکتا کہ دوسرے دَین سے رہن کو تعلق نہیں۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۵ ہزار روپے میں دو غلام رہن رکھے پھر مرتہن سے کہا کہ مجھے ایک کی ضرورت ہے واپس دے دو اُس نے ایک غلام واپس کر دیا یہ دوسرا جو باقی ہے پانسو کے مقابل میں[4] رہن ہے یعنی اگر ہلاک ہو تو صرف پانسو ساقط ہوں گے اگرچہ اس کی قیمت ایک ہزار ہو مگر راہن اُس وقت فکِ رہن کرا سکتا ہے[5] جب پورے ہزار ادا کر دے۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۶ ہزار روپے کے مقابل میں غلام کو رہن رکھا اس کے بعد راہن نے مرتہن کو ایک دوسرا غلام دیا کہ

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج٢، ص٤٤٠.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب السادس في الزيادة في الرهن...إلخ، ج٥، ص٤٥٩.

3 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، ج٢، ص٤٤٠.

4 ......یعنی پانچ سو کے بدلے میں۔

5 ......یعنی رہن واپس لے سکتا ہے۔

6 ......"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن...إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج١٠، ص١٥٠.

اُس کی جگہ پر اسے رہن رکھ لو جب تک مرتہن پہلے غلام کو واپس نہ دے دے وہ رہن سے خارج نہیں ہوگا اور دوسرا غلام مرتہن کے پاس بطور امانت ہے جب پہلا غلام واپس کر دے اب یہ دوسرا غلام رہن ہو جائے گا اور مرتہن کے ضمان میں آجائے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۷ مرتہن نے راہن سے دَین معاف کردیا، یا ہبہ کر دیا اور ابھی مرہون کو واپس نہیں کیا ہے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو مرتہن سے اس کا کوئی معاوضہ نہیں ملے گا ہاں اگر راہن نے مرتہن سے معافی یا ہبہ کے بعد مرہون کو مانگا اور اس نے نہیں دیا اس کے بعد ہلاک ہوا تو مرتہن کے ذمہ تاوان ہے کہ روکنے سے غاصب ہوگیا اور اگر مرتہن نے دَین وصول پایا راہن نے اُسے دیا ہو یا کسی دوسرے نے بطور تبرّع[2] دَین ادا کر دیا یا مرتہن نے راہن سے دَین کے عوض میں کوئی چیز خرید لی یا راہن سے کسی چیز پر مصالحت کی یا راہن نے دَین کا کسی دوسرے شخص پر حوالہ کر دیا اور ان صورتوں میں مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو دَین کے مقابل میں ہلاک ہوگا یعنی دَین ساقط ہو جائے گا اور جو کچھ راہن نے متبرّع[3] سے وصول پایا ہے اُسے واپس کرے اور حوالہ والی صورت میں حوالہ باطل ہوگیا۔[4] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۸ یہ سمجھ کر کہ فلاں کا میرے ذمہ دَین ہے ایک چیز رہن رکھ دی اس کے بعد راہن و مرتہن نے اس پر اتفاق کیا کہ دین تھا ہی نہیں اور مرہون ہلاک ہوگیا تو دَین کے مقابل میں ہلاک ہوا یعنی مرتہن راہن کو اتنی رقم ادا کرے جس کے مقابل ہلاک ہوا یعنی مرتہن راہن کو اتنی رقم ادا کرے جس کے مقابل میں رہن رکھا گیا۔[5] (ہدایہ) اور بعض آئمہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اُس صورت میں ہے کہ مرہون کے ہلاک ہونے کے بعد دونوں نے دَین نہ ہونے پر اتفاق کیا ہو اور اگر اتفاق کرنے کے بعد ہلاک ہو تو ضمان نہیں کہ اب وہ چیز مرتہن کے پاس امانت ہے مگر صاحب ہدایہ کے نزدیک دونوں صورتوں کا ایک حکم ہے۔[6]

مسئلہ ۱۹ عورت کے پاس شوہر نے مَہر کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی پھر عورت نے مَہر معاف کر دیا، یا شوہر کو

---

1 ......"الدرالمختار"،کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن...إلخ،فصل فی مسائل متفرقة،ج۱۰،ص۱۵۰.

2 ......بطورِاحسان۔ 3 ......احسان کرنے والے۔

4 ......"الهداية"،کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن...إلخ،ج۲،ص۴٤۱.

و"الدرالمختار"،کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن...إلخ،فصل فی مسائل متفرقة،ج۱۰،ص۱۵۰،۱۵۱.

5 ......"الهداية"،کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن...إلخ،ج۲،ص۴٤۱.

6 ......"ردالمحتار"،کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن...إلخ،فصل فی مسائل متفرقة،ج۱۰،ص۱۵۲.

ہبہ کردیا یا مہر کے مقابل میں شوہر سے خلع کرایا، ان سب کے بعد وہ مرہون چیز عورت کے پاس ہلاک ہوگئی تو اس کے مقابل میں عورت سے کوئی معاوضہ نہیں لے سکتا۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۰ ایک شخص نے دوسرے کا مہر بطور تبرع ادا کردیا پھر شوہر نے عورت کو قبل دخول طلاق دے دی تو وہ شخص عورت سے نصف مہر واپس لے سکتا ہے کیونکہ دخول سے قبل طلاق ہونے میں عورت آدھے مہر کی مستحق ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے کوئی چیز خریدی دوسرے نے بطور تبرع اُس کا ثمن بائع کو دے دیا پھر مشتری نے عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کردیا تو ثمن اس کو ملے گا جس نے دیا ہے مشتری کو نہیں ملے گا۔[2] (زیلعی)

مسئلہ ۲۱ رہن فاسد کے وہی احکام ہیں جو رہن صحیح کے ہیں یعنی مثلاً راہن نے عقد رہن کو توڑ دیا اور یہ چاہے کہ مرہون کو واپس لے لے تو جب تک وہ چیز ادا نہ کردے جس کے مقابل میں رہن رکھا ہے مرہون کو واپس نہیں لے سکتا یا راہن مرگیا اور اس کے ذمہ دوسروں کے بھی دَین ہیں وہ لوگ یہ چاہیں کہ مرہون سے ہم بھی بحصۂ رسد[3] وصول کریں ایسا نہیں کرسکتے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲۲ مرہون چیز مال ہو اور جس کے مقابل میں رہن رکھا ہو وہ مضمون ہو یعنی اس کا ضمان واجب ہو مگر جواز رہن کے شرائط میں کوئی شرط معدوم ہو مثلاً مشاع کو رہن رکھا اس صورت میں رہن فاسد ہے اور اگر مرہون مال ہی نہ ہو یا جس کے مقابل میں رکھا ہو اس کا ضمان واجب نہ ہوتا ہو تو یہ رہن باطل ہے رہن باطل میں مرہون ہلاک ہوجائے تو وہ امانت تھی جو ضائع ہوگئی اُس کا کچھ معاوضہ راہن کو نہیں ملے گا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۲۳ غلام خریدا اور اس پر قبضہ بھی کرلیا اور ثمن کے مقابل میں بائع کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی اور یہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام نہ تھا بلکہ حر[6] تھا یا بائع کا نہ تھا کسی اور کا تھا جس نے لے لیا تو مرتہن کو ضمان دینا ہوگا۔[7] (عالمگیری)

---

1 ……"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٢، ص٤٤١.

2 ……"تبيين الحقائق"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٧، ص٢٠٦.

3 ……یعنی جتنا حصے میں آئے۔

4 ……"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج١٠، ص١٥٢.

5 ……المرجع السابق، ص١٥٣.

6 ……آزاد۔

7 ……"الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب الثالث في هلاك المرهون بضمان... إلخ، ج٥، ص٤٥٢.

مسئلہ ۲۴ بیع سلم میں مسلم فیہ[1] کے مقابل میں رب السلم[2] کے پاس کوئی چیز رہن رکھی اس کے بعد دونوں نے بیع سلم کو فسخ کر دیا تو اب یہ چیز راس المال[3] کے مقابل میں رہن ہے یعنی رب السلم جب تک راس المال وصول نہ کر لے اس چیز کو روک سکتا ہے مگر یہ مرہون[4] اگر ہلاک ہو جائے تو مسلم فیہ کے مقابل میں اس کا ہلاک ہونا متصور ہوگا کہ حقیقۃً اُسی کے مقابل میں رہن ہے۔ یوہیں اگر بیع میں ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی پھر بیع کا اقالہ ہوا تو جب تک مبیع[5] بائع[6] کو واپس نہ ملے رہن کو روک سکتا ہے مگر مرہون ہلاک ہو جائے تو ثمن کے مقابل میں ہلاک متصور ہوگا۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵ ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ کچھ روپے تھے مدیون[8] نے دائن[9] کے دو کپڑے یہ کہہ کر دیے کہ اپنے روپے کے عوض[10] ان میں سے ایک کپڑا لے لو اُس نے دونوں رکھ لئے اور دونوں ضائع ہو گئے تو مدیون کے کپڑے ضائع ہوئے دائن کا دَین[11] بدستور باقی ہے جب تک وہ ایک کو اپنے روپے کے عوض متعین نہ کر لے یہ ویسا ہی ہے کہ ایک شخص پر دوسرے کے بیس۲۰ روپے باقی ہیں مدیون نے اُسے سَو۱۰۰ روپے دیے کہ ان میں سے اپنے بیس۲۰ لے لو اُس نے کُل رکھ لئے ان میں سے اپنے بیس۲۰ نہیں نکالے اور کُل روپے ضائع ہو گئے تو مدیون کے ضائع ہوئے دائن کا دَین بدستور باقی ہے اور اگر کپڑے دیتے وقت یہ کہے کہ ان میں سے ایک کو اپنے دَین کے مقابل میں رہن رکھ لو اور اُس نے دونوں رکھ لئے پھر دونوں ضائع ہو گئے اور دونوں ایک قیمت کے ہوں تو ہر ایک کی نصف قیمت دَین کے مقابل میں ہوگی۔[12] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶ جس دَین کے مقابل میں[13] چیز رہن ہے جب تک وہ پورا وصول نہ ہو جائے مرتہن[14] مرہون کو روک سکتا ہے اور مرتہن کے اگر دیگر دیون[15] بھی راہن کے ذمہ ہوں رہن سے پہلے ہوں یا بعد کے مگر ان کے مقابل میں یہ چیز رہن نہ ہو تو ان کے وصول کرنے کے لئے رہن کو روک نہیں سکتا۔[16] (عالمگیری)

---

1 ...... مبیع۔ 2 ...... خریدار۔ 3 ...... ثمن۔

4 ...... گروی رکھی ہوئی چیز۔ 5 ...... بیچی گئی چیز۔ 6 ...... بیچنے والے۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الرھن،الباب الثالث فی ھلاك المرھون بضمان ... إلخ،ج۵،ص۴۵۰.

8 ...... مقروض۔ 9 ...... اپنا قرض طلب کرنے والا۔

10 ...... یعنی اپنے روپے کے بدلے میں۔ 11 ...... قرض۔

12 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الرھن،الباب الثالث فی ھلاك المرھون بضمان ... إلخ،ج۵،ص۴۵۰.

13 ...... یعنی قرض کے بدلے میں۔ 14 ...... جس کے پاس چیز گروی رکھی ہے۔ 15 ...... قرضے۔

16 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الرھن،الباب الثالث فی ھلاك المرھون بضمان ... إلخ،ج۵،ص۴۴۸.

جنایات کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰىؕ-اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰىؕ-فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍؕ-ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌؕ-فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۷۸) وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(۱۷۹) ﴾[1] (پ۲،ع۶)

''اے ایمان والو! قصاص یعنی جو ناحق قتل کیے گئے ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہو تو بھلائی سے تقاضا کرے اور اچھی طرح سے اس کو ادا کر دے۔ یہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے آسانی ہے اور تم پر مہربانی ہے، اب اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔ اے عقل والو تاکہ تم بچو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِۙ-وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّۙ-وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌؕ-فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗؕ-وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(۴۵) ﴾[2]

''اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ پھر جو معاف کر دے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کیے پر حکم نہ کرے[3] وہ ہی لوگ ظالم ہیں۔''

امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں قصاص کا حکم تھا اور ان میں دیت نہ تھی تو اللہ تعالٰی نے اس امت کے لیے فرمایا ﴿ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰىؕ ﴾ (الأیه)
ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، عفو[4] یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دیت قبول کرے اور اتباع بالمعروف یہ ہے کہ بھلائی سے طلب کرے اور قاتل اچھی طرح ادا کرے۔[5]

اور فرماتا ہے:

---

1. ......پ ۲، البقرة: ۱۷۸، ۱۷۹.
2. ......پ ٦، المائدة: ٤٥.
3. ......یعنی فیصلہ نہ کرے۔
4. ......یعنی معاف کرنا۔
5. ......''صحیح البخاری''، کتاب الدیات، باب من قتل له قتیل... إلخ، الحدیث: ٦٨٨١، ج ٤، ص ٣٦٢.

﴿ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ ﴾[1] (پ٦،ع٩)

''اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ رکھا۔

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ فَدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ ٘ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ۝ ﴾[2] (پ٥،ع١٠)

''اور مسلمان کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر غلطی کے طور پر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک غلام مسلم کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا کہ مقتول کے لوگوں کو دیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر وہ اگر اس قوم سے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک کو آزاد کیا جائے۔ پھر جو نہ پائے وہ لگا تار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ سے اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب فرمایا اور اس پر لعنت کی اور اس پر بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔''

حدیث ١: امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''کسی مسلمان مرد کا جو لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی گواہی اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے خون صرف تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہے۔ نفس بدلے میں نفس کے اور ثیب زانی[3] اور اپنے مذہب سے نکل کر جماعت اہل اسلام کو چھوڑ دے'' (مرتد ہو جائے یا باغی ہو جائے)۔[4]

حدیث ٢: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم

---

1 ...... پ ٦، المائدۃ: ٣٢.

2 ...... پ ٥، النساء: ٩٢۔٩٣.

3 ...... یعنی شادی شدہ زانی۔

4 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالٰی ﴿ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ...الخ ﴾، الحدیث: ٦٨٧٨، ج ٤، ص ٣٦١.

نے فرمایا کہ ''مسلمان اپنے دین کی سبب کشادگی میں رہتا ہے جب تک کوئی حرام خون نہ کرلے۔'' [1]

حدیث ۳ صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن سب سے پہلے خون ناحق کے بارے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔'' [2]

حدیث ۴ امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما [3] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پہنچتی ہے۔'' [4]

حدیث ۵ و ۶ امام ترمذی اور نسائی عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما [5] سے اور ابن ماجہ براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''بے شک دنیا کا زوال اللہ (عزوجل) پر آسان ہے۔ ایک مرد مسلم کے قتل سے۔'' [6]

حدیث ۷ و ۸ امام ترمذی ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین والے ایک مردِ مومن کے خون میں شریک ہو جائیں تو سب کو اللہ تعالٰی جہنم میں اوندھا کر کے ڈال دے گا۔ [7]

حدیث ۹ امام مالک نے سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پانچ یا سات نفر کو [8] ایک شخص کو دھوکا دے کر قتل کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا اور فرمایا کہ اگر صنعاء [9] کے سب لوگ اس خون میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ [10] امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی کے مثل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔ [11]

---

1 ......"صحیح البخاري"، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالٰی ﴿وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا...إلخ﴾، الحدیث: ٦٨٦٢، ج٤، ص٣٥٦.

2 ......المرجع السابق، الحدیث: ٦٨٦٤، ج٤، ص٣٥٧.

3 ......بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "عبداللّٰہ بن عمر" رضی اللہ تعالٰی عنہما لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ "بخاری شریف" اور دیگر کتبِ حدیث میں "عبداللّٰہ بن عَمْرو" رضی اللہ تعالٰی عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...علمیه

4 ......"صحیح البخاري"، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب إثم من قتل معاهدا بغیر جرم، الحدیث: ٣١٦٦، ج٢، ص٣٦٥.

5 ......بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "عبداللّٰہ بن عمر" رضی اللہ تعالٰی عنہما لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ "جامع ترمذی" اور سنن نسائی" میں "عبداللّٰہ بن عَمْرو" رضی اللہ تعالٰی عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...علمیه

6 ......"جامع الترمذي"، کتاب الدیات، باب ماجاء في تشدید قتل المؤمن، الحدیث: ١٤٠٠، ج٣، ص٩٩.

7 ......"جامع الترمذي"، کتاب الدیات، باب الحکم في الدماء، الحدیث: ١٤٠٣، ج٣، ص١٠٠.

8 ......یعنی آدمیوں کو۔ 9 ......یمن کا دارالحکومت۔

10 ......"الموطأ"، للإمام مالك، کتاب العقول، باب ماجاء في الغیلۃ والسحر، الحدیث: ١٦٧١، ج٢، ص٣٧٧.

11 ......"صحیح البخاری"، کتاب الدیات، باب إذا اصاب قوم من رجل...إلخ، الحدیث: ٦٨٩٦، ج٤، ص٣٦٧.

حدیث ۱۰ دار قطنی حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جب ایک مرد دوسرے کو پکڑ لے اور کوئی اور آ کر قتل کر دے تو قاتل قتل کیا جائے گا اور پکڑ نے والے کو قید کیا جائے گا۔''[1]

حدیث ۱۱ امام ترمذی اور امام شافعی حضرت ابی شریح کعبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا پھر تم نے اے قبیلۂ خزاعہ[2] ہذیل[3] کے آدمی کو قتل کر دیا اب میں اس کی دیت خود دیتا ہوں، اس کے بعد جو کوئی کسی کو قتل کرے تو مقتول کے گھر والے دو چیزوں میں سے ایک اختیار کریں اگر پسند کریں تو قتل کریں اور اگر وہ چاہیں تو خون بہا لیں۔[4]

حدیث ۱۲ صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ حضرت ربیع نے جو انس بن مالک کی پھوپھی تھیں ایک انصاریہ عورت کے دانت توڑ دیئے تو وہ لوگ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے قصاص کا حکم فرمایا۔ حضرت انس کے چچا انس بن النضر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)، قسم اللہ کی ان کے دانت نہیں توڑے جائیں گے تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اے انس! اللہ کا حکم قصاص کا ہے''، اس کے بعد وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت قبول کر لی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ '' اللہ (عزوجل) کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ (عزوجل) پر قسم کھائیں تو اللہ تعالٰی ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔''[5]

حدیث ۱۳ امام بخاری اپنی صحیح میں ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ[6] سے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے پوچھا، کیا تمہارے پاس کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو قرآن میں نہیں، تو انہوں نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا فرمایا، ہمارے پاس وہی ہے جو قرآن میں ہے مگر اللہ (عزوجل) نے جو قرآن کی سمجھ کسی کو دے دی اور ہمارے پاس وہ ہے جو اس صحیفہ میں ہے''۔ میں نے کہا، اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو فرمایا: دیت اور اس کے احکام اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی مسلم کسی کافر (حربی) کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔[7]

حدیث ۱۴ ابوداود و نسائی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما سے راوی کہ

---

1 ...... ''سنن الدار قطني''، کتاب الحدود و الدیات... إلخ، الحدیث: ۳۲۴۳، ج۳، ص۱۶۷.

2 ...... عرب کا ایک قبیلہ۔

3 ...... کذا فی المشکوۃ کتاب القصاص ۱۲.

4 ...... ''جامع الترمذي''، کتاب الدیات، باب ماجاء في حکم ولي القتیل... إلخ، الحدیث: ۱۴۱۱، ج۳، ص۱۰۳.

5 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب التفسیر، باب قوله (وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ)، الحدیث: ۴۶۱۱، ج۳، ص۲۱۵.

6 ...... بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر ''ابو حنیفه'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ''بخاری شریف'' اور دیگر کتبِ حدیث میں ''حضرت ابو جُحَیْفَه رضی اللہ تعالٰی عنہ'' ہی مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... علمیه

7 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب الدیات، باب لایقتل المسلم بالکافر، الحدیث: ۶۹۱۵، ج۴، ص۳۷۴.

رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کے خون برابر ہیں اوران کے ادنی کے ذمہ کو پورا کیا جائے گا اور جو دور والوں نے غنیمت حاصل کی ہو وہ سب لشکریوں کو ملے گی اور وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک ہیں۔ خبردار کوئی مسلمان کسی کافر (حربی) کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ کوئی ذمی، جب تک وہ ذمہ میں باقی ہے۔[1]

حدیث ۱۵ ترمذی اور دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ حدیں مسجد میں قائم نہ کی جائیں اور اگر باپ نے اپنی اولاد کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[2]

حدیث ۱۶ ترمذی سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) باپ کے قصاص میں بیٹے کو قتل کرتے اور بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل نہ کرتے[3] یعنی اگر بیٹے نے باپ کو قتل کیا تو بیٹے سے قصاص لیتے اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہ لیتے۔

حدیث ۱۷ ابوداود و نسائی ابورمثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے دریافت کیا، یہ کون ہے؟ میرے والد نے کہا، یہ میرا لڑکا ہے آپ اس کے گواہ رہیں۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا، خبردار نہ یہ تمہارے اوپر جنایت کرسکتا ہے اور نہ تم اس پر جنایت کرسکتے ہو۔[4] (بلکہ جو جنایت کرے گا وہی ماخوذ ہوگا)

حدیث ۱۸ امام ترمذی ونسائی وابن ماجہ ودارمی ابوامامہ بن سہل بن حُنَیف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر کا جب باغیوں نے محاصرہ کیا تو کھڑکی سے جھانک کر فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا ہے کہ کسی مرد مسلم کا خون حلال نہیں ہے مگر تین وجہوں سے۔ ① احصان کے بعد[5] زنا سے یا ② اسلام کے بعد کفر سے یا ③ کسی نفس کو بغیر کسی نفس کے قتل کردینے سے، انہیں وجوہ سے قتل کیا جائے گا۔ قسم خدا کی، نہ میں نے زمانہ کفر میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں اور جب سے میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے بیعت کی مرتد نہیں ہوا اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا، قتل نہیں کیا پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔[6]

---

1 ......"سنن أبي داود"، کتاب الديات، باب إيقاد المسلم بالکافر، الحديث: ٤٥٣٠، ٤٥٣١، ج٤، ص٢٣٨، ٢٣٩.

2 ......"جامع الترمذي"، کتاب الديات، باب ماجاء في الرجل يقتل ابنه... إلخ، الحديث: ١٤٠٦، ج٣، ص١٠١.

3 ...... المرجع السابق، الحديث: ١٤٠٤، ج٣، ص١٠٠.

4 ......"سنن أبي داود"، کتاب الديات، باب لايؤخذ أحد بجريرة أخيه أوأبيه، الحديث: ٤٤٩٥، ج٤، ص٢٢٣.

5 ......یعنی شادی شدہ ہونے کے بعد۔

6 ...... "جامع الترمذي"، کتاب الفتن، باب ما جاء لايحل دم إمرئ مسلم... إلخ، الحديث: ٢١٦٥، ج٤، ص٦٤.

حدیث ۱۹ ابوداود حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''مومن تیز رو[1] اور صالح رہتا ہے جب تک حرام خون نہ کرلے اور جب حرام خون کرلیتا ہے تو اب وہ تھک جاتا ہے[2]۔[3]

حدیث ۲۰ ابوداود انہیں سے اور نسائی معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''امید ہے کہ گناہ کو اللہ بخش دے گا مگر اس شخص کو نہ بخشے گا جو مشرک ہی مرجائے یا جس نے کسی مرد مومن کو قصداً[4] ناحق قتل کیا۔''[5] (اس کی تاویل آگے آئے گی)

حدیث ۲۱ امام ترمذی نے عَمْرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جس نے ناحق جان بوجھ کر قتل کیا وہ اولیائے مقتول کو دے دیا جائے گا پس وہ اگر چاہیں قتل کریں اور اگر چاہیں دیت لیں۔[6]

حدیث ۲۲ دارمی ابن شریح خزاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جو اس بات کے ساتھ مبتلا ہو کہ اس کے یہاں کوئی قتل ہوگیا یا زخمی ہوگیا تو تین چیز میں سے ایک اختیار کرے۔ اگر چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑلو (یعنی روک دو) یہ اختیار ہے کہ قصاص لے یا معاف کرے یا دیت لے پھر ان تینوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے بعد اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔''[7]

حدیث ۲۳ ابوداود جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''میں اس کو معاف نہیں کروں گا جس نے دیت لینے کے بعد قتل کیا۔''[8]

حدیث ۲۴ امام ترمذی و ابن ماجہ نے ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ جس کے جسم میں کوئی زخم لگ جائے پھر وہ اس کا صدقہ کردے (معاف کردے) تو اللہ

---

1 ...... یعنی مومن نیکی میں جلدی کرنے والا ہوتا ہے۔

2 ...... یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے اسی کو تھک جانے سے تعبیر فرمایا۔

3 ...... ''سنن أبي داود''، کتاب الفتن والملاحم، باب في تعظیم قتل المؤمن، الحدیث: ۴۲۷۰، ج۴، ص۱۳۹.

4 ...... یعنی جان بوجھ کر۔

5 ...... ''سنن أبي داود''، کتاب الفتن... إلخ، باب في تعظیم قتل المؤمن، الحدیث: ۴۲۷۰، ج۴، ص۱۳۹.

6 ...... ''جامع الترمذي''، کتاب الدیات، باب ماجاء في الدیة کم هي من الإبل، الحدیث: ۱۳۹۲، ج۳، ص۹۵.

7 ...... ''سنن الدارمي''، کتاب الدیات، باب الدیة في قتل العمد، الحدیث: ۲۳۵۱، ج۲، ص۲۴۷.

8 ...... ''سنن أبي داود''، کتاب الدیات، باب من یقتل بعد أخذ الدیة، الحدیث: ۴۵۰۷، ج۴، ص۲۲۹.

(عزوجل) اس کا ایک درجہ بڑھاتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔[1]

حدیث ۲۵ امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم)! کون سا گناہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک بڑا ہے؟ فرمایا کہ "اللہ (عزوجل) کا کوئی شریک بتائے، حالانکہ اللہ (عزوجل) ہی نے تم کو پیدا کیا" عرض کی پھر کون سا گناہ؟ فرمایا: "پھر یہ کہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔" کہا۔ پھر کون؟ ارشاد فرمایا: "پھر یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پس اللہ (عزوجل) نے اس کی تصدیق نازل فرمائی:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾[2] يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ ﴾[3] (پ۱۹، ع۴)

"اور وہ جو اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی اور کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جسے اللہ (عزوجل) نے حرام کیا ناحق قتل نہیں کرتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا، اس کے لیے چندر چند عذاب کیا جائے گا قیامت کے دن۔[4] اور وہ اس میں مدتوں ذلت کے ساتھ رہے گا، مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔ اللہ (عزوجل) ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ (عزوجل) مغفرت والا رحم والا ہے۔"

حدیث ۲۶ امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ان نقبا[5] سے ہوں جنہوں نے (لیلۃ العقبہ[6] میں) رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم سے بیعت کی۔ ہم نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور زنا نہ کریں گے اور چوری نہ کریں گے اور ایسی جان کو قتل نہ کریں گے جس کو اللہ (عزوجل) نے حرام فرمایا اور لوٹ نہ کریں گے اور خدا (تعالٰی) کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم کو جنت

---

1 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الديات، باب ماجاء في العفو، الحديث: ۱۳۹۸، ج۳، ص۹۷.

2 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الديات باب قول الله تعالى ﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا... إلخ ﴾، الحديث: ۶۸۶۱، ج۴، ص۳۵۶.

3 ...... پ۱۹، الفرقان: ۶۸ـ۷۰.

4 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر ﴿ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ کا ترجمہ "قیامت کے دن" موجود نہیں تھا، لہٰذا متن میں کنزالایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔۔۔ علمیه

5 ...... قوم کے سرداروں۔

6 ...... عقبہ سے مراد وہ مقام ہے جو منٰی کے اطراف میں واقع ہے، اس مقام پر رات کے وقت چند انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کے دست اقدس پر بیعت کی جن میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی شامل تھے۔

دی جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی کام ہم نے کیا تو اس کا فیصلہ اللہ (عزوجل) کی طرف ہے۔ [1]

حدیث ۲۷ امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: "اللہ (عزوجل) کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مبغوض تین شخص ہیں۔ حرم میں الحاد کرنے والا اور اسلام میں طریقہ جاہلیت کا طلب کرنے والا اور کسی مسلمان شخص کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اسے بہائے۔ [2]

حدیث ۲۸ امام ابو جعفر طحاوی نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "قصاص میں قتل تلوار ہی سے ہوگا۔" [3]

مسائل فقہیّہ

یہاں جنایت سے مراد وہ فعل ہے جس سے جان یا اعضاء کو نقصان پہنچایا جائے اس کے احکام کا تعلق حکومت سے ہے کہ وہی ان کا نفاذ کرتی ہے یہاں نہ اسلامی حکومت ہے نہ شریعت کے مطابق احکام جاری ہیں لہذا اس کے مسائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہ تھی مگر پھر بھی مسلمانوں کو شرعی احکام معلوم کرنا بے سود نہیں ہے اس لحاظ سے کچھ مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ ۱ قتل ناحق کی پانچ صورتیں ہیں۔ (۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قائم مقام خطا (۵) قتل بالسبب۔ قتل عمد یہ ہے کہ کسی دھار دار آلے سے قصداً قتل کرے۔ آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد ہی ہے۔ دھار دار آلہ مثلاً تلوار، چھری یا لکڑی اور بانس کی کھپچی [4] میں دھار نکال کر قتل کیا یا دھار دار پتھر سے قتل کیا، لوہے اور تانبا، پیتل وغیرہ کی کسی چیز سے قتل کرے گا، اگر اس سے جرح یعنی زخم ہوا تو قتل عمد ہے، مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ، بلم [5] وغیرہ کہ یہ سب آلۂ جارحہ ہیں۔ [6] گولی اور چھرے سے قتل ہوا، یہ بھی اسی میں داخل ہے۔ [7] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲ قتل عمد کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص نہایت سخت گنہگار ہے۔ کفر کے بعد تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

---

1 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالٰی ﴿وَمَنْ اَحْيَاهَا﴾، الحدیث: ٦٨٧٣، ج٤، ص٣٥٩.

2 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الدیات، باب من طلب دم إمرئ بغیر حق، الحدیث: ٦٨٨٢، ج٤، ص٣٦٢.

3 ...... "شرح معاني الآثار"، کتاب الجنایات، باب الرجل یقتل رجلا کیف یقتل؟، الحدیث: ٤٩١٧، ج٣، ص٨١.

4 ...... بانس کا چِرا ہوا ٹکڑا۔

5 ...... لمبی لاٹھی جس کے سرے پر نوک دار بھال ہوتی ہے، بھالا، برچھا۔

6 ...... یعنی زخمی کرنے والے آلے ہیں۔

7 ...... "الهدایة" کتاب الجنایات، ج٢، ص٤٤٢.

و "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، ج١٠، ص١٥٥-١٥٧.

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا ﴾[1] (پ۵، ع۱۰)

''جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے اس کی سزا جہنم میں مدتوں[2] رہنا ہے۔''

ایسے شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں اس کے متعلق صحابہ (رضوان اللہ تعالٰی علیہم) میں اختلاف ہے جیسا کہ کتب حدیث میں یہ بات مذکور ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول ہوسکتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایسے قاتل کی بھی مغفرت ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالٰی کی مشیت میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو بخش دے[3] جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾[4] (پ۵، ع۴)

''بے شک اللہ (عزوجل)[5] شرک یعنی کفر کو تو نہیں بخشے گا۔ اس سے نیچے جتنے گناہ ہیں جس کے لئے چاہے گا مغفرت فرمادے گا۔''

اور پہلی آیت کا یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ مومن کو جو بحیثیت مومن قتل کرے گا یا اس کے قتل کو حلال سمجھے گا وہ بے شک ہمیشہ جہنم میں رہے گا یا خلود سے مراد بہت دنوں تک رہنا ہے۔

مسئلہ ۳ قتل عمد کی سزا دنیا میں فقط قصاص ہے یعنی یہی متعین ہے۔ ہاں اگر اولیائے مقتول معاف کردیں یا قاتل سے مال لے کر مصالحت کرلیں تو یہ بھی ہوسکتا ہے مگر بغیر مرضی قاتل اگر مال لینا چاہیں تو نہیں ہوسکتا۔ یعنی قاتل اگر قصاص کو کہے تو اولیائے مقتول اس سے مال نہیں لے سکتے۔ مال پر مصالحت کی صورت میں دیت کی برابر یا کم یا زیادہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔ یعنی مال لینے کی صورت میں یہ ضرور نہیں کہ دیت سے زیادہ نہ ہو اور جس مال پر صلح ہوئی وہ دیت کی قسم سے ہو یا دوسری جنس سے ہو دونوں صورتوں میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۴ قتلِ عمد میں قاتل کے ذمے کفارہ واجب نہیں۔[7] (متون)

مسئلہ ۵ اولیائے مقتول نے اگر نصف قصاص معاف کردیا تو کل ہی معاف ہوگیا یعنی اس میں تجزی نہیں ہوسکتی، اب اگر یہ چاہیں کہ باقی نصف کے مقابل میں مال لیں، یہ نہیں ہوسکتا۔[8] (شلبی)

---

1 ...... پ۵، النساء: ۹۳.

2 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر ﴿خَالِدًا﴾ کا ترجمہ 'مدتوں' موجود نہیں تھا، لہذا متن میں کنز الایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔...علمیه

3 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، ج۱۰، ص۱۵۸.

4 ...... پ۵، النساء: ۴۸.

5 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر ﴿ اِنَّ اللّٰهَ ﴾ کا ترجمہ ''بے شک اللہ (عزوجل)'' موجود نہیں تھا، لہذا متن میں کنز الایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔...علمیه

6 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، ج۱۰، ص۱۵۸.

7 ...... "کنز الدقائق"، کتاب الجنایات، ص۴۴۸.

8 ...... "حاشیة الشلبی" علی "تبیین الحقائق"، کتاب الجنایات، ج۷، ص۲۱۲.

مسئلہ ۶ قتل کی دوسری قسم شبہ عمد ہے۔ وہ یہ کہ قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مارڈالا یہ شبہ عمد ہے اس صورت میں بھی قاتل گنہگار ہے اور اس پر کفارہ واجب ہے اور قاتل کے عصبہ پر دیت مغلظہ واجب جو تین سال میں ادا کریں گے۔ دیت کی مقدار کیا ہوگی اس کو آئندہ ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۷ شبہ عمد مار ڈالنے ہی کی صورت میں ہے۔ اور اگر وہ جان سے نہیں مارا گیا بلکہ اس کا کوئی عضو تلف ہوگیا مثلاً لاٹھی سے مارا اور اس کا ہاتھ یا انگلی ٹوٹ کر علیحدہ ہوگئی تو اس کو شبہ عمد نہیں کہیں گے بلکہ یہ عمد ہے اور اس صورت میں قصاص ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۸ تیسری قسم قتل خطا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے گمان میں غلطی ہوئی، مثلاً اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا اور شکار نہ تھا بلکہ انسان ہے یا حربی یا مرتد سمجھ کر قتل کیا حالانکہ وہ مسلم تھا دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلاً شکار پر یا چاند ماری[3] پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو کہ یہاں انسان کو شکار نہیں سمجھا بلکہ شکار ہی کو شکار سمجھا اور شکار ہی پر گولی چلائی مگر ہاتھ بہک گیا۔[4] گولی شکار کو نہیں لگی آدمی کو لگی۔ اسی کی یہ صورتیں بھی ہیں۔ نشانہ پر گولی لگ کر لوٹ آئی اور کسی آدمی کو لگی یا نشانہ سے پار ہو کر کسی آدمی کو لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا دوسرے کو لگی یا ایک شخص کے ہاتھ میں مارنا چاہتا تھا دوسرے کی گردن میں لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا مگر گولی دیوار پر لگی پھر ٹپا کھا کر لوٹی اور اس شخص کو لگی یا اس کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ کر کسی آدمی پر گری اور مر گیا یہ سب صورتیں قتل خطا کی ہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۹ قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت واجب جو تین سال میں ادا کی جائے گی۔ قتل خطا کی دونوں صورتوں میں اس کے ذمہ قتل کا گناہ نہیں۔ یہ تو ضرور گناہ ہے کہ ایسے آلہ کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی، شریعت کا حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر احتیاط سے کام لینا چاہئے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۰ مقتول کے جسم کے جس حصہ پر وار کرنا چاہتا تھا وہاں نہیں لگا۔ دوسری جگہ لگا یہ خطا نہیں ہے بلکہ عمد ہے اور اس میں قصاص واجب ہے۔[7] (ہدایہ)

---

1. ......"الهداية"، كتاب الجنايات، ج ٢، ص ٤٤٣.
2. ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦١.
3. ......نشانہ، وہ جگہ جس پر نشانہ بازی کرتے ہیں۔
4. ......یعنی اِدھر اُدھر مڑ گیا۔
5. ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦١، ١٦٢.
6. ......"الهداية"، كتاب الجنايات، ج ٢، ص ٤٤٣.
7. ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۱ قتل کی ان تینوں قسموں میں قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے یعنی اگر کسی نے اپنے مورث کو قتل کیا تو اس کا ترکہ اس کو نہیں ملے گا (ہدایہ)[1] بشرطیکہ جس سے قتل ہوا وہ مکلّف[2] ہو اور اگر مجنوں یا بچہ ہے تو میراث سے محروم نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲ چوتھی قسم قائم مقام خطا جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مرگیا اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور مرگیا قتل کی اس صورت میں بھی وہی احکام ہیں جو خطا میں ہیں یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت اور قاتل میراث سے محروم ہوگا اور اس میں بھی قتل کرنے کا گناہ نہیں، مگر یہ گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی جس سے ایک انسان کی جان ضائع ہوئی۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳ پانچویں قسم قتل بالسبب، جیسے کسی شخص نے دوسری کی ملک میں کوآں کھودا یا پتھر رکھ دیا یا راستہ میں لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص کوئیں میں گر کر یا پتھر اور لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مرگیا۔ اس قتل کا سبب وہ شخص ہے جس نے کوآں کھودا تھا اور پتھر وغیرہ رکھ دیا تھا۔ اس صورت میں اس کے عصبہ کے ذمے دیت ہے۔ قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ، اس کا گناہ ضرور ہے کہ پرائی مِلک میں کوآں کھودا، یا وہاں پتھر رکھ دیا۔[5] (درمختار)

کہاں قصاص واجب ہوتا ہے کہاں نہیں

مسئلہ ۱ قتل عمد میں قصاص واجب ہوتا ہے کہ ایسے کو قتل کیا جس کے خون کی محافظت ہمیشہ کے لیے ہو۔ جیسے مسلم یا ذمی کہ اسلام نے ان کی محافظت کا حکم دیا ہے۔ بشرطیکہ قاتل مکلّف ہو، یعنی عاقل بالغ ہو۔ مجنون یا نابالغ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اگر قتل کے وقت عاقل تھا اور بعد میں مجنون ہوگیا۔ اگر قتل کے لیے ابھی تک حوالہ نہیں کیا گیا ہے۔ قصاص ساقط ہوجائے گا اور اگر قصاص کا حکم ہو چکا اور قتل کرنے کے لیے دیا جاچکا ہے اس کے بعد مجنون ہوا تو قصاص ساقط نہیں ہوگا اور ان صورتوں میں بجائے قصاص اُس پر دیت واجب ہوگی۔[6] (درمختار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الجنايات، ج ٢، ص ٤٤٣.

2 ......یعنی عاقل، بالغ ہو۔

3 ...... "رد المحتار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦٤.

4 ......"الدرالمختار" و"رد المحتار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦٣.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦٣.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...الخ، ج ١٠، ص ١٦٤.

مسئلہ ۲ جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی ہوش میں آ جاتا ہے۔ اس نے اگر حالت افاقہ میں کسی کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ ہاں اگر قتل کے بعد اسے جنون مطبق ہو گیا تو قصاص ساقط ہو گیا اور جنون مطبق نہیں ہے تو قتل کیا جائے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳ قصاص کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قاتل و مقتول کے مابین شبہ نہ پایا جاتا ہو۔ مثلاً باپ بیٹا، آقا و غلام کہ یہاں قصاص نہیں اور اگر مقتول نے قاتل کو کہہ دیا کہ مجھے قتل کر ڈال، اس نے قتل کر دیا اس میں بھی قصاص واجب نہیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴ آزاد کو آزاد کے بدلے میں اور غلام کے بدلے میں بھی قتل کیا جائے گا اور غلام کو غلام کے بدلے میں اور آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ مرد کو عورت کے بدلے میں اور عورت کو مرد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ مسلم کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ حربی یا مستامن کے بدلے میں نہ مسلم سے قصاص لیا جائے گا نہ ذمی سے، اسی طرح مستامن سے مستامن کے مقابل میں قصاص نہیں۔ ذمی نے ذمی کو قتل کیا، قصاص لیا جائے گا اور قتل کے بعد قاتل مسلمان ہو گیا جب بھی قصاص ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵ مسلم نے مرتد یا مرتدہ کو قتل کیا اس صورت میں قصاص نہیں۔ دو مسلمان دارالحرب میں امان لے کر گئے اور ایک نے دوسرے کو وہیں قتل کر دیا قصاص نہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۶ عاقل سے مجنون کے بدلے میں اور بالغ سے نابالغ کے بدلے میں اور انکھیارے سے اندھے کے بدلے میں اور ہاتھ پاؤں والے سے لنجھے[5] یا جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں اس کے بدلے میں، تندرست سے بیمار کے بدلے میں اور مرد سے عورت کے بدلے میں قصاص لیا جائے گا۔[6] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۷ اصول نے فروع کو قتل کیا مثلاً باپ ماں، دادا دادی، نانا نانی نے بیٹے یا پوتے یا نواسہ کو قتل کیا اس

---

1 ...... "الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... الخ، ج١٠، ص١٦٥.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً.. إلخ، ج٦، ص٣.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... لنگڑا لولا، ہاتھ پاؤں سے معذور۔

6 ...... "الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيمايوجب القود... الخ، ج١٠، ص١٦٨.

و "الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً.. إلخ، ج٦، ص٣.

میں قصاص نہیں بلکہ خود اس قاتل سے دیت دلوائی جائے گی بلکہ باپ کے ساتھ اگر بیٹے کے قتل میں کوئی اجنبی بھی شریک تھا تو اس اجنبی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس سے بھی دیت ہی لی جائے گی۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دو شخصوں نے مل کر اگر کسی کو قتل کیا اور ان میں ایک وہ ہے کہ اگر وہ تنہا کرتا تو قصاص واجب ہوتا اور دوسرا وہ ہے کہ تنہا قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوتا تو اس پہلے سے بھی قصاص نہیں، مثلاً اجنبی اور باپ دونوں نے قتل کیا یا ایک نے قصداً قتل کیا اور دوسرے نے خطا کے طور پر۔ ایک نے تلوار سے قتل کیا، دوسرے نے لاٹھی سے، ان سب صورتوں میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت واجب ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۸ مولےٰ نے اپنے غلام کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں۔ اسی طرح اپنے مدبر یا مکاتب یا اپنی اولاد کے غلام کو قتل کیا یا اس غلام کو قتل کیا جس کے کسی حصہ کا قاتل مالک ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۹ قتل سے قصاص واجب تھا مگر اس کا وارث ایسا شخص ہوا کہ وہ قصاص نہیں لے سکتا تو قصاص ساقط ہو گیا مثلاً وہ قاتل اس وارث کے اصول میں سے ہے تو اب قصاص نہیں ہو سکتا۔ جیسے ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کیا اور اس کی وارث صرف اس کی لڑکی ہے یعنی قاتل کی بیوی۔ پھر یہ عورت مر گئی اور اس کا لڑکا وارث ہوا جو اسی شوہر سے ہے تو قصاص کی صورت میں بیٹے کا باپ سے قصاص لینا لازم آتا ہے، لہٰذا قصاص ساقط۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۰ مسلم نے اگر مسلم کو مشرک سمجھ کر قتل کیا، مثلاً جہاد میں ایک مسلم کو کافر سمجھا اور مار ڈالا، اس صورت میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت و کفارہ ہے کہ یہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطا ہے اور اگر مسلم صف کفار میں تھا اور کسی مسلم نے قتل کر ڈالا تو دیت و کفارہ بھی نہیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۱ جن اگر ایسی شکل میں آیا جس کا قتل جائز ہے۔ مثلاً سانپ کی شکل میں آیا تو اس کے قتل میں کوئی مواخذہ نہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۲ قصاص میں جس کو قتل کیا جائے تو یہ ضرور ہے کہ تلوار ہی سے قتل کیا جائے اگرچہ قاتل نے اسے تلوار سے قتل نہ کیا ہو بلکہ کسی اور طرح سے مار ڈالا ہو جس سے قصاص واجب ہوتا ہو۔ خنجر یا نیزہ سے یا کسی دوسرے اسلحہ سے قتل کرنا بھی تلوار ہی

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... إلخ، ج۱۰، ص۱۶۸، ۱۶۹.

2 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... إلخ، ج۱۰، ص۱۶۹.

3 ......المرجع السابق، ص۱۷۱.

4 ...... المرجع السابق، ص۱۷۲.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... إلخ، ج۱۰، ص۱۷۳.

کے حکم میں ہے۔لہٰذا اگر اسلحہ کے سوا کسی اور طرح سے قصاص میں قتل کیا، مثلاً کوئیں میں گرا کر مار ڈالا یا پتھر سے قتل کیا تو ایسا کرنے سے تعزیر کا مستحق ہے۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۳ کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور وہ مر گیا تو قاتل کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے یہ نہیں کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیں۔اسی طرح اگر اس کا سر توڑ ڈالا اور مر گیا تو قاتل کی گردن تلوار سے کاٹ دی جائے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴ بعض اولیائے مقتول نے قصاص لے لیا تو باقی اولیا اس سے ضمان نہیں لے سکتے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۵ دو شخص ولی مقتول تھے، ان میں سے ایک نے معاف کر دیا اور دوسرے نے قاتل کو قتل کر ڈالا، اگر اسے یہ معلوم تھا کہ بعض ولی کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر نہیں معلوم تھا تو اس سے دیت لی جائے گی۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۶ مقتول کے بعض اولیا بالغ ہیں اور بعض نابالغ تو قصاص میں یہ انتظار نہیں کیا جائے گا کہ وہ نابالغ بالغ ہو جائیں بلکہ جو وُرَثہ بالغ ہیں وہ ابھی قصاص لے سکتے ہیں۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۷ قاتل کو کسی اجنبی شخص نے (یعنی اس نے جو مقتول کا ولی نہیں ہے) قتل کر ڈالا، اگر اس نے عمداً قتل کیا ہے تو اس قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔اور خطا کے طور پر قتل کیا ہے تو اس قاتل کے عصبہ سے دیت لی جائے گی، کیونکہ اس اجنبی کے لئے اس کا قتل حلال نہ تھا، اب اگر مقتول اول کا ولی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس اجنبی سے قتل کرنے کو کہا تھا لہٰذا اس سے قصاص نہ لیا جائے تو جب تک گواہ نہ ہوں۔اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اس اجنبی سے قصاص لیا جائے اور بہر صورت جبکہ قاتل کو اجنبی نے قتل کر ڈالا تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو گیا یعنی قصاص تو ہو ہی نہیں سکتا کہ قاتل رہا ہی نہیں اور دیت بھی نہیں لی جاسکتی کہ اس کے لیے رضامندی درکار ہے اور وہ پائی نہیں گئی۔جس طرح قاتل مر جائے تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔اسی طرح یہاں۔[6] (درمختار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الجنايات،باب مايوجب القصاص و مالا يوجبه،ج٢،ص٤٤٥ .
و"الدرالمختار"، كتاب الجنايات،فصل فيمايوجب القود...إلخ،ج١٠،ص ١٧٣ .

2 ...... " الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات،الباب الثانى فيمن يقتل قصاصاً...الخ ،ج٦،ص ٤ .

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات،فصل فيما يوجب القود...الخ،ج١٠،ص١٧٨.

4 ...... المرجع السابق.

5 ......"الهداية"، كتاب الجنايات،باب مايوجب القصاص و مالا يوجبه،ج٢،ص٤٤٦ .

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات،فصل فيما يوجب القود...الخ،ج١٠،ص١٧٧.

مسئلہ ۱۸ اولیائے مقتول نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ زید نے اسے زخمی کیا اور قتل کیا ہے اور زید نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ خود مقتول نے یہ کہا ہے کہ زید نے نہ مجھے زخمی کیا نہ قتل کیا تو اُنہیں گواہوں کو ترجیح دی جائے گی۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۹ مجروح[2] نے یہ کہا کہ فلاں نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے، یہ کہہ کر مر گیا تو اس کے ورثہ اس شخص پر قتل کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ مجروح نے یہ کہا کہ فلاں شخص نے مجھے قتل کیا۔ یہ کہہ کر مرگیا اب اس کے ورثہ دوسرے شخص پر دعوے کرتے ہیں کہ اس نے قتل کیا ہے۔ یہ دعویٰ مسموع[3] نہیں ہوگا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲۰ جس کو زخمی کیا گیا۔ اس نے مرنے سے پہلے معاف کردیا یا اس کے اولیاء نے مرنے سے پہلے معاف کردیا یہ معافی جائز ہے۔ یعنی اب قصاص نہیں لیا جائے گا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۲۱ کسی کو زہر دے دیا۔ اسے معلوم نہیں اور لاعلمی میں کھا پی گیا تو اس صورت میں نہ قصاص ہے نہ دیت، مگر زہر دینے والے کو قید کیا جائے گا اور اس پر تعزیر ہوگی اور اگر خود اس نے اُس کے منہ میں زبردستی ڈال دیا یا اس کے ہاتھ میں دیا اور پینے پر مجبور کیا تو دیت واجب ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۲۲ یہ کہا کہ میں نے اپنی بددعا سے فلاں کو ہلاک کردیا یا باطنی تیروں سے ہلاک کیا یا سورۂ انفال پڑھ کر ہلاک کیا تو اقرار کرنے والے پر قصاص وغیرہ لازم نہیں۔ اسی طرح اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے قہریہ پڑھ کر اسے ہلاک کردیا، اس کہنے سے بھی کچھ لازم نہیں۔ نظر بد سے ہلاک کرنے کا اقرار کرے اس کے متعلق بھی کچھ منقول نہیں۔[7] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۳ کسی نے اس کا سر توڑ ڈالا اور خود اس نے بھی اپنا سر توڑا اور شیر نے اسے زخمی کیا اور سانپ نے بھی کاٹ کھایا اور یہ مرگیا تو اس شخص پر جس نے سر توڑا ہے تہائی دیت[8] واجب ہوگی۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴ ایک شخص نے کئی شخصوں کو قتل کیا اور ان تمام مقتولین کے اولیا نے قصاص کا مطالبہ کیا تو سب کے بدلے

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۷۹.

2 ...... زخمی۔ 3 ...... یعنی قابل سماعت۔

4 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۷۹.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق، ص۱۸۰.

7 ...... "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، مبحث شریف، ج۱۰، ص۱۸۱.

8 ...... یعنی دیت کا تیسرا حصہ۔

9 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنایات، الباب الثانی، فیمن یقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٤.

میں اس قاتل کو قتل کیا جائے گا اور فقط ایک کے ولی نے مطالبہ کیا اور قتل کر دیا گیا تو باقیوں کا حق ساقط ہو گیا۔ یعنی اب ان کے مطالبہ پر کوئی مزید کارروائی نہیں ہوسکتی۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵ ایک شخص کو چند شخصوں نے مل کر قتل کیا تو اس کے بدلے میں یہ سب قتل کئے جائیں گے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶ ایک سے زیادہ مرتبہ جس نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا اس کو بطور سیاست قتل کیا جائے اور گرفتاری کے بعد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول نہیں اور اس کا وہی حکم ہے جو جادوگر کا ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲۷ کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیر یا درندے کے سامنے ڈال دیا اس نے مار ڈالا، ایسے شخص کو سزا دی جائے اور مارا جائے اور قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہیں قید خانہ ہی میں مرجائے اسی طرح اگر ایسے مکان میں کسی کو بند کر دیا جس میں شیر ہے جس نے مار ڈالا یا اس میں سانپ ہے جس نے کاٹ لیا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲۸ بچہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا برف پر ڈال دیا اور وہ مرگیا تو اس کے عصبہ سے دیت وصول کی جائے کسی کے ہاتھ، پاؤں باندھ کر دریا میں ڈال دیا اور ڈالتے ہی تہ نشین ہو گیا تو اس کے عصبہ سے دیت وصول کی جائے اور اگر کچھ دیر تک تیرتا رہا پھر ڈوب کر مرگیا تو دیت نہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۲۹ گرم تنور میں کسی آدمی کو ڈال دیا اور وہ مرگیا یا آگ میں کسی کو ڈال دیا جس سے نکل نہیں سکتا اور وہ مرگیا تو ان دونوں صورتوں میں قصاص ہے اور اگر آگ میں ڈال کر نکال لیا اور تھوڑی سی زندگی باقی ہے مگر کچھ دنوں بعد مرگیا تو قصاص ہے اور اگر چلنے پھرنے لگا پھر مرگیا تو قصاص نہیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰ ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ دیا کہ آنتیں نکل پڑیں۔ پھر کسی اور نے دوسرے کی گردن اڑا دی تو قاتل یہی ہے جس نے گردن ماری۔ اگر اس نے عمداً کیا ہے تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت واجب ہے اور جس نے پیٹ پھاڑا اس پر تہائی دیت واجب ہے اور اگر پیٹ اس طرح پھاڑا کہ پیٹھ کی جانب زخم نفوذ کر گیا تو دیت کی دو تہائیاں۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص ایک دن یا کچھ کم زندہ رہ سکتا ہو، اور اگر زندہ نہ رہ سکتا ہو اور مقتول کی طرح تڑپ رہا ہو تو قاتل

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی فيمن يقتل قصاصاً...إلخ، ج٦، ص٤.

2 ...... المرجع السابق، ص٥.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...الخ، ج١٠، ص١٨٣.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص١٨٤.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی فيمن يقتل قصاصاً... إلخ، ج ٦، ص ٥.

وہ ہے جس نے پیٹ پھاڑا، اس نے عمداً کیا ہو تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت ہے اور جس نے گردن ماری اس پر تعزیر ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایسا زخمی کیا کہ امید زیست[1] نہ رہی۔ پھر دوسرے نے اسے زخمی کیا تو قاتل وہی پہلا شخص ہے۔ اگر دونوں نے ایک ساتھ زخمی کیا تو دونوں قاتل ہیں۔ اگرچہ ایک نے دس وار کیے اور دوسرے نے ایک ہی وار کیا ہو۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۱ کسی شخص کا گلا کاٹ دیا۔ صرف حلقوم[3] کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور ابھی جان باقی ہے دوسرے نے اسے قتل کر ڈالا تو قاتل پہلا شخص ہے دوسرے پر قصاص نہیں کیونکہ اس کا میت میں شمار ہے لہٰذا اگر مقتول اس حالت میں تھا اور مقتول کا بیٹا مر گیا تو بیٹا وارث ہوگا یہ مقتول اپنے بیٹے کا وارث نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲ جو شخص حالت نزع میں تھا اسے قتل کر ڈالا اس میں بھی قصاص ہے۔ اگرچہ قاتل کو یہ معلوم ہو کہ اب زندہ نہیں رہے گا۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۳ کسی کو عمداً زخمی کیا گیا کہ وہ صاحب فراش ہو گیا[6] اور اسی میں مر گیا تو قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز پائی گئی جس کی وجہ سے یہ کہا گیا ہو کہ اسی زخم سے نہیں مرا ہے تو قصاص نہیں۔ مثلاً کسی دوسرے نے اس مجروح کی گردن کاٹ دی تو اب مرنے کو اس کی طرف نسبت کیا جائے گا وہ شخص اچھا ہو کر مر گیا تو اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ اسی زخم سے مرا۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۳۴ جس نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی ایسے کو اس حالت میں قتل کر دینا واجب ہے یعنی اس کے شر کو دفع کرنا واجب ہے، اگرچہ اس کے لیے قتل ہی کرنا پڑے اسی طرح اگر ایک شخص پر تلوار کھینچی تو اسے بھی قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہی شخص قتل کرے جس پر تلوار اٹھائی یا دوسرا شخص۔ اسی طرح اگر رات کے وقت شہر میں لاٹھی سے حملہ کیا یا شہر سے باہر دن یا رات

---

1. ......یعنی زندگی کی اُمید۔
2. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٦.
3. ......گلے میں سانس آنے جانے والی رگ۔
4. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٦.
5. ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...الخ، مبحث شريف، ج١٠، ص١٨٤.
6. ......یعنی چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا۔
7. ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...الخ، ج١٠، ص١٨٥.

کسی وقت میں حملہ کیا اور اس کو کسی نے مارڈالا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۵ مجنون نے کسی پر تلوار کھینچی اور اس نے مجنون کو قتل کر دیا تو قاتل پر دیت واجب ہے جو خود اپنے مال سے ادا کرے۔ یہی حکم بچہ کا ہے کہ اس کی بھی دیت دینی ہوگی اور اگر جانور نے حملہ کیا اور جانور کو مار ڈالا تو اس کی قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔[2] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۳۶ جو شخص تلوار مار کر بھاگ گیا کہ اب دوبارہ مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ پھر اسے کسی نے مار ڈالا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ یعنی اسی وقت اس کو قتل کرنا جائز ہے جب وہ حملہ کر رہا ہے یا حملہ کرنا چاہتا ہے بعد میں جائز نہیں۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۷ گھر میں چور گھسا اور مال چورا کر لے جانے لگا صاحب خانہ نے پیچھا کیا اور چور کو مار ڈالا۔ تو قاتل کے ذمہ کچھ نہیں مگر یہ اس وقت ہے کہ معلوم نہ ہو کہ شور کرنے اور چلانے سے مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا اور اگر معلوم ہے کہ شور کرے گا تو مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا تو قتل کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اس وقت قتل کرنے سے قصاص واجب ہوگا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۸ مکان میں چور گھسا اور ابھی مال لے کر نکلا نہیں اس نے شور وغل کیا مگر وہ بھاگا نہیں یا اس کے مکان میں یا دوسرے کے مکان میں نقب لگا رہا ہے[5] اور شور کرنے سے بھاگتا نہیں، اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ چور ہونا اس کا معروف و مشہور ہو۔[6] (درمختار ورد المحتار)

مسئلہ ۳۹ ولی مقتول نے قاتل کو یا کسی دوسرے کو قصاص ہبہ کر دیا۔ یہ ناجائز ہے۔ یعنی قصاص ایسی چیز نہیں جس کا مالک دوسرے کو بنایا جا سکے اور اس کو ہبہ کرنے سے قصاص ساقط نہیں ہوگا۔[7] (درمختار، ردالمحتار)

---

1. ......"الهداية"، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص و مالا يوجبه، فصل، ج٢، ص٤٤٨.
2. ......المرجع السابق.
   و"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج١٠، ص١٨٨.
3. ......"الهداية"، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص و مالا يوجبه، فصل، ج٢، ص٤٤٨، ٤٤٩.
4. ...... المرجع السابق، ص٤٤٩.
5. ......یعنی چوری کے لیے دیوار میں سوراخ کر رہا ہے۔
6. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيمايوجب القود...الخ، مبحث شريف، ج١٠، ص١٨٩.
7. ......المرجع السابق، ص١٩٢.

مسئلہ ۴۰ ولی مقتول نے معاف کردیا یہ صلح سے افضل ہے اور صلح قصاص سے افضل ہے اور معاف کرنے کی صورت میں قاتل سے دنیا میں مطالبہ نہیں ہوسکتا ہے نہ اب قصاص لیا جاسکتا ہے نہ دیت لی جاسکتی ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار) رہا مواخذہ اخروی،[2] اُس سے بری نہیں ہوا، کیوں کہ قتل ناحق میں تین حق اس کے ساتھ متعلق ہیں۔ ایک حق اللہ، دوسرا حق مقتول، تیسرا حق ولی مقتول، ولی کو اپنا حق معاف کرنے کا اختیار تھا سو اس نے معاف کردیا مگر حق اللہ اور حق مقتول بدستور باقی ہیں۔ ولی کے معاف کرنے سے وہ معاف نہیں ہوئے۔[3]

مسئلہ ۴۱ مجروح[4] کا معاف کرنا صحیح ہے یعنی معاف کرنے کے بعد مرگیا تو اب ولی کو قصاص لینے کا اختیار نہیں رہا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۴۲ قاتل کی توبہ صحیح نہیں جب تک وہ اپنے کو قصاص کے لیے پیش نہ کردے۔ یعنی اولیائے مقتول کو جس طرح ہوسکے راضی کرے۔ خواہ وہ قصاص لے کر راضی ہوں یا کچھ لے کر مصالحت کریں[6] یا بغیر کچھ لیے معاف کردیں۔ اب وہ دنیا میں بری ہوگیا اور معصیت[7] پر اقدام کرنے کا جرم و ظلم یہ توبہ سے معاف ہوجائے گا۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

اطراف میں قصاص کا بیان

مسئلہ ۱ اعضا میں قصاص وہیں ہوگا جہاں مماثلت کی رعایت کی جاسکے۔ یعنی جتنا اس نے کیا ہے اتنا ہی کیا جائے۔ یہ احتمال نہ ہو کہ اس سے زیادتی ہوجائے گی۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۲ ہاتھ کو جوڑ پر سے کاٹ لیا ہے، اس کا قصاص لیا جائے گا، جس جوڑ پر سے کاٹا ہے اسی جوڑ سے اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کا ہاتھ چھوٹا تھا اور اس کا بڑا ہے کہ ہاتھ ہاتھ دونوں یکساں

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... الخ، مبحث شريف، ج۱۰، ص۱۹۲.
2 ...... یعنی آخرت کی پکڑ۔
3 ...... "ردالمحتار"، کتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... الخ، مبحث شريف، ج۱۰، ص۱۹۲.
4 ...... زخمی۔
5 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۷۹.
6 ...... صلح کریں۔
7 ...... گناہ۔
8 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... الخ، مبحث شريف، ج۱۰، ص۱۹۲.
9 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵.

قرار پائیں گے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳ کلائی یا پنڈلی درمیان میں سے کاٹ دی یعنی جوڑ پر سے نہیں کاٹی بلکہ آدھی یا کم وبیش کاٹ دی اس میں قصاص نہیں کہ یہاں مماثلت[2] ممکن نہیں اس طرح ناک کی ہڈی کل یا اس میں سے کچھ کاٹ دی یہاں بھی قصاص نہیں۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴ پاؤں کاٹا یا ناک کا نرم حصہ کاٹا یا کان کاٹ دیا۔ ان میں قصاص ہے اور اگر ناک کے نرم حصہ میں سے کچھ کاٹا ہے تو قصاص واجب نہیں اور ناک کی نوک کاٹی ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔ کاٹنے والی کی ناک اس کی ناک سے چھوٹی ہے۔ تو جس کی ناک کاٹی ہے اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت اور اگر کاٹنے والے کی ناک میں کوئی خرابی ہے مثلاً وہ اخشم ہے جسے بو محسوس نہیں ہوتی یا اس کی ناک کچھ کٹی ہوئی ہے یا اور کسی قسم کا نقصان ہے تو اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵ کان کاٹنے میں قصاص اس وقت ہے کہ پورا کاٹ لیا ہو۔ یا اتنا کاٹا ہو جس کی کوئی حد ہو، تاکہ اتنا ہی اس کا کان بھی کاٹا جائے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو قصاص نہیں کہ مماثلت ممکن نہیں۔ کاٹنے والے کا کان چھوٹا ہے اور اس کا بڑا تھا۔ یا کاٹنے والے کے کان میں چھید ہے یا یہ پھٹا ہوا ہے اور اس کا کان سالم تھا، تو اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔[5] (ردالمحتار)

ھذا ما تیسرلی الی الاٰن وماتوفیقی الا باللّٰہ وھو حسبی و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر واللّٰہ المسئول ان یوفقنی لعمل اھل السعادۃ و یرزقنی حسن الخاتمۃ علی الکتاب والسنۃ وانا الفقیر الحقیر ابو العلا محمد امجد علی الاعظمی غفرلہ ولوالدیہ واساتذتہٖ ولمحبیہ۔

☆☆☆☆☆

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵.

2 ...... یعنی برابری۔

3 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵.

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵، ۱۹۶.

5 ...... "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۱۹۶.

عرضِ حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِداً لِوَلِیِّہٖ وَ مُصَلِّیًا وَ مُسَلِّمًا عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

امّا بعد فقیر پُر تقصیر ابو العلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ متوطن گھوسی محلّہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڑھ عرض پرداز ہے کہ ضرورتِ زمانہ نے اِس طرف توجّہ دلائی کہ مسائل فقہیہ، صحیحہ ورجیحہ کا ایک مجموعہ اردو زبان میں برادرانِ اسلام کی خدمت میں پیش کیا جائے، اس طرح پر کہ ہمارے عوام بھائی اردو خواں بھی منتفع ہوسکیں، اور اپنی ضروریات میں اس سے کام لیں سکیں۔ اردو زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی جو صحیح مسائل پر مشتمل ہو اور ضروریات کے لیے کافی ووافی ہو، فقیر بوجہ کثرتِ مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا تھا کہ اس کام کو پورے طور پر انجام دے سکے، مگر حالتِ زمانہ نے مجبور کیا اور اس کے لیے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی، جب کبھی فرصت ہاتھ آجاتی اس کام کو قدرے انجام دے لیتا۔ تدریس کی مشغولیت اور افتاء وغیرہ چند دینی کام ایسے انجام دینے پڑتے جن کی وجہ سے تصنیف کتاب کے لیے فرصت نہ ملتی، مگر اللہ پر توکل کرکے جب یہ کام شروع کردیا گیا تو بزرگانِ کرام اور مشائخ عظام واساتذۂ اعلام کی دعاؤں کی برکت سے ایک حد تک اس میں کامیابی حاصل ہوئی، اس کتاب کا نام ''بہارِ شریعت'' رکھا جس کے بفضلہٖ تعالیٰ سترہ حصے مکمل ہوچکے، اور بحمدہٖ تعالیٰ یہ کتاب مسلمانوں میں حد درجہ مقبول ہوئی، عوام تو عوام اہل علم کے لیے بھی نہایت کار آمد ثابت ہوئی۔ اس کتاب کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا ہے کہ ماہِ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا، یہاں تک کہ جب ۱۹۳۹ء کی جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا نہایت مشکل ہوگیا اور اس کی طبع میں دشواریاں پیش آگئیں تو اس کی تصنیف کا سلسلہ بھی جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا، اور یہ کتاب اُس حد تک پوری نہ ہوسکی جس کا فقیر نے ارادہ کیا تھا، بلکہ اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری کتاب اور بھی لکھی جائے گی جو تصوف اور سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی جس کا اظہار اس سے پیشتر نہیں کیا گیا تھا۔ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے، چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے جنہوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہ رکھا کہ بہارِ شریعت کی تصنیف کو حدِ تکمیل تک پہنچاتا۔

۷ شعبان ۱۳۵۸ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا اور ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی محمد یحییٰ کا انتقال ہوا۔ شب دہم، رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ نے رحلت کی ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفی کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا اور اسی دوران میں مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا

اوران کی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچی کا انتقال ہوا، اِن پیہم حوادث نے قلب ودماغ پر کافی اثر ڈالا۔ یہاں تک کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوم کے روز جب کہ فقیر تلاوتِ قرآن مجید کررہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اوراس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نظر کی کمزوری اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں، ایسی حالت میں بہارِ شریعت کی تکمیل میرے لیے بالکل دشوار ہوگئی اور میں نے اپنی اس تصنیف کواس حد پرختم کردیا گویا اب اس کتاب کو کامل واکمل بھی کہا جاسکتا ہے، مگرابھی اس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جوزیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی۔ اور کتاب مکمل ہوجاتی، اوراگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہلِ سُنّت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمائیں تو میری عین خوشی ہے۔ محرم ۱۳۶۲ھ میں فقیر نے چند طلباء خصوصاً عزیزی مولوی مبین الدین صاحب امروہوی وعزیزی مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی وحبیبی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خان صاحب بریلوی وعزیزی مولوی محمد خلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بطحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا تھا کہ یہ کتاب نہایت معرکۃ الآراء حدیث وفقہ کی جامع حواشی سے خالی تھی۔ استاذنا المعظم حضرت مولٰینا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کتاب پر کہیں کہیں کچھ تعلیقات تحریر فرمائے ہیں جو بالکل طلبہ کے لیے ناکافی ہیں، مکمل اور مفصل حاشیہ کی اشد ضرورت تھی، اس تحشیہ کا کام سنہ مذکورہ میں تقریباً سات ماہ تک کیا مگر مولوی عطاء المصطفیٰ کی علالتِ شدیدہ، پھراُن کے انتقال نے اس کام کا سلسلہ بند کرنے پر مجبور کیا، جلد اول کا نصف بفضلہٖ تعالیٰ محشّٰی ہوچکا ہے جس کے صفحات کی تعداد باریک قلم سے ۴۵۰ ہیں اور ہر صفحہ ۳۵ یا ۳۶ سطر پر مشتمل ہے، اگر کوئی صاحب اس کام کو بھی آخر تک پہنچائیں تو میری عین خوشی ہے، خصوصاً اگر میرے تلامذہ میں سے کسی کوایسی توفیق نصیب ہواوراس کتاب کے تحشیہ کی خدمت انجام دیں توان کی عین سعادت اور میری قلبی مسرت کا باعث ہوگی۔

سب سے آخر میں ان تمام حضرات سے جواس کتاب سے فائدہ حاصل کریں، فقیر کی التجا ہے کہ وہ صمیمِ قلب سے اس فقیر کے لیے حُسنِ خاتمہ اور مغفرتِ ذنوب کی دُعا کریں، مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان کواوراس فقیر کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور اتباع نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَقاسِمِ رِزْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ واٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۵

فقیر امجد علی عفی عنہ

قادری منزل بڑا گاؤں، گھوسی اعظم گڑھ یوپی

پیش لفظ

یہ بہارِ شریعت کی کتاب الجنایات کا وہ حصّہ ہے جو حضرت استاد نا المکرّم فقیہ العصر صدر الشریعہ علّامہ مولانا مفتی ابوالعلا محمد امجد علی صاحب رضوی اعظمی قدس سرّہ العزیز مکمل نہ کرسکے تھے اور جس کے متعلق مُصنّف علیہ الرحمۃ نے ''عرضِ حال'' میں تفصیل بیان کی ہے اور بایں الفاظ وصیت فرمائی ہے کہ ''اس کا آخری حصّہ تھوڑا سا باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا، اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی، اور کتاب مکمل ہوجاتی اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا عُلماء اہلِ سنت میں سے کوئی صاحب اِس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمادیں تو میری عین خوشی ہے''۔

الحمدللہ (عزوجل) کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کے مطابق ہم نے یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، اوراس میں یہ اہتمام بالالتزام کیا ہے کہ مسائل کی مآ خذ کتب کے صفحات کے نمبر اور جلد نمبر بھی لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ اہلِ علم کو ماخذ تلاش کرنے میں آسانی ہو، اکثر کتب فقہ کے حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں، جن پر آج کل فتویٰ کا مدار ہے۔ حضرت مُصنف علیہ الرحمۃ کے طرزِ تحریر کو حتی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، فقہی موشگافیوں اور فقہاء کے قیل وقال کو چھوڑ کر صرف مفتٰی بہ اقوال کو سادہ اور عام فہم زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ کم تعلیم یافتہ سُنّی بھائیوں کو بھی اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ تصحیح کتابت میں حتی المقدور دیدہ ریزی سے کام لیا گیا ہے، پھر بھی اگر کہیں اغلاط رہ گئی ہوں تو اس کے لیے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں، آخر میں محبّ مکرم حضرت علامہ عبدالمصطفٰی الازہری مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ وممبر قومی اسمبلی پاکستان وعزیز مکرم مولانا حافظ قاری رضاءالمصطفٰے صاحب اعظمی سلمہٗ، خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کے شکرگزار ہیں کہ ان حضرات نے اپنے والدِ ماجد حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کی تکمیل کے لیے ہمارا انتخاب فرمایا، ہم اپنی اس حقیر خدمت کو حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ استاذ نا العلام ابوالعلٰی محمد امجد علی صاحب رضوی قدس سرہ العزیز، مصنف ''بہارِ شریعت'' کی بارگاہ میں بطور نذرانۂ عقیدہ پیش کرتے ہیں اوراس کا ثواب واجران کی رُوحِ پُرفتوح کو ایصال کرتے ہیں اور بارگاہِ ایزد متعال میں دست بہ دُعا ہیں کہ اس کتاب کے بقیہ دوحصوں کی تکمیل وتصنیف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد وقارالدین قادری رضوی بریلوی غفرلہ، نائب شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی نمبر ۵،

فقیر محبوب رضا غفرلہ مفتی دارالعلوم امجدیہ کراچی یکم جنوری ۱۹۷۷ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَامِداً لِوَلِيِّهٖ وَ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن

امّا بعد فقیر پُر تقصیر ابو العلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ متوطن گھوسی محلّہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڑھ عرض پرداز ہے کہ ضرورتِ زمانہ نے اِس طرف توجّہ دلائی کہ مسائل فقہیہ، صحیحہ ورجیحہ کا ایک مجموعہ اردو زبان میں برادرانِ اسلام کی خدمت میں پیش کیا جائے، اس طرح پر کہ ہمارے عوام بھائی اردوخواں بھی منتفع ہوسکیں، اور اپنی ضروریات میں اس سے کام لیں سکیں۔ اردو زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی جو صحیح مسائل پر مشتمل ہو اور ضروریات کے لیے کافی ووافی ہو، فقیر بوجہ کثرتِ مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا تھا کہ اس کام کو پورے طور پر انجام دے سکے، مگر حالتِ زمانہ نے مجبور کیا اور اس کے لیے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی، جب کبھی فرصت ہاتھ آجاتی اس کام کو قدرے انجام دے لیتا۔ تدریس کی مشغولیت اور افتاء وغیرہ چند دینی کام ایسے انجام دینے پڑتے جن کی وجہ سے تصنیف کتاب کے لیے فرصت نہ ملتی، مگر اللہ پر توکل کر کے جب یہ کام شروع کر دیا گیا تو بزرگانِ کرام اور مشائخ عظام واساتذۂ اعلام کی دعاؤں کی برکت سے ایک حدتک اس میں کامیابی حاصل ہوئی، اس کتاب کا نام ''بہارِ شریعت'' رکھا جس کے بفضلہٖ تعالیٰ سترہ حصے مکمل ہو چکے، اور بحمدہٖ تعالیٰ یہ کتاب مسلمانوں میں حد درجہ مقبول ہوئی، عوام تو عوام اہل علم کے لیے بھی نہایت کارآمد ثابت ہوئی۔ اس کتاب کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا ہے کہ ماہِ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا، یہاں تک کہ جب ۱۹۳۹ء کی جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا نہایت مشکل ہوگیا اور اس کی طبع میں دشواریاں پیش آگئیں تو اس کی تصنیف کا سلسلہ بھی جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا، اور یہ کتاب اُس حدتک پوری نہ ہوسکی جس کا فقیر نے ارادہ کیا تھا، بلکہ اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری کتاب اور بھی لکھی جائے گی جو تصوف اور سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی جس کا اظہار اس سے پیشتر نہیں کیا گیا تھا۔ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے، چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے جنہوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہ رکھا کہ بہارِ شریعت کی تصنیف کو حدِ تکمیل تک پہنچاتا۔

۷ شعبان ۱۳۵۸ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا اور ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی محمد یحیٰی کا انتقال ہوا۔ شب دہم، رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ نے رحلت کی ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفی کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا اور اسی دوران میں مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا

اوران کی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچی کا انتقال ہوا، ان پیہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا۔ یہاں تک کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوم کے روز جب کہ فقیر تلاوتِ قرآن مجید کررہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اوراس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نظر کی کمزوری اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں، ایسی حالت میں بہارِ شریعت کی تکمیل میرے لیے بالکل دشوار ہوگئی اور میں نے اپنی اس تصنیف کو اس حد پر ختم کردیا گویا اب اس کتاب کو کامل واکمل بھی کہا جاسکتا ہے، مگر ابھی اس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی۔ اور کتاب مکمل ہوجاتی، اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہلِ سُنّت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمائیں تو میری عین خوشی ہے۔ محرم ۱۳۶۲ھ میں فقیر نے چند طلباء خصوصاً عزیزی مولوی مبین الدین صاحب امروہوی وعزیزی مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی وحبیبی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خان صاحب بریلوی وعزیزی مولوی محمد خلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بطحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا تھا کہ یہ کتاب نہایت معرکۃ الآراء حدیث وفقہ کی جامع حواشی سے خالی تھی۔ استاذنا المعظم حضرت مولٰینا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کتاب پر کہیں کہیں کچھ تعلیقات تحریر فرمائے ہیں جو بالکل طلبہ کے لیے ناکافی ہیں، مکمل اور مفصل حاشیہ کی اشد ضرورت تھی، اس تحشیہ کا کام سنہ مذکورہ میں تقریباً سات ماہ تک کیا مگر مولوی عطاء المصطفیٰ کی علالتِ شدیدہ، پھر اُن کے انتقال نے اس کام کا سلسلہ بند کرنے پر مجبور کیا، جلد اول کا نصف بفضلہٖ تعالٰی محشّٰی ہوچکا ہے جس کے صفحات کی تعداد باریک قلم سے ۴۵۰ ہیں اور ہر صفحہ ۳۵ یا ۳۶ سطر پر مشتمل ہے، اگر کوئی صاحب اس کام کو بھی آخر تک پہنچائیں تو میری عین خوشی ہے، خصوصاً اگر میرے تلامذہ میں سے کسی کو ایسی توفیق نصیب ہو اور اس کتاب کے تحشیہ کی خدمت انجام دیں تو ان کی عین سعادت اور میری قلبی مسرت کا باعث ہوگی۔

سب سے آخر میں ان تمام حضرات سے جو اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں، فقیر کی التجا ہے کہ وہ صمیمِ قلب سے اس فقیر کے لیے حُسنِ خاتمہ اور مغفرتِ ذنوب کی دُعا کریں، مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان کو اور اس فقیر کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور اتباع نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین وصلّی اللہ تعالٰی علٰی خیرِ خَلْقِہٖ وقاسم رزقِہٖ سیّدِنا ومولانا محمدٍ واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین واٰخر دعوانا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ربِّ العٰلَمین

فقیر امجد علی عفی عنہ

قادری منزل بڑا گاؤں، گھوسی اعظم گڑھ یوپی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ ط

جنایات کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِصَاصُ فِى الۡقَتۡلٰى ؕ اَلۡحُرُّ بِالۡحُرِّ وَالۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ وَالۡاُنۡثٰى بِالۡاُنۡثٰى ؕ فَمَنۡ عُفِىَ لَهٗ مِنۡ اَخِيۡهِ شَىۡءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَاَدَآءٌ اِلَيۡهِ بِاِحۡسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخۡفِيۡفٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمۡ فِى الۡقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِى الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۹﴾ ﴾[1] (پ۲،ع۶)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! قصاص یعنی جو ناحق قتل کیے گئے ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہو تو بھلائی سے تقاضا کرے اور اچھی طرح سے اس کو ادا کردے۔ یہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے آسانی ہے اور تم پر مہربانی ہے، اب اس کے بعد جو زیادتی کرے اُس کے لیے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔ اے عقل والو تاکہ تم بچو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَكَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيۡهَاۤ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ وَالۡعَيۡنَ بِالۡعَيۡنِ وَالۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَالۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ ﴾[2]

ترجمہ: ''اور ہم نے توریت میں اُن پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ پھر جو معاف کردے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کیے پر حکم نہ کرے[3] وہی لوگ ظالم ہیں۔''

حدیث:- امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں قصاص کا حکم تھا اور ان میں دیت[4] نہ تھی تو اللہ تعالٰی نے اس امت کے لیے فرمایا ﴿ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِصَاصُ فِى الۡقَتۡلٰى ؕ ﴾ (الآیة) ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، عفو[5] یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دیت قبول کرے اور اتباع بالمعروف یہ ہے کہ

1 ......پ ۲، البقرۃ: ۱۷۸، ۱۷۹.
2 ......پ ٦، المائدۃ: ٤٥.
3 ......یعنی فیصلہ نہ کرے۔
4 ......خون بہا۔
5 ......یعنی معاف کرنا۔

بھلائی سے طلب کرے اور قاتل اچھی طرح ادا کرے۔ [1]

اور فرماتا ہے:

﴿ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ ﴾ [2] (پ٦،ع٩)

''اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ رکھا۔

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـٴًـا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـٴًـا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ فَدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ۝ ﴾ [3] (پ٥،ع١٠)

ترجمہ: ''اور مسلمان کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر غلطی کے طور پر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک غلام مسلم کا آزاد کرنا ہے اور خوں بہا کہ مقتول کے لوگوں کو دیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر وہ اگر اس قوم سے ہے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک کو آزاد کیا جائے۔ پھر جو نہ پائے وہ لگا تار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ سے اس کی توبہ ہے اللہ (عزوجل) جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ اس میں مدتوں رہے اور اللہ (عزوجل) نے اس پر غضب فرمایا اور اس پر لعنت کی اور اس پر بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔''

حدیث ۱: امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''کسی مسلمان مرد کا جو لاالٰہ الاّ اللّٰہ کی گواہی اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ خون صرف

---

1 ......''صحیح البخاری''، کتاب الدیات، باب من قتل له قتیل... إلخ، الحدیث: ٦٨٨١، ج٤، ص٣٦٢.

2 ......پ ٦، المائدۃ: ٣٢.

3 ......پ ٥، النساء: ٩٢، ٩٣.

تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہے۔نفس کے بدلے میں نفس، ثیب زانی [1] اور اپنے مذہب سے نکل کر جماعت اہل اسلام کو چھوڑ دے (مرتد ہوجائے یا باغی ہوجائے)۔" [2]

حدیث ۲ امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "مسلمان اپنے دین کے سبب کشادگی میں رہتا ہے جب تک کوئی حرام خون نہ کرلے۔" [3]

حدیث ۳ صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "قیامت کے دن سب سے پہلے خون ناحق کے بارے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔" [4]

حدیث ۴ امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنھما [5] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پہنچتی ہے۔" [6]

حدیث ۵ و ۶ امام ترمذی اور نسائی عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنھما [7] سے اور ابن ماجہ براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "بے شک دنیا کا زوال اللہ پر آسان ہے۔ایک مرد مسلم کے قتل سے۔" [8]

حدیث ۷ و ۸ امام ترمذی ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کرتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین والے ایک مرد مومن کے خون میں شریک ہوجائیں تو سب کو اللہ تعالٰی جہنم میں اوندھا کر کے ڈال دے گا۔ [9]

---

1 ......شادی شدہ زانی۔

2 ......"صحیح البخاري"،کتاب الدیات،باب قول اللّٰہ تعالی ﴿ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ...إلخ ﴾،الحدیث:٦٨٧٨،ج٤،ص٣٦١.

3 ......المرجع السابق،باب قول اللّٰہ تعالی ﴿ وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا...إلخ ﴾،الحدیث: ٦٨٦٢،ج٤،ص٣٥٦.

4 ......المرجع السابق،الحدیث:٦٨٦٤،ج٤،ص٣٥٧.

5 ......بہارشریعت کے نسخوں میں اس مقام پر"عبداللہ بن عمر"رضی اللہ تعالٰی عنھما لکھا ہوا ہے،جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ"بخاری شریف" اور دیگر کتبِ حدیث میں"عبداللہ بن عَمْرو"رضی اللہ تعالٰی عنھما مذکور ہے،اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

6 ......"صحیح البخاري"،کتاب الجزیۃ والموادعۃ،باب إثم من قتل معاھدا بغیر جرم،الحدیث: ٣١٦٦،ج٢،ص٣٦٥.

7 ......بہارشریعت کے نسخوں میں اس مقام پر"عبداللہ بن عمر"رضی اللہ تعالٰی عنھما لکھا ہوا ہے،جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ"جامع الترمذی اور سنن نسائی"اور دیگر کتبِ حدیث میں"عبداللہ بن عَمْرو"رضی اللہ تعالٰی عنھما مذکور ہے،اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

8 ......"جامع الترمذي"،کتاب الدیات،باب ماجاء في تشدید قتل المؤمن،الحدیث: ١٤٠٠،ج٣،ص٩٩.

9 ......المرجع السابق،باب الحکم في الدماء،الحدیث: ١٤٠٣،ج٣،ص١٠٠.

حدیث ۹ امام مالک نے سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پانچ یا سات نفر کو[1] ایک شخص کو دھوکا دے کر قتل کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا اور فرمایا کہ اگر صنعا[2] کے سب لوگ اس خون میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی کے مثل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔[3]

حدیث ۱۰ دارقطنی حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "جب ایک مرد دوسرے کو پکڑ لے اور کوئی اور آکر قتل کر دے تو قاتل قتل کر دیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔"[4]

حدیث ۱۱ امام ترمذی اور امام شافعی حضرت ابی شریح کعبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "پھر تم نے اے قبیلۂ خزاعہ[5] ہذیل کے آدمی کو قتل کر دیا اب میں اس کی دیت خود دیتا ہوں، اس کے بعد جو کوئی کسی کو قتل کرے تو مقتول کے گھر والے دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کریں اگر پسند کریں تو قتل کریں اور اگر وہ چاہیں تو خوں بہا لیں۔"[6]

حدیث ۱۲ صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ حضرت ربیع نے جو انس بن مالک (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی پھوپھی تھیں ایک انصاریہ عورت کے دانت توڑ دیئے تو وہ لوگ نبی صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے قصاص کا حکم فرمایا۔ حضرت انس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے چچا انس بن النضر نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)، قسم اللہ (عزوجل) کی ان کے دانت نہیں توڑے جائیں گے تو رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ اے انس! اللہ (عزوجل) کا حکم قصاص کا ہے، اس کے بعد وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت قبول کر لی، رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "اللہ (عزوجل) کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ (عزوجل) پر قسم کھائیں تو اللہ تعالٰی ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔"[7]

حدیث ۱۳ امام بخاری اپنی صحیح میں ابو جُحَیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجهه

---

1 ...... یعنی آدمیوں کو۔

2 ...... یمن کا دارالحکومت۔

3 ...... "الموطأ"، للإمام مالك، كتاب العقول، باب ماجاء في الغيلة والسحر، الحديث: ١٦٧١، ج٢، ص٣٧٧.

4 ...... "سنن الدار قطني"، كتاب الحدود والديات... إلخ، الحديث: ٣٢٤٣، ج٣، ص١٦٧.

5 ...... عرب کا ایک قبیلہ۔

6 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الديات، باب ماجاء في حكم ولي القتيل...إلخ، الحديث: ١٤١٠، ج٣، ص١٠٤.

7 ...... "صحيح البخاري"، كتاب التفسير، باب قوله (وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ)، الحديث: ٤٦١١، ج٣، ص١٢٥.

سے پوچھا، کیا تمہارے پاس کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو قرآن میں نہیں، تو انہوں نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا فرمایا، ہمارے پاس وہی ہے جو قرآن میں ہے مگر اللہ نے جو قرآن کی سمجھ کسی کو دے دی اور ہمارے پاس وہ ہے جو اس صحیفہ میں ہے''۔ میں نے کہا، اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو فرمایا: دیت اور اس کے احکام اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی مسلم کسی کافر (حربی) کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔ [1]

حدیث ۱۴ ابوداود و نسائی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ان کے ادنیٰ کے ذمہ کو پورا کیا جائے گا اور جو دور والوں نے غنیمت حاصل کی ہو وہ سب لشکریوں کو ملے گی اور وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک ہیں۔ خبردار کوئی مسلمان کسی کافر (حربی) کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ کوئی ذمی، جب تک وہ ذمہ میں باقی ہے۔ [2]

حدیث ۱۵ ترمذی اور دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حدیں مسجد میں قائم نہ کی جائیں اور اگر باپ نے اپنی اولاد کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ [3]

حدیث ۱۶ ترمذی سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) باپ کے قصاص میں بیٹے کو قتل کرتے اور بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل نہ کرتے یعنی اگر بیٹے نے باپ کو قتل کیا تو بیٹے سے قصاص لیتے اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہ لیتے۔ [4]

حدیث ۱۷ ابوداود و نسائی ابو رمثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) نے دریافت کیا، یہ کون ہے؟ میرے والد نے کہا، یہ میرا لڑکا ہے آپ اس کے گواہ رہیں۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) نے فرمایا: ''خبردار نہ یہ تمہارے اوپر جنایت کر سکتا ہے اور نہ تم اس پر جنایت کر سکتے ہو۔ [5] (بلکہ جو جنایت کرے گا وہی ماخوذ ہوگا)

حدیث ۱۸ امام ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر کا جب باغیوں نے محاصرہ کیا تو کھڑکی سے جھانک کر فرمایا کہ میں تم کو خدا (تعالٰی) کی قسم

---

1 ...... ''صحيح البخاري''، كتاب الديات، باب لا يقتل المسلم بالكافر، الحديث: ٦٩١٥، ج٤، ص٣٧٤.

2 ...... ''سنن أبي داود''، كتاب الديات، باب إيقاد المسلم بالكافر، الحديث: ٤٥٣٠، ٤٥٣١، ج٤، ص٢٣٨، ٢٣٩.

3 ...... ''جامع الترمذي''، كتاب الديات، باب ماجاء في الرجل يقتل ابنه... إلخ، الحديث: ١٤٠٦، ج٣، ص١٠١.

4 ...... المرجع السابق، الحديث: ١٤٠٤، ج٣، ص١٠٠.

5 ...... ''سنن أبي داود''، كتاب الديات، باب لا يؤخذ أحد بجريرة أخيه أو أبيه، الحديث: ٤٤٩٥، ج٤، ص٢٢٣.

دلاتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا ہے کہ ''کسی مرد مسلم کا خون حلال نہیں ہے۔ مگر تین وجھوں سے، احصان کے بعد[1] زنا سے یا اسلام کے بعد کفر سے یا کسی نفس کو بغیر کسی نفس کے قتل کر دینے سے'' انہیں وجوہ سے قتل کیا جائے گا۔ قسم خدا کی، نہ میں نے زمانہ کفر میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں اور جب سے میں نے رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے بیعت کی مرتد نہیں ہوا اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا، قتل نہیں کیا پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔[2]

حدیث ۱۹ ابوداود حضرت ابوالدرداء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ مومن تیز رو[3] اور صالح رہتا ہے جب تک حرام خون نہ کرلے اور جب حرام خون کر لیتا ہے تو اب وہ تھک جاتا ہے[4]۔[5]

حدیث ۲۰ ابوداود انہیں سے اور نسائی معاویہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''امید ہے کہ گناہ کو اللہ (عزوجل) بخش دے گا مگر اس شخص کو نہ بخشے گا جو مشرک ہی مر جائے یا جس نے کسی مرد مومن کو قصداً ناحق قتل کیا۔[6] (اس کی تاویل آگے آئے گی)

حدیث ۲۱ امام ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ'' اس نے ناحق جان بوجھ کر قتل کیا وہ اولیائے مقتول کو دے دیا جائے گا۔ پس وہ اگر چاہیں قتل کریں اور اگر چاہیں دیت لیں۔[7]

حدیث ۲۲ دارمی نے ابن شریح خزاعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جو اس بات کے ساتھ مبتلا ہو کہ اس کے یہاں کوئی قتل ہو گیا یا زخمی ہو گیا تو تین چیزوں میں سے ایک اختیار کرے۔ اگر چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو (یعنی روک دو) یہ اختیار ہے کہ قصاص لے یا معاف کرے یا دیت لے پھر ان تینوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے بعد اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔''[8]

---

1 ......یعنی شادی شدہ ہونے کے بعد۔

2 ......"جامع الترمذي"، کتاب الفتن، باب ما جاء لايحل دم إمرئ مسلم... إلخ، الحديث: ٢١٦٥، ج٤، ص٦٤.

3 ......یعنی مؤمن نیکی میں جلدی کرنے والا ہوتا ہے۔

4 ......یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے اسی کو تھک جانے سے تعبیر فرمایا۔

5 ......"سنن أبي داود"، کتاب الفتن والملاحم، باب في تعظيم قتل المؤمن، الحديث: ٤٢٧٠، ج٤، ص١٣٩.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"جامع الترمذي"، کتاب الديات، باب ماجاء في الدية كم هى من الإبل، الحديث: ١٣٩٢، ج٣، ص٩٥.

8 ......"سنن الدارمي"، کتاب الديات، باب الدية في قتل العمد، الحديث: ٢٣٥١، ج٢، ص٢٤٧.

حدیث ۲۳ ابوداود جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا ''کہ میں اس کو معاف نہیں کروں گا جس نے دیت لینے کے بعد قتل کیا۔''[1]

حدیث ۲۴ امام ترمذی و ابن ماجہ نے ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جس کے جسم میں کوئی زخم لگ جائے پھر وہ اس کا صدقہ کر دے (معاف کر دے) تو اللہ (عزوجل) اس کا ایک درجہ بڑھاتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔''[2]

حدیث ۲۵ امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے عرض کی یارسول اللہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم! کون سا گناہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک بڑا ہے؟ فرمایا کہ اللہ (عزوجل) کا کوئی شریک بتائے، حالانکہ اللہ (عزوجل) ہی نے تم کو پیدا کیا۔ عرض کی پھر کون سا گناہ؟ فرمایا پھر یہ کہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔ کہا۔ پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا، پھر یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پس اللہ (عزوجل) نے اس کی تصدیق نازل فرمائی:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ﴿۶۸﴾[3] يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۖ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ ﴾[4]

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ناحق قتل نہیں کرتے، اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا، اس کے لیے چند در چند[5] عذاب کیا جائے گا قیامت کے دن۔[6] اور وہ اس میں مدتوں ذلت کے ساتھ رہے گا، مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔ اللہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ مغفرت والا رحم والا ہے۔''

حدیث ۲۶ امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبادہ بن صامت رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ان نُقَبا سے ہوں جنہوں نے (لیلۃ العقبہ[7] میں) رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم سے بیعت کی۔ ہم نے اس بات پر بیعت کی

---

1 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الديات، باب من يقتل بعد أخذ الدية، الحديث: ٤٥٠٧، ج٤، ص٢٢٩.

2 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الديات، باب ماجاء في العفو، الحديث: ١٣٩٨، ج٣، ص٩٧.

3 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الديات باب قول الله تعالى ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا... إلخ﴾، الحديث: ٦٨٦١، ج٤، ص٣٥٦.

4 ...... پ ١٩، الفرقان: ٦٨ـ ٧٠.

5 ...... بہت زیادہ۔

6 ...... بہارِ شریعت میں اس مقام پر ﴿ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ کا ترجمہ ''قیامت کے دن'' موجود نہیں تھا، لہذا متن میں کنز الایمان سے اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔... علمیہ

7 ...... عقبہ سے مراد جمرۃ العقبہ ہے جو منی میں واقع ہے، اس مقام پر رات کے وقت چند انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی جن میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی شامل تھے۔

تھی کہ اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور زنا نہ کریں گے اور چوری نہ کریں گے اور ایسی جان کو قتل نہ کریں گے جس کو اللہ (عزوجل) نے حرام فرمایا اور لوٹ نہ کریں گے اور خدا (تعالیٰ) کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم کو جنت دی جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی کام ہم نے کیا تو اس کا فیصلہ اللہ (عزوجل) کی طرف ہے۔ [1]

حدیث ۲۷ امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ (عزوجل) کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مبغوض تین شخص ہیں۔ حرم میں الحاد کرنے والا اور اسلام میں طریقۂ جاہلیت کا طلب کرنے والا اور کسی مسلمان شخص کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اسے بہائے۔ [2]

حدیث ۲۸ امام ابو جعفر طحاوی نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''قصاص میں قتل تلوار ہی سے ہوگا۔'' [3]

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱ قتل ناحق کی پانچ صورتیں ہیں۔ (۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قائم مقام خطا (۵) قتل بالسبب۔ قتل عمد یہ ہے کہ کسی دھاردار آلے سے قصداً قتل کرے۔ آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد ہی ہے۔ دھاردار آلہ مثلاً تلوار، چھری یا لکڑی اور بانس کی کھپچّی [4] میں دھار نکال کر قتل کیا یا دھاردار پتھر سے قتل کیا، لوہا، تانبا اور پیتل وغیرہ کی کسی چیز سے قتل کرے گا، اگر اس سے جرح یعنی زخم ہوا تو قتل عمد ہے، مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ، بلّم [5] وغیرہ کہ یہ سب آلۂ جارحہ [6] ہیں۔ گولی اور چھرے سے قتل ہوا، یہ بھی اسی میں داخل ہے۔ [7] (ہدایہ ص ۵۵۹ جلد ۴، درمختار و شامی ص ۴۶۶ جلد ۵، بحرالرائق ص ۲۸۷ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۹۷ ج ۶، طحطاوی ص ۲۵۷ جلد ۴)

---

1 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ اَحْیَاهَا﴾، الحدیث: ۶۸۷۳، ج ٤، ص ۳٥۹.

2 ...... المرجع السابق، باب من طلب دم إمرئ بغیر حق، الحدیث: ٦٨٨٢، ج ٤، ص ٣٦٢.

3 ...... ''شرح معاني الآثار''، کتاب الجنایات، باب الرجل یقتل رجلا کیف یقتل؟، الحدیث: ٤٩١٧، ج ٣، ص ٨١.

4 ...... بانس کا چرا ہوا ٹکڑا۔

5 ...... لمبی لاٹھی جس کے سرے پر نوک دار پھال ہوتی ہے، بھالا، برچھا۔

6 ...... یعنی زخمی کرنے والے آلے ہیں۔

7 ...... ''الهدایة'' کتاب الجنایات، ج ٢، ص ٤٤٢.

و ''الدرالمختار''، کتاب الجنایات، ج ١٠، ص ١٥٥۔١٥٧.

مسئلہ ۲ قتل عمد کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص نہایت سخت گنہ گار ہے۔[1] (درمختار و شامی ص ۳۶۷ ج ۵، تبیین ص ۹۸ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۸۸ جلد ۸، طحطاوی ص ۲۵۸ جلد ۴، دررغرر ص ۸۹ جلد ۲، عالمگیری ص ۲ جلد ۶)

کفر کے بعد تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ قتل ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا ﴾[2] (پ۵، ع ۱۰)

''جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے اس کی سزا جہنم میں مدتوں[3] رہنا ہے۔''

ایسے شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں اس کے متعلق صحابہ کرام (رضی اللہ تعالٰی عنہم) میں اختلاف ہے جیسا کہ کتب حدیث میں یہ بات مذکور ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول ہوسکتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایسے قاتل کی بھی مغفرت ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالٰی کی مشیت میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو بخش دے[4] جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾[5] (پ۵، ع ۴)

''بے شک اللہ (عزوجل)[6] شرک یعنی کفر کو تو نہیں بخشے گا۔ اس سے نیچے جتنے گناہ ہیں جس کے لیے چاہے گا مغفرت فرمادے گا۔''

اور پہلی آیت کا یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ مومن کو جو بحیثیت مومن قتل کرے گا یا اس کے قتل کو حلال سمجھے گا وہ بے شک ہمیشہ جہنم میں رہے گا یا خلود سے مراد بہت دنوں تک رہنا ہے۔

مسئلہ ۳ قتل عمد کی سزا دنیا میں فقط قصاص ہے یعنی یہی متعین ہے۔ ہاں اگر اولیائے مقتول معاف کردیں یا قاتل سے مال لے کر مصالحت کرلیں تو یہ بھی ہوسکتا ہے مگر بغیر مرضی قاتل اگر مال لینا چاہیں تو نہیں ہوسکتا۔ یعنی قاتل اگر قصاص کو کہے تو اولیائے مقتول اس سے مال نہیں لے سکتے۔ مال پر مصالحت کی صورت میں دیت کے برابر یا کم یا زیادہ تینوں ہی صورتیں جائز ہیں۔ یعنی مال لینے کی صورت میں یہ ضروری نہیں کہ دیت سے زیادہ نہ ہو اور جس مال پر صلح ہوئی وہ دیت کی قسم سے ہو یا دوسری جنس سے ہو دونوں صورتوں میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔[7] (عالمگیری ص ۳ جلد ۶، طحطاوی ص ۲۵۸ جلد ۴، تبیین ص ۹۸ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۹۰ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۳۶۷ ج ۵)

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٥٨.

2 ...... پ ٥، النساء: ٩٣.

3 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر ﴿ خَالِدًا ﴾ کا ترجمہ ''مدتوں'' موجود نہیں تھا، لہٰذا متن میں کنز الایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ . . علمیه

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٥٨.

5 ...... پ ٥، النساء: ٤٨.

6 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر ﴿ اِنَّ اللّٰهَ ﴾ کا ترجمہ ''بے شک اللہ (عزوجل)'' موجود نہیں تھا، لہٰذا متن میں کنز الایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔۔۔ علمیه

7 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٥٨.

مسئلہ ۴ قتلِ عمد میں قاتل کے ذمے کفارہ واجب نہیں۔[1] (طحطاوی ص ۲۵۸ ج ۴، بحرالرائق ص ۲۹۱ ج ۸، تبیین ص ۹۹ ج ۶، درمختار وشامی ص ۴۶۷ ج ۵، دررغرر ص ۸۹ ج ۲، عامہ متون)

مسئلہ ۵ اگر اولیاء میں سے کسی ایک نے معاف کر دیا تو بھی باقی کے حق میں قصاص ساقط ہو جائے گا لیکن دیت واجب ہو جائے گی۔[2] (تبیین الحقائق ص ۹۹ ج ۶)

مسئلہ ۶ اولیائے مقتول نے اگر نصف قصاص معاف کر دیا تو کل ہی معاف ہو گیا، یعنی اس میں تجزی نہیں ہو سکتی، اب اگر یہ چاہیں کہ باقی نصف کے مقابل میں مال لیں، یہ نہیں ہو سکتا۔[3] (شلبی بر تبیین ص ۹۹ ج ۶)

مسئلہ ۷ قتل کی دوسری قسم شبہ عمد ہے۔ وہ یہ کہ قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالا یہ شبہ عمد ہے اس صورت میں بھی قاتل گنہ گار ہے اور اس پر کفارہ واجب ہے اور قاتل کے عصبہ پر دیت مغلظہ واجب جو تین سال میں ادا کریں گے۔ دیت کی مقدار کیا ہوگی اس کو آئندہ ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔[4] (طحطاوی ص ۲۵۸ جلد ۴، بحرالرائق ص ۲۹۱ ج ۸، تبیین ص ۱۰۰ ج ۶، درمختار وشامی ص ۴۶۸ ج ۵، دررغرر ص ۹۰ ج ۲)

مسئلہ ۸ شبہ عمد مار ڈالنے ہی کی صورت میں ہے۔ اور اگر وہ جان سے نہیں مارا گیا بلکہ اس کا کوئی عضو تلف ہو گیا مثلاً لاٹھی سے مارا اور اس کا ہاتھ یا انگلی ٹوٹ کر علیحدہ ہو گئی تو اس کو شبہ عمد نہیں کہیں گے بلکہ یہ عمد ہے اور اس صورت میں قصاص ہے۔[5] (دُررغرر ص ۹۰، جلد ۲، بحرالرائق ص ۲۸۷ ج ۸، درمختار وشامی ص ۴۶۸ ج ۵، طحطاوی ص ۲۵۹ جلد ۴، عالمگیری ص ۳ جلد ۶)

مسئلہ ۹ تیسری قسم قتل خطا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے گمان میں غلطی ہوئی، مثلاً اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا اور یہ شکار نہ تھا بلکہ انسان تھا یا حربی یا مرتد سمجھ کر قتل کیا حالانکہ وہ مسلم تھا دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلاً شکار پر یا چاند ماری پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو کہ یہاں انسان کو شکار نہیں سمجھا بلکہ شکار ہی کو شکار سمجھا اور شکار ہی پر گولی چلائی مگر ہاتھ بہک گیا۔ گولی شکار کو نہیں لگی بلکہ آدمی کو لگی، اسی کی یہ دو صورتیں بھی ہیں۔ نشانہ پر گولی لگ کر لوٹ آئی اور کسی آدمی کو لگی یا نشانہ سے پار ہو کر کسی آدمی کو لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا دوسرے کو لگی یا ایک شخص کے ہاتھ میں مارنا

---

1 ...... "کنزالدقائق"، کتاب الجنايات، ص ٤٤٨.

2 ...... "تبيين الحقائق"، کتاب الجنايات، ج۷، ص ۲۱۲.

3 ...... "حاشية الشلبي" علی "تبيين الحقائق"، کتاب الجنايات، ج۷، ص ۲۱۲.

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنايات، ج ۱۰، ص ۱٦۱.

5 ...... "دررالحکام" شرح "غررالأحکام"، کتاب الجنايات، الجزء الثاني، ص ۹۰.

چاہتا تھا دوسرے کی گردن میں لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا مگر گولی دیوار پر لگی پھر ٹپا کھا کر لوٹی اور اس شخص کو لگی یا اس کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ کر کسی آدمی پر گری اور وہ مرگیا یہ سب صورتیں قتل خطا کی ہیں۔[1] (درمختار و شامی ص ۴۶۹ جلد ۵ طحطاوی ص ۲۵۹ جلد ۴، تبیین ص ۱۰۱ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۹۲ جلد ۸)

مسئلہ ۱۰: قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت واجب ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی۔ قتل خطا کی دو صورتیں ہیں اور ان میں اس کے ذمے قتل کا گناہ نہیں۔ یہ تو ضرور گناہ ہے کہ ایسے آلہ کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی، شریعت کا حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر احتیاط سے کام لینا چاہیے۔[2] (دررغرر ص ۹۰، ج ۲، طحطاوی ص ۲۶۰ ج ۴، بحرالرائق ص ۲۹۲ ج ۸، تبیین ص ۱۰۱ ج ۶، درمختار و شامی ص ۴۶۹ ج ۵)

مسئلہ ۱۱: مقتول کے جسم کے جس حصہ پر وار کرنا چاہتا تھا وہاں نہیں لگا۔ دوسری جگہ لگا یہ خطا نہیں ہے بلکہ عمد ہے اور اس میں قصاص واجب ہے۔[3] (بحرالرائق ص ۲۹۱، ج ۸، تبیین ص ۱۰۱ ج ۶، درمختار ص ۴۶۹ ج ۵، عالمگیری ص ۳ ج ۶ وہدایہ)

مسئلہ ۱۲: قتل کی ان تینوں قسموں میں قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے یعنی اگر کسی نے اپنے مورث کو قتل کیا تو اس کا ترکہ اس کو نہیں ملے گا بشرطیکہ جس سے قتل ہوا وہ مکلّف[4] ہو اور اگر مجنوں یا بچہ ہے تو میراث سے محروم نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۳ ج ۶، بحرالرائق ص ۲۹۳، ج ۸، تبیین ص ۱۰۲ ج ۶، درمختار و شامی ص ۴۷۰ ج ۵، شلبی بر تبیین ص ۹۸ ج ۶ طحطاوی ص ۲۶۰ جلد ۴)

مسئلہ ۱۳: چوتھی قسم قائم مقام خطا جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مرگیا اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور مرگیا قتل کی اس صورت میں بھی وہی احکام ہیں جو خطا میں ہیں یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت اور قاتل میراث سے محروم ہوگا اور اس میں بھی قتل کرنے کا گناہ نہیں، مگر یہ گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی جس سے ایک انسان کی جان ضائع کی۔[6] (عالمگیری ص ۳ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۹۲، ج ۸، درمختار و شامی ص ۴۶۹ جلد ۵، تبیین ص ۱۰۱ جلد ۶، دررغرر ص ۹۱ جلد ۲)

مسئلہ ۱۴: پانچویں قسم قتل بالسبب، جیسے کسی شخص نے دوسرے کی ملک میں کنواں کھدوایا، یا پتھر رکھ دیا، یا راستہ میں لکڑی رکھ

---

1. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦١، ١٦٢.
2. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦٠، ١٦١.
3. ......المرجع السابق، ص ١٦٢.
4. ......یعنی عاقل، بالغ ہو۔
5. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦٤.
6. ......المرجع السابق.

دی اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر وغیرہ یا لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔ اس قتل کا سبب وہ شخص ہے جس نے کنواں کھودا تھا اور پتھر وغیرہ رکھ دیا تھا۔ اس صورت میں اس کے عصبہ کے ذمے دیت ہے۔ قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ، اس کا گناہ ضرور ہے کہ پرائی ملک میں کنواں کھدوایا یا وہاں پتھر رکھ دیا۔[1] (درمختار ص ۴۶۹ جلد ۵، تبیین ص ۱۰۲ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۹۳ ج ۸، عالمگیری ص ۳ جلد ۶)

کہاں قصاص واجب ہوتا ہے کہاں نہیں

مسئلہ ۱ قتل عمد میں قصاص واجب ہوتا ہے کہ ایسے کو قتل کیا جس کے خون کی محافظت ہمیشہ کے لیے ہو۔ جیسے مسلم یا ذمی کہ اسلام نے ان کی محافظت کا حکم دیا ہے۔ بشرطیکہ قاتل مکلّف ہو، یعنی عاقل بالغ ہو۔ مجنون یا نابالغ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اگر قتل کے وقت عاقل تھا اور بعد میں مجنون ہو گیا۔ اگر قتل کے لیے ابھی تک حوالے نہیں کیا گیا ہے۔ قصاص ساقط ہو جائے گا اور اگر قصاص کا حکم ہو چکا اور قتل کرنے کے لیے دیا جا چکا ہے اس کے بعد مجنون ہو گیا تو قصاص ساقط نہیں ہوگا اور ان صورتوں میں بجائے قصاص اس پر دیت واجب ہوگی۔[2] (بحرالرائق ص ۲۹۴ جلد ۸، شامی ص ۴۷۰ جلد ۵)

مسئلہ ۲ جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی ہوش میں آ جاتا ہے۔ اس نے اگر حالتِ افاقہ میں کسی کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ ہاں اگر قتل کے بعد اسے جنون مطبق ہو گیا تو قصاص ساقط ہو گیا اور جنون مطبق نہیں ہے تو قتل کیا جائے گا۔[3] (بزازیہ بر ہندیہ ص ۳۸۱ ج ۶، درمختار شامی ج ۵ ص ۴۷۰، قاضی خان بر ہندیہ ص ۳۸۱ ج ۳)

مسئلہ ۳ قصاص کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قاتل و مقتول کے مابین شبہ نہ پایا جاتا ہو۔ مثلاً باپ بیٹا اور آقا و غلام کہ یہاں قصاص نہیں اور اگر مقتول نے قاتل کو کہہ دیا کہ مجھے قتل کر ڈال، اس نے قتل کر دیا اس میں بھی قصاص واجب نہیں۔[4]

(درمختار و شامی ص ۴۷۰ جلد ۵)

مسئلہ ۴ آزاد کو آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا اور غلام کے بدلے میں بھی قتل کیا جائے گا اور غلام کو[5] غلام کے بدلے میں اور آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ مرد کو عورت کے بدلے میں اور عورت کو مرد کے بدلے میں قتل کیا جائے

---

1 ...... "الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦٣.

2 ...... "رد المحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيمايوجب القود... إلخ ١٠، ص ١٦٤.

3 ...... "الدرالمختار" و "رد المحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيمايوجب القود... إلخ ١٠، ص ١٦٤.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... جبکہ غلام کا مالک نہ ہو جیسا کہ مسئلہ نمبر ۳، اور مسئلہ نمبر ۸ میں مذکور ہے۔

گا۔ مسلم کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ حربی اور مستامن کے بدلے میں نہ مسلم سے قصاص لیا جائے گا نہ ذمی سے، اسی طرح مستامن سے مستامن کے مقابل میں قصاص نہیں۔ ذمی نے ذمی کو قتل کیا، قصاص لیا جائے گا اور قتل کے بعد قاتل مسلمان ہوگیا جب بھی قصاص ہے۔[1] (شامی ودرمختار ص ۴۷۱ جلد ۵، بحرالرائق ص ۲۹۶ جلد ۸، عالمگیری ص ۳ جلد ۶)

مسئلہ ۵ مسلم نے مرتد یا مرتدہ کو قتل کیا اس صورت میں قصاص نہیں۔ دو مسلمان دارالحرب میں امان لے کر گئے اور ایک نے دوسرے کو وہیں قتل کر دیا قصاص نہیں۔[2] (قاضی خان بر عالمگیری ص ۴۴۱ جلد ۳، بحرالرائق ص ۲۹۶ جلد ۸، عالمگیری ص ۳ ج ۶)

مسئلہ ۶ عاقل سے مجنوں کے بدلے میں اور بالغ سے نابالغ کے بدلے میں اور انکھیارے سے اندھے کے بدلے میں اور ہاتھ پاؤں والے سے لنجے[3] یا جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں اس کے بدلے میں تندرست سے بیمار کے بدلے میں اور مرد سے عورت کے بدلے میں قصاص لیا جائے گا۔[4] (درمختار وشامی، ص ۴۷۲ جلد ۵، بحرالرائق ص ۲۹۶ جلد ۸، عالمگیری ص ۳ جلد ۶، قاضی خان بر عالمگیری، ص ۴۳۶، جلد ۳)

مسئلہ ۷ اصول نے فروع کو قتل کیا مثلاً باپ ماں، دادا دادی، نانا نانی نے بیٹے یا پوتے یا نواسے کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں بلکہ خود اس قاتل سے دیت دلوائی جائے گی بلکہ باپ کے ساتھ اگر بیٹے کے قتل میں کوئی اجنبی بھی شریک تھا تو اس اجنبی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس سے بھی دیت ہی لی جائے گی۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دو شخصوں نے مل کر اگر کسی کو قتل کیا اور ان میں ایک وہ ہے کہ اگر وہ تنہا کرتا تو قصاص واجب ہوتا اور دوسرا وہ ہے کہ تنہا قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوتا تو اس پہلے سے بھی قصاص واجب نہیں، مثلاً اجنبی اور باپ دونوں نے قتل کیا یا ایک نے قصداً قتل کیا اور دوسرے نے خطا کے طور پر، ایک نے تلوار سے قتل کیا دوسرے نے لاٹھی سے، ان سب صورتوں میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت واجب ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶، ص ۴، بحرالرائق ج ۸ ص ۲۹۷، قاضی خان برھندیہ ج ۳ ص ۴۴۱، شامی ج ۵ ص ۴۷۲)

مسئلہ ۸ مولیٰ نے اپنے غلام کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں۔ اسی طرح اپنے مدبر یا مکاتب یا اپنی اولاد کے غلام کو قتل

---

1 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات،الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً..إلخ، ج٦، ص٣.

2 ……المرجع السابق.

3 ……یعنی ہاتھ پاؤں سے معذور۔

4 ……"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات،فصل فيمايوجب القود...إلخ، ج١٠، ص١٦٨.

5 ……المرجع السابق، ص١٦٨، ١٦٩.

کیا یا اس غلام کو قتل کیا جس کے کسی حصہ کا قاتل مالک ہے۔[1] (درمختار ص۲۷۴، ج۵، عالمگیری ص۴، ج۶، بحرالرائق ص۲۹۷ ج۸، تبیین ص۱۰۵، ج۶)

مسئلہ ۹ قتل سے قصاص واجب تھا مگر اس کا وارث ایسا شخص ہوا کہ وہ قصاص نہیں لے سکتا تو قصاص ساقط ہو گیا مثلاً وہ قاتل اس وارث کے اصول میں سے ہے تو اب قصاص نہیں ہو سکتا۔ جیسے ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کیا اور اس کی وارث صرف اس کی لڑکی ہے یعنی قاتل کی بیوی۔ پھر یہ عورت مر گئی اور اس کا لڑکا وارث ہوا جو اسی شوہر سے ہے تو قصاص کی صورت میں بیٹے کا باپ سے قصاص لینا لازم آتا ہے، لہٰذا قصاص ساقط۔[2] (درمختار و شامی ص۳۷۴ ج۵، تبیین ص۱۰۶ جلد۶)

مسئلہ ۱۰ مسلم نے اگر مسلم کو مشرک سمجھ کر قتل کیا، مثلاً جہاد میں ایک مسلم کو کافر سمجھا اور مار ڈالا، اس صورت میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت و کفارہ ہے کہ یہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطا ہے اور اگر مسلم صف کفار میں تھا اور کسی مسلم نے قتل کر ڈالا تو دیت و کفارہ بھی نہیں۔[3] (درمختار و شامی ص۳۷۴ جلد۵)

مسئلہ ۱۱ جن اگر ایسی شکل میں آیا جس کا قتل جائز ہے۔ مثلاً سانپ کی شکل میں آیا تو اس کے قتل میں کوئی مؤاخذہ نہیں۔[4] (درمختار و شامی ص۳۷۴، جلد۵)

مسئلہ ۱۲ قصاص میں جس کو قتل کیا جائے تو یہ ضرور ہے کہ تلوار ہی سے قتل کیا جائے اگرچہ قاتل نے اسے تلوار سے قتل نہ کیا ہو بلکہ کسی اور طرح سے مار ڈالا ہو جس سے قصاص واجب ہوتا ہو۔ خنجر یا نیزہ سے یا دوسرے اسلحہ سے قتل کرنا بھی تلوار ہی کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اگر اسلحہ کے سوا کسی اور طرح سے قصاص میں قتل کیا، مثلاً کنویں میں گرا کر مار ڈالا یا پتھر وغیرہ سے قتل کیا تو ایسا کرنے سے تعزیر کا مستحق ہے۔[5] (ہدایہ ص۵۶۳، جلد۴، درمختار و شامی ص۳۷۴ جلد۵)

مسئلہ ۱۳ کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور وہ مر گیا تو قاتل کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے یہ نہیں کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیں۔ اسی طرح اگر اس کا سر توڑ ڈالا اور مر گیا تو قاتل کی گردن تلوار سے کاٹ دی جائے۔[6] (عالمگیری ص۴ جلد۶، درمختار و شامی ص۳۷۷ جلد۵)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود...إلخ، ج۱۰، ص۱۶۹.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... إلخ، ج۱۰، ص۱۷۱.

3 ......المرجع السابق، ص۱۷۲.

4 ......المرجع السابق، ص۱۷۳.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود...إلخ، ج۱۰، ص۱۷۳.

6 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً...إلخ، ج۶، ص۴.

مسئلہ ۱۴: بعض اولیائے مقتول نے قصاص لے لیا تو باقی اولیاء اس سے ضمان نہیں لے سکتے۔[1] (درمختار وشامی ص ۴۷۷ جلد ۵)

مسئلہ ۱۵: دو شخص ولی مقتول تھے، ان میں سے ایک نے معاف کر دیا اور دوسرے نے قاتل کو قتل کر ڈالا، اگر اسے یہ معلوم تھا کہ بعض اولیاء کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر نہیں معلوم تھا تو اس سے دیت لی جائے گی۔[2] (قاضی خان بر ہندیہ ص ۴۴۱ جلد ۳، درمختار وشامی ص ۴۷۷ جلد ۵)

مسئلہ ۱۶: مقتول کے بعض اولیاء بالغ ہیں اور بعض نابالغ تو قصاص میں یہ انتظار نہیں کیا جائے گا کہ وہ نابالغ بالغ ہو جائیں بلکہ جو ورثا بالغ ہیں وہ ابھی قصاص لے سکتے ہیں۔[3] (ہدایہ ص ۵۶۵ جلد ۴، درمختار وشامی ص ۴۷۶ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۰۰ جلد ۸، عالمگیری ص ۸ جلد ۶، قاضی خان بر ہندیہ ص ۴۴۲ جلد ۳)

مسئلہ ۱۷: قاتل کو کسی اجنبی شخص نے (یعنی اس نے جو مقتول کا ولی[4] نہیں ہے) قتل کر ڈالا، اگر اس نے عمداً قتل کیا ہے تو اس قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ اور خطا کے طور پر قتل کیا ہے تو اس قاتل کے عصبہ سے دیت لی جائے گی، کیونکہ اس اجنبی کے لیے اس کا قتل حلال نہ تھا، اب اگر مقتول اول کا ولی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس اجنبی سے قتل کرنے کو کہا تھا لہٰذا اس سے قصاص نہ لیا جائے تو جب تک گواہ نہ ہوں۔ اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اس اجنبی سے قصاص لیا جائے اور بہرصورت جب کہ قاتل کو اجنبی نے قتل کر ڈالا تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو گیا یعنی قصاص تو ہو ہی نہیں سکتا کہ قاتل رہا ہی نہیں اور دیت بھی نہیں لی جا سکتی کہ اس کے لیے رضامندی درکار ہے اور وہ پائی نہیں گئی۔ جس طرح قاتل مر جائے تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں۔[5] (درمختار وشامی ص ۴۷۶ جلد ۵)

مسئلہ ۱۸: اولیائے مقتول نے گواہی سے یہ ثابت کیا کہ زید نے اسے زخمی کیا اور قتل کیا ہے اور زید نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ خود مقتول نے یہ کہا ہے کہ زید نے نہ مجھے زخمی کیا نہ قتل کیا تو انھیں گواہوں کو ترجیح دی جائے گی۔[6] (درمختار وشامی ص ۴۷۷ جلد ۵)

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، ج۱۰، ص۱۷۸.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الهداية"، کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالا یوجبه، ج۲، ص۴٤٦.

4 ......یعنی وارث۔

5 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، ج۱۰، ص۱۷۷.

6 ......المرجع السابق، ص۱۷۹.

مسئلہ ۱۹: مجروح نے یہ کہا کہ فلاں نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے، یہ کہہ کر مر گیا تو اس کے ورثہ اس شخص پر قتل کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ مجروح نے یہ کہا کہ فلاں شخص نے مجھے قتل کیا۔ یہ کہہ کر مر گیا اب اس کے ورثاء دوسرے شخص پر دعویٰ کرتے ہیں کہ اس نے قتل کیا ہے۔ یہ دعویٰ مسموع[1] نہیں ہوگا۔[2] (درمختار و شامی ص ۴۷۸ جلد ۵)

مسئلہ ۲۰: جس کو زخمی کیا گیا۔ اس نے مرنے سے پہلے معاف کردیا یا اس کے اولیاء نے مرنے سے پہلے معاف کردیا یہ معافی جائز ہے۔ یعنی اب قصاص نہیں لیا جائے گا۔[3] (درمختار ص ۴۷۸ جلد ۵)

مسئلہ ۲۱: کسی کو زہر دے دیا۔ اسے معلوم نہیں اور لاعلمی میں کھا پی گیا تو اس صورت میں نہ قصاص ہے نہ دیت، مگر زہر دینے والے کو قید کیا جائے گا اور اس پر تعزیر ہوگی اور اگر خود اس نے اس کے منہ میں زبردستی ڈال دیا یا اس کے ہاتھ میں دیا اور پینے پر مجبور کیا تو دیت واجب ہوگی۔[4] (درمختار و شامی ص ۴۷۸ ج ۵، بزازیہ برہندیہ ص ۳۸۵ جلد ۶ بحرالرائق ص ۲۹۴ جلد ۸)

مسئلہ ۲۲: یہ کہا کہ میں نے اپنی بددعا سے فلاں کو ہلاک کردیا یا باطنی تیروں سے ہلاک کیا یا سورۂ انفال پڑھ کر ہلاک کیا تو یہ اقرار کرنے والے پر قصاص وغیرہ لازم نہیں۔ اسی طرح اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالٰی کے اسمائے قہریہ پڑھ کر اس کو ہلاک کردیا، اس کہنے سے بھی کچھ لازم نہیں۔ نظر بد سے ہلاک کرنے کا اقرار کرے اس کے متعلق کچھ منقول نہیں۔[5] (شامی ص ۴۷۸ جلد ۵)

مسئلہ ۲۳: کسی نے اس کا سر توڑ ڈالا اور خود اس نے بھی اپنا سر توڑا اور شیر نے اسے زخمی کیا اور سانپ نے بھی کاٹ کھایا اور یہ مر گیا تو اس شخص پر جس نے سر توڑا ہے تہائی دیت واجب ہوگی۔[6] (عالمگیری ص ۴، جلد ۶)

مسئلہ ۲۴: ایک شخص نے کئی شخصوں کو قتل کیا اور ان تمام مقتولین کے اولیاء نے قصاص کا مطالبہ کیا تو سب کے بدلے میں اس قاتل کو قتل کیا جائے گا اور فقط ایک کے ولی نے مطالبہ کیا اور قتل کردیا گیا تو باقیوں کا حق ساقط ہوجائے گا۔ یعنی اب ان کے مطالبہ پر کوئی مزید کارروائی نہیں ہوسکتی۔[7] (عالمگیری ص ۴ جلد ۶)

---

1 ......یعنی قابل سماعت۔

2 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج ۱۰، ص ۱۷۹.

3 ...... المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص ۱۸۰.

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج ۱۰، ص ۱۸۱.

6 ......" الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً...إلخ، ج ٦، ص ٤.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۵ ایک شخص کو چند شخصوں نے مل کر قتل کیا تو اس کے بدلے میں یہ سب قتل کئے جائیں گے۔[1] (عالمگیری ص۵ جلد۶، بزازیہ برہندیہ ص۳۸۲ جلد۶، قاضی خان برہندیہ ص۴۴۰ جلد۳)

مسئلہ ۲۶ ایک سے زیادہ مرتبہ جس نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا اس کو بطور سیاست قتل کیا جائے اور گرفتاری کے بعد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول نہیں اور اس کا وہی حکم ہے جو جادوگر کا ہے۔[2] (درمختار وشامی ص۴۸۱ ج۵، بحرالرائق ص۲۹۴ ج۸)

مسئلہ ۲۷ کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیر یا درندے کے سامنے ڈال دیا اس نے مار ڈالا، ایسے شخص کو سزا دی جائے اور مارا جائے[3] اور قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہیں قید خانہ ہی میں مرجائے اسی طرح اگر ایسے مکان میں کسی کو بند کر دیا جس میں شیر ہے جس نے مار ڈالا یا اس میں سانپ ہے جس نے کاٹ لیا۔[4] (درمختار وشامی ص۴۸۰ جلد۵)

مسئلہ ۲۸ بچہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا برف پر ڈال دیا اور وہ مرگیا تو ان دونوں صورتوں میں دیت ہے اور اگر آگ میں ڈال کر نکال لیا اور تھوڑی سی زندگی باقی ہے مگر کچھ دنوں بعد مرگیا تو قصاص ہے اور اگر چلنے پھرنے لگا پھر مرگیا تو قصاص نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص۶ ج۶، بحرالرائق ص۲۹۴ ج۸)

مسئلہ ۲۹ ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ دیا کہ آنتیں نکل پڑیں۔ پھر کسی اور نے اس کی گردن اڑا دی تو قاتل یہی ہے جس نے گردن ماری۔ اگر اس نے عمداً کیا ہے تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت واجب ہے اور جس نے پیٹ پھاڑا اس پر تہائی دیت واجب ہے اور اگر پیٹ اس طرح پھاڑا کہ پیٹھ کی جانب زخم نفوذ کر گیا تو دیت کی دو تہائیاں۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص ایک دن یا کچھ کم زندہ رہ سکتا ہو، اور اگر زندہ نہ رہ سکتا ہو اور مقتول کی طرح تڑپ رہا ہو تو قاتل وہ ہے جس نے پیٹ پھاڑا، اس نے عمداً کیا ہو تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت ہے اور جس نے گردن ماری اس پر تعزیر ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایسا زخمی کیا کہ امید زیست[6] نہ رہی۔ پھر دوسرے نے اسے زخمی کیا تو قاتل وہی پہلا شخص ہے۔ اگر دونوں نے ایک ساتھ زخمی کیا تو دونوں قاتل ہیں۔ اگرچہ ایک نے دس وار کئے اور دوسرے نے

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی، فيمن يقتل قصاصاً...إلخ، ج٦، ص٥.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...إلخ، مبحث شريف، ج١٠، ص١٨٣.

3 ......یعنی پٹائی کی جائے۔

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...إلخ، مبحث شريف، ج١٠، ص١٨٣.

5 ......المرجع السابق، ص١٨٤.

6 ......یعنی زندگی کی امید۔

ایک ہی وار کیا ہو۔ [1] (بزازیہ بر ہندیہ ص ۳۸۱ جلد ۶، عالمگیری ص ۶، جلد ۶، شامی ص ۴۸۰ جلد ۵، بحر الرائق ص ۲۹۵ جلد ۸)

مسئلہ ۳۰: کسی شخص کا گلا کاٹ دیا۔ صرف حلقوم [2] کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور ابھی جان باقی ہے دوسرے نے اسے قتل کر ڈالا تو قاتل پہلا شخص ہے دوسرے پر قصاص نہیں کیوں کہ اس کا میت میں شمار ہے لہٰذا اگر مقتول اس حالت میں تھا اور مقتول کا بیٹا مر گیا تو بیٹا وارث ہوگا یہ مقتول اپنے بیٹے کا وارث نہیں ہوگا۔ [3] (عالمگیری ص ۶ جلد ۶، بحر الرائق ص ۲۹۵ جلد ۸)

مسئلہ ۳۱: جو شخص حالت نزع میں تھا اسے قتل کر ڈالا اس میں بھی قصاص ہے۔ اگرچہ قاتل کو یہ معلوم ہو کہ اب زندہ نہیں رہے گا۔ [4] (درمختار و شامی ص ۴۸۰ جلد ۵)

مسئلہ ۳۲: کسی کو عمداً زخمی کیا گیا کہ وہ صاحب فراش ہو گیا [5] اور اسی میں مر گیا تو قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز پائی گئی جس کی وجہ سے یہ کہا گیا ہو کہ اسی زخم سے نہیں مرا ہے تو قصاص نہیں۔ مثلاً کسی دوسرے نے اس مجروح کی گردن کاٹ دی تو اب مرنے کو اس کی طرف نسبت کیا جائے گا یا وہ شخص اچھا ہو کر مر گیا تو اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ اسی زخم سے مرا۔ [6] (درمختار و شامی ص ۴۸۰ ج ۵، تبیین ص ۱۰۹ جلد ۶)

مسئلہ ۳۳: جس نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی ایسے کو اس حالت میں قتل کر دینا واجب ہے یعنی اس کے شر کو دفع کرنا واجب ہے، اگرچہ اس کے لیے قتل ہی کرنا پڑے اسی طرح اگر ایک شخص پر تلوار کھینچی تو اسے بھی قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہی شخص قتل کرے جس پر تلوار اٹھائی یا دوسرا شخص۔ اسی طرح اگر رات کے وقت شہر میں لاٹھی سے حملہ کیا یا شہر سے باہر دن یا رات میں کسی وقت بھی حملہ کیا اور اس کو کسی نے مار ڈالا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں۔ [7] (ہدایہ ص ۵۶۷ ج ۴، درمختار و شامی ص ۴۸۱ جلد ۵، عالمگیری ص ۷ جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۰۲ جلد ۸، تبیین ص ۱۱۰، جلد ۶)

مسئلہ ۳۴: مجنون نے کسی پر تلوار کھینچی اور اس نے مجنون کو قتل کر دیا تو قاتل پر دیت واجب ہے جو خود اپنے مال سے ادا کرے۔ یہی حکم بچہ کا ہے کہ اس کی بھی دیت دینی ہوگی اور اگر جانور نے حملہ کیا اور جانور کو مار ڈالا تو اس کی قیمت کا تاوان دینا

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً... إلخ، ج ٦، ص ٦.

2 ......گلے میں سانس آنے جانے والی رگ۔

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً... إلخ، ج ٦، ص ٦.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... إلخ، مبحث شریف، ج ١٠، ص ١٨٤.

5 ......یعنی ایسا زخمی کر دیا کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا اور صرف بستر پر لیٹا رہا۔

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... إلخ، مبحث شریف، ج ١٠، ص ١٨٥.

7 ......"الهدایة"، کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالا یوجبه، فصل، ج ٢، ص ٤٤٨.

ہوگا۔[1] (ہدایہ ص ۵۶۸ ج ۴، درمختار وشامی ص ۴۸۲ ج ۵، عالمگیری ص ۷ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۳ جلد ۸، تبیین ص ۱۱۰ جلد ۶)

مسئلہ ۳۵ جوشخص تلوار مار کر بھاگ گیا کہ اب دوبارہ مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ پھر اسے کسی نے مار ڈالا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ یعنی اسی وقت اس کو قتل کرنا جائز ہے جب وہ حملہ کر رہا ہو یا حملہ کرنا چاہتا ہے بعد میں جائز نہیں۔[2] (تبیین ص ۱۱۰ جلد ۶، عالمگیری ص ۷ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۲ جلد ۸، ہدایہ ص ۵۶۸ ج ۴)

مسئلہ ۳۶ گھر میں چور گھسا اور مال چرا کر لے جانے لگا صاحب خانہ نے پیچھا کیا اور چور کو مار ڈالا۔ تو قاتل کے ذمہ کچھ نہیں مگر یہ اس وقت ہے کہ معلوم ہے کہ شور کرے گا اور چلائے گا تو مال چھوڑ کر نہیں بھاگے گا اور اگر معلوم ہے کہ شور کرے گا تو مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا تو قتل کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اس وقت قتل کرنے سے قصاص واجب ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۷، جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۲ جلد ۸، تبیین ص ۱۱۱ جلد ۶، ہدایہ ص ۵۶۸ ج ۴)

مسئلہ ۳۷ مکان میں چور گھسا اور ابھی مال لے کر نکلا نہیں اس نے شور وغل کیا مگر وہ بھاگا نہیں یا اس کے مکان میں یا دوسرے کے مکان میں نقب لگا رہا ہے[4] اور شور کرنے سے بھاگتا نہیں، اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ چور ہونا اس کا مشہور ومعروف ہو۔[5] (درمختار وشامی ص ۴۸۲ جلد ۵)

مسئلہ ۳۸ ولی مقتول نے قاتل کو یا کسی دوسرے کو قصاص ہبہ کر دیا۔ یہ ناجائز ہے۔ یعنی قصاص ایسی چیز نہیں جس کا مالک دوسرے کو بنایا جا سکے اور اس کو ہبہ کرنے سے قصاص ساقط نہیں ہوگا۔[6] (درمختار وشامی ص ۴۸۳ جلد ۵)

مسئلہ ۳۹ ولی مقتول نے معاف کر دیا یہ صلح سے افضل ہے اور صلح قصاص سے افضل ہے اور معاف کرنے کی صورت میں قاتل سے دنیا میں مطالبہ نہیں ہوسکتا ہے نہ اب قصاص لیا جا سکتا ہے نہ دیت لی جا سکتی ہے۔[7] (درمختار وشامی ص ۴۸۴ ج ۵) رہا مواخذہ اخروی[8]، اس سے بری نہیں ہوا، کیوں کہ قتل ناحق میں تین حق اس کے ساتھ متعلق ہیں۔

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج ۱۰، ص ۱۸۸.

2 ......"الهداية"، کتاب الجنایات، ج ۲، ص ۴۴۸، ۴۴۹.

3 ......المرجع السابق، ص ۴۴۹.

4 ......یعنی چوری کے ارادے سے دیوار میں سوراخ کر رہا ہے۔

5 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج ۱۰، ص ۱۸۹.

6 ......المرجع السابق، ص ۱۹۲.

7 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج ۱۰، ص ۱۹۲.

8 ...... یعنی آخرت کی پکڑ۔

ایک حق اللہ، دوسرا حق مقتول، تیسرا حق ولی مقتول، ولی کو اپنا حق معاف کرنے کا اختیار تھا سو اس نے معاف کر دیا مگر حق اللہ اور حق مقتول بدستور باقی ہیں۔ ولی کے معاف کرنے سے وہ معاف نہیں ہوئے۔[1] (درمختار و شامی ص ۴۸۴ ج ۵)

مسئلہ ۴۰ مجروح کا معاف کرنا صحیح ہے یعنی معاف کرنے کے بعد مر گیا تو اب ولی کو قصاص لینے کا اختیار نہیں رہا۔[2] (درمختار ص ۴۸۴ جلد ۵)

مسئلہ ۴۱ قاتل کی توبہ صحیح نہیں جب تک وہ اپنے کو قصاص کے لیے پیش نہ کر دے۔ یعنی اولیائے مقتول کو جس طرح ہو سکے راضی کرے۔ خواہ وہ قصاص لے کر راضی ہوں یا کچھ لے کر مصالحت[3] کریں یا بغیر کچھ لیے معاف کر دیں۔ اب وہ دنیا میں بری ہو گیا اور معصیت[4] پر اقدام کرنے کا جرم و ظلم یہ توبہ سے معاف ہو جائے گا۔ (درمختار و شامی ص ۴۸۴ جلد ۵)[5]

اطراف میں قصاص کا بیان

مسئلہ ۱ اعضا میں قصاص وہیں ہوگا جہاں مماثلت[6] کی رعایت کی جا سکے۔ یعنی جتنا اس نے کیا ہے اتنا ہی کیا جائے۔ یہ احتمال نہ ہو کہ اس سے زیادتی ہو جائے گی۔[7] (درمختار ص ۴۸۵ ج ۵)

مسئلہ ۲ ہاتھ کو جوڑ پر سے کاٹ لیا ہے، اس کا قصاص لیا جائے گا، جس جوڑ پر سے کاٹا ہے اسی جوڑ پر سے اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کا ہاتھ چھوٹا تھا اور اس کا بڑا ہے کہ ہاتھ ہاتھ دونوں یکساں قرار پائیں گے۔[8] (درمختار و شامی ص ۴۸۵ جلد ۵)

مسئلہ ۳ کلائی یا پنڈلی درمیان میں سے کاٹ دی یعنی جوڑ پر سے نہیں کاٹی بلکہ آدھی یا کم و بیش کاٹ

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج ۱۰، ص ۱۹۲.

2 ......المرجع السابق. ص ۱۷۹.

3 ......یعنی صلح۔

4 ......گناہ۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج ۱۰، ص ۱۹۲.

6 ......برابری، مساوات۔

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۵.

8 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۵.

دی اس میں قصاص نہیں کہ یہاں مماثلت ممکن نہیں اس طرح ناک کی ہڈی کل یا اس میں سے کچھ کاٹ دی یہاں بھی قصاص نہیں۔[1] (درمختار وشامی ص ۴۸۵ جلد ۵)

مسئلہ ۴ پاؤں کاٹا یا ناک کا نرم حصہ کاٹا یا کان کاٹ دیا۔ان میں قصاص ہے اور اگر ناک کے نرم حصہ میں سے کچھ کاٹا ہے تو قصاص واجب نہیں اور ناک کی نوک کاٹی ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔کاٹنے والے کی ناک اس کی ناک سے چھوٹی ہے۔تو جس کی ناک کاٹی ہے اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت اور اگر کاٹنے والے کی ناک میں کوئی خرابی ہے مثلاً وہ اخشم ہے جسے بو محسوس نہیں ہوتی یا اس کی ناک کچھ کٹی ہوئی ہے یا اور کسی قسم کا نقصان ہے تو اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔[2] (درمختار وشامی ص ۴۸۵ ج ۵)

مسئلہ ۵ کان کاٹنے میں قصاص اس وقت ہے کہ پورا کاٹ لیا ہو۔یا اتنا کاٹا ہو جس کی کوئی حد ہوتا کہ اتنا ہی اس کا کان بھی کاٹا جائے۔اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو قصاص نہیں کہ مماثلت ممکن نہیں۔کاٹنے والے کا کان چھوٹا ہے اور اس کا بڑا تھا۔یا کاٹنے والے کے کان میں چھید[3] ہے یا یہ پھٹا ہوا ہے اور اس کا کان سالم تھا[4]، تو اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔[5] (شامی ص ۳۶۵ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۴۵ جلد ۸)

ھٰذا مَا تَیَسَّرَلِیْ اِلَی الْاٰن وَمَاتَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْل نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر وَاللّٰهُ الْمَسْئُوْلُ اَنْ یُوَفِّقَنِیْ لِعَمَلِ اَھْلِ السَّعَادَةِ وَ یَرْزُقَنِیْ حُسْنَ الْخَاتِمَةِ عَلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاَنَا الْفَقِیْرُ الْحَقِیْرُ اَبُو الْعَلاء مُحَمَّدُ اَمْجَدُ عَلِی الاَعْظَمِی غُفِرَلَهٗ وَلِوَالِدَیْهِ وَلِمُحِبِّیْهِ وَلِاَسَاتِذَتِهٖ.

☆☆☆☆☆

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الجنایات،باب القود فیمادون النفس،ج ۱۰،ص ۱۹۵.

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الجنایات،باب القود فیمادون النفس،ج ۱۰،ص ۱۹۵،۱۹۶.

3 ......یعنی سوراخ۔

4 ......یعنی پورا تھا کٹا ہوا نہ تھا۔

5 ......"ردالمحتار"،کتاب الجنایات،باب القود فیمادون النفس،ج ۱۰،ص ۱۹۶.

یہاں سے جدید تصنیف کا آغاز ہوتا ہے

مسئلہ ۱ زخموں کا قصاص صحت کے بعد لیا جائے گا۔[1] (شامی ص ۴۸۵، جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۲۸، جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۴۰ جلد ۸، بدائع صنائع ص ۳۱۰، جلد ۷، طحطاوی ص ۲۶۸ جلد ۴)

مسئلہ ۲ داہنے ہاتھ کی جگہ بایاں ہاتھ اور تندرست کی جگہ ایسا شل ہاتھ جو نا قابل انتفاع ہو اور عورت کے ہاتھ کے بدلے مرد کا ہاتھ اور مرد کے ہاتھ کے بدلے میں عورت کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔[2] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۴۸۸ ج ۵، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۳۳ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۰۳ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ ج ۶، مبسوط ص ۱۳۶ ج ۲۶، بدائع صنائع ص ۲۹۷ ج ۷)

مسئلہ ۳ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے میں اور غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے میں نہیں کاٹا جائے گا اور غلام کے ہاتھ کے بدلے میں غلام کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔[3] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۴۸۸ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۶ جلد ۸، فتح القدیر ص ۲۷۱ جلد ۸، مبسوط ص ۱۳۶ جلد ۲۶، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷، مجمع الانہر ص ۶۲۵ جلد ۲، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۳ جلد ۳)

مسئلہ ۴ مسلمان اور ذمی ایک دوسرے کے اعضاء کاٹ دیں تو ان میں قصاص لیا جائے گا اور یہی حکم ہے دو آزاد عورتوں اور مسلمہ و کتابیہ اور دونوں کتابیہ عورتوں کا۔[4] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، شامی ص ۴۸۸ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۲۶ جلد ۲)

مسئلہ ۵ بالوں، سر اور بدن کی کھال اور رخساروں اور ٹھڈی، پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں قصاص نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، طحطاوی علی الدرص ۲۶۷ جلد ۴، بدائع صنائع ص ۲۹۹ جلد ۷)

مسئلہ ۶ تھپڑ مارا یا گھونسہ مارا یا دبوچا تو ان کا قصاص نہیں ہے۔[6] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۵.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج ٦، ص ۹.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"حاشیة الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ٤ ص ۲٦۷.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج ٦، ص ۹.

مسئلہ ۷ دانت کے سوا کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔ [1] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶ ، درمختار و شامی ص ۴۸۶ جلد ۵ ، بحرالرائق ص ۳۰۶ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۱، ج ۶، عنایہ و فتح القدیر ص ۲۷۰ جلد ۸، مبسوط ص ۱۳۵ جلد ۲۶ ، دررغرر غنیہ ص ۹۶ جلد ۲)

آنکھ کا بیان

مسئلہ ۸ کسی نے کسی کی آنکھ پر ایسی ضرب لگائی کہ جس سے صرف روشنی جاتی رہی اور بظاہر آنکھ میں اور کوئی عیب نہیں ہے تو اس طرح قصاص لیا جائے گا کہ مارنے والے کی آنکھ کی روشنی زائل ہو جائے اور کوئی دوسرا عیب پیدا نہ ہو۔ [2] (بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ جلد ۶ ، عالمگیری ص ۹ جلد ۶ ، درمختار و شامی ص ۴۸۶ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۱۱ جلد ۶ ، بحرالرائق ص ۳۰۳ جلد ۸ ، فتح القدیر ص ۲۷۰ جلد ۸ و ہدایہ، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۸۳ جلد ۳ ، مجمع الانہر ص ۶۲۵ جلد ۲، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۸ جلد ۴، مبسوط ص ۱۵۲ جلد ۲۶ ، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷، دررغرر شرنبلالی ص ۶۵ جلد ۲)

مسئلہ ۹ اگر آنکھ نکال لی یا اس طرح مارا کہ اندر دھنس گئی تو قصاص نہیں ہے، کیوں کہ مماثلت [3] نہیں ہوسکتی۔ [4] (درمختار ص ۴۸۶ جلد ۵ ، عالمگیری ص ۹ جلد ۶ ، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۳۸ جلد ۳ ، بحرالرائق ص ۳۰۳ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۱ جلد ۶ ، ہدایہ، فتح القدیر ص ۲۷۰ جلد ۸، مبسوط ص ۱۵۲ جلد ۲۶)

مسئلہ ۱۰ اعضاء میں جہاں قصاص واجب ہوتا ہے وہاں ہتھیار سے مارنا اور غیر ہتھیار سے مارنا برابر ہے۔ [5] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶ ، درمختار و شامی ص ۴۶۸ جلد ۵ ، بدائع صنائع ص ۳۱۰ جلد ۷ ، بحرالرائق ص ۲۸۷ جلد ۸، عنایہ ص ۲۵۳ جلد ۸، علی الہدایہ و فتح القدیر، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ ج ۶)

مسئلہ ۱۱ اگر ضرب لگا کر آنکھ کا ڈھیلا [6] نکال دیا اور جس کا ڈھیلا نکالا گیا وہ کہتا ہے کہ میں اس پر تیار ہوں کہ جانی کی [7] آنکھ پھوڑ دی جائے اور ڈھیلا نہ نکالا جائے تو بھی ایسا نہیں کیا جائے گا۔ [8] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج ٦، ص ٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......برابری۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج ٦، ص ٩.

5 ......المرجع السابق.

6 ......آنکھ کی پتلی۔

7 ......یعنی ضرب لگانے والے کی۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج ٦، ص ٩.

مسئلہ ۱۲ اگر کسی نے کسی کی داہنی آنکھ ضائع کردی اور جانی کی[1] بائیں آنکھ نہیں ہے تو بھی اس کی داہنی آنکھ پھوڑ کر اس کو اندھا کر دیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، درمختار ص ۴۸۶ جلد ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۸ جلد ۳، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ جلد ۶)

مسئلہ ۱۳ بھینگے کی ایسی آنکھ جس میں پوری روشنی تھی، قصداً پھوڑ دی تو اس کا قصاص لیا جائے گا اور اگر اتنا بھینگا ہے کہ کم دیکھتا ہے تو اس صورت میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۹ جلد ۳، درمختار و شامی ص ۴۸۶ ج ۵ طحطاوی علی الدر ص ۲۶۸ جلد ۴، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ جلد ۶)

مسئلہ ۱۴ کم نظر بھینگے نے کسی کی اچھی آنکھ پھوڑ دی تو اس شخص کو اختیار ہے چاہے تو قصاص لے اور نقصان پر راضی ہو جائے اور چاہے تو جانی کے مال سے آدھی دیت لے لے۔[4] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۹ جلد ۳، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۹ جلد ۴، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ جلد ۶)

مسئلہ ۱۵ جس شخص کی داہنی آنکھ میں جالا ہے اور وہ اس سے کچھ دیکھتا ہے اس نے کسی شخص کی داہنی آنکھ ضائع کر دی تو جس کی آنکھ ضائع کی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ اس کی ناقص آنکھ ضائع کر دے یا آنکھ کی دیت لے لے اور اگر وہ جالے والی آنکھ سے کچھ نہیں دیکھتا تو قصاص نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص نے جس کی آنکھ ضائع ہوئی تھی ابھی کچھ اختیار نہیں کیا تھا کہ کسی اور شخص نے اس آنکھ پھوڑنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو پہلے والے کا حق اس کی آنکھ میں باطل ہو گیا اور اگر پہلے جس کی آنکھ پھوڑی گئی تھی۔ اس نے دیت اختیار کر لی تھی، پھر کسی شخص نے جانی کی آنکھ پھوڑ دی تو اگر اس کا اختیار صحیح تھا تو اس کا حق آنکھ سے دیت کی طرف منتقل ہو جائے گا اور آنکھ کے ضائع ہونے سے اس کا حق باطل نہیں ہوگا اور اگر اس کا اختیار صحیح نہیں تھا تو اس کا حق باطل ہو جائے گا۔ اختیار صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنایت کرنے والے نے اختیار دیا ہو اور اگر اس نے خود ہی دیت کو اختیار کر لیا ہے تو اختیار صحیح نہیں ہے اور اس صورت میں جس میں اختیار صحیح نہیں ہے اگر جانی کی جالے والی آنکھ میں روشنی آ گئی تو پھر قصاص لے سکتا ہے اور اس صورت میں جس میں اختیار صحیح ہے قصاص کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔[5] (عالمگیری ص ۱۰ ج ۶)

---

1 ...... آنکھ ضائع کرنے والے کی۔

2 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۹.

3 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۱۹۶.

4 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۹.

5 ...... المرجع السابق، ص۹، ۱۰.

مسئلہ ۱۶ کسی کی جالے والی ایسی آنکھ کو نقصان پہنچایا جس میں روشنی ہے اور جانی کی آنکھ بھی ایسی ہے تو قصاص نہیں ہے۔[1] (شامی ص ۴۸۶ ج ۵، عالمگیری ص ۱۰ ج ۶ طحطاوی علی الدر از محیط ص ۲۶۸ ج ۴)

مسئلہ ۱۷ اگر کسی کی آنکھ پر اس طرح ضرب لگائی کہ کچھ پتلی پر جالا[2] آگیا یا آنکھ کو زخمی کر دیا یا اس میں چھالا یا جالا آگیا یا آنکھ میں کوئی ایسا عیب پیدا کر دیا کہ اس سے روشنی کم ہوگئی تب بھی انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[3] (شامی عن تاتار خانیہ ص ۴۸۶ ج ۵، عالمگیری ص ۱۰ ج ۶، درمختار و شامی از خانیہ ص ۴۸۶ ج ۵، مجمع الانہر ص ۶۲۵ ج ۲، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۸ ج ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸ ج ۷)

مسئلہ ۱۸ اگر کسی کی بائیں آنکھ پھوڑ دی تو جانی کی[4] داہنی آنکھ سے اور اگر داہنی آنکھ پھوڑ دی تو بائیں آنکھ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[5] (شامی ص ۴۸۶ ج ۵، عالمگیری ص ۱۰ ج ۶، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۶۰ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۲۵ ج ۲، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۳ ج ۲، بحر الرائق ص ۳۰۳ ج ۸)

مسئلہ ۱۹ کسی کی آنکھ پر مارا کہ جالا آگیا پھر جالا جاتا رہا اور وہ دیکھنے لگا تو مارنے والے پر کچھ نہیں ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب پوری نظر واپس آجائے لیکن اگر بینائی میں نقصان رہا تو انصاف سے تاوان لیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ص ۱۰ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۲۵ ج ۲، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۸ ج ۴، شامی ص ۴۸۶ ج ۵)

مسئلہ ۲۰ اگر کسی بچے کی آنکھ پیدائش کے فوراً بعد یا چند روز بعد پھوڑ دی اور جانی کہتا ہے کہ بچہ آنکھ سے نہیں دیکھتا تھا یا کہتا ہے کہ مجھے اس کے دیکھنے یا نہ دیکھنے کا علم نہیں تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اسے تاوان دینا ہوگا جس کا فیصلہ انصاف سے کیا جائے گا اور اگر یہ علم ہو جائے کہ بچے نے اس آنکھ سے دیکھا ہے۔ اس طرح کہ دو گواہ بچے کی آنکھ کی سلامتی کی گواہی

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج٦، ص١٠.

2 ......آنکھ کی سیاہ پتلی پر چھانے جانے والی سفید جھلی جو روشنی کو کم یا زائل کر دیتی ہے۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج٦، ص١٠.

4 ......یعنی آنکھ پھوڑنے والے کی۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج٦، ص١٠.
و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فیمادون النفس، ج١٠، ص١٩٦.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج٦، ص١٠.
و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فیمادون النفس، ج٦، ص١٩٧.

دیں تو غلطی سے پھوڑنے کی صورت میں نصف دیت اور قصداً پھوڑنے کی صورت میں قصاص ہے۔[1] (عالمگیری ص١٠ ج٦، قاضی خان ص٤٣٩ ج٣، بحرالرائق ص٣٣٧ ج٨، قاضی خان علی الہندیہ ص٤٣٩ ج٣، تبیین الحقائق ص١٣٥ ج٦)

مسئلہ ٢١ جس کی آنکھ پھوڑی گئی اس کی آنکھ پھوڑنے والے کی آنکھ سے چھوٹی ہو یا بڑی بہرصورت قصاص لیا جائے گا۔[2] (شامی ص٤٨٦ جلد٥، عالمگیری ص١٠ جلد٦، مجمع الانہر ص٦٢٥ جلد٢، طحطاوی علی الدر ص٢٦٨ جلد٤، بحرالرائق ص٣٠٣ جلد٨، تبیین الحقائق ص١١١ جلد٦، بزازیہ ص٣٩٠ جلد٦)

مسئلہ ٢٢ کسی کی آنکھ میں چوٹ لگ گئی یا زخم آ گیا ڈاکٹر نے اس شرط پر علاج کیا کہ اگر روشنی چلی گئی تو میں ضامن ہوں پھر اگر روشنی چلی گئی تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔[3] (بزازیہ علی الہندیہ ص٣٩١ ج٦)

کان

مسئلہ ٢٣ جب کسی کا پورا کان قصداً کاٹ دیا جائے تو قصاص ہے اور اگر کان کا بعض حصہ کاٹ دیا جائے اور اس میں برابری کی جاسکتی ہو تو بھی قصاص ہے ورنہ نہیں۔[4] (عالمگیری ص١٠ جلد٦، شامی ص٤٨٦ جلد٥، طحطاوی علی الدر ص٢٦٨ جلد٤، بحرالرائق ص٣٠٢ جلد٨، بدائع صنائع ص٣٠٨ جلد٧، غنیہ ص٩٥ ج٢، بزازیہ علی الہندیہ ص٣٩٨ جلد٦)

مسئلہ ٢٤ کسی نے کسی کا کان قصداً کاٹا اور کاٹنے والے کا کان چھوٹا یا پھٹا ہوا یا چرا ہوا ہے اور جس کا کان کاٹا گیا اس کا کان بڑا یا سالم ہے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے وہ قصاص لے اور چاہے تو نصف دیت لے اور اگر جس کا کان کاٹا گیا ہے اس کا کان ناقص تھا تو انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔[5] (شامی ص٤٨٦ جلد٥، عالمگیری ص١٠ جلد٦، بحرالرائق ص٣٠٣ جلد٨، طحطاوی علی الدر ص٢٦٨ جلد٤)

مسئلہ ٢٥ اگر کسی شخص نے کان کھینچا اور کان کی لَو جدا کرلی تو اس میں قصاص نہیں۔ اس پر اپنے مال میں دیت ہے۔[6] (عالمگیری ص١٠ جلد٦، بحرالرائق ص٣٠٣ جلد٨، طحطاوی علی الدر ص٢٦٨ ج٤)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص١٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"البزازية "على" الهندية"، كتاب الجنايات، (الفصل) الثالث في الأطراف، ج٦، ص٣٩١ .

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيما دون النفس، ج٦، ص١٠.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

ناک

مسئلہ ۲۶ اگر ناک کا نرم حصہ پورا قصداً کاٹ دیا تو اس میں قصاص ہے اور اگر بعض حصہ کاٹا تو اس میں قصاص نہیں ہے۔[1] (شامی ص ۴۸۵ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ ج ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷)

مسئلہ ۲۷ اگر ناک کے بانسے یعنی ہڈی کا کچھ حصہ عمداً کاٹ دیا تو قصاص نہیں ہے۔[2] (شامی ص ۴۸۵ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۵ جلد ۳ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ جلد ۴)

مسئلہ ۲۸ اگر ناک کی پھنک یعنی نرم حصہ کا بعض کاٹ دیا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶، شامی ص ۴۸۵ جلد ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۵ جلد ۳ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ ج ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷)

مسئلہ ۲۹ اگر ناک کاٹنے والے کی ناک چھوٹی ہے تو مقطوع الانف کو[4] اختیار ہے کہ چاہے قصاص اور چاہے اَرش[5] لے۔[6] (عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶، شامی ص ۴۸۵ جلد ۵ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ جلد ۴)

مسئلہ ۳۰ اگر ناک کاٹنے والے کی ناک میں سونگھنے کی طاقت نہیں یا اس کی ناک کٹی ہوئی ہے یا اس کی ناک میں اور کوئی نقص ہے تو جس کی ناک کاٹی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کی ناک کاٹ لے اور چاہے تو دیت لے لے۔[7] (عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶، شامی ص ۴۸۵ جلد ۵ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ جلد ۴)

ہونٹ

مسئلہ ۳۱ اگر کسی نے کسی کا پورا ہونٹ قصداً کاٹ دیا تو قصاص ہے، اوپر کے ہونٹ میں اوپر کے ہونٹ سے، اور نیچے کے ہونٹ میں نیچے کے ہونٹ سے قصاص لیا جائے گا اور اگر بعض ہونٹ کاٹ دیا تو قصاص نہیں ہے۔[8] (عالمگیری ص ۱۱ ج ۶، ہدایہ ص ۵۵۵ جلد ۴، بحرالرائق ص ۳۰۳ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ ج ۴ طحطاوی علی الدرص ۲۷۰ جلد ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸، ج ۷)

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيما دون النفس، ج٦ ص١٠.
2. ......المرجع السابق.
3. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيما دون النفس، ج٦ ص١٠.
و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فيما دون النفس، ج١٠، ص١٩٦.
4. ......یعنی جس کی ناک کاٹی اس کو۔
5. ......یعنی وہ مال لے لے جو مادون النفس (قتل کے علاوہ) میں لازم ہوتا ہے۔
6. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيما دون النفس، ج٦، ص١٠.
7. ......المرجع السابق.
8. ......المرجع السابق، ص١١.

زبان

مسئلہ ۳۲ زبان پوری کاٹی جائے یا بعض اس میں قصاص نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ٦، بحرالرائق ص ٣٠٦ جلد ٨، تبیین الحقائق ص ١١٢ جلد ٦، قاضی خاں علی الھندیہ ص ٤٣٧ جلد ٣، درمختار و شامی ص ٤٨٩ جلد ٥، مجمع الانہر ص ٦٢٦ جلد ٢، طحطاوی علی الدرص ٢٧٠ جلد ٤، بدائع صنائع ص ٣٠٨ جلد ٧)

دانت

مسئلہ ۳۳ دانت میں مماثلت[2] کے ساتھ قصاص ہے یعنی داہنے کے بدلے میں بایاں اور بائیں کے بدلے میں دایاں اوپر والے کے بدلے میں نیچے والا اور نیچے والے کے بدلے میں اوپر والا نہیں توڑا جائے گا۔ سامنے والے کے بدلے میں سامنے والا، کیلے[3] کے بدلے میں کیلا اور ڈاڑھ کے بدلے میں ڈاڑھ توڑی جائے گی۔[4] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ٦، درمختار و شامی ص ٤٨٨ جلد ٥، بحرالرائق ص ٣٠٤ جلد ٨، بزازیہ علی الھندیہ ص ٣٩١ جلد ٦)

مسئلہ ۳۴ دانت میں چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔ چھوٹے کے بدلے میں بڑا اور بڑے کے بدلے میں چھوٹا توڑا جائے گا۔[5] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ٦، درمختار و شامی ص ٤٨٦ جلد ٥، قاضی خان علی الھندیہ ص ٤٣٨ جلد ٣، بحرالرائق ص ٣٠٤ جلد ٨، مجمع الانہر ص ٦٢٥ جلد ٢، طحطاوی علی الدر ص ٢٦٩ جلد ٤، بزازیہ علی الھندیہ ص ٣٩٢ جلد ٦)

مسئلہ ۳۵ سِنِ زائد (فالتو دانت) میں قصاص نہیں ہے۔ اس میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ٦، شامی ص ٤٨٦ جلد ٥، طحطاوی علی الدر ص ٢٦٩ جلد ٤، بزازیہ علی الھندیہ ص ٣٩١ جلد ٦، بحرالرائق ص ٣٠٤ جلد ٨)

مسئلہ ۳۶ اگر کسی نے دانت کا بعض حصہ قصداً توڑ دیا تو اگر مماثلت کے ساتھ قصاص ممکن ہو تو قصاص لیا جائے گا ورنہ دیت لازم ہوگی۔[7] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ٦، شامی ص ٤٨٧ جلد ٥، طحطاوی ص ٢٦٩ جلد ٤، بزازیہ علی الھندیہ ص ٣٩٢ جلد ٦، بحرالرائق ص ٣٠٤، جلد ٨)

---

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج٦، ص١١.

2 ...... برابری۔ 3 ...... یعنی نوکیلے دانت۔

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج١٠، ص١٩٧۔١٩٩.

5 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج٦، ص١١.

6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۳۷ اگر کسی کے دانت کا بعض حصہ توڑ دیا اور بعد میں بقیہ بعض خود گر گیا تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔[1] (شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۴ جلد ۶، عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶)

مسئلہ ۳۸ کسی شخص کے دانت کو ایسا مارا کہ دانت ہل گیا مگر اکھڑا نہیں۔ پھر دوسرے شخص نے اس کو اکھیڑ دیا تو اس صورت میں ہر ایک پر انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔[2] (شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ جلد ۶)

مسئلہ ۳۹ دانت کا بعض حصہ توڑ دیا۔ پھر باقی حصہ کالا یا سرخ یا سبز ہو گیا یا اس میں کوئی عیب اس کے توڑنے کی وجہ سے پیدا ہو گیا تو قصاص نہیں ہے دیت ہے۔[3] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، طحطاوی ص ۲۶۹ جلد ۴، درمختار و شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، مجمع الانہر ص ۶۴۷ جلد ۲، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۱ جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۰۴ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۷، جلد ۶)

مسئلہ ۴۰ دو شخص اکھاڑے میں[4] اس لیے اترے تھے کہ مکے بازی کریں گے پس ایک نے دوسرے کو اس طرح مارا کہ اس کا دانت اکھڑ گیا تو مارنے والے پر قصاص ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ مار مار اور ایک نے دوسرے کو مکہ مار کر دوسرے کا دانت توڑ دیا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۰۵ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶)

مسئلہ ۴۱ اگر کسی نے قصداً کسی کے سامنے کے دانت اکھیڑ دیئے اور اکھیڑنے والے سے قصاص لے لیا گیا۔ پھر جس سے قصاص لیا گیا تھا اس کے دانت دوبارہ نکل آئے تو اس کے دانت دوبارہ نہیں اکھیڑے جائیں گے۔[6] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ ۴۲ زید نے بکر کا دانت اکھیڑ دیا اور بکر نے قصاص میں زید کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد بکر کا دانت اُگ گیا تو زید کو بکر دانت کی دیت دے گا۔ اور اگر دانت ٹیڑھا اُگا تو بکر انصاف کے ساتھ زید کو تاوان دے گا اور اگر آدھا اُگا تو نصف دیت دے گا۔[7] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص ۴۳۷ جلد ۳، بحر الرائق ص ۳۰۵ جلد ۸، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۵ جلد ۶، فتح القدیر، ہدایہ عنایہ ص ۳۲۰ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۸.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج ٦، ص ۱۱.

4 ......کشتی کے میدان میں۔

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج ٦، ص ۱۱.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۳ کسی کے دانت کو ایسا مارا کہ دانت کالا ہو گیا اور مارنے والے کے دانت کالے یا پیلے یا سرخ یا سبز ہیں تو جس پر جنایت کی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے قصاص لے لے اور چاہے تو دیت لے لے۔[1] (شامی ص ۴۸۶ جلد ۵، قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص ۴۳۸ جلد ۳، عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ ۴۴ کسی کے دانت کو ایسا مارا کہ دانت کالا ہو گیا پھر دوسرے شخص نے یہ دانت اکھیڑ دیا تو پہلے والے پر پوری دیت لازم ہے اور دوسرے پر انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔[2] (شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص ۴۳۸ جلد ۳، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ ۴۵ کسی شخص کا عیب دار دانت توڑا تو اس میں انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔[3] (شامی ص ۴۸۶ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ ۴۶ اگر کسی کے دانت پر مارا اور دانت گر گیا تو قصاص لینے میں زخم کے مندمل ہونے کا[4] انتظار کیا جائے گا، لیکن ایک سال تک انتظار نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۱۱ ج ۶، شامی ص ۴۸۷ ج ۵، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ ج ۶، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۹ ج ۴، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ ج ۶، فتح القدیر ص ۳۲۰ ج ۸)

مسئلہ ۴۷ اگر کسی نے بچے کے دانت اکھیڑ دیئے تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا اور چاہیے کہ جنایت کرنے والے سے ضامن لے لیں پھر اگر اکھڑے دانت کی جگہ سے دوسرا دانت اُگ آئے تو کچھ نہیں اور اگر دانت نہیں اگا تھا اور ایک سال پورا ہونے سے پہلے بچہ مر گیا تو بھی کچھ نہیں ہے۔[6] (شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۹ جلد ۴، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ جلد ۶، فتح القدیر ص ۳۲۱ جلد ۸)

مسئلہ ۴۸ کسی نے کسی کے دانت پر ایسا مارا کہ دانت ہل گیا تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا۔ عام ازیں کہ جس کو مارا ہے وہ بالغ ہو یا نابالغ، ایک سال تک اگر دانت نہ گرا تو مارنے والے پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر گر گیا اور قصداً مارا تھا تو قصاص واجب ہے اور اگر خطاً مارا ہے تو دیت واجب ہے۔[7] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶ طحطاوی علی الدر ص ۲۶۹ جلد ۴)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۷.
و"البحرالرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج ۹، ص ۳۷.

2 ......المرجع السابق، ص ۱۹۸.
3 ......المرجع السابق، ص ۱۹۷.

4 ......یعنی زخم کے ٹھیک ہونے کا۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج ۶، ص ۱۱.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۸، ۱۹۹.

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج ۶، ص ۱۱.

مسئلہ ۴۹ دانت ملنے کی صورت میں قاضی نے ایک سال کی مہلت دی تھی اور سال پورا ہونے سے پہلے مضروب[1] کہتا ہے کہ اسی ضرب کی وجہ سے میرا دانت گر گیا۔ مگر ضارب[2] کہتا ہے کہ کسی دوسرے کے مارنے سے اس کا دانت گرا ہے تو مضروب کا قول معتبر ہے اور اگر سال پورا ہونے کے بعد مضروب نے یہ دعویٰ کیا تو ضارب کا قول معتبر ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۰۴ جلد ۸، بدائع صنائع ص ۳۱۶ ج ۷، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶)

مسئلہ ۵۰ کسی کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹا، اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اس کے دانت اکھڑ گئے تو دانتوں کا تاوان نہیں ہے۔[4] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۷ جلد ۳، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۵ جلد ۶)

مسئلہ ۵۱ کسی شخص کے کپڑے کو دانتوں سے پکڑ لیا اور اس نے اپنا کپڑا کھینچا اور کپڑا پھٹ گیا تو دانتوں سے پکڑنے والا کپڑے کا نصف تاوان دے گا اور اگر کپڑا دانتوں سے پکڑ کر کھینچا کہ پھٹ گیا تو کپڑے کا کل تاوان دے گا۔[5] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۷ جلد ۳)

مسئلہ ۵۲ کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد نصف دانت اگ آیا تو قصاص نہیں ہے بلکہ نصف دیت ہے اور اگر پیلا اگا یا ٹیڑھا اگا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[6] (درمختار و شامی ص ۵۱۵ جلد ۵، بحر الرائق ص ۳۰۵ جلد ۸، طحطاوی ص ۲۸۴ جلد ۴، مجمع الانہر و ملتقی الابحر ص ۶۴۷ ج ۲)

مسئلہ ۵۳ اگر کسی نے کسی کے بتیسوں دانت توڑ دیئے تو اس پر ۱۳/۵ دیت لازم ہوگی۔[7] (بحر الرائق ص ۳۰۴ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۵۰۹ جلد ۵، طحطاوی علی الدر ص ۲۸۱ جلد ۴، مجمع الانہر و ملتقی الابحر ص ۶۴۲ جلد ۲، عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶، بزازیہ ص ۳۹۱ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۱۵ جلد ۷، تبیین الحقائق ص ۱۳۱ جلد ۶)

مسئلہ ۵۴ اگر کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد اس کا پورا دانت صحیح حالت میں دوبارہ نکل آیا تو جانی پر قصاص و دیت نہیں ہے مگر علاج معالجہ کا خرچہ اس سے وصول کیا جائے گا۔[8] (بحر الرائق ص ۳۰۵ ج ۸، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۹ ج ۴، درمختار و شامی ص ۵۱۵ جلد ۵، بزازیہ ص ۳۹۱ ج ۶، مبسوط ص ۷۱ جلد ۲۶، ہدایہ و عنایہ علی الفتح ص ۳۲۰ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ ج ۶)

---

1 ...... جسے مارا تھا۔ 2 ...... مارنے والا۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيما دون النفس، ج ٦، ص ١٢.

4 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، ج ٢، ص ٣٨٧.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل في الشجاج، ج ١٠، ص ٢٥٥.

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الديات، ج ٦، ص ٢٥.

8 ......"البحرالرائق"، كتاب الجنايات، باب القصاص فيمادون النفس، ج ٩، ص ٣٦.

مسئلہ ۵۵ اگر کسی نے کسی کا کوئی دانت اکھیڑ دیا اور اس وقت اکھیڑنے والے کا وہ دانت نہیں تھا مگر جنایت کے بعد نکل آیا تو قصاص نہیں ہے، دیت ہے، خواہ جنایت کے وقت جانی کا[1] یہ دانت نکلا ہی نہ ہو، یا نکلا ہو مگر اکھڑ گیا ہو۔[2] (بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ ۵۶ مریض نے ڈاکٹر سے دانت اکھیڑنے کو کہا، اس نے ایک دانت اکھیڑ دیا، مگر مریض کہتا ہے کہ میں نے دوسرے دانت کو اکھیڑنے کے لیے کہا تھا تو مریض کا قول یمین کے ساتھ مان لیا جائے گا اور مریض کے قسم کھانے کے بعد ڈاکٹر پر دانت کی دیت واجب ہوگی۔[3] (بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ ۵۷ کسی نے کسی کا دانت قصداً اکھیڑ دیا اور جانی کے دانت کالے یا پیلے یا سرخ یا سبز ہیں تو جس کا دانت اکھیڑا گیا ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت لے لے۔[4] (بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸، عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶)

مسئلہ ۵۸ کسی بچے نے بچے کا دانت اکھیڑ دیا تو جس کا دانت اکھیڑا گیا ہے اس کے بالغ ہونے تک انتظار کیا جائے گا، بلوغ کے بعد اگر صحیح دانت نکل آیا تو کچھ نہیں اور اگر نہیں نکلا یا عیب دار نکلا تو دیت لازم ہے۔[5] (درمختار و شامی ص ۵۱۶ جلد ۵، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ جلد ۶)

مسئلہ ۵۹ (الف): کسی نے کسی کے دانت پر ایسی ضرب لگائی کہ دانت کالا یا سرخ یا سبز ہوگیا یا بعض حصہ ٹوٹ گیا اور بقیہ کالا یا سرخ یا سبز ہوگیا تو قصاص نہیں ہے، دانت کی پوری دیت واجب ہے۔[6] (تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶، طحطاوی ص ۳۶۹ جلد ۴، بدائع صنائع ص ۳۱۵ جلد ۷، بحرالرائق ص ۳۰۴ ج ۸)

انگلیاں

مسئلہ ۵۹ (ب): انگلیاں اگر جوڑ پر سے کاٹی جائیں تو ان میں قصاص لیا جائے گا اور اگر جوڑ پر سے نہ کاٹی جائیں تو قصاص نہیں ہے۔[7] (عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۳۸ جلد ۳، بحرالرائق ص ۳۰۷ جلد ۸)

---

1 ......اکھیڑنے والے کا۔

2 ......"البحرالرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج۹، ص۳۶.

3 ......المرجع السابق، ص۳۷.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج٦، ص۱۲.

5 ......"البزازیة" علی "الھندیة"، کتاب الجنایات، (الفصل) الثالث فی الأطراف، ج٦، ص۳۹۲.
و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الشجاج، ج۱۰، ص۲۵۵.

6 ......"البحرالرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج۹، ص۳۵.

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج٦، ص۱۲.

مسئلۃ ۶۰ ہاتھ کی انگلی کے بدلے میں پیر کی انگلی اور پیر کی انگلی کے بدلے میں ہاتھ کی انگلی نہیں کاٹی جائے گی۔[1] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶)

مسئلۃ ۶۱ داہنے ہاتھ کی انگلی کے بدلے میں بائیں ہاتھ کی اور بائیں ہاتھ کی انگلی کے بدلے میں دائیں ہاتھ کی انگلی نہیں کاٹی جائے گی۔[2] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶، بزازیہ علی الہندیہ ص۳۹۳ جلد۶ طحطاوی علی الدر ص۲۶۸ جلد۴، بدائع صنائع ص۲۹۷ جلد۷)

مسئلۃ ۶۲ ناقص انگلیوں والے ہاتھ کے بدلے میں صحیح ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔[3] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶)

مسئلۃ ۶۳ کسی نے چھٹی انگلی کو کاٹ دیا اور کاٹنے والے کے ہاتھ میں بھی چھٹی انگلی ہے تو بھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔[4] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶، بدائع صنائع ص۳۰۳ جلد۷، بحرالرائق ص۳۰۶ جلد۸)

مسئلۃ ۶۴ اگر ایسی ہتھیلی کاٹ دی جس کی گرفت میں حارج[5] زائد انگلی تھی تو قصاص نہیں ہے۔ اور اگر گرفت میں انگلی حارج نہیں تھی تو قصاص لیا جائے گا۔[6] (عالمگیری عن المحیط ص۱۲ جلد۶، بدائع صنائع ص۳۰۳ جلد۷)

مسئلۃ ۶۵ اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ کی انگلی کاٹ لے جس سے اس کی ہتھیلی شل ہو جائے یا جوڑ سے انگلی کا ایک پورا کاٹ لے جس سے بقیہ انگلی یا ہتھیلی شل ہو جائے تو انگلی کا قصاص نہیں ہے۔ ہاتھ یا شل انگلی کی دیت ہے۔[7] (بدائع صنائع ص۳۰۶ ج۷)

ہاتھ کے مسائل

مسئلۃ ۶۶ اگر کسی کا ایسا زخمی ہاتھ کاٹا گیا جس کا زخم گرفت میں حارج نہ تھا تو قصاص لیا جائے گا اور اگر زخم گرفت میں حارج تھا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[8] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶، شامی ص۴۹۰ جلد۵)

مسئلۃ ۶۷ اگر کالے ناخن والا ہاتھ کاٹا تو اس کا قصاص لیا جائے گا۔[9] (عالمگیری ص۱۲ جلد۲، شامی ص۴۹۰ جلد۵)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۱۲.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......"البحرالرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج۹، ص۳۹.

5 ......حائل، رکاوٹ۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۱۲.

7 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الجنایات، ج۶، ص۴۰۲.

8 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۱۲.

9 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۶۸ اگر کسی کا صحیح ہاتھ کاٹ دیا اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل[1] یا ناقص ہے تو مقطوع الید کو[2] اختیار ہے، چاہے تو ناقص ہاتھ کاٹ دے یا چاہے تو پوری دیت لے لے یہ اختیار اس صورت میں ہے کہ ناقص ہاتھ کار آمد ہو[3] ورنہ دیت پر اکتفا کیا جائے گا۔[4] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶، درمختار وشامی ص۴۸۹ جلد۵، تبیین الحقائق ص۱۱۲ جلد۶)

مسئلہ ۶۹ زید نے بکر کا ہاتھ کاٹا اور زید کا ہاتھ شل یا ناقص تھا اور بکر نے ابھی اختیار سے کام نہیں لیا تھا کہ کسی شخص نے زید کا ناقص ہاتھ ظلماً کاٹ دیا یا کسی آفت سے ضائع ہوگیا تو بکر کا حق باطل ہو جائے گا۔ اور اگر زید کا ناقص ہاتھ قصاص یا چوری کے جرم میں کاٹ دیا گیا تو بکر دیت کا حق دار ہے۔[5] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶)

مسئلہ ۷۰ اگر کسی نے کسی کی انگلی یا ہاتھ کا کچھ حصہ کاٹ دیا پھر دوسرے شخص نے باقی ہاتھ کاٹ دیا اور زخمی مر گیا تو جان کا قصاص دوسرے شخص پر ہے، پہلے پر نہیں، پہلے کی انگلی یا ہاتھ کاٹا جائے گا۔[6] (عالمگیری ص۱۵ جلد۶)

مسئلہ ۷۱ کسی کا ہاتھ قصداً کاٹا پھر کاٹنے والے کا ہاتھ آکلہ[7] کی وجہ سے یا ظلماً کاٹ دیا گیا تو قصاص اور دیت دونوں باطل ہو جائیں گے اور اگر کاٹنے والے کا ہاتھ کسی دوسرے قصاص یا چوری کی سزا میں کاٹا گیا تو پہلے مقطوع الید کو دیت دے گا۔[8] (قاضی خاں علی الھندیہ ص۴۴۳ جلد۳)

مسئلہ ۷۲ کسی شخص کی دو انگلیاں کاٹ دیں اور کاٹنے والے کی صرف ایک انگلی ہے تو یہ ایک انگلی کاٹ دی جائے گی اور دوسری انگلی کی دیت واجب ہوگی۔[9] (عالمگیری ص۱۳ جلد۶)

مسئلہ ۷۳ کسی شخص کا ہاتھ پہنچے سے[10] کاٹ دیا اور قاطع سے[11] اس کا قصاص لے لیا گیا اور زخم بھی اچھا ہو گیا پھر ان میں سے کسی نے دوسرے کا پہنچے سے کٹا ہوا ہاتھ کہنی سے کاٹ دیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔[12] (عالمگیری ص۱۳ جلد۶)

---

1. یعنی بے حس و بے حرکت۔
2. یعنی جس کا ہاتھ کٹا ہے اس کو۔
3. یعنی اس سے کام وغیرہ کر سکتا ہو۔
4. "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۱۲.
5. المرجع السابق، ص۱۲.
6. المرجع السابق، ص۱۵.
7. ایک قسم کی بیماری جو متاثرہ عضو کو کھاتی اور گلاتی ہے۔
8. "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، ج۲، ص۳۸۶.
9. "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص، ج۶، ص۱۳.
10. کلائی سے۔
11. ہاتھ کاٹنے والے سے۔
12. "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۱۳.

مسئلہ ۷۴ کسی شخص نے کسی کے داہنے ہاتھ کی انگلی جوڑ سے کاٹی پھر اسی قاطع نے کسی دوسرے شخص کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا، یا پہلے کسی کا داہنا ہاتھ کاٹا، پھر دوسرے کے داہنے ہاتھ کی انگلی کاٹ دی اس کے بعد دونوں مقطوع آئے اور انھوں نے دعویٰ کیا تو قاضی پہلے قاطع کی انگلی کاٹے گا اس کے بعد مقطوع الید کو اختیار ہے کہ چاہے تو مابقی ہاتھ کو کاٹ دے اور چاہے تو دیت لے لے اور اگر مقطوع الید پہلے آیا اور اس کی وجہ سے قاطع کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر انگلی کٹا آیا تو اس کے لیے دیت ہے۔[1] (عالمگیری ص ۱۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۴۳ جلد ۲۶، بدائع صنائع ص ۳۰۰ جلد ۷)

مسئلہ ۷۵ اگر کسی نے کسی کی انگلی کا ناخن والا پَورا کاٹ دیا، پھر دوسرے شخص کی اسی انگلی کو جوڑ سے کاٹ دیا اور پھر تیسرے شخص کی اسی انگلی کو جڑ سے کاٹ دیا اور تینوں انگلیوں کے لیے قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا حق طلب کیا تو قاضی پہلے پورے والے کے حق میں قاطع کا پہلا پَورا یعنی ناخن والا کاٹ دے گا پھر درمیان والے کو اختیار دے گا کہ چاہے تو درمیان سے قاطع کی انگلی کاٹ دے اور پہلے پورے کی دیت نہ لے اور چاہے تو انگلی کی دیت میں سے ⅔ دو تہائی لے لے۔ پھر جب درمیان والے نے انگلی کاٹ دی تو تیسرے کو یعنی جس کی انگلی جڑ سے کاٹی گئی تھی اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو قاطع کی انگلی جڑ سے کاٹ دے اور دیت کچھ نہ لے اور چاہے تو پوری انگلی کی دیت قاطع کے مال سے لے لے اور اگر تین میں سے قاضی کے پاس ایک آیا اور دو غائب اور جو آیا وہ پہلے پورے والا ہے تو اس کے حق میں قاطع کی انگلی کا پہلا پَورا کاٹا جائے گا۔ پورا کاٹنے کے بعد اگر دونوں غائبین بھی آ گئے تو ان کو مذکورہ بالا اختیار ہوگا۔ اور اگر پہلے وہ آیا جس کی پوری انگلی کاٹی تھی دوسرے دونوں نہیں آئے اور قاضی نے قاطع کی پوری انگلی کاٹ دی پھر دوسرے دونوں آ گئے تو ان کے لیے دیت ہے۔[2] (عالمگیری ص ۱۳ جلد ۶)

مسئلہ ۷۶ اگر کسی کا پہنچا کاٹ دیا پھر اسی قاطع نے دوسرے شخص کا وہی ہاتھ کہنی سے کاٹ دیا پھر دونوں مقطوع قاضی کے پاس آئے تو قاضی پہنچے والے کے حق میں قاطع کا پہنچا کاٹ دے گا۔ پھر کہنی والے کو اختیار دے گا کہ چاہے تو باقی ہاتھ کہنی سے کاٹ دے اور چاہے تو دیت لے لے اور اگر دونوں مقطوعوں میں سے ایک حاضر ہوا اور دوسرا غائب تو حاضر کے حق میں قصاص کا حکم دے گا۔[3] (عالمگیری ص ۱۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۴۵ جلد ۲۶، بدائع صنائع ص ۳۰۱ جلد ۷)

مسئلہ ۷۷ کسی نے کسی کے ہاتھ کی انگلی کاٹ دی، پھر انگلی کٹے نے قاطع کا ہاتھ جوڑ سے کاٹ دیا تو مقطوع الید کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کا ناقص ہاتھ ہی کاٹ دے اور چاہے تو دیت لے لے اور انگلی کا حق باطل ہے۔[4] (عالمگیری ص ۱۳ جلد ۶)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج ٦، ص ١٣.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۷۸ (الف): کسی شخص نے دو آدمیوں کے داہنے ہاتھ قصداً کاٹ دیئے پھر ایک نے بحکم قاضی قصاص لے لیا تو دوسرے کو دیت ملے گی اور اگر دونوں ایک ساتھ قاضی کے پاس آئے تو دونوں کے لیے قصاص میں قاطع کا داہنا ہاتھ کاٹ دے گا اور ہر ایک کو ہاتھ کی نصف دیت بھی ملے گی۔[1] (قاضی خان ص ۴۳۶ جلد ۳، درمختار ردالمحتار ص ۴۹۱ جلد ۵، بدائع صنائع ص ۲۹۹ جلد ۷، دررغرر ص ۹۷ ج ۲)

مسئلہ ۷۸ (ب): کسی شخص نے دو افراد کے سیدھے ہاتھ قصداً کاٹ دیئے اور قاضی نے دونوں کے قصاص میں قاطع کا ہاتھ کاٹنے اور پانچ ہزار درہم ہاتھ کی دیت دینے کا حکم دیا۔ دونوں نے پانچ ہزار درہم پر قبضہ کرلیا پھر ایک نے معاف کر دیا تو جس نے معاف نہیں کیا ہے اس کو نصف دیتِ ید یعنی ڈھائی ہزار درہم ملیں گے۔[2] (قاضی خان برعالمگیری ص ۴۳۶ جلد ۳، شامی ص ۴۹۱ ج ۵)

مسئلہ ۷۹: کسی نے دو آدمیوں کے داہنے ہاتھ قصداً کاٹ دیئے۔ قاضی نے دونوں کے حق میں قصاص اور دیت کا حکم دیا۔ دیت پر قبضہ سے پہلے ایک نے معاف کر دیا تو دوسرے کو صرف قصاص کا حق ہے۔ دیت معاف ہو جائے گی۔[3] (درمختار و شامی ص ۴۹۱ ج ۵، عالمگیری ج ۶ ص ۱۴)

مسئلہ ۸۰: کسی کا ناخن والا پورا قصداً کاٹ دیا وہ اچھا ہو گیا اور قصاص نہیں لیا گیا تھا کہ اسی انگلی کا اور ایک پورا کاٹ دیا تو قصاص میں ناخن والا پورا کاٹ دیا جائے گا اور دوسرے پورے کی دیت ملے گی اور اگر پہلا زخم اچھا نہیں ہوا تھا کہ دوسرا پورا کاٹ دیا تو دونوں پورے ایک ساتھ کاٹ کر قصاص لیا جائے۔[4] (عالمگیری ص ۱۴ ج ۶)

مسئلہ ۸۱: کسی کا ناخن والا پورا قصداً کاٹ دیا اور زخم اچھا ہو گیا اور اس کا قصاص بھی لے لیا گیا پھر اسی قاطع نے اسی انگلی کا دوسرا پورا کاٹ دیا اور زخم اچھا ہو گیا تو اس کا قصاص بھی لیا جائے گا۔ یعنی قاطع کا دوسرا پورا کاٹ دیا جائے گا۔[5] (عالمگیری ص ۱۴ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۰۳ ج ۷)

مسئلہ ۸۲: کسی شخص کا نصف پورا قصداً ٹکڑے کر کے کاٹ دیا اور زخم اچھا ہو گیا پھر بقیہ پورا جوڑ سے کاٹ دیا تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے اور اگر درمیان میں زخم اچھا نہیں ہوا تھا تو جوڑ سے پورا کاٹ کر قصاص لیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ص ۱۴ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۰۲ جلد ۷)

---

1 ......"الفتاوی الخانیة"،کتاب الجنایات،ج۲،ص۳۸۶.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات،الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس،ج۶،ص۱۴.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۸۳ قصداً کسی کی انگلیاں کاٹ دیں پھر زخم اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے پہنچا کاٹ دیا تو قاطع کا پہنچا جوڑ سے کاٹ کر قصاص لیا جائے گا انگلیاں نہیں کاٹی جائیں گی اور اگر درمیان میں زخم اچھا ہوگیا تھا تو انگلیوں میں قصاص لیا جائے گا اور پہنچے کا انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[1] (عالمگیری ص۱۴ جلد ۶)

مسئلہ ۸۴ کسی شخص کی انگلی کا ناخن والا پورا قصداً کاٹ دیا، پھر زخم اچھا ہونے سے پہلے دوسرے پورے کا نصف کاٹ دیا تو قصاص واجب نہیں ہے اور اگر درمیان میں زخم اچھا ہوگیا تھا تو پہلے پورے کا قصاص لیا جائے گا اور باقی کی دیت لی جائے گی۔[2] (عالمگیری ص۱۴ جلد ۶)

مسئلہ ۸۵ اگر کسی کی انگلی قصداً کاٹ دی اور اس کی وجہ سے اس کی ہتھیلی شل ہوگئی تو انگلی کا قصاص نہیں ہے ہاتھ کی دیت لی جائے گی۔[3] (عالمگیری ص۱۴ جلد ۶)

مسئلہ ۸۶ کسی کی انگلی قصداً کاٹی اور چھری نے پھسل کر دوسری انگلی کو بھی کاٹ دیا تو پہلی کا قصاص لیا جائے گا اور دوسری کی دیت لی جائے گی۔[4] (عالمگیری ص۱۵ جلد ۶، بدائع صنائع ص۳۰۶ جلد ۷)

مسئلہ ۸۷ چند آدمیوں نے ایک ہی چھری کو پکڑ کر کسی شخص کا کوئی عضو قصداً کاٹ دیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔[5] (درمختار و شامی ص۴۹۱ جلد ۵، طحطاوی علی الدر ص۲۷۱ جلد ۴، درر غرر شرنبلالی ص۹۷ جلد ۲)

مسئلہ ۸۸ عورت اور مرد اگر ایک دوسرے کے اعضا کاٹ دیں تو ان میں قصاص نہیں ہے اسی طرح اگر غلام اور آزاد ایک دوسرے کا عضو کاٹ دیں یا دو غلام ایک دوسرے کا کوئی عضو کاٹیں تو قصاص نہیں ہے۔ چونکہ ان کے اعضا میں مماثلت[6] نہیں ہے۔[7] (درمختار و شامی ص۴۸۸ جلد ۵، بدائع صنائع ص۳۰۲ ج ۷)

مسائل متفرقہ

مسئلہ ۸۹ ذَکر[8] کو اگر جڑ سے کاٹ دیا یا صرف پوری سپاری کو کاٹ دیا تو قصاص لیا جائے گا یعنی قاطع[9] کا

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيما دون النفس، ج٦، ص١٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص١٥. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"درر الحكام" شرح "غرر الأحكام"، كتاب الجنايات، باب القود فيما دون النفس، الجزء الثاني، ص٩٧.

6 ......برابری۔

7 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج١٠، ص١٩٩.

8 ......یعنی مرد کے پیشاب کا عضو۔ 9 ......کاٹنے والا۔

ذکر جڑ سے کاٹ دیا جائے گا اور سپاری کی صورت میں سپاری کاٹی جائے گی اور درمیان سے کاٹے جانے کی صورت میں قصاص نہیں ہے۔ چونکہ اس صورت میں مماثلت ممکن نہیں ہے۔[1] (شامی ودرمختار ص۴۸۹ جلد۵، تبیین الحقائق ص۱۱۲ جلد۶، بحرالرائق ص۳۰۶ جلد۸، قاضی خان علی الھندیہ ص۴۳۴ جلد۳، طحطاوی علی الدر ص۲۷۰ جلد۴، مجمع الانہر ص۶۲۶ ج۲)

مسئلہ ۹۰ خصی[2] یا عنین[3] کا ذکر کاٹ دیا تو اس میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[4] (شامی ودرمختار ص۴۸۹ جلد۵)

مسئلہ ۹۱ بچے کا ذکر کاٹ دیا گیا۔ اگر انتشار ہوتا تھا تو قصداً کاٹنے میں قصاص اور خطاءً کاٹنے میں دیت واجب ہوگی اور اگر انتشار نہیں ہوتا تھا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[5] (شامی ودرمختار ص۴۸۹ جلد۵)

مسئلہ ۹۲ اگر عورت نے کسی کا ذکر کاٹ دیا تو اس میں قصاص نہیں ہے۔[6] (شامی ص۴۸۹ جلد۵)

مسئلہ ۹۳ اگر کسی نے کسی کا خصیہ پکڑ کر مسل دیا جس سے وہ نامرد ہوگیا تو دیت لازم ہوگی۔[7] (بزازیہ علی الھندیہ ص۳۹۴ جلد۶)

فصل فی الفعلین

شخص واحد میں قتل اور قطع عضو کا اجتماع

مسئلہ ۹۴ کسی شخص کو عضو کاٹ کر قتل کر دیا جائے تو اس میں عقلی وجوہ سولہ نکلیں گی مثلاً دونوں فعل یعنی قتل اور قطع عمداً[8] ہوں گے یا خطاً یا قتل خطاءً ہوگا اور قطع عمداً یا قتل عمداً ہوگا اور قطع خطاءً تو یہ چار صورتیں ہوئیں۔ پھر ہر ایک صورت میں دونوں فعلوں کے درمیان میں صحت واقع ہوئی یا نہیں تو یہ آٹھ صورتیں ہوگئیں۔ پھر یہ دونوں فعل ایک شخص سے صادر ہوں گے یا

---

1 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، ج۲، ص۳۸۵، ۳۸۶.
و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۲۰۲.

2 ...... جس کے خصیے نکال دیے ہوں یا بیکار کر دیے ہوں۔ 3 ...... یعنی نامرد۔

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۲۰۱.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۲۰۲.

7 ...... "البزازیة" علی "الھندیة"، کتاب الجنایات، فصل الثالث فی الأطراف، ج۶، ص۳۹۴.

8 ...... یعنی جان بوجھ کر کاٹنا۔

دو اشخاص سے اس طرح کل سولہ صورتیں بنیں۔ ان سولہ صورتوں میں سے آٹھ صورتیں وہ ہیں جن میں قاطع[1] اور قاتل دو مختلف اشخاص ہوں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اس کے فعل کے بموجب قصاص یا دیت لی جائے گی۔[2] (درمختار و شامی ص ۴۹۴ ج ۵)

مسئلہ ۹۵ بقیہ آٹھ صورتیں جن میں فاعل ایک شخص ہو ان کا حکم یہ ہے کہ نمبرا قطع اور قتل جب دونوں قصداً ہوں اور درمیان میں صحت واقعہ ہوگئی ہو تو دونوں کا قصاص لیا جائے گا۔[3] (شامی ص ۴۹۴ ج ۵)

مسئلہ ۹۶ قتل و قطع جب دونوں قصداً ہوں اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو ولی کو اختیار ہے کہ چاہے تو پہلے عضو کاٹے پھر قتل کرے اور چاہے تو قتل پر اکتفا کرے۔[4] (عنایہ و فتح القدیر ص ۲۸۴ جلد ۸)

مسئلہ ۹۷ قطع اور قتل اگر دونوں خطاءً ہوں اور درمیان میں صحت ہوگئی تو دونوں کی دیت لی جائے گی۔[5] (تبیین الحقائق ص ۱۱۷ جلد ۶)

مسئلہ ۹۸ قطع اور قتل اگر دونوں خطاءً ہوں اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو صرف دیت نفس واجب ہوگی۔[6] (تبیین ص ۱۱۷ جلد ۶)

مسئلہ ۹۹ اگر قطع قصداً ہوا اور قتل خطاءً اور درمیان میں صحت واقع ہوگئی ہو تو قطع کا قصاص اور قتل کی دیت لی جائے گی۔[7] (تبیین الحقائق ص ۱۱۷ جلد ۶)

مسئلہ ۱۰۰ اگر قطع عمداً اور قتل خطاءً ہوا اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو قطع میں قصاص اور قتل میں دیت لی جائے گی۔[8] (تبیین ص ۱۱۷ ج ۶)

مسئلہ ۱۰۱ اگر قطع خطاً اور قتل عمداً ہوا اور درمیان میں صحت واقع ہوگئی ہو تو قطع کی دیت اور قتل کا قصاص لیا جائے گا۔[9] (تبیین ص ۱۱۷ جلد ۶)

---

1 ...... یعنی کاٹنے والا۔

2 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج ۱۰، ص ۲۱۱.

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج ۱۰، ص ۲۱۱.

4 ......"العنایة" و "فتح القدیر"، کتاب الجنایات، فصل فی حکم الفعلین، ج ۹، ص ۱۸٤.

5 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، فصل، ج ۷، ص ۲٤۸، ۲٤۹.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق، ص ۲٤۸.

8 ......المرجع السابق.

9 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۰۲ اگر قطع خطاً اور قتل عمداً ہو اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو قطع کی دیت اور قتل کا قصاص واجب ہوگا۔[1] (تبیین ص ۱۱۷ ج ۶)

مسئلہ ۱۰۳ اگر کسی شخص کو نوے کوڑے ایک جگہ مارے وہ جگہ اچھی ہوگئی ہو اور ضربات کے[2] نشانات بھی باقی نہ رہے پھر دس کوڑے دوسری جگہ مارے اس سے وہ مرگیا تو اس صورت میں صرف دیت نفس واجب ہے۔[3] (درمختار و شامی ص ۴۹۴ جلد ۵، فتح القدیر ص ۲۸۴ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۸ جلد ۶، عنایہ ص ۲۸۴ جلد ۸)

مسئلہ ۱۰۴ اگر کسی شخص کو نوے کوڑے مارے اور اس کے زخم اچھے ہوگئے مگر نشانات باقی رہ گئے پھر دس کوڑے مارے جن سے وہ مرگیا تو دیت نفس اور انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[4] (تبیین الحقائق ص ۱۱۸ جلد ۷)

مسئلہ ۱۰۵ اگر کسی نے کسی کا عضو کاٹا یا اس کو زخمی کردیا اور زخمی نے جنایت کرنے والے کو معاف کردیا اور اس کے بعد وہ زخمی اس زخم یا قطع عضو کی وجہ سے مرگیا تو اس میں چار صورتیں بنیں گی۔

(۱) یہ جنایت اگر قصداً تھی اور معاف کرنے والے نے کہا کہ میں نے قطع عضو اور جنایت اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو معاف کردیا تو عام معافی ہوجائے گی اور جانی کے ذمے کچھ واجب نہ ہوگا۔[5] (طحطاوی ص ۲۷۳ جلد ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۰ جلد ۲، درر غرر ص ۹۸ ج ۲)

(۲) اور اگر معاف کرنے والے نے کہا کہ میں نے قطع عضو اور جنایت کو معاف کردیا اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کا کچھ ذکر نہیں کیا تو استحساناً دیت واجب ہوگی۔[6] (طحطاوی علی الدر ص ۲۷۳ جلد ۴، بحر الرائق ص ۳۱۶ جلد ۸)

(۳) اور اگر قطع عضو یا زخم خطاءً تھا اور مرنے والے نے یہ کہا کہ میں نے قطع عضو سے معاف کردیا اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کا ذکر نہیں کیا تو سرایت کی معافی نہیں ہوگی اور دیت نفس واجب ہوگی۔

(۴) اور اگر قطع عضو یا زخم خطاءً تھا اور مرنے والے نے کہا کہ میں نے قطع عضو اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات

---

1 ...... "تبیین الحقائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج۷، ص۲٤۹.

2 ...... یعنی مارنے کے۔

3 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج۱۰، ص۲۱۲.

4 ...... "تبیین الحقائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج۷، ص۲٥۰.

5 ...... "دررالحکام" شرح "غررالأحکام"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، الجزء الثانی، ص۹۸.

6 ...... "البحرالرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج۹، ص۵٦.

کو بھی معاف کر دیا تو بالکل معافی ہو جائے گی اور جانی پر کچھ واجب نہ ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ٦، فتح القدیر وعنایہ ص ۲۸۵ جلد ۸، درمختار وشامی ص ۴۹۵ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۱۸ ج ٦، بحرالرائق ص ۳۱٦ ج ۸)

مسئلہ ۱۰٦ اگر ماں نے اپنے بچے کو تادیب کے لیے مارا اور بچہ مرگیا تو ماں ضامن ہے۔[2] (شامی ص ۴۹۹ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۵ جلد ۴)

متفرقات

مسئلہ ۱۰۷ کسی نے کسی شخص کے عمداً تیر مارا اور وہ تیر اس شخص کے جسم کے پار ہوکر کسی دوسرے شخص کو لگ گیا اور دونوں مرگئے تو پہلے کا قصاص لیا جائے گا اور دوسرے کی دیت قاتل کے عاقلہ پر واجب ہوگی۔[3] (درمختار وشامی ص ۴۹۲ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۲ جلد ۴، بدائع صنائع ص ۳۰٦ جلد ۷، دررغرر ص ۹۷ جلد ۲، مجمع الانہر ودرالملتقی ص ٦۲۹ جلد ۲)

مسئلہ ۱۰۸ کسی شخص پر سانپ گرا اس نے اس کو پھینک دیا اور وہ دوسرے شخص پر جا گرا اسی طرح اس نے بھی پھینکا اور وہ تیسرے شخص پر جا گرا اور اس کو کاٹ لیا اور وہ مرگیا تو اگر سانپ نے گرتے ہی کاٹ لیا تھا تو اس آخری پھینکنے والے کے عاقلہ پر دیت ہے اور اگر گرنے کے کچھ دیر بعد کاٹا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[4] (درمختار وشامی ص ۴۹۲ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۲، ج ۴)

مسئلہ ۱۰۹ کسی شخص نے راستہ میں سانپ یا بچھو ڈال دیا اور ڈالنے کے فوراً بعد اس نے کسی کو کاٹ لیا اور وہ مرگیا تو ڈالنے والے کے عاقلہ پر دیت ہے اور اگر کچھ دیر کے بعد یا اپنی جگہ سے ہٹ کر کاٹا تو کسی پر کچھ نہیں۔[5] (درمختار وشامی ص ۴۹۲ جلد ۵، طحطاوی علی الدر ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۰ کسی شخص نے راستے میں تلوار رکھ دی اور کوئی اس پر گر پڑا اور مرگیا اور تلوار بھی ٹوٹ گئی تو مرنے والے کی دیت تلوار رکھنے والے پر ہے اور تلوار کی قیمت مرنے والے کے مال سے ادا کی جائے گی۔[6] (درمختار وشامی ص ۴۹۳ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۲ جلد ۴)

---

1 ......"البحرالرائق"،کتاب الجنایات،باب القصاص فیما دون النفس،ج۹،ص۵٦.

2 ......"ردالمحتار"،کتاب الجنایات،مطلب:الصحیح ان الوجوب علی القاتل...إلخ،ج۱۰،ص۲۲۰.

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الجنایات،باب القود فیما دون النفس،ج۱۰،ص۲۰۸.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق،ص۲۰۹.

6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۱۱ عمداً قتل کرنے والے نے ایسے شخص کے ساتھ مل کر قتل کیا جس پر قصاص نہیں ہوتا۔ مثلاً اجنبی نے باپ کے ساتھ مل کر بیٹے کو قتل کیا یا عاقل نے مجنون کے ساتھ مل کر یا بالغ نے نابالغ کے ساتھ مل کر قتل کیا تو کسی پر قصاص نہیں ہے۔ [1] (درمختار و شامی ص ۴۹۳ جلد ۵، طحطاوی، ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۲ اگر کسی نے اپنی بیوی یا باندی کے ساتھ کسی کو ناجائز حالت میں دیکھا اور للکارنے کے باوجود نہیں بھاگا تو اس نے اس کو قتل کر دیا تو اس پر قصاص بھی نہیں اور کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔ [2] (درمختار ص ۴۹۳ جلد ۵، طحطاوی علی الدر، ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۳ کسی شخص نے کسی بچے کو اپنا گھوڑا دیا کہ اس کو باندھ دے اور گھوڑے نے لات ماردی جس سے بچہ مر گیا تو گھوڑا دینے والے کے عاقلہ پر دیت ہے۔ اسی طرح بچہ کو لاٹھی یا کوئی اسلحہ دیا اور کہا کہ اس کو پکڑے رہو بچہ تھک گیا اور وہ اسلحہ اس کے جسم کے کسی حصہ پر گر پڑا جس کے صدمے سے بچہ مر گیا اسلحہ والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت ہے۔ [3] (درمختار و شامی ص ۴۹۳ جلد ۵، طحطاوی، ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۴ اگر کسی نے کسی کا پورا حشفہ (سپاری) قصداً کاٹ دیا تو اس میں قصاص ہے اور اگر بعض کاٹا تو قصاص نہیں ہے۔ [4] (عالمگیری ص ۱۵ جلد ۶، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۰۶ ج ۸، درمختار و شامی ص ۴۸۹ ج ۵، مجمع الانہر ص ۶۲۶ جلد ۲، ہدایہ ص ۵۵۵ جلد ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷)

مسئلہ ۱۱۵ کوئی بچہ دیوار پر چڑھا ہوا تھا کہ کوئی شخص نیچے سے اچانک چیخا جس سے بچہ گر کر مر گیا تو اس چیخنے والے پر دیت ہے۔ اور اسی طرح اگر اچانک کسی شخص نے چیخ ماری جس سے کوئی شخص مر گیا تو اس پر اس کی دیت واجب ہے۔ [5] (درمختار و شامی، ص ۴۹۳ جلد ۵)

مسئلہ ۱۱۶ کسی نے صورت تبدیل کر کے بچہ کو ڈرایا جس سے بچہ ڈر کر پاگل ہو گیا تو ڈرانے والا دیت دے گا۔ [6] (درمختار و شامی، ص ۴۹۳ جلد ۵)

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج ۱۰، ص ۲۱۰.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج ۱۰، ص ۲۱۰.

و"حاشیۃ الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج ٤، ص ۲۷۲.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج ۱۰، ص ۲۱۰.

4 ......المرجع السابق، ص ۲۰۲. 5 ......المرجع السابق، ص ۲۱۱. 6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۱۷ کسی نے کسی سے کہا پانی یا آگ میں کود جا اور وہ کود گیا اور مرگیا تو یہ دیت دے گا۔[1] (شامی ص ۴۹۳ جلد ۵ طحطاوی، ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۸ کسی نے کسی کو زخمی کر دیا اور وہ کمائی کرنے کے قابل نہ رہا تو زخمی کرنے والے پر اس کا نفقہ علاج معالجہ کے مصارف واجب الادا ہوں گے۔[2] (درمختار ص ۴۹۳ ج ۵)

مسئلہ ۱۱۹ کسی ظالم حاکم نے پولیس سے کسی کو اتنا پٹوایا کہ وہ کمائی سے عاجز ہوگیا تو اس کا نفقہ اور علاج کے مصارف اس حاکم پر لازم ہیں۔[3] (درمختار و شامی، ص ۴۹۴ جلد ۵)

مسئلہ ۱۲۰ کسی کے تلوار مارنا چاہتا تھا اور کسی نے تلوار کو پکڑ لیا تلوار والے نے تلوار کھینچی جس سے پکڑنے والے کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اگر جوڑ سے کٹی ہیں تو قصاص ہے ورنہ دیت لازم ہے۔[4] (بزازیہ علی الہندیہ، ص ۳۹۳ جلد ۶)

مسئلہ ۱۲۱ زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اس کے قصاص میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا پھر عمرو ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مرگیا تو زید کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔[5] (طحطاوی ص ۲۷۴ جلد ۴، درمختار و شامی ص ۴۹۷ جلد ۵، تبیین ص ۱۲۰ جلد ۶، عالمگیری ص ۱۵ جلد ۶، فتح القدیر و عنایہ ص ۲۹۰ جلد ۸، مجمع الانہر ص ۶۳۲ جلد ۲)

مسئلہ ۱۲۲ زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اس کے قصاص میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس ہاتھ کے کاٹنے کی وجہ سے زید مرگیا تو اگر زید کا ہاتھ بلا حکم حاکم کاٹا گیا ہے تو عمرو کے عاقلہ پر زید کی دیت واجب ہوگی اور اگر حاکم کے حکم سے ہاتھ کاٹا گیا ہے تو کچھ لازم نہیں ہوگا۔[6] (درمختار و شامی ص ۴۹۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۵ جلد ۶، تبیین الحقائق ص ۱۲۰ جلد ۶، طحطاوی ص ۲۷۵ ج ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۲ ج ۲)

مسئلہ ۱۲۳ کسی شخص نے کسی کو قتل کر دیا۔ مقتول کے ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹ لیا اس کے بعد قاتل کو معاف کر دیا تو اس ولی پر ہاتھ کاٹنے کی دیت لازم ہوگی۔[7] (بحر الرائق ص ۳۱۹ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۲۱ جلد ۶، شامی و درمختار ص ۴۹۸ جلد ۵)

---

1 ......"ردالمحتار"،کتاب الجنایات،باب القود فیما دون النفس،ج۱۰،ص۲۱۱.

2 ......"الدرالمختار"،کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین،ج۱۰،ص۲۱۳.

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین،ج۱۰،ص۲۱۳.

4 ......"البزازیة"علی"الهندیة"،کتاب الجنایات، (الفصل)الثالث فی الأطراف،ج۶،ص۳۹۳.

5 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات،الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس،ج۶،ص۱۵.

6 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الجنایات،فصل فی الفعلین، مطلب:الصحیح ان الوجوب...إلخ،ج۱۰،ص۲۱۸،۲۱۹.

7 ......المرجع السابق،ص۲۲۰.

مسئلہ ۱۲۴ اسی طرح اگر معلم نے بچہ کو باپ کی اجازت کے بغیر مارا اور بچہ مرگیا تو معلم پر ضمان ہے اور اگر باپ کی اجازت سے مارا اور بچہ مرگیا تو ضمان نہیں ہے اور اسی طرح شوہر نے اپنی بیوی کو تادیب کے لیے مارا اور وہ مرگئی تو شوہر پر ضمان ہے۔[1] (درمختار وشامی ص ۴۹۸ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۵ جلد ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۲ ج ۲)

مسئلہ ۱۲۵ اگر قاضی نے چور کا ہاتھ کاٹا اور چور مرگیا تو قاضی پر کچھ نہیں ہے۔[2] (درمختار وشامی ص ۴۹۷ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۵ جلد ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۲ جلد ۲)

مسئلہ ۱۲۶ کسی اجنبی عورت کو اس طرح مارا کہ اس کے مخرج بول وحیض[3] ایک ہوگئے۔ یا مخرج حیض ومقعد[4] ایک ہوگئے تو اگر وہ پیشاب کو روک سکتی ہے تو جانی پر[5] تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر پیشاب کو نہیں روک سکتی ہے تو جانی پر کل دیت واجب ہوگی۔[6] (درمختار وشامی ص ۴۹۹ جلد ۵، طحطاوی، ص ۲۷۵، جلد ۴)

مسئلہ ۱۲۷ اگر کسی شخص نے باکرہ[7] سے زنا کیا جس سے اس کے مخرجین[8] ایک ہوگئے اگر یہ فعل عورت کی رضامندی سے تھا تو دونوں کو حد لگائی جائے گی اور تاوان نہیں ہوگا اور اگر بالجبر تھا تو مرد پر حد اور دیت دونوں واجب ہیں۔[9] (درمختار وشامی، ص ۴۹۹ جلد ۵)

مسئلہ ۱۲۸ اگر اپنی زوجہ بالغہ سے وطی کی جو اس کی استطاعت رکھتی تھی اور اس کی وجہ سے مخرجین کی درمیانی جگہ پھٹ کر ایک ہوگئی تو شوہر پر کوئی تاوان نہیں ہے اور اگر زوجہ نابالغہ سے یا ایسی زوجہ سے جو اس کی استطاعت نہیں رکھتی تھی یا کسی عورت سے جبراً وطی کی اور مخرجین ایک ہوگئے یا موت واقع ہوگئی تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔[10] (درمختار وشامی ص ۴۹۹ جلد ۵)

مسئلہ ۱۲۹ جراح[11] نے آنکھ کا آپریشن کیا اور آنکھ پھوٹ گئی اور جراح اس فن کا ماہر نہ تھا تو اس پر نصف دیت لازم ہے۔[12] (درمختار وشامی ص ۴۹۹ جلد ۵)

---

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۲۰، ۲۲۱.

2 ...... المرجع السابق، ص ۲۱۹.

3 ...... پیشاب اور حیض کا مقام۔ 4 ...... آگے اور پیچھے کا مقام۔ 5 ...... مارنے والے پر۔

6 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۲۲.

7 ...... کنواری۔ 8 ...... آگے اور پیچھے کا مقام۔

9 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۲۳.

10 ...... المرجع السابق، ص ۲۲۲.

11 ...... سرجن، آپریشن کرنے والا۔

12 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۲۳.

مسئلہ ۱۳۰ بچہ چھت سے گر پڑا اور اس کا سر پھٹ گیا اکثر جراحوں نے یہ رائے دی کہ اگر اس کا آپریشن کیا گیا تو مرجائے گا اور ایک نے کہا کہ اگر آپریشن نہیں کیا گیا تو مرجائے گا لہٰذا میں آپریشن کرتا ہوں اور اس نے آپریشن کردیا اور دو ایک دن بعد بچہ مرگیا تو اگر آپریشن صحیح طریقے پر ہوا اور ولی کی اجازت سے ہوا تو جراح ضامن نہیں ہے۔ اور اگر ولی کی اجازت کے بغیر تھا یا غلط طریقے سے ہوا تھا تو ظاہر یہ ہے کہ قصاص لیا جائے گا۔ [1] (درمختار وشامی ص ۴۹۹ جلد ۵)

مسئلہ ۱۳۱ کسی کا ناخن اکھیڑ دیا اگر پہلے جیسا دوبارہ اگ آیا تو کچھ نہیں ہے اور اگر نہ اگا یا عیب دار اگا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا لیکن عیب دار اگنے کا تاوان نہ اگنے کے تاوان سے کم ہوگا۔ [2] (بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۳ جلد ۶)

باب الشهادة على القتل

(قتل پر گواہی کا بیان)

مسئلہ ۱۳۲ مستور الحال دو آدمیوں نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی تو اس کو قید کرلیا جائے یہاں تک کہ گواہوں کے متعلق معلومات کی جائیں۔ اسی طرح اگر ایک عادل آدمی نے کسی کے خلاف قتل کی شہادت دی تو اس کو چند دن قید میں رکھا جائے گا۔ اگر مدعی دوسرا گواہ پیش کرے تو مقدمہ چلے گا ورنہ رہا کردیا جائے گا۔ [3] (عالمگیری ص ۱۵ جلد ۶، شامی ص ۵۰۰ جلد ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۱ جلد ۳)

مسئلہ ۱۳۳ کسی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو خطاءً قتل کردیا ہے اور کہتا ہے کہ گواہ شہر میں ہیں اور قاضی سے مطالبہ کرتا ہے کہ مدعیٰ علیہ سے ضمانت لے لی جائے تو قاضی مدعیٰ علیہ سے تین دن کے لیے ضمانت طلب کرے گا اور اگر مدعی کہتا ہے کہ میرے گواہ غائب ہیں اور گواہوں کے حاضر ہونے کے وقت تک کے لیے ضمانت کا مطالبہ کرتا ہے تو قاضی مدعی کی بات نہیں مانے گا اور اگر دعویٰ کرتا ہے کہ میرے باپ کو عمداً قتل کیا گیا ہے اور ضمانت کا مطالبہ کرتا ہے تو قاضی ضمانت نہیں لے گا۔ [4] (مبسوط ص ۱۰۶ جلد ۲۶، قاضی خان ص ۳۹۶ جلد ۴، عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۳۴ مقتول کے ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کو عمداً زید نے قتل کردیا اور اس پر گواہ بھی پیش کردیئے مگر مقتول کا دوسرا بیٹا غائب ہے تو قاضی شہادت کو قبول کرلے گا اور قاتل کو قید کردے گا لیکن ابھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ جب

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الجنایات،فصل فی الفعلین،مطلب:الصحیح ان الوجوب...إلخ،ج۱۰،ص۲۲۳.

2 ......"البزازیة"علی"الھندیة"،کتاب الجنایات،(الفصل)الثالث فی الأطراف،ج۶،ص۳۹۳.

3 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات،الباب الخامس فی الشھادة فی القتل والاقراربه...إلخ،ج۶،ص۱۵.

4 ......المرجع السابق.

دوسرا بیٹا حاضر ہو کر دوبارہ شہادت پیش کرے گا تو قصاص لیا جائے گا۔[1] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۰ جلد ۵، فتح القدیر و عنایہ ص ۲۹۲ جلد ۸، تبیین ص ۱۲۱ جلد ۶، بحر الرائق، ص ۳۲۰ جلد ۸)

مسئلہ ۱۳۵ اور اگر مقتول کے ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کو زید نے خطاءً قتل کر دیا اور گواہ بھی پیش کر دیئے اور دوسرا بیٹا غائب ہے تو قاضی زید کو قید کر دے گا اور جب دوسرا بیٹا حاضر ہوگا تو اس کو دوبارہ شہادت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی حاضری پر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۰ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۲۱ جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۲۰ جلد ۸)

مسئلہ ۱۳۶ ورثا نے دو اشخاص پر اپنے باپ کے قتل عمد کا الزام لگایا اور گواہ پیش کئے مگر ایک قاتل غائب ہے تو حاضر کے مقابلہ میں یہ گواہی قبول کر لی جائے گی اور اس کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ پھر جب دوسرا آئے اور قتل کا انکار کرے تو ورثاء کو دوبارہ گواہی پیش کرنا ہوگی۔[3] (عالمگیری، ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۳۷ دو گواہوں نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کو تلوار سے زخمی کر دیا تھا اور وہ زخمی صاحب فراش رہ کر مر گیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور قاضی کو گواہوں سے یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ان زخموں کی وجہ سے مرا یا کسی اور وجہ سے۔ اور اگر گواہوں نے صرف یہ کہا کہ اس نے تلوار سے زخمی کیا یہاں تک کہ مجروح مر گیا۔ یہ بھی عمداً قتل مانا جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ قاضی گواہوں سے سوال کرے کہ اس نے قصداً ایسا کیا ہے یا نہیں؟[4] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، شامی ص ۵۰۱ جلد ۵، بحر الرائق ص ۳۲۳ جلد ۸، مبسوط ص ۱۶۷ جلد ۲۶، قاضی خان، ص ۳۹۸ جلد ۴)

مسئلہ ۱۳۸ دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے فلاں شخص کو تلوار سے خطاءً قتل کر دیا تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی اور عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور اگر گواہوں نے یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ قصداً قتل کیا ہے یا خطاءً، تب بھی یہ گواہی مقبول ہوگی اور قاتل کے مال میں سے دیت دلائی جائے گی۔[5] (عالمگیری، ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۳۹ ایک گواہ نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے خطاءً قتل کیا ہے اور دوسرے گواہ نے کہا کہ قاتل نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اس سے یہ فعل خطاءً سرزد ہوا ہے تو یہ گواہی باطل ہے۔[6] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۹۵ جلد ۴، تبیین، ص ۱۲۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۰۴ جلد ۲۶، مجمع الانہر ص ۶۳۵ جلد ۲)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والاقرار به... إلخ، ج٦، ص١٦.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۴۰ اگر دونوں گواہ زمان ومکان میں اختلاف کرتے ہیں تو گواہی باطل ہے مگر جب دونوں جگہیں قریب قریب ہیں۔ مثلاً ایک گواہ کسی چھوٹے مکان کے ایک حصہ میں وقوع قتل کی گواہی دیتا ہے اور دوسرا اسی مکان کے دوسرے حصے میں تو یہ گواہی مقبول ہوگی۔[1] (بحرالرائق ص ۳۲۳ جلد ۸، عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، فتح القدیر وعنایہ ص ۲۹۵ جلد ۸، درمختار و شامی، ص ۵۰۱ جلد ۵)

مسئلہ ۱۴۱ اگر دو گواہوں میں موضع زخم میں[2] اختلاف ہے تب بھی گواہی باطل ہے۔[3] (عالمگیری، ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۴۲ اگر دو گواہوں میں آلہ قتل میں اختلاف ہو، ایک کہے کہ تلوار سے قتل کیا دوسرا کہے کہ پتھر سے قتل کیا۔ یا ایک کہے کہ تلوار سے قتل کیا اور دوسرا کہے کہ چھری سے قتل کیا یا ایک کہے کہ پتھر سے قتل کیا اور دوسرا کہے کہ لاٹھی سے قتل کیا تو یہ گواہی باطل ہے۔[4] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۱ جلد ۵، تبیین ص ۱۲۳ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۲۳ جلد ۸، مبسوط ص ۱۶۸ جلد ۲۶، قاضی خان ص ۳۹۵ ج ۴، مجمع الانہر، ص ۶۳۴ جلد ۲)

مسئلہ ۱۴۳ ایک گواہ نے گواہی دی کہ قاتل نے تلوار سے قتل کرنے کا اقرار کیا تھا اور دوسرے گواہ نے کہا کہ قاتل نے چھری سے قتل کرنے کا اقرار کیا تھا اور مدعی کہتا ہے کہ قاتل نے دونوں باتوں کا اقرار کیا تھا لیکن اس نے قتل کیا ہے نیزہ مار کر تو یہ گواہی قبول کی جائے گی اور قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔[5] (عالمگیری، ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۴۴ ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے تلوار یا لاٹھی سے قتل کیا ہے اور دوسرے گواہ نے کہا کہ اس نے قتل کیا ہے مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کس چیز سے قتل کیا ہے۔ تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔[6] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۹۵ جلد ۴، درمختار وشامی ص ۵۰۱ جلد ۵، تبیین ص ۱۲۳ جلد ۶، فتح القدیر وعنایہ ص ۲۹۵ جلد ۸، مجمع الانہر ۶۳۴ ج ۲)

مسئلہ ۱۴۵ دو شخصوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کیا ہے اور ہم یہ نہیں جانتے کہ کس چیز سے قتل کیا ہے تو یہ گواہی قبول کر لی جائے گی اور قاتل کے مال سے دیت دلائی جائے گی قصاص نہیں لیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ص ۱۶ ج ۶، قاضی خان ص ۳۹۵ ج ۴، درمختار وشامی ص ۵۰۲ ج ۵، فتح القدیر ص ۱۴۷، عنایہ ص ۲۹۵ ج ۸، تبیین ص ۱۲۳ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۳، ج ۸، طحطاوی ص ۲۷۸ ج ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۵ ج ۲، وملتقی الابحر ص ۶۳۵ ج ۲)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والاقرار به...إلخ، ج ٦، ص ١٦.

2 ...... یعنی زخم کی جگہ میں۔

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والاقرار به...إلخ، ج ٦، ص ١٦.

4 ...... المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۴۶ اگر دو آدمی دو اشخاص کے متعلق گواہی دیں کہ انھوں نے زید کے ایک ہی ہاتھ کی ایک ایک انگلی کاٹی ہے اور یہ نہ بتائیں کہ کس نے کونسی انگلی کاٹی ہے تو یہ شہادت باطل ہے۔[1] (عالمگیری ص ۱٦ ج ٦، مبسوط ص ۱۷۱ ج ۲٦)

مسئلہ ۱۴۷ دو آدمی دو اشخاص کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ ان دونوں نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ایک نے تلوار سے اور ایک نے لاٹھی سے اور گواہ یہ نہیں بتاتے کہ کس نے لاٹھی سے اور کس نے تلوار سے قتل کیا ہے تو یہ گواہی باطل ہے۔[2] (عالمگیری، ص ۱٦، ج ٦)

مسئلہ ۱۴۸ دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے عَمرو کا ہاتھ پہنچے سے[3] قصداً کاٹا ہے اور ایک تیسرے گواہ نے کہا کہ زید نے عمرو کا پاؤں ٹخنے سے کاٹا ہے۔پھر تینوں نے یہ گواہی دی کہ مجروح صاحب فراش رہ کر مر گیا[4] اور مقتول کا ولی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ دونوں فعل عمداً ہوئے ہیں تو قاتل کے مال سے نصف دیت دلائی جائے گی۔[5] (عالمگیری، ص ۱٦ جلد ٦، مبسوط ص ۱٦۸ جلد ۲٦)

مسئلہ ۱۴۹ دو آدمیوں نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کا ہاتھ پہنچے سے قصداً کاٹا پھر اس کو قصداً قتل کر دیا تو مقتول کے ورثاء کو یہ حق ہے کہ پہلے ہاتھ کاٹ کر قصاص لیں اور پھر قتل کریں۔ہاں قاضی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ ان سے کہے کہ صرف قتل پر اکتفاء کرو ہاتھ کا قصاص مت لو۔[6] (عالمگیری، ص ۱۷ جلد ٦)

مسئلہ ۱۵۰ دو آدمیوں نے زید کے خلاف گواہی دی کہ اس نے عمرو کو خطاءً قتل کیا ہے اور قاضی نے اس پر دیت کا فیصلہ کر دیا۔اس کے بعد عمرو جس کے قتل کی گواہی دی گئی تھی زندہ آ گیا تو جن لوگوں نے دیت ادا کی تھی ان کو اختیار ہے کہ چاہیں تو عمرو کے ولی کو ضامن قرار دیں یا گواہوں کو، اگر گواہوں کو ضامن بنائیں اور وہ تاوان دے دیں تو پھر وہ گواہ ولی سے دیت واپس لے لیں۔[7] (عالمگیری، ص ۱۷ جلد ٦، درمختار و شامی، ص ۵۰۲ جلد ۵، مجمع الانہر، ص ٦۳۵ جلد ۲)

مسئلہ ۱۵۱ دو آدمیوں نے زید کے خلاف گواہی دی کہ اس نے عمرو کو قصداً قتل کیا ہے اور زید کو قصاص میں قتل کر دیا گیا اس کے بعد عمرو زندہ واپس آ گیا تو زید کے ورثا کو اختیار ہے کہ عَمْرو کے ولی سے دیت لیں یا

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات،الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقرار به...إلخ،ج٦،ص١٦.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی کلائی سے۔

4 ......یعنی زخمی ہونے کے بعد بستر پر پڑے پڑے مر گیا۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات،الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقرار به...إلخ،ج٦،ص١٦.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق،ص١٧.

گواہوں سے۔ [1] (عالمگیری ص ۱۷ ج ۶ ، درمختار و شامی ص ۵۰۳ ج ۵ ، مجمع الانہر، ص ۶۳۵ جلد ۲)

مسئلۃ ۱۵۲ دو آدمیوں نے ایک شخص کے خلاف گواہی دی کہ اس نے قتل خطا یا عمد کا اقرار کیا ہے اور اس پر فیصلہ کر دیا گیا اس کے بعد وہ شخص زندہ پایا گیا تو گواہوں پر کوئی تاوان نہیں۔ البتہ دونوں صورتوں میں ولی مقتول پر تاوان ڈالا جائے گا۔ [2] (ہندیہ، ص ۱۷ ج ۶ ، درمختار و شامی، ص ۵۰۳ ج ۵ ، مجمع الانہر، ص ۶۳۶ جلد ۲)

مسئلۃ ۱۵۳ دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فلاں دو اشخاص نے ہم کو گواہ بنایا ہے کہ زید نے عمرو کو خطاءً قتل کر دیا ہے ان کی گواہی پر دیت کا حکم دے دیا گیا اس کے بعد عمرو زندہ پایا گیا تو ولی پر دیت واپس کرنا واجب ہے اور ان شاہدین فرع [3] پر کچھ تاوان نہیں ہے۔ اگرچہ اصل گواہ آکر ان کو گواہ بنانے سے انکار کریں اور اگر اصل گواہ آکر یہ اقرار کریں کہ ہم نے جان بوجھ کر غلط بات پر ان کو گواہ بنایا تھا تب بھی ان شاہدین فرع پر کچھ تاوان نہیں ہے۔ [4] (ہندیہ، ص ۱۷ ج ۶ ، درمختار و شامی، ص ۵۰۳ ج ۵)

مسئلۃ ۱۵۴ کسی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے میرے ولی کا سر پھاڑ دیا اور اسی سے اس کی موت واقع ہو گئی اور دو گواہوں نے زخم کی گواہی دی اور یہ کہا کہ وہ مرنے سے پہلے اچھا ہو گیا تھا۔ تو زخم کے بارے میں ان کی شہادت مان لی جائے گی۔ اور صرف زخم کے قصاص کا حکم دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک گواہ نے کہا کہ وہی زخم موت کا سبب بنا تھا اور دوسرے نے کہا کہ وہ مرنے سے پہلے اچھا ہو گیا تھا تب بھی صرف زخم کے قصاص کا حکم دیا جائے گا۔ [5] (ہندیہ، ص ۱۷ ج ۶)

مسئلۃ ۱۵۵ کسی مقتول نے دو بیٹے چھوڑے ان میں سے ایک نے کسی شخص کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ اس نے اور دوسرے شخص نے مل کر میرے باپ کو قصداً قتل کیا ہے تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔ [6] (ہندیہ، ص ۱۷ جلد ۶)

مسئلۃ ۱۵۶ کسی مقتول کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ اس کے غیر فلاں شخص نے میرے باپ کو خطاءً قتل کیا ہے تو کسی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ پہلے بیٹے کے لیے اس کے مدعیٰ علیہ کے مال سے ۳ سال میں نصف دیت لی جائے گی اور دوسرے بیٹے کے لیے مدعیٰ علیہ کے عاقلہ سے بقیہ نصف دیت ۳ سال میں لی جائے گی۔ [7] (ہندیہ از زیادات، ص ۱۷ ج ۶)

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار به...إلخ، ج٦، ص١٧.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی وہ گواہ جنہیں دو گواہوں نے گواہ بنایا تھا۔

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار به...إلخ، ج٦، ص١٧.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۵۷ کسی مقتول نے دو بیٹے اور ایک موصٰی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) چھوڑے۔ پھر ایک بیٹے نے دعوے کیا کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور اس پر گواہ پیش کئے اور دوسرے بیٹے نے اسی قاتل یا دوسرے شخص پر خطاءً قتل کا الزام لگا کر گواہ پیش کئے اور موصٰی لہ قتل خطا کے مدعی کی تصدیق کرتا ہے تو اس بیٹے اور موصٰی لہ کے لیے قاتل کے عاقلہ پر ۳ سال میں $\frac{۲}{۳}$ دیت ہے اور قتل عمد کے مدعی بیٹے کے لیے قاتل کے مال میں ۳ سال میں $\frac{۱}{۳}$ دیت ہے اور اگر موصٰی لہ نے قتل عمد کے مدعی کی تصدیق کی تو قتل خطا کے مدعی کے لیے ایک تہائی دیت قاتل کے عاقلہ پر ۳ برس میں ہے۔ اور نصف دیت کا تہائی موصٰی لہ کے لیے اور نصف دیت کا دو تہائی قتلِ عمد کے مدعی کے لیے قاتل کے مال میں ہے اور اگر موصٰی لہ نے دونوں کی تصدیق یا تکذیب کی [1] تو موصٰی لہ کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر موصٰی لہ کہتا ہے کہ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ قتل خطاءً ہوا ہے یا عمداً تو اس کا حق ابھی باطل نہیں ہوگا۔ جس وقت بھی موصٰی لہ کسی ایک بیٹے کی تصدیق کردے گا تو مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق موصٰی لہ کو حق مل جائے گا اور اگر بجائے موصٰی لہ کے مقتول کا تیسرا بیٹا ہوا اور تصدیق و تکذیب میں مذکورہ بالا صورتیں اختیار کرے، تو ایک صورت کے سوا باقی تمام صورتوں میں وہی حکم ہے اور وہ ایک صورت یہ ہے کہ اگر تیسرے بیٹے نے مدعیِ قتل عمد کی تصدیق کی تو اس کو اور مدعیِ قتلِ عمد کو ایک تہائی دیت ملے گی۔ [2] (ہندیہ ص ۱۷ جلد ۶)

مسئلہ ۱۵۸ مقتول کے دو بیٹوں میں سے بڑے نے چھوٹے کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے گواہ پیش کئے کہ فلاں اجنبی نے قتل کیا ہے تو بڑے کو چھوٹے سے نصف دیت دلائی جائے گی اور چھوٹے کو اس اجنبی سے نصف دیت دلائی جائے گی۔ [3] (ہندیہ ص ۱۸ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۳ جلد ۸)

مسئلہ ۱۵۹ مقتول کے تین بیٹوں میں سے بڑے نے منجھلے کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور منجھلے نے چھوٹے کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے بڑے کے خلاف قتل کے گواہ پیش کئے تو سب شہادتیں قبول کر لی جائیں گی، لیکن قصاص کسی سے بھی نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ ہر مدعی اپنے مدعیٰ علیہ سے ایک تہائی دیت لے گا۔ [4] (ہندیہ، ص ۱۸ جلد ۶)

مسئلہ ۱۶۰ مقتول نے زید، عَمرو اور بکر تین بیٹے چھوڑے، زید نے گواہ پیش کئے کہ عمرو و بکر نے باپ کو قتل کیا ہے اور عمرو و بکر نے زید کے قاتل ہونے پر گواہ پیش کئے تو قول امام پر [5] زید دونوں بھائیوں سے ان کے مال میں سے نصف دیت

---

1 ……یعنی جھٹلایا۔

2 ……"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقرار به...إلخ، ج۶، ص۱۷، ۱۸.

3 ……المرجع السابق، ص ۱۸.

4 …… المرجع السابق.

5 ……یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول کے مطابق۔

لے گا اگر قتل عمد کا دعویٰ تھا، اوران کے عاقلہ سے نصف دیت لے گا اگر قتل خطاءً کا دعویٰ تھا، اور عمرو وبکر زید کے مال سے نصف دیت لیں گے اگر قتلِ عمد کا دعویٰ تھا اور اگر قتل خطاء کا دعویٰ تھا تو زید کے عاقلہ سے نصف دیت لیں گے۔[1] (ہندیہ ص۱۸ جلد۶)

مسئلہ ۱۶۱ مقتول نے ایک بیٹا اور ایک بھائی چھوڑا ان میں سے ہر ایک دوسرے پر قتل کا دعویٰ کر کے اس کے خلاف گواہ پیش کرتا ہے تو بھائی کے گواہ لغو قرار پائیں گے[2] اور بیٹے کے گواہوں کی گواہی پر بھائی کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا۔[3] (ہندیہ ص۱۸ ج۶، بحرالرائق ص۳۲۴ جلد۸)

اقرارِ قتل کا بیان

مسئلہ ۱۶۲ دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے زید کے قتل کا اقرار کیا اور ولی زید کہتا ہے کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ تو قصاص میں دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔[4] (ہندیہ ص۱۸ جلد۶، بحرالرائق ص۳۲۵ جلد۸، تبیین الحقائق ص۱۲۴ جلد۶، مجمع الانہر ص۶۳۵ ج۲، ملتقی الابحر ص۶۳۵ جلد۲)

مسئلہ ۱۶۳ اگر چند گواہوں نے گواہی دی کہ زید کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے اور دوسرے چند گواہوں نے گواہی دی کہ زید کا قاتل دوسرا شخص ہے اور ولی نے کہا کہ دونوں نے قتل کیا ہے تو یہ دونوں شہادتیں باطل ہیں۔[5] (ہندیہ ص۱۹ جلد۶، فتح القدیر ص۲۹۷ جلد۸ وعنایہ، تبیین الحقائق ص۱۲۴ جلد۶، مجمع الانہر ص۶۳۶ جلد۲)

مسئلہ ۱۶۴ کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کو قصداً قتل کیا ہے اور مقتول کے ولی نے اس کی تصدیق کر کے قصاص میں اس کو قتل کر دیا، پھر ایک دوسرے شخص نے آ کر اقرار کیا کہ میں نے اس کو قصداً قتل کیا ہے تو ولی اس کو بھی قتل کر سکتا ہے اور اگر پہلے قاتل کے اقرار کے وقت ولی نے اس سے یہ کہا تھا کہ تو نے تنہا عمداً قتل کیا تھا اور اس کو قصاص میں قتل کر دیا پھر دوسرے نے آ کر یہ اقرار کیا کہ میں نے تنہا عمداً قتل کیا ہے اور ولی نے اس کی تصدیق بھی کر دی تو ولی پر پہلے قاتل کے قتل کی دیت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر ولی کے لیے دیت لازم ہوگی۔[6] (ہندیہ از محیط ص۱۹ جلد۶، بحرالرائق ص۳۲۵ جلد۸)

مسئلہ ۱۶۵ کسی نے کسی کے قتل خطاء کا اقرار کیا اور ولیِ مقتول قتلِ عمد کا دعویٰ کرتا ہے تو قاتل کے مال سے ولی کو دیت دلوائی جائے گی۔[7] (ہندیہ ص۱۹ جلد۶، مبسوط ص۱۰۵ جلد۲۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقراربه...إلخ، ج۶، ص۱۸.

2 ......یعنی قابل قبول نہیں ہوں گے۔

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقراربه...إلخ، ج۶، ص۱۸.

4 ......المرجع السابق، ص۱۹.　5 ......المرجع السابق.　6 ......المرجع السابق.　7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۶۶ اگر قاتل قتل عمد کا اقرار کرے اور ولی مقتول قتل خطا کا مدعی ہو تو مقتول کے ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر ولی نے بعد میں قاتل کے قول کی تصدیق کر دی اور کہہ دیا کہ تو نے قصداً قتل کیا ہے تو قاتل پر دیت لازم ہے۔[1] (عالمگیری ازمحیط وقاضی خان ص ۱۹ جلد ۶)

مسئلہ ۱۶۷ کسی شخص نے دو آدمیوں پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے میرے باپ کو عمداً آلۂ دھار دار سے قتل کر دیا ہے ان میں سے ایک شخص نے تنہا عمداً قتل کا اقرار کیا اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ دوسرے مدعیٰ علیہ نے تنہا قصداً قتل کیا ہے تو یہ شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر خطاءً قتل کا دعویٰ ہو تو اقرار کرنے والے سے نصف دیت لی جائے گی اور دوسرے مدعیٰ علیہ پر کچھ لازم نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص ۱۹ جلد ۶)

مسئلہ ۱۶۸ اگر دو مدعیٰ علیہ میں سے ایک نے تنہا عمداً قتل کرنے کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار۔ اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک نے خطأً قتل کا اور دوسرے نے عمداً قتل کا اقرار کیا تو دونوں پر دیت لازم ہوگی۔[3] (عالمگیری ص ۱۹ جلد ۶)

مسئلہ ۱۶۹ کسی نے دو آدمیوں پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے میرے ولی کو دھار دار آلے سے قتل کیا ہے ان میں سے ایک نے مدعی کی تصدیق کی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خطأً لاٹھی سے مارا تھا تو ان دونوں کے مال میں سے ولی کو تین سال میں دیت دلائی جائے گی۔ اور اگر ولی کا دعویٰ قتل خطا کا تھا اور ان دونوں نے قتلِ عمد کا اقرار کیا تو مدعیٰ علیہ بری کر دیئے جائیں گے اور اگر دعویٰ قتل خطا کا تھا اور مدعی علیہ نے مدعی کی تصدیق کی تو دیت واجب ہوگی اور اگر دعویٰ قتل خطا کا تھا اور ایک قاتل نے عمداً قتل کا اقرار کیا اور دوسرے نے قتل خطا کا، تب بھی دونوں پر دیت لازم ہوگی۔[4] (عالمگیری ازمحیط ص ۱۹ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۵ ج ۸)

مسئلہ ۱۷۰ کسی نے دو اشخاص پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے میرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم نے عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے نے قتل ہی کا انکار کر دیا تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر دعویٰ قتل خطا کا ہو اور ایک مدعیٰ علیہ کہے کہ ہم نے عمداً قتل کیا ہے اور دوسرا قتل ہی کا انکار کرے تو ملزم بری کر دیئے جائیں گے۔[5] (عالمگیری ص ۱۹ ج ۶)

مسئلہ ۱۷۱ کسی نے زید سے کہا کہ میں نے اور فلاں شخص نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے اور اس کے ساتھی نے کہا کہ ہم نے خطأً قتل کیا ہے اور زید نے اقرار کرنے والے سے کہا کہ تنہا تو نے عمداً قتل کیا ہے تو زید قتلِ عمد کا اقرار کرنے والے سے قصاص لے گا اور اگر زید نے قتلِ خطا کا دعویٰ کیا تو دونوں بری کر دیئے جائیں گے۔[6] (ہندیہ ص ۱۹ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۵ ج ۸)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقرار به...إلخ، ج٦، ص١٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص١٩، ٢٠.

مسئلہ ۱۷۲: کسی نے زید سے کہا کہ میں نے تیرے ولی کا ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور فلاں شخص نے اس کا پیر قصداً کاٹا تھا اور اسی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی تھی اور زید یہ کہتا ہے کہ تو نے تنہا اس کے ہاتھ پیر عمداً کاٹے ہیں اور دوسرا شخص اس جرم میں شرکت کا انکار کرتا ہے۔ تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر زید نے کہا کہ تو نے عمداً اس کا ہاتھ کاٹا تھا اور پیر کاٹنے والے کا مجھ کو علم نہیں تو ابھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ہاں اگر کسی وقت زید اس ابہام کو دور کردے اور یہ کہے کہ مجھے یاد آ گیا کہ تیرے ساتھی نے قصداً پیر کاٹا تھا تو اقرار کرنے والا قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر قاضی اس کے ابہام کو دور کرنے سے پہلے بطلان حق کا فیصلہ کرچکا ہے تو اس کا ابہام دور کرنے سے حق واپس نہیں ملے گا۔[1] (ہندیہ ص۲۰ جلد۶، بحرالرائق ص۳۲۵ جلد۸)

مسئلہ ۱۷۳: کوئی شخص مقتول پایا گیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے اور ولی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے اس کا داہنا ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور فلاں شخص نے اس کا بایاں ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور ان دونوں ہاتھوں کے کاٹنے سے اس کی موت واقع ہوئی تھی۔ بایاں ہاتھ کاٹنے والے نے قصداً ہاتھ کاٹنے اور صرف اسی سبب سے موت واقع ہونے کا اقرار کیا اور دایاں ہاتھ کاٹنے والے نے قطع ید کا انکار کیا تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ فلاں شخص نے بایاں ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور داہنا ہاتھ بھی قصداً کاٹا گیا ہے مگر اس کے کاٹنے والے کا مجھے علم نہیں ہے اور موت دونوں ہاتھوں کے کٹنے سے واقع ہوئی ہے بایاں ہاتھ کاٹنے والا اقرار کرتا ہے کہ میں نے عمداً بایاں ہاتھ کاٹا ہے اور صرف اسی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے، تو اقرار کرنے والا بھی بری ہوجائے گا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ فلاں نے داہنا ہاتھ قصداً کاٹا اور فلاں نے بایاں قصداً کاٹا اور بائیں ہاتھ کا کاٹنے والا کہتا ہے کہ میں نے بایاں ہاتھ قصداً کاٹا ہے اور داہنا ہاتھ کاٹنے والے کا مجھے علم نہیں ہے لیکن یہ جانتا ہوں کہ داہنا ہاتھ قصداً کاٹا گیا اور موت اسی سے واقع ہوئی ہے، تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اقرار کرنے والے پر نصف دیت لازم ہوگی۔[2] (عالمگیری از محیط ص۲۰ جلد۶، بحرالرائق ص۳۲۵ جلد۸)

مسئلہ ۱۷۴: کسی مقتول کے دو بیٹوں میں سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے۔ حاضر نے کسی شخص پر اپنے باپ کے قتل عمد کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کردیئے لیکن قاتل نے اس بات کے گواہ پیش کئے کہ غائب بیٹے نے مجھے معاف کردیا ہے تو قصاص ساقط ہوجائے گا اور مدعی کو نصف دیت دلائی جائے گی۔[3] (درمختار و شامی ص۵۰۰ جلد۵، بحرالرائق ص۳۲۰ جلد۸، تبیین ص۱۲۲ جلد۶، فتح القدیر و عنایہ ص۲۹۳ جلد۸)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقراربه...إلخ، ج۶، ص۲۰.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب الشهادة فی القتل واعتبار حالته، ج۱۰، ص۲۲۵، ۲۲۶.

مسئلہ ۱۷۵: قتل خطا اور ہر ایسے قتل میں جس میں قصاص واجب نہ ہوا یک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔[1] (خانیہ ص ۳۹۵ جلد ۴، طحطاوی علی الدرص ۲۷۶ جلد ۴)

مسئلہ ۱۷۶: کسی بچے نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنے باپ کو عمداً قتل کر دیا ہے تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوگا اور مقتول کی دیت بچہ کے عاقلہ پر واجب ہوگی اور بچہ وارث بھی ہوگا۔ مجنون کا حکم بھی یہی ہے۔[2] (خانیہ ص ۳۹۵ جلد ۴)

مسئلہ ۱۷۷: اگر نابالغ بچے کے کسی ایسے قریبی رشتے دار کو قتل کر دیا گیا یا اعضاء کاٹ دیئے گئے جس کے قصاص کا حق بچے کو تھا، تو اس بچے کے باپ کو قصاص لینے اور دیت کے مساوی یا اس سے زیادہ مال پر صلح کرنے کا حق ہے اور اگر مقدار دیت سے کم پر صلح کرلے گا تب بھی صلح صحیح ہو جائے گی لیکن پوری دیت لازم ہوگی مگر معاف کرنے کا حق نہیں ہے اور وصی کو نفس کے قصاص وعفو کا[3] حق نہیں ہے۔ صرف دیت کے مساوی یا اس سے زیادہ مال پر صلح کا حق ہے اور مادون النفس میں[4] قصاص و صلح کا حق ہے، عفو کا حق نہیں ہے۔[5] (شامی ص ۴۷۵ جلد ۵، قاضی خان ص ۴۴۲ ج ۳، درر غرر ص ۹۴ ج ۲، طحطاوی ص ۲۶۳ ج ۴)

مسئلہ ۱۷۸: قاتل اور اولیائے مقتول اگر مال پر صلح کرلیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور جس مال پر صلح کی ہے وہ لازم ہوگا اور اگر نقد و ادھار کا ذکر نہیں کیا تو فوراً ادا کرنا واجب ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۲۰ ج ۶، فتح القدیر وعنایہ ص ۲۷۵ ج ۸)

مسئلہ ۱۷۹: اگر قتل خطاءً تھا اور مال معین پر صلح کی اور اس کا کوئی وقت معین نہیں کیا تو اگر قاضی کی قضا اور دیت کی کسی خاص قسم پر فریقین کی رضامندی سے پہلے یہ صلح ہے تو یہ مال موجل ہوگا۔[7] (ہندیہ ص ۲۰ جلد ۶)

مسئلہ ۱۸۰: اگر ایک حر[8] اور ایک غلام نے مل کر کسی کو قتل کیا پھر حر نے اور غلام کے مالک نے کسی شخص کو مصالحت کے لیے وکیل بنایا۔ اس نے جس رقم پر مصالحت کی وہ حر اور غلام کے مالک پر نصف نصف واجب ہوگی۔[9] (عالمگیری ص ۲۰ ج ۶، ہدایہ ص ۵۷۱ ج ۴)

---

1 ......"الفتاوی الخانیہ"، کتاب الجنایات، باب الشهادة علی الجنایة ج ۲، ص ۳۹۵.

2 ......المرجع السابق، ص ۳۹٦.

3 ......یعنی معاف کرنے کا۔

4 ......یعنی قتل سے کم جسمانی نقصان میں مثلاً ہاتھ پاؤں توڑنا وغیرہ۔

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبه، ج ۱۰، ص ۱۷٤، ۱۷٥.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج ٦، ص ۲۰.

7 ......المرجع السابق.

8 ......آزاد یعنی جو غلام نہ ہو۔

9 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج ٦، ص ۲۰.

مسئلہ ۱۸۱ قتل خطاء میں دیت کی کسی خاص قسم پر قضائے قاضی ہوچکی یا فریقین راضی ہو چکے تو اس کے بعد اسی نوع کی زیادہ مقدار پر صلح کرنا جائز نہیں ہے اور کم پر جائز ہے صلح نقد اور ادھار دونوں طرح جائز ہے اور اگر کسی دوسری قسم کے مال پر صلح کرنا چاہیں تو زیادہ پر بھی صلح جائز ہے لیکن اگر قاضی نے دراہم پر فیصلہ کیا اور انھوں نے اس سے زیادہ قیمت کے دنانیر[1] پر صلح کی تو نقد جائز ہے اور ادھار ناجائز ہے اور اگر کسی غیر معین جانور پر صلح کی تو ناجائز ہے اور معین پر جائز ہے۔ اگرچہ مجلس میں قبضہ نہ کیا جائے۔ اور اگر ان دراہم سے کم مالیت کے دنانیر پر صلح کی تو ادھار ناجائز ہے اور نقد جائز ہے۔ اسی طرح اگر قاضی کا فیصلہ دراہم پر تھا اور انھوں نے غیر معین سامان پر صلح کی تو ناجائز ہے اور معین پر جائز ہے، مجلس میں قبضہ کریں یا نہ کریں۔[2] (عالمگیری ص ۲۰ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۱۸ ج ۸)

مسئلہ ۱۸۲ قضاء قاضی اور فریقین کی دیت معین پر رضامندی سے پہلے اگر فریقین ان اموال پر صلح کرنا چاہیں جو دیت میں لازم ہوتے ہیں تو دیت کی مقدار سے زائد پر صلح ناجائز ہے اگرچہ نقد پر ہو اور کم پر نقد و ادھار دونوں طرح جائز ہے اور اگر دیت کے مقررہ اموال کے علاوہ کسی دوسری چیز پر صلح کرنا چاہیں تو ادھار ناجائز ہے اور نقد جائز ہے۔[3] (عالمگیری از محیط ص ۲۰ ج ۶)

مسئلہ ۱۸۳ کسی شخص نے عمداً قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں۔ ایک ولی نے کل خون کے بدلے میں پچاس ہزار ۵۰،۰۰۰ پر صلح کرلی تو اس کو پچیس ہزار ۲۵،۰۰۰ ملیں گے اور دوسرے کو نصف دیت ملے گی۔[4] (عالمگیری ص ۲۰ جلد ۶)

مسئلہ ۱۸۴ مقتول کے ورثاء میں سے مرد، عورت، ماں، دادی وغیرہ کسی ایک نے قصاص معاف کردیا یا بیوی کا قصاص شوہر نے معاف کردیا تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[5] (عالمگیری ص ۲۰ جلد ۶)

مسئلہ ۱۸۵ اگر ورثاء میں سے کسی نے قصاص کے اپنے حق کے بدلے میں مال پر صلح کرلی یا معاف کردیا تو باقی ورثاء کے قصاص کا حق ساقط ہو جائے گا اور دیت سے اپنا حصہ پائیں گے اور معاف کرنے والے کو کچھ نہیں ملے گا۔[6] (عالمگیری ص ۲۱ ج ۶)

مسئلہ ۱۸۶ قصاص کے دو مستحق اشخاص میں سے ایک نے معاف کردیا تو دوسرے کو نصف دیت تین سال میں قاتل کے مال سے ملے گی۔[7] (عالمگیری از کافی ص ۲۱ ج ۶)

---

1 ......سونے کے سکے۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج ٦، ص ٢٠.

3 ......المرجع السابق.　4 ......المرجع السابق.　5 ......المرجع السابق، ص ٢٠، ٢١.

6 ......المرجع السابق، ص ٢١.　7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۸۷ دو اولیاء میں سے ایک نے قصاص معاف کردیا دوسرے نے یہ جانتے ہوئے کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہے، قتل کردیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس کو اصل قاتل کے مال سے نصف دیت ملے گی اور اگر حرمت قتل کا علم نہ تھا تو اس پر اپنے مال میں اصل قاتل کے لئے دیت ہے۔ دوسرے ولی کے معاف کرنے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔[1] (ہندیہ از محیط ص ۲۱ ج ۶)

مسئلہ ۱۸۸ کسی نے دو اشخاص کو قتل کردیا اور ان دونوں کا ولی ایک شخص ہے اس نے ایک مقتول کا قصاص معاف کردیا تو اسے دوسرے مقتول کے قصاص میں قتل کرنے کا حق نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص ۲۱ جلد ۶ از جوہرۂ نیرہ)

مسئلہ ۱۸۹ دو قاتلوں میں سے ولی نے ایک کو معاف کردیا تو دوسرے سے قصاص لیا جائے گا۔[3] (عالمگیری از محیط ص ۲۱ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۹۰ جلد ۴)

مسئلہ ۱۹۰ کسی نے دو اشخاص کو قتل کردیا ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کردیا تو دوسرے مقتول کا ولی اس کو قصاص میں قتل کرسکتا ہے۔[4] (عالمگیری از سراج الوہاج ص ۲۱ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۹۰ ج ۴)

مسئلہ ۱۹۱ مجروح کی موت سے قبل ولی نے معاف کردیا تو استحساناً جائز ہے۔[5] (عالمگیری، ص ۲۱ جلد ۶ از محیط)

مسئلہ ۱۹۲ کسی نے کسی کو قصداً قتل کردیا اور ولی مقتول کے لئے قاضی نے قصاص کا فیصلہ کردیا اور ولی نے کسی شخص کو اس کے قتل کا حکم دیا۔ پھر کسی شخص نے ولی سے معافی کی درخواست کی اور ولی نے قاتل کو معاف کردیا مامور کو اس معافی کا علم نہیں ہوا اور اس نے قتل کردیا تو مامور پر دیت لازم ہے اور وہ ولی سے یہ دیت وصول کرلے گا۔[6] (عالمگیری از ظہیریہ ص ۲۱ ج ۶)

مسئلہ ۱۹۳ ولی یا وصی کو نابالغ مقتول کے خون کو معاف کرنے کا حق نہیں۔[7] (عالمگیری از محیط سرخسی ص ۲۱ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۹۰ ج ۴)

مسئلہ ۱۹۴ کسی نے کسی کے بھائی کو عمداً قتل کردیا اور مقتول کے بھائی نے گواہ پیش کئے کہ اس کے سوا مقتول کا کوئی اور وارث نہیں ہے اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کا بیٹا زندہ ہے تو ابھی فیصلہ ملتوی رہے گا۔ اگر قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کے بیٹے نے دیت پر صلح کرکے قبضہ بھی کرلیا ہے یا اس نے معاف کردیا ہے تو قاتل کے گواہوں کی شہادت قبول ہوگی۔ اس کے بعد بیٹا اگر اس کا انکار کرے تو قاتل کو بیٹے کے مقابلے میں دوبارہ گواہ پیش کرنے ہوں گے اور بھائی کے مقابلے میں جو شہادت پیش کی تھی کافی نہیں ہوگی۔[8] (قاضی خان ص ۳۹۷ جلد ۴، عالمگیری ص ۲۱ جلد ۶)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس في الصلح والعفو... إلخ، ج٦، ص٢١.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق.　4 ......المرجع السابق.　5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.　7 ......المرجع السابق.　8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۹۵ مقتول کے دو بھائی ہیں اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ ایک غائب بھائی نے مال پر مجھ سے صلح کر لی ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی پھر اگر اس غائب بھائی نے آ کر صلح کا انکار کیا تو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس صورت میں حاضر بھائی کو نصف دیت مل جائے گی اور غائب کو کچھ نہیں ملے گا۔[1] (قاضی خان ص ۳۹۸ جلد ۴، ہندیہ ص ۲۱ جلد ۶)

مسئلہ ۱۹۶ مقتول کے دو اولیاء میں سے ایک غائب ہے اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ غائب نے معاف کر دیا ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی اور غائب کے حق میں معافی مان لی جائے گی اور اس عفو کے فیصلے کے بعد غائب کے آنے پر دوبارہ شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر قاتل غائب کی معافی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن چاہتا ہے کہ حاضر کو قسم دی جائے تو یہ فیصلہ غائب کے آنے تک ملتوی رکھا جائے گا۔ پھر اگر غائب نے آ کر معافی کا انکار کیا اور قسم کھائی تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ص ۲۱ جلد ۶، مبسوط ص ۱۶۲ جلد ۲۶)

مسئلہ ۱۹۷ قاتل کہتا ہے کہ ولی غائب کے معاف کرنے کے گواہ میرے پاس ہیں تو قاضی گواہوں کو پیش کرنے کے لیے اپنی صوابدید کے مطابق مہلت دے دے اور ابھی فیصلہ نہ کرے۔ مقررہ مدت گزرنے کے بعد یا ابتداء مقدمہ ہی میں قاتل نے گواہوں کے غائب ہونے کی بات کہی تو استحساناً اب بھی فیصلہ ملتوی رکھے۔ ہاں اگر قاضی کا گمان غالب یہ ہو کہ قاتل جھوٹا ہے اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قصاص کا حکم دے سکتا ہے۔[3] (ہندیہ ص ۲۱ جلد ۶، مبسوط ص ۱۶۲ جلد ۲۶)

مسئلہ ۱۹۸ دو اولیاء میں سے ایک نے دوسرے کے عفو کی شہادت پیش کی تو اس کی پانچ صورتیں ہوں گی۔

۱۔ قاتل اور دوسرا ولی اس کی تصدیق کریں۔

۲۔ دونوں اس کی تکذیب کریں۔[4]

۳۔ ولی تکذیب کرے اور قاتل تصدیق کرے۔

۴۔ ولی تصدیق کرے اور قاتل تکذیب کرے۔

۵۔ دونوں سکوت اختیار کریں۔[5]

تو قصاص ہر صورت میں معاف ہو جائے گا۔ لیکن دیت میں سے عفو کی گواہی دینے والے کو نصف دیت ملے گی۔ اگر عفو پر تینوں متفق تھے اور اگر قاتل اور ولی آخر نے اس کی تکذیب کی تھی تو اس کو کچھ نہیں ملے گا اور سکوت کرنے کی صورت میں ولی

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج٦، ص ٢١.

2 ...... المرجع السابق.
3 ...... المرجع السابق.

4 ...... یعنی اس کو جھٹلائیں۔
5 ...... یعنی خاموش رہیں۔

آخر کو نصف دیت ملے گی اور اگر ولی آخر نے اس کی تکذیب کی تھی اور قاتل نے تصدیق کی تھی تو ہر ایک ولی کو نصف نصف دیت ملے گی۔ اور اگر قاتل نے شہادت دینے والے ولی کی تکذیب کی اور ولی آخر نے تصدیق کی تو ولی اول کو نصف دیت ملے گی اور ولی آخر کو کچھ نہیں ملے گا۔[1] (مبسوط ص ۱۵۵ جلد ۲۶، عالمگیری ص ۲۱ ج ۶)

مسئلہ ۱۹۹ اگر دو اولیاء میں سے ہر ایک دوسرے کے معاف کرنے کی گواہی دیتا ہے تو دونوں کی گواہی بیک وقت ہے یا اوقات مختلفہ میں۔ اگر دونوں نے بیک وقت گواہی دی تو دونوں کا حق باطل ہوجائے گا۔ قاتل ان کی تکذیب کرے یا بیک وقت تصدیق کرے۔ اور اگر قاتل نے مختلف اوقات میں دونوں کی تصدیق کی تو دونوں کو نصف نصف دیت ملے گی۔ اور اگر قاتل نے ایک کی تصدیق کی اور ایک کی تکذیب کی تو جس کی تصدیق ہے اس کو نصف دیت ملے گی۔ اور اگر دونوں نے مختلف اوقات میں شہادت دی تھی اور قاتل نے دونوں کی تکذیب کی تو بعد کے شہادت دینے والے کے لیے نصف دیت ہے اور پہلے شہادت دینے والے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر قاتل نے دونوں کی بیک وقت تصدیق کی تب بھی پہلے گواہی دینے والے کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور بعد میں گواہی دینے والے کو نصف دیت ملے گی۔ اور اگر قاتل نے مختلف اوقات میں دونوں کی تصدیق کی تو دونوں کو نصف نصف دیت ملے گی اور اگر قاتل نے پہلے گواہی دینے والے کی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب، جب بھی دونوں کے لیے پوری دیت کا ضامن ہوگا، اور اگر بعد کے شہادت دینے والے کی تصدیق کی اور پہلے والے کی تکذیب تو بعد والے کو نصف دیت ملے گی اور پہلے کو کچھ نہیں ملے گا۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۲۲ جلد ۶)

مسئلہ ۲۰۰ مقتول کے تین ولی ہیں۔ ان میں سے دو نے گواہی دی کہ تیسرے نے معاف کردیا ہے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) قاتل اور تیسرا ولی ان دونوں کی تصدیق کریں تو تیسرے کا حق باطل ہوجائے گا اور دونوں گواہی دینے والوں کا حق قصاص سے مال کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

(۲) اور اگر قاتل اور تیسرا وہ دونوں گواہی دینے والوں کی تکذیب کریں تو گواہی دینے والوں کا حق باطل ہوجائے گا اور تیسرے کا حق قصاص سے مال کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

(۳) اور اگر صرف تیسرے ولی نے دونوں گواہی دینے والوں کی تصدیق کی تو قاتل دونوں گواہی دینے والوں کے لیے ایک تہائی دیت کا ضامن ہوگا۔

---

1 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج ٦، ص ٢١.

2 ...... المرجع السابق، ص ٢١، ٢٢.

(۴) اور اگر صرف قاتل نے دونوں گواہی دینے والوں کی تصدیق کی تو تینوں اولیاء کو ایک ایک تہائی دیت ملے گی۔[1] (عالمگیری از محیط ص۲۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۲۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۲۱ ج۸)

مسئلہ ۲۰۱ مقتولِ خطا کے وارثوں میں سے دو نے گواہی دی کہ بعض وارثوں نے اپنا حصہ دیت معاف کر دیا ہے اگر یہ گواہی دینے سے پہلے اپنے حصہ پر انھوں نے قبضہ نہیں کیا ہے تو یہ گواہی قبول کر لی جائے گی۔[2] (عالمگیری ص۲۲ ج۶)

مسئلہ ۲۰۲ بہت سے لوگ جمع ہو کر ایک باؤلے[3] کتے کو تیر مار رہے تھے کہ ایک تیر غلطی سے کسی بچے کو لگ گیا اور وہ مر گیا، لوگوں نے گواہی دی کہ یہ تیر فلاں شخص کا ہے لیکن یہ گواہی نہیں دیتے کہ فلاں شخص نے یہ تیر مارا ہے بچہ کے باپ نے اس تیر والے سے صلح کر لی تو اگر یہ جانتے ہوئے صلح کی ہے کہ اسی کا پھینکا ہوا تیر بچے کو لگ کر اس کی موت کا سبب بنا ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر تیر کی شناخت کے سوا اور کوئی دلیل نہ ہو تو صلح باطل ہے اگر تیر انداز کا علم تو ہے مگر تیر لگنے کے بعد باپ نے بڑھ کر بچہ کو طمانچہ مارا اور بچہ گر کر مر گیا۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ موت کا سبب تیر ہوا یا طمانچہ، تو اس صورت میں اگر دوسرے ورثا مقتول کی اجازت سے باپ نے صلح کی تو یہ صلح جائز ہے اور صلح کا مال سب ورثاء میں تقسیم ہوگا اور باپ کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر ورثاء کی اجازت کے بغیر صلح کی ہے تو یہ صلح باطل ہے۔[4] (عالمگیری ص۲۲ ج۶، بحرالرائق ص۲۱۸ ج۸)

مسئلہ ۲۰۳ کسی نے کسی کے سر پر خطاءً دو گہرے زخم لگائے۔ زخمی نے ایک زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو معاف کر دیا اس کے بعد زخمی مر گیا تو اگر جرم کا ثبوت اقرار مجرم سے ہوا تھا تو یہ عفو باطل ہے اور مجرم کے مال میں دیت لازم ہوگی۔ اور اگر جرم کا ثبوت گواہی سے ہوا تھا تو یہ عفو عاقلہ کے حق میں وصیت مانا جائے گا اور نصف دیت عاقلہ پر معاف ہو جائے گی اگر مقتول کے کل ترکہ کے تہائی سے زیادہ نہ ہو اور اگر یہ دونوں زخم قصداً لگائے ہوں اور صورت یہی ہو تو مجرم پر کچھ لازم نہیں ہوگا نہ قصاص نہ دیت۔[5] (عالمگیری ص۲۳ ج۶)

مسئلہ ۲۰۴ اگر کسی نے کسی کا سر قصداً پھاڑ دیا۔ مجروح نے[6] مجرم کو زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات سے معاف کر دیا۔ اس کے بعد مجرم نے عمداً[7] ایک اور زخم لگا دیا۔ زخمی نے اس کو معاف نہیں کیا اور مر گیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس في الصلح والعفو... إلخ، ج ٦، ص ٢٢.

2 ......المرجع السابق.

3 ......پاگل۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس في الصلح والعفو... إلخ، ج٦، ص ٢٢.

5 ......المرجع السابق، ص٢٣.

6 ......یعنی زخمی نے۔

7 ......یعنی جان بوجھ کر، ارادۃً۔

لیکن پوری دیت ۳ سال میں لی جائے گی۔[1] (عالمگیری ص ۲۳ ج ٦)

مسئلہ ۲۰۵ کسی نے کسی کو قصداً گہرا زخم لگایا۔ پھر مجروح سے زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات سے معین مال پر صلح کر لی اور مجروح نے مال پر قبضہ بھی کر لیا اس کے بعد کسی دوسرے شخص نے اس مجروح کو گہرا زخم قصداً لگایا۔ مجروح دونوں زخموں کی وجہ سے مرگیا تو دوسرے جارح[2] سے قصاص لیا جائے گا اور پہلے پر کچھ لازم نہیں ہے اور اگر مجروح نے دونوں زخم کھانے کے بعد مجرم اول سے صلح کی تب بھی یہی حکم ہے۔[3] (عالمگیری ص ۲۳ ج ٦)

مسئلہ ۲۰٦ کسی نے کسی کو قصداً گہرا زخم لگایا پھر زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کے بدلہ میں دس ہزار ۱۰،۰۰۰ درہم پر صلح کر کے مجروح کو ادا بھی کر دیے۔ پھر کسی دوسرے شخص نے اسی مجروح کو خطاً زخمی کر دیا اور مجروح دونوں زخموں سے مرگیا تو دوسرے جارح کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی۔ اور پہلا جارح مقتول کے مال میں سے پانچ ہزار درہم واپس لے گا۔[4] (عالمگیری ص ۲۳ ج ٦)

مسئلہ ۲۰۷ کسی نے بچے کا دانت اکھیڑ دیا یا کسی عورت کا سر مونڈ دیا اس کے بعد مجرم نے بچہ کے باپ سے یا اس عورت سے مال پر صلح کر لی۔ اس کے بعد عورت کے سر پر بال نکل آئے یا بچہ کا دانت نکل آیا تو اس مال کا واپس کر دینا لازمی ہے اور یہی صورت اس صورت میں بھی ہے جب کسی کا ہاتھ توڑ دیا ہو اور اس سے مال پر صلح کر لی ہو اور اس کے بعد پلاسٹر کر دیا گیا ہو اور ہڈی جڑ گئی ہو۔ پھر اگر ہاتھ ٹوٹنے والا یہ کہے کہ میرا ہاتھ پہلے سے کمزور ہو گیا ہے اور جیسا تھا ویسا نہیں ہوا تو کسی ماہرِ فن سے تحقیقات کرائی جائے گی۔[5] (بحر الرائق ص ۳۱۸ ج ۸)

مسئلہ ۲۰۸ قصاص کا حق ہر اس وارث کو ہے جس کا حصۂ میراث قرآن میں معین کر دیا گیا ہے۔ اور دیت کا بھی یہی حکم ہے۔[6] (قاضی خان ص ۳۹۰ ج ۴)

مسئلہ ۲۰۹ اگر سب ورثاء بالغ ہوں تو سب کی موجودگی میں قصاص لیا جائے گا۔ صرف بعض کو قصاص لینے کا حق

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ،ج٦،ص٢٣.

2 ......زخمی کرنے والا۔

3 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ،ج٦،ص٢٣.

4 ......المرجع السابق.

5 ......تکملة "البحرالرائق"،کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس،ج٩،ص٦٠ .

6 ......"الفتاوی الخانیة"،کتاب الجنایات، فصل فیمن یستوفی فی القصاص،ج٢، ص٣٩٠.

نہیں ہے۔اور اگر بعض ورثاء بالغ ہیں اور بعض نابالغ ہیں تو بالغ ورثاء ابھی قصاص لے لیں گے اور نابالغوں کے بلوغ کا انتظار نہیں کریں گے۔[1] (قاضی خان ص۳۹۰ جلد۴)

مسئلہ ۲۱۰ مقتول فی العمد کے بعض ورثاء نے قاتل کو معاف کر دیا پھر باقی ورثاء نے یہ جانتے ہوئے قاتل کو قتل کر دیا کہ بعض کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہوجاتا ہے تو ان سے قصاص لیا جائے گا اور اگر یہ حکم ان کو معلوم نہیں اور قاتل کو قتل کر دیا اگرچہ بعض کے معاف کر دینے کو جانتے ہوں تو ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[2] (قاضی خان ص۳۸۹ جلد۴)

باب اعتبار حالۃ القتل

مسئلہ ۲۱۱ قتل میں آلہ قتل کے استعمال کرنے کے وقت کی حالت معتبر ہے۔[3] (بحر الرائق ص۳۲۶ ج۸، تبیین ص۱۳۴ ج۶، درمختار وشامی ص۵۰۳ ج۵)

مسئلہ ۲۱۲ کسی شخص نے مسلمان کو تیر مارا قبل اس کے کہ تیر اسے لگے معاذ اللہ وہ مرتد ہوگیا اس کے بعد تیر لگا اور وہ مر گیا تو مقتول کے ورثاء کے لیے تیر مارنے والے پر دیت واجب ہے اور اگر مرتد کو تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا اور پھر تیر لگنے سے مر گیا تو تیر مارنے والے پر کچھ تاوان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص۲۳ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۲۴ جلد۶، درمختار وشامی ص۵۰۳ ج۵، بحر الرائق ص۳۲۶ ج۸، فتح القدیر وعنایہ ص۲۹۲ ج۸)

مسئلہ ۲۱۳ کسی شخص نے غلام کو تیر مارا تیر لگنے سے قبل اس کے مولا نے اسے آزاد کر دیا تو تیر مارنے والے پر غلام کی قیمت لازم ہوگی۔[5] (عالمگیری ص۲۳ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۲۴ ج۶، درمختار وشامی ص۵۰۳ ج۵، بحر الرائق ص۳۲۶ ج۸، فتح القدیر وعنایہ ص۲۹۲ ج۸)

مسئلہ ۲۱۴ اگر کسی نے کسی قاتل کو قصاص معاف کر دینے کے بعد قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔[6] (بدائع صنائع ص۲۴۷ ج۷)

---

1 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فیمن یستوفی فی القصاص، ج۲، ص۳۹۰.

2 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی المستوفی فی القصاص، ج۲، ص۳۸۹.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب الشهادة فی القتل وإعتبار حالته، ج۱۰، ص۲۲٤.

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب السابع فی اعتبار حالة القتل، ج٦، ص۲۳.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الجنایات، فصل وأما بیان مایسقط القصاص...إلخ، ج٦، ص۲۹۳.

مسئلہ ۲۱۵ کسی کافر نے شکار کو تیر مارا اور شکار کو تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا تو وہ گوشت حرام ہے اور اگر مسلمان نے مارا اور معاذ اللّٰہ لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو وہ گوشت حلال ہے۔[1] (بحرالرائق ص ۳۲۶ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۲۵ جلد ۶، فتح القدیر ص ۳۰۰ جلد ۸، عالمگیری ص ۲۳ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۳ جلد ۵)

مسئلہ ۲۱۶ حکومت عدل یعنی انصاف کے ساتھ تاوان لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس شخص کو غلام فرض کر کے یہ اندازہ کیا جائے کہ جنایت کے اثر کی وجہ سے اس کی قیمت میں کس قدر کمی آ گئی۔ یہ کمی حکومت عدل کہلائے گی۔ مثلاً غلام کی قیمت کا دسواں حصہ کم ہوگیا تو وہاں دیت کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔ یا قیمت نصف رہ گئی تو نصف دیت لازم ہوگی۔[2] (قاضی خان ص ۳۸۵ جلد ۴، شامی ص ۴۹۴ جلد ۵)

مسئلہ ۲۱۷ یا ان زخموں میں سے جن میں شارع نے اَرش معین کیا ہے کسی قریب ترین جگہ کے زخم کے ساتھ اس زخم کا مقابلہ دو ماہر عادل جراحوں[3] سے کرا کے یہ معلوم کیا جائے گا کہ اس زخم کو اس زخم سے کیا نسبت ہے؟ اور قاضی ان کے قول کے مطابق اس زخم سے اس زخم کو جو نسبت ہو اسی نسبت سے اَرش کا حصہ متعین کر دے۔ مثلاً یہ زخم اس زخم کا نصف ہے تو نصف اور ربع ہے تو ربع اَرش۔[4] (بدائع صنائع ص ۳۲۴ ج ۷)

مسئلہ ۲۱۸ حکومت عدل جنایات مادون النفس میں سے جن میں قصاص نہیں اور شارع نے کوئی اَرش بھی معین نہیں کیا ہے ان میں جو تاوان لازم آتا ہے اس کو حکومت عدل کہتے ہیں۔[5] (بدائع صنائع ص ۳۲۳ جلد ۷، شامی ص ۵۱۱ جلد ۵)

کتاب الدّیات

مسئلہ ۲۱۹ دیت اس مال کو کہتے ہیں جو نفس کے بدلے میں لازم ہوتا ہے۔ اور اَرش اس مال کو کہتے ہیں جو مادون النفس میں[6] لازم ہوتا ہے۔ اور کبھی ارش اور دیت کو بطور مترادف بھی بولتے ہیں۔[7] (عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۴ ج ۵)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب السابع فی إعتبار حالة القتل، ج ٦، ص ٢٣.

2 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، ج ٢، ص ٣٨٥.

3 ......طبیبوں، سرجنوں، ڈاکٹروں۔

4 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الجنایات، فصل وأما الذی یجب فیه أرش...إلخ، ج ٦، ص ٤١٣.

5 ......المرجع السابق، ص ٤١٢.

6 ......یعنی قتل سے کم جسمانی نقصان میں مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ توڑنا۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٤.

مسئلہ ۲۲۰ قطع وقتل کی چار صورتوں میں دیت واجب ہوتی ہے۔ ① قتل خطا ② شبہ عمد ③ قتل بالسبب ④ قائم مقام خطا۔ ان سب صورتوں میں دیت عصبات پر واجب ہوتی ہے۔ سوائے اس صورت میں کہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے تو اس کو اپنے مال میں دیت واجب ہوگی اور ہر اس قتل وقطع عمد میں جس میں کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہوجائے مجرم کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی اور جنایت عمد کی صلح کا مال بھی مجرم کے مال سے ادا کیا جائے گا ۔ [1]
(ہندیہ ص۲۴ ج ۶، قاضی خان ص۳۹۲ ج ۴)

مسئلہ ۲۲۱ دیت صرف تین قسم کے مالوں سے ادا کی جائے گی۔ ① اونٹ ایک سو ② دینار ایک ہزار ③ دراہم دس ہزار۔ قاتل کو اختیار ہے کہ ان تینوں میں سے جو چاہے ادا کرے۔ [2] (عالمگیری از محیط ص۲۴ ج ۶)

مسئلہ ۲۲۲ اونٹ سب ایک عمر کے واجب نہیں ہوں گے بلکہ مختلف العمر لازم آئیں گے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ خطأً قتل کی صورت میں پانچ قسم کے اونٹ دیئے جائیں گے۔ بیس بنت مخاض یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہوچکا ہو اور بیس ابن مخاض یعنی اونٹ کے وہ نر بچے جو دوسرے سال میں داخل ہوچکے ہوں [3] اور بیس بنت لبون یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو تیسرے سال میں داخل ہوچکا ہو اور بیس حقے یعنی اونٹ کے وہ بچے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہوچکے ہوں اور بیس جذعہ یعنی وہ اونٹنی جو پانچویں سال میں داخل ہوچکی ہے اور شبہ عمد میں، پچیس بنت مخاض اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقے اور پچیس جذعے صرف یہ چار قسمیں دی جائیں گی۔ [4] (عالمگیری ص۲۴ ج ۶، درمختار وشامی ص۵۰۴ ج ۵)

مسئلہ ۲۲۳ مسلم، ذمی، مستامن سب کی دیت ایک برابر ہے اور ''عورت کی دیتِ نفس، مادون النفس میں مرد کی دیت کی نصف دی جائے گی'' اور وہ جنایات جن میں کوئی دیت معین نہیں ہے بلکہ انصاف کے ساتھ تاوان دلایا جاتا ہے ان میں مرد وعورت کا تاوان برابر ہوگا۔ [5] (شامی ص۵۰۵ جلد ۵، عالمگیری ص۲۴ جلد ۶)

مسئلہ ۲۲۴ خنثٰی کا ہاتھ عمداً کاٹنے والے سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اگرچہ قاطع عورت ہو اور خنثٰی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا اور اگر اس کو کسی نے خطأً قتل کردیا، یا ہاتھ پیر کاٹ دیئے تو عورت کی دیت یعنی مرد کی نصف دیت دے دی

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص ٢٤ .

2 ......المرجع السابق.

3 ......بہارِشریعت میں اس مقام پر ''بیس ابن لبون یعنی اونٹ کے وہ نر بچے جو تیسرے سال میں داخل ہوچکے ہوں'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتب میں عبارت اس طرح ہے بیس ابن مخاض یعنی اونٹ کے وہ نر بچے جو دوسرے سال میں داخل ہوچکے ہوں''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص ٢٤ .
و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، ج١٠، ص٢٣٦ .

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج ٦، ص ٢٤ .

جائے گی، جب آثار رجولیت ظاہر ہوں گے[1] تو بقیہ نصف بھی اس کو دے دی جائے گی۔[2] (شامی ازالاشباہ والنظائر ص ۵۰۵ جلد ۵)

مسئلہ ۲۲۵ مقتول کی دیت کے مستحقین میں ایک نابالغ بچہ اور ایک بالغ شخص ہے جو آپس میں باپ بیٹے ہیں تو باپ کل دیت پر قبضہ کرلے گا اور اگر وہ آپس میں بھائی بھائی یا چچا بھتیجے ہیں اور بالغ نابالغ کا ولی نہیں ہے تو بالغ صرف اپنے حصے پر قبضہ کرے گا، نابالغ کے حصے پر نہیں۔[3] (عالمگیری ص ۲۴ ج ۶)

مسئلہ ۲۲۶ اگر کوئی کسی کا سر بالجبر مونڈ دے تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا، اگر ایک سال میں سر پر بال اُگ آئیں تو حالق پر[4] کچھ تاوان نہیں ہے۔ ورنہ پوری دیت واجب ہوگی۔ اس میں مرد، عورت، صغیر وکبیر سب کا حکم یکساں ہے اور اگر جس کا سر مونڈا گیا تھا، وہ سال گزرنے سے پہلے مرگیا اور اس وقت تک اس کے سر پر بال نہیں اگے تھے تو حالق کے ذمے کچھ نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص ۲۴ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۳۱ ج ۸، عنایہ وہدایہ ص ۳۰۹ ج ۸)

مسئلہ ۲۲۷ اگر کسی نے کسی کی دونوں بھنوؤں کو اس طرح اکھیڑا یا مونڈا کہ آئندہ بال اُگنے کی امید نہ رہی تو پوری دیت لازم ہوگی اور ایک میں نصف دیت۔[6] (ہدایہ وعنایہ ص ۳۰۹ جلد ۸، درمختار وشامی ص ۵۰۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶، تبیین الحقائق ص ۱۲۹ جلد ۶)

مسئلہ ۲۲۸ چاروں پپوٹوں سے پلک اس طرح اکھیڑ دیئے جائیں کہ آئندہ بال نہ جمیں تو پوری دیت واجب ہے۔ دو پلکوں میں نصف دیت اور ایک پلک میں ربع دیت واجب ہے۔[7] (درمختار وشامی ص ۵۰۸ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۳۱ ج ۸، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶، ہدایہ وعنایہ ص ۳۱۰ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۲۹ ج ۶)

مسئلہ ۲۲۹ اگر کسی مرد کی پوری داڑھی اس طرح مونڈ دی کہ ایک سال تک بال نہ اُگے تو پوری دیت واجب ہے اور نصف میں نصف دیت اور نصف سے کم میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا اور سال سے پہلے مرگیا تو کچھ تاوان نہیں لیا جائے گا۔ سر اور داڑھی کے مونڈنے میں عمد وخطا میں کوئی فرق نہیں ہے۔[8] (درمختار وشامی ص ۵۰۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶)

1 ...... یعنی جب خنثیٰ کا مرد ہونا ظاہر ہو جائے گا۔
2 ...... "ردالمحتار"، کتاب الدّیات، ج ۱۰، ص ۲۳۷.
3 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج ٦، ص ٢٤.
4 ...... یعنی سر مونڈنے والے پر۔
5 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج ٦، ص ٢٤.
6 ...... المرجع السابق.
7 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج ٦، ص ٢٤.
و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّيات، ج ١٠، ص ٢٤٠.
8 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج ٦، ص ٢٤.

مسئلہ ۲۳۰ کوسج، یعنی جس کی داڑھی نہ اُگے، اگر اس کی ٹھڈی پر چند بال تھے اور وہ کسی نے مونڈ دیئے تو کچھ لازم نہیں ہے۔ اور اگر ٹھڈی اور رخساروں پر چند متفرق بال ہیں تو ان کے مونڈنے والے پر انصاف کے ساتھ تاوان ہے اور اگر ٹھڈی اور رخساروں پر چھدرے بال ہیں [1] تو پوری دیت ہے۔ کیونکہ یہ کوسج ہی نہیں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مونڈنے کے بعد ایک سال تک بال نہ اُگیں، لیکن اگر سال کے اندر حسبِ سابق بال اُگ آئیں تو کچھ تاوان نہیں ہے، لیکن تنبیہ کے طور پر سزا دی جائے گی اور اگر سال تمام ہونے سے پہلے مر گیا اور اس وقت تک بال نہ اُگے تو کچھ نہیں اور اگر دوبارہ سفید بال اُگے تو اگر سفیدی کی عمر ہے تو کچھ نہیں اور اگر اس عمر سے پہلے سفید نکلے تو آزاد اور غلام دونوں میں انصاف کے ساتھ تاوان واجب ہوگا سر اور داڑھی وغیرہ ہر جگہ کے بالوں میں صرف اس صورت میں تاوان لازم ہوتا ہے کہ ایک سال تک نہ اُگیں ورنہ نہیں، اور سال تمام ہونے سے پہلے مر جانے کی صورت میں کوئی تاوان لازم نہیں آتا ہے۔ [2] (تبیین الحقائق ص ۱۲۹ ج ۶، فتح القدیر و ہدایہ وعنایہ ص ۳۰۹ جلد ۸، شامی و درمختار ص ۵۰۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶)

مسئلہ ۲۳۱ کسی کی داڑھی بالجبر مونڈ دی پھر چھدری اُگی، یعنی کہیں بال اُگے اور کہیں نہیں اُگے تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔ [3] (قاضی خان ص ۳۸۵ جلد ۴، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶)

مسئلہ ۲۳۲ اگر مونچھیں اور داڑھی دونوں مونڈ دیں تو صرف ایک دیت واجب ہوگی۔ اور اگر صرف مونچھیں مونڈیں تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔ [4] (شامی ص ۵۰۷ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۳۰ جلد ۶)

مسئلہ ۲۳۳ اگر عورت کی داڑھی مونڈ دی تو کچھ نہیں ہے۔ [5] (شامی از جوہرہ نیرہ ص ۵۰۷ جلد ۵)

مسئلہ ۲۳۴ اگر سر مونڈنے والا کہتا ہے کہ جس کا سر میں نے مونڈا ہے وہ چندلا تھا۔ [6] اس لیے چندلی جگہوں پر بال نہیں اُگے ہیں تو جتنی جگہ پر بال ہونے کا اقرار کرتا ہے اس کے بقدر حصہ دیت دے گا اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ داڑھی مونڈنے کے بعد کہے کہ کوسج تھا اور اس کے رخساروں پر بال نہ تھے یا بھنویں اور پلکیں مونڈنے کے بعد کہے کہ بال نہ تھے۔ ان سب صورتوں میں مونڈنے والے کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں

---

1 ...... یعنی کہیں کہیں بال ہیں۔

2 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٤.
و "الدرالمختار" و "رد المحتار"، کتاب الدّیات، ج ١٠، ص ٢٤٠.

3 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٤.
و "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی یستوفی فی القصاص، ج ٢، ص ٣٨٥.

4 ...... "رد المحتار"، کتاب الدّیات، ج ١٠، ص ٢٤٠.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... یعنی کہیں کہیں پیدائشی بال نہ تھے، گنجا تھا۔

اور اگر گواہ ہیں تو اس کی بات مانی جائے گی۔[1] (عالمگیری ص ۲۵ جلد ٦)

مسئلہ ۲۳۵ اعضاء کی دیت میں قاعدہ یہ ہے کہ اعضاء پانچ قسم کے ہیں۔ ① ایک ایک جیسے ناک، زبان، ذکر ② دو دو جیسے آنکھیں، کان، بھنویں، ہونٹ، ہاتھ، پیر، عورت کے پستان، خصیتین ③ چار ہوں جیسے پپوٹے ④ دس ہوں جیسے ہاتھوں کی انگلیاں، پیروں کی انگلیاں ⑤ دس سے زائد ہوں جیسے دانت۔ اگر جنایت کی وجہ سے حسن صورت یا منفعت عضوی بالکل فوت ہو جائے تو پوری دیت نفس لازم ہوگی۔[2] (تبیین ص ۱۲۹ ج ٦، شامی ص ۵۰۵ ج ۵) اور اگر حسن صوری یا منفعت عضوی پہلے ہی ناقص تھی۔ اس کو ضائع کر دیا جیسے گونگے کی زبان یا خصی یا عنین کا ذکر یا کسی کا شل ہاتھ یا لنگڑے کا پیر یا کسی کی اندھی آنکھ یا کسی کا کالا دانت اکھیڑ دیا تو ان اعضاء میں قصداً جنایت کی صورت میں بھی قصاص نہیں ہے اور خطاً میں دیت بھی نہیں بلکہ حکومت عدل ہے۔[3] (عنایہ ہدایہ ص ۳۰۷ ج ۸، شامی ص ۵۰٦ جلد ۵)

مسئلہ ۲۳٦ اگر قسم اول کا عضو کاٹا تو اس میں پوری دیت ہے اور اگر قسم ثانی کے دونوں عضو کو کاٹا تو پوی دیت ہے اور ایک میں نصف دیت اور اگر تیسری قسم کے چاروں اعضاء کو ضائع کیا تو پوری دیت ہے۔ دو میں نصف دیت اور ایک میں چوتھائی دیت ہے اور اگر چوتھی قسم کے دسوں انگلیوں کو کاٹا تو پوری دیت ہے۔ اور ایک میں دسواں حصہ ہے اور اگر پانچویں قسم یعنی سب دانت توڑ دیئے تو پوری دیت ہے اور ایک میں بیسواں حصہ۔[4] (تبیین الحقائق ص ۱۳۰ ج ٦، شامی ص ۵۰۵ ج ۵، مبسوط ص ٦٨ ج ۲٦)

مسئلہ ۲۳۷ اگر دونوں کان خطاً کاٹ دیئے تو پوری دیت لازم ہوگی۔ ایک میں نصف دیت ہے۔ اور اگر بوچہ بنا دیا[5] تو حکومت عدل ہے۔[6] (عالمگیری ص ۲۵ جلد ٦)

مسئلہ ۲۳۸ اگر کان پر ایسی ضرب لگائی کہ بہرا ہو گیا تو پوری دیت واجب ہوگی۔[7] (تبیین ص ۱۳۱ جلد ٦، عالمگیری ص ۲۵ جلد ٦)

مسئلہ ۲۳۹ خطاءً دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی صورت میں پوری دیت اور ایک میں نصف دیت ہے اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ آنکھیں نہ پھوٹیں مگر بینائی جاتی رہے۔[8] (عالمگیری ص ۲۵ ج ٦)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص ۲۵.

2 ...... "ردالمحتار"، كتاب الدّيات، ج ۱۰، ص ۲۳۸.
و"تبيين الحقائق"، كتاب الدّيات، فصل في النفس والمارن ... إلخ، ج۷، ص ۲۷۲

3 ...... "ردالمحتار"، كتاب الدّيات، ج ۱۰، ص ۲۳۹.

4 ...... المرجع السابق، ص ۲۳۸.

5 ...... کن کٹا بنا دیا یعنی پورا کان نہیں کاٹا بلکہ تھوڑا کاٹا۔

6 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص ۲۵.

7 ...... المرجع السابق.　8 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۲۴۰ کانے کی اچھی آنکھ پھوڑ دینے سے نصف دیت لازم ہوگی۔[1] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶)

مسئلہ ۲۴۱ اگر پپوٹوں کو مع پلکوں کے کاٹ دیا تب بھی ایک ہی دیت ہے۔[2] (تبیین ص ۱۳۱ ج ۶، ہدایہ فتح القدیر وعنایہ ص ۳۱۰ جلد ۸، عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶، درمختار وشامی ص ۵۰۸ جلد ۵)

مسئلہ ۲۴۲ اگر ایسے پپوٹے کو کاٹا جس پر بال نہ تھے تو حکومت عدل ہے اور اگر ایک نے پلک کاٹے اور پپوٹے دوسرے نے، تو پپوٹے کاٹنے والے پر پوری دیت ہے اور پلک کاٹنے والے پر حکومت عدل ہے۔[3] (عالمگیری از محیط ص ۲۵ جلد ۶)

مسئلہ ۲۴۳ اگر کسی نے کسی کی پوری ناک کاٹ دی یا ناک کا نرم حصہ کاٹ دیا یا نرم حصے میں سے کچھ کاٹ دیا تو پوری دیت واجب ہے۔[4] (بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷، بحرالرائق ص ۳۲۹ جلد ۸، قاضی خان ص ۳۸۵ جلد ۴، درمختار وشامی ص ۵۰۶ ج ۵، عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶)

مسئلہ ۲۴۴ اگر ناک کی نوک کاٹ دی تو اس میں حکومت عدل ہے۔[5] (درمختار ص ۵۰۶ ج ۵)

مسئلہ ۲۴۵ کسی نے کسی کی ناک توڑ دی یا اس پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ ناک سے سانس لینے کے قابل نہیں رہا۔ صرف مونھ سے سانس لے سکتا ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔[6] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۹ ج ۸)

مسئلہ ۲۴۶ کسی کی ناک پر ایسی ضرب لگائی کہ سونگھنے کی قوت ضائع ہوگئی تو پوری دیت واجب ہوگی۔[7] (قدوری ہدایہ ص ۵۸۷ جلد ۴، عالمگیری ص ۲۵ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۹ ج ۸، قاضی خان ص ۳۸۵ ج ۴)

مسئلہ ۲۴۷ کسی نے پہلے ناک کا نرم حصہ کاٹا پھر اچھا ہونے کے بعد پوری ناک کاٹ دی تو نرم حصے کی پوری دیت اور باقی میں حکومت عدل ہے۔ اور اگر اچھے ہونے سے پہلے پوری ناک کاٹ دی تو ایک ہی دیت ہے۔[8] (عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۲۹ جلد ۸)

مسئلہ ۲۴۸ اگر دونوں ہونٹ کاٹ دیئے تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک میں نصف دیت اور اوپر نیچے کے ہونٹوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔[9] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶، درمختار ص ۵۰۷ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۲۹ ج ۶، بدائع صنائع ص ۳۱۴ ج ۷)

مسئلہ ۲۴۹ بچہ کے کان اور ناک میں بھی پوری دیت ہے۔[10] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶)

مسئلہ ۲۵۰ ہر دانت کے ضائع کرنے پر دیت کا بیسواں حصہ ہے۔ سامنے کے دانتوں، کیلوں اور ڈاڑھوں میں

---

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٥.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... "الدرالمختار"، کتاب الدّیات، ج ١٠، ص ٢٣٨.

6 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٥.

7 ...... المرجع السابق. 8 ...... المرجع السابق. 9 ...... المرجع السابق. 10 ...... المرجع السابق.

کوئی فرق نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص۲۵ ج۶، بحرالرائق ص۳۳۲ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۳۱ ج۶، مبسوط ص۷۱ ج۲۶)

مسئلہ ۲۵۱ کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد دوسرا اس جیسا دانت اُگ آیا تو دیت ساقط ہو جائے گی اور اگر دوسرا دانت کالا اُگا تو دیت ساقط نہیں ہوگی۔[2] (تبیین الحقائق ص۱۳۷ جلد۶، عالمگیری ص۲۶ ج۶، بحرالرائق ص۳۴۰ ج۸)

مسئلہ ۲۵۲ کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا جس کا دانت اکھڑا تھا اس نے اکھڑا ہوا دانت اپنی جگہ پر لگا دیا اور وہ جم گیا تو اگر حسن صوری اور منفعت میں کوئی فرق نہیں آیا تو دیت نہیں ہے ورنہ دانت کی پوری دیت واجب ہے۔[3] (عالمگیری ص۲۶ جلد۶، درمختار و شامی ص۵۱۵ جلد۵، تبیین الحقائق ص۱۳۷ جلد۶، مجمع الانہر ملتقی الابحر ص۶۴۷، ج۶، طحطاوی ص۲۸۴ جلد۴)

مسئلہ ۲۵۳ کسی نے کسی کے دانت پر ایسی ضرب لگائی کہ دانت ہل گیا تو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اگر اس مدت میں دانت سرخ، سبز یا سیاہ پڑ گیا اور چبانے کے قابل نہیں رہا تو دانت کی پوری دیت واجب ہوگی اور اگر چبانے کے قابل ہے لیکن رنگ بدل گیا تو سامنے کے دانتوں میں حسن صوری فوت ہو جانے کی وجہ سے دانت کی پوری دیت واجب ہوگی اور ڈاڑھوں اور کیلوں میں نہیں ہے۔ اور اگر چبانے کے قابل ہے لیکن رنگ پیلا پڑ گیا تو دیت واجب نہیں ہوگی۔[4] (عالمگیری ص۲۶ ج۶، قاضی خان ص۲۸۷ ج۴، تبیین ص۱۳۷ ج۶، بحرالرائق ص۳۴۰ ج۸)

مسئلہ ۲۵۴ اگر ضارب[5] کہتا ہے کہ میری ضرب سے رنگ نہیں بدلا بلکہ میری ضرب کے بعد کسی دوسری ضرب سے رنگ بدلا ہے اور مضروب[6] اس کی تکذیب کرتا ہے تو اگر ضارب اپنے قول پر گواہ پیش کر دے تو اس کی بات مان لی جائے گی ورنہ قسم کے ساتھ مضروب کا قول معتبر ہوگا۔[7] (عالمگیری ص۲۶ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۳۷ ج۶)

زبان کی دیت

مسئلہ ۲۵۵ کسی نے کسی کی پوری زبان کاٹ دی یا اس قدر کاٹ دی کہ کلام پر قادر نہ رہا تو پوری دیت نفس واجب ہے اور اگر بعض حروف کے ادا کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو یہ دیکھا جائے گا کہ کتنے حروف ادا کرسکتا ہے۔ جتنے حروف ادا کرسکتا ہے اس کے بقدر دیت ساقط ہو جائے گی مثلاً اگر آدھے حروف ہجا ادا کرسکتا ہے تو آدھی دیت ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر چوتھائی حروف ادا کرسکتا ہے تو چوتھائی دیت ساقط ہو جائے گی۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔[8] (عالمگیری ص۲۶ ج۶، شامی و درمختار ص۵۰۶ ج۵، فتح ص۳۰۸ ج۸، بحرالرائق ص۳۳۰ ج۸)

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٥.

2 ......المرجع السابق، ص ٢٥، ٢٦. 3 ......المرجع السابق، ص ٢٦. 4 ......المرجع السابق، ص٢٦.

5 ......مارنے والا۔ 6 ......جس کو مارا۔

7 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٦.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۵۶ اگر زبان کاٹنے والے اور اس شخص میں جس کی زبان کاٹی گئی، یہ اختلاف ہے کہ کلام پر قدرت ہے یا نہیں تو خفیہ طریقے سے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ کلام کرسکتا ہے یا نہیں۔[1] (عالمگیری ص ۲٦، ج ٦، بحرالرائق ص ۳۳۰ جلد ۸)

مسئلہ ۲۵۷ گونگے کی زبان کو کاٹنے کی صورت میں حکومت عدل ہے۔[2] (عالمگیری ص ۲٦ جلد ٦، بحرالرائق ص ۳۳۰ جلد ۸)

مسئلہ ۲۵۸ ایسے بچے کی زبان کاٹ دی جس نے ابھی بولنا نہیں شروع کیا، صرف روتا ہے تو حکومت عدل ہے اور اگر بولنے لگا ہے تو دیت ہے۔[3] (عالمگیری ص ۲۲٦ جلد ٦، تبیین الحقائق ص ۱۳۴، جلد ٦)

مسئلہ ۲۵۹ دونوں ہاتھ خطاءً کاٹنے کی صورت پوری دیت نفس واجب ہے اور ایک میں نصف۔ اور اس میں داہنے بائیں ہاتھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۲٦ جلد ٦، فتح القدیر وہدایہ ص ۳۱۰ جلد ۸، تبیین ص ۱۳۱ ج ٦)

مسئلہ ۲٦۰ خنثیٰ کا ہاتھ کاٹنے والے پر عورت کے ہاتھ کی دیت واجب ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۲٦ جلد ٦)

مسئلہ ۲٦۱ ہر انگلی میں دیت نفس کا دسواں حصہ ہے۔ اور جن انگلیوں میں تین جوڑ ہیں۔ ایک جوڑ پر انگلی کی دیت کا تہائی حصہ ہے اور جن میں دو جوڑ ہیں ان میں ایک جوڑ پر انگلی کی دیت کا نصف حصہ ہے۔[6] (عالمگیری ص ۲٦ جلد ٦، تبیین الحقائق ص ۱۳۱، جلد ٦، درمختار وشامی ص ۵۰۸ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۳۲ ج ۸، مبسوط ص ۷۵، جلد ۲٦، قاضی خان ص ۳۸۵ ج ۴)

مسئلہ ۲٦۲ زائد انگلی کاٹنے پر حکومت عدل ہے۔[7] (عالمگیری ص ۲٦ جلد ٦، درمختار وشامی ص ۵۱۳ جلد ۵، ہدایہ فتح القدیر ص ۳۱٦ جلد ۸، بحرالرائق، ص ۳۳۷ جلد ۸)

مسئلہ ۲٦۳ شل ہاتھ یا لنگڑا پیر کاٹنے پر حکومت عدل ہے۔[8] (عالمگیری ص ۲٦ جلد ٦، قاضی خان، ص ۳۸٦ جلد ۴)

مسئلہ ۲٦۴ کسی نے کسی کی ایسی ہتھیلی کو کاٹ دیا جس میں پانچوں انگلیاں یا چار یا تین یا دو یا ایک انگلی یا کسی انگلی کا صرف ایک پورا لگا ہوا تھا تو انگلیوں یا پورے کی دیت ہوگی اور ہتھیلی کی کچھ دیت نہیں ہوگی۔[9] (عالمگیری ص ۲٦ جلد ٦، بحرالرائق ص ۳۳٦ ج ۸، مبسوط ص ۸۲، ج ۲٦، شامی ودرمختار ص ۵۱۲ جلد ۵، ہدایہ وفتح القدیر ص ۳۱٦ ج ۸، بدائع صنائع ص ۳۱۸ ج ۷)

مسئلہ ۲٦۵ اور اگر ایسی ہتھیلی کو کاٹا جس میں نہ کوئی انگلی تھی اور نہ کسی انگلی کا جوڑ تھا تو ایسی ہتھیلی میں حکومت عدل

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص٢٦.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......المرجع السابق، ص٢٦-٢٧. 9 ......المرجع السابق، ص٢٦.

ہے اور یہ تاوان ایک انگلی کی دیت سے کم ہوگا۔[1] (بحرالرائق ص ۳۳۷ جلد ۸، شامی ص ۵۱۲ جلد ۵، مبسوط ص ۸۲، جلد ۲۶)

مسئلہ ۲۶۶ کسی کے ہاتھ پر ایسا مارا کہ ہاتھ شل ہوگیا، تو ہاتھ کی پوری دیت واجب ہوگی جو دیت نفس کی نصف ہوگی۔[2] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۹ جلد ۵)

مسئلہ ۲۶۷ اگر کلائی یا بازو توڑ دیا تو حکومت عدل ہے۔[3] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، مبسوط ص ۸۰، جلد ۲۶، قاضی خان ص ۳۸۶ جلد ۴)

مسئلہ ۲۶۸ کسی کی انگلی کا ایک پورا کاٹ دیا جس کی وجہ سے باقی انگلی یا پورا ہاتھ ایسا شل ہوگیا کہ قابل انتفاع نہیں رہا تو پوری انگلی کی یا پورے ہاتھ کی دیت ہوگی اور اگر قابل انتفاع ہے تو پورے کی دیت اور شل حصہ میں حکومتِ عدل ہوگی۔[4] (شامی ص ۵۱۳ جلد ۵، عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، فتح القدیر، ہدایہ عنایہ ص ۳۱۸ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۶، جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۳۹ ج ۸)

مسئلہ ۲۶۹ انگلی کے پورے کا بعض حصہ کاٹنے میں حکومت عدل ہے اگر ناخن جدا کردیا اور پھر دوسرا ناخن مثل پہلے کے اُگ گیا تو ناخن میں کچھ نہیں اور اگر نہ اُگا تو حکومت عدل ہے۔ اور اگر خراب اُگا تو بھی حکومت عدل ہے۔ مگر نہ اُگنے کی صورت سے کم ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۲۳ جلد ۷)

مسئلہ ۲۷۰ ایسے کمزور چھوٹے بچے کا ہاتھ یا پیر یا ذکر کاٹ دیا جس نے ابھی ہاتھ پیر ہلائے تک نہ تھے اور ذکر میں حرکت نہ تھی تو حکومت عدل ہے اور اگر ہاتھ پیر ہلاتا تھا اور ذکر میں حرکت تھی تو پوری دیت ہے۔[6] (عالمگیری از سراج الوہاج ص ۲۷ ج ۶، بدائع صنائع ص ۳۲۳ ج ۷، قاضی خان ص ۳۸۲ ج ۴)

مسئلہ ۲۷۱ مرد کے دونوں پستان کاٹنے میں حکومت عدل ہے اور اگر صرف گھنڈیاں[7] کاٹی ہیں تو اس سے کم

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الدیات، فصل فی الشجاج، ج ۱۰، ص ۲۵۱.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ۲٦.

3 ......المرجع السابق.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ۲٦.

و"ردالمحتار"، کتاب الدیات، فصل فی الشجاج، ج ۱۰، ص ۲۵۱-۲۵۲.

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ۲۷.

6 ......المرجع السابق.

7 ......یعنی پستان کے سر۔

حکومت عدل ہے اور اگر ایک پستان کاٹا تو اس کا نصف ہے اور ایک گھنڈی کاٹی تو اس کا نصف ہے۔[1] (عالمگیری ص ۲۷ ج ۶، شامی ص ۵۰۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۳۱ ج ۶)

مسئلہ ۲۷۲ ہنسلی یا پسلی کی ہڈی توڑ دینے میں حکومت عدل ہے۔[2] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۲۷ ج ۶، قاضی خان ص ۳۸۶ ج ۴)

مسئلہ ۲۷۳ عورت کے دونوں پستان یا دونوں گھنڈیاں کاٹ دیں تو پوری دیت نفس ہے اور ایک میں نصف دیت نفس ہے اور اس حکم میں صغیرہ وکبیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۸۵ ج ۴، بدائع صنائع ص ۳۱۴ ج ۷، تبیین الحقائق ص ۱۲۹ جلد ۶)

مسئلہ ۲۷۴ کسی کی پیٹھ پر ایسی ضرب لگائی کہ قوت جماع جاتی رہی یا رطوبت نخاعیہ[4] خشک ہوگئی یا کبڑا ہوگیا تو پوری دیت ہے۔[5] (تبیین الحقائق ص ۱۳۲ جلد ۶، عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶)

مسئلہ ۲۷۵ اور اگر کبڑا نہ ہوا اور منفعتِ جماع بھی فوت نہ ہوئی مگر نشان زخم باقی رہا تو حکومت عدل ہے اور اگر نشان بھی باقی نہ رہا تو اُجرتِ طبیب[6] ہے۔[7] (عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶، درمختار وشامی ص ۵۰۹ جلد ۵)

مسئلہ ۲۷۶ اگر کبڑا تھا مگر ضرب کے بعد سیدھا ہوگیا تو کچھ نہیں۔[8] (تبیین الحقائق ص ۱۳۲ جلد ۶)

مسئلہ ۲۷۷ عورت کے سینے کی ہڈی توڑ دی جس سے پانی خشک ہوگیا تو دیتِ نفس ہے۔[9] (عالمگیری ص ۲۷ ج ۶)

مسئلہ ۲۷۸ ذَکر[10] کاٹنے کی صورت میں پوری دیت ہے اور خصی کا ذکر کاٹنے کی صورت میں حکومت عدل ہے۔ خواہ اس میں حرکت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ اور جماع پر قادر ہو یا نہ ہو۔ اور عنین اور ایسا شیخ کبیر جو جماع پر قادر نہ ہو، ان کا

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج٦، ص ٢٧.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق.

4 ......وہ رطوبت جو مادۂ منویہ کا سبب بنتی ہے۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج٦، ص ٢٧.

و"تبیین الحقائق"، کتاب الدّیات، فصل فی النفس... إلخ، ج٧، ص٢٧٧.

6 ......یعنی علاج کا خرچہ۔

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج٦، ص ٢٧.

8 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الدیات، فصل فی النفس... إلخ، ج٧، ص٢٧٨.

9 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج٦، ص ٢٧.

10 ......آلۂ تناسل، مرد کا عضوِ مخصوص۔

بھی یہی حکم ہے۔[1] (عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶، قاضی خان، ص ۳۸۶ جلد ۴)

مسئلہ ۲۷۹ حشفہ[2] کاٹنے کی صورت میں پوری دیت نفس ہے اور اگر پہلے حشفہ کاٹا اس کے بعد مابقی عضو[3] بھی کاٹ دیا تو اگر درمیان میں صحت نہیں ہوئی تھی تو ایک ہی دیت ہے اور اگر درمیان میں صحت ہوگئی تھی تو حشفہ میں پوری دیت نفس اور باقی میں حکومت عدل ہے۔[4] (عالمگیری ص ۲۸، ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۲۹، ج ۶، بدائع صنائع ص ۳۱۱ جلد ۷)

مسئلہ ۲۸۰ خصیتین کاٹنے کی صورت میں پوری دیت نفس ہے۔[5] (بدائع صنائع ص ۳۱۴ ج ۷، عالمگیری ص ۲۸ ج ۶)

مسئلہ ۲۸۱ تندرست آدمی کے خصیتین و ذکر خطاءً کاٹنے کی صورت میں اگر پہلے ذکر کاٹا اور بعد میں خصیتین تو دو دیتیں لازم ہوں گی اور اگر پہلے خصیتین کاٹے اور پھر ذکر تو خصیتین میں پوری دیت نفس اور ذکر میں حکومت عدل ہے۔ اور اگر رانوں کی جانب سے اس طرح کاٹا کہ سب ایک ساتھ کٹ گئے تب بھی دو دیتیں لازم ہوں گی۔[6] (عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۲۴ جلد ۷)

مسئلہ ۲۸۲ اگر خصیتین میں سے ایک کاٹا کہ پانی منقطع ہوگیا تو پوری دیت ہے اور اگر پانی منقطع نہیں ہوا تو نصف دیت ہے۔[7] (عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶)

مسئلہ ۲۸۳ اگر دونوں چوتڑ[8] خطاءً اس طرح کاٹے کہ کولھے کی ہڈی پر گوشت نہ رہا تو پوری دیت نفس ہے اور اگر گوشت باقی رہ گیا تو حکومت عدل ہے۔[9] (قاضی خان ص ۳۸۵ ج ۴)

مسئلہ ۲۸۴ پیٹ پر ایسا نیزہ مارا کہ اِمساکِ غذا[10] ناممکن ہوگیا یا مقعد پر[11] ایسا نیزہ مارا کہ پیٹ میں غذا نہیں ٹھہر سکتی یا پیشاب روکنے پر قادر نہ رہا اور سلس البول[12] میں مبتلا ہوگیا یا عورت کے دونوں مخرج[13] پھٹ کر ایک ہوگئے، اور پیشاب روکنے کی قدرت نہ رہی تو ان سب صورتوں میں پوری دیت نفس ہے۔[14] (عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۸۵ جلد ۴)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٧.

2 ......آلۂ تناسل کا سر۔

3 ......یعنی باقی آلۂ تناسل۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٧، ٢٨.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق.

8 ......سُرین کے دونوں اطراف۔

9 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، ج ٢، ص ٣٨٥.

10 ......یعنی پیٹ میں غذا کا رکنا۔

11 ......یعنی پیچھے کے مقام پر، سُرین پر۔

12 ......ایک بیماری جس میں وقفے وقفے سے پیشاب کے قطرے گرتے رہتے ہیں۔

13 ......عورت کے آگے اور پیچھے کے مقام۔

14 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٨.

مسئلہ ۲۸۵ عورت کی شرم گاہ کو خطاءً ایسا کاٹ دیا کہ اس میں پیشاب روکنے کی قدرت نہ رہی یا وہ جماع کے قابل نہ رہی تو پوری دیت نفس ہے۔[1] (عالمگیری،ص ۲۸ جلد ۶)

مسئلہ ۲۸۶ عورت کو ایسا مارا کہ وہ مستحاضہ ہوگئی تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس دوران اچھی ہوگئی تو کچھ نہیں ورنہ پوری دیت ہے۔[2] (عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶)

مسئلہ ۲۸۷ ایسی صغیرہ سے جماع کیا جو اس قابل نہ تھی اور وہ مرگئی تو اجنبیہ[3] ہونے کی صورت میں عاقلہ پر دیت ہے اور منکوحہ ہونے کی صورت میں عاقلہ پر دیت ہے اور شوہر پر مہر۔[4] (عالمگیری ص ۲۸ ج ۶)

مسئلہ ۲۸۸ ازالہ عقل، سمع، بصر، شم، کلام، ذوق[5]، اِنزال، کُبھ[6] پیدا کرنے، سر اور داڑھی کے بال مونڈنے، دونوں کان، دونوں بھنوؤں، دونوں آنکھوں کے پپوٹوں، دونوں ہاتھوں یا دونوں پیروں کی انگلیوں یا عورت کے پستانوں کی دونوں گھنڈیوں کے کاٹنے میں، عورت کے مخرجین کا اس طرح ایک کر دینا کہ پیشاب یا پاخانے کے اِمساک کی قدرت نہ رہے۔ حشفہ، ناک کے نرم حصے، دونوں ہونٹوں، دونوں جبڑوں، دونوں چوتڑوں، زبان کے کاٹنے، چہرے کے ٹیڑھا کردینے۔ عورت کی شرم گاہ کو اس طرح کاٹ دینے میں کہ جماع کے قابل نہ رہے اور پیٹ پر ایسی ضرب لگانے میں کہ پانی منقطع ہوجائے، پوری دیت نفس ہے۔ بشرطیکہ یہ جرائم خطاءً صادر ہوں۔[7] (قاضی خان ص ۳۸۶ جلد ۴)

مسئلہ ۲۸۹ کسی باکرہ لڑکی کو دھکا دیا کہ وہ گر پڑی اور اس کی بکارت زائل ہوگئی[8] تو دھکا دینے والے پر مہرِ مثل لازم ہے۔[9] (قاضی خان ص ۳۸۶ جلد ۴، عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶)

مسئلہ ۲۹۰ کسی رسی پر دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور ہر آدمی ایک ایک سرا پکڑ کر کھینچ رہا تھا، تیسرے نے آکر درمیان سے رسی کاٹ دی اور وہ دونوں شخص گر پڑے اور مرگئے، رسی کاٹنے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت۔[10] (قاضی خان ص ۳۸۷ جلد ۴)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج ٦، ص ٢٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی غیر منکوحہ۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج ٦، ص ٢٨.

5 ......عقل، سننے کی قوت، دیکھنے کی صلاحیت، سونگھنے کی صلاحیت، بولنے کی صلاحیت، چکھنے کی صلاحیت کو ختم کردینا۔

6 ......یعنی پیٹھ میں ٹیڑھا پن۔

7 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، ج ٢، ص ٣٨٥، ٣٨٦.

8 ......کنوارہ پن ختم ہوگیا۔

9 ......المرجع السابق، ص ٣٨٦.

10 ......المرجع السابق، ص ٣٨٧.

فصل فی الشجاج

چہرے اور سر کے زخموں کا بیان

(چہرے اور سر کے زخموں کو شجاج کہتے ہیں)

مسئلۃ ۲۹۱ اس کی دس قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ① حارصہ ② دامعہ ③ دامیہ ④ باضعہ ⑤ متلاحمہ ⑥ سمحاق ⑦ موضحہ ⑧ ہاشمہ ⑨ منقلہ آمہ۔

① حارصہ: جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں جلد پر خراش پڑ جائے مگر خون نہ چھلکے۔

② دامعہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون چھلک آئے مگر بہے نہیں۔

③ دامیہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون بہہ جائے۔

④ باضعہ: جس میں سر کی جلد کٹ جائے۔

⑤ متلاحمہ: جس میں سر کا گوشت بھی پھٹ جائے۔

⑥ سمحاق: جس میں سر کی ہڈی کے اوپر کی جھلی[1] تک زخم پہنچ جائے۔

⑦ موضحہ: جس میں سر کی ہڈی نظر آجائے۔

⑧ ہاشمہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ جائے۔

⑨ منقلہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ کر ہٹ جائے۔

⑩ امّہ: وہ زخم جوام الدماغ، یعنی دماغ کی جھلی تک پہنچ جائے۔

ان کے علاوہ زخموں کی ایک قسم جائفہ بھی کی گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ زخم جوف تک پہنچے اور یہ زخم پیٹھ، پیٹ اور سینے میں ہوتا ہے۔ اور اگر گلے کا زخم غذائی نالی تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے۔[2] (عالمگیری ص۲۸ ج۶، شامی ص۵۱۰ جلد۵، بحرالرائق ص۳۳۳ جلد۸)

مسئلۃ ۲۹۲ موضحہ اور اس سے کم زخم اگر قصداً لگائے گئے ہوں تو ان میں قصاص ہے اور اگر خطاءً ہوں تو موضحہ سے کم زخموں میں حکومت عدل ہے اور موضحہ میں دیتِ نفس کا بیسواں حصہ ہے اور ہاشمہ میں دیت نفس کا دسواں حصہ ہے اور منقلہ میں دیت نفس کا پندرہ فیصد حصہ اور آمّہ اور جائفہ میں دیت کا تہائی حصہ ہے۔ ہاں اگر جائفہ آر پار ہوگیا تو دو تہائی

---

1 ......یعنی باریک کھال، باریک پردہ۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، فصل فی الشجاج، ج٦، ص٢٨.

دیت ہے۔[1] (عالمگیری ص۲۹ جلد ۶، بحرالرائق ص۳۳۴، جلد۸، ہدایہ وفتح القدیر ص۳۱۲، جلد۸، بدائع صنائع ص۳۱۶، جلد۷)

مسئلہ ۲۹۳ ہاشمہ، منقلہ، آمّہ اگر قصداً بھی لگائے تو قصاص نہیں ہے چوں کہ مساوات ممکن نہیں ہے اس لیے ان میں خطاءً اور عمداً دونوں صورتوں میں دیت ہے۔[2] (عالمگیری ص۲۹ ج۶، شامی ص۵۱۰ ج۵، مبسوط ص۷۴ جلد۲۶، بحرالرائق ص۳۳۵ ج۸)

مسئلہ ۲۹۴ اگر کسی نے کسی کے چہرے یا سر کے کسی حصہ پر ایسا زخم لگایا کہ اچھا ہونے کے بعد اس کا اثر بھی زائل ہوگیا تو اس پر کچھ نہیں۔[3] (عالمگیری ص۲۹، ج۶، تبیین الحقائق ص۱۳۸، جلد۶، بدائع صنائع ص۳۱۶، جلد۷، بحرالرائق ص۳۴۰، جلد۸)

مسئلہ ۲۹۵ چہرے اور سر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ پر جو زخم لگایا جائے اس کو جراحت[4] کہتے ہیں اور اس میں حکومت عدل ہے۔[5] (شامی ودرمختار ص۵۱۰ جلد۵، فتح القدیر وہدایہ ص۳۱۲ جلد۸)

مسئلہ ۲۹۶ سر اور چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے زخموں میں حکومت عدل اسی وقت ہے جب زخم اچھے ہونے کے بعد اس کے نشانات باقی رہ جائیں ورنہ کچھ نہیں ہے۔[6] (عالمگیری ص۲۹ جلد۶، درمختار وشامی ص۵۱۱ جلد۵)

مسئلہ ۲۹۷ شجاج کی جن صورتوں میں قصاص واجب ہے ان میں زخم کی لمبائی چوڑائی میں مساوات کے ساتھ قصاص لیا جائے گا اور سر کے مقدم یا موخر حصہ یا وسط میں جس جگہ بھی زخم ہوگا زخمی کرنے والے کے اسی حصے میں مساوات کے ساتھ قصاص لیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ص۲۹ جلد۶، بدائع صنائع ص۳۰۹ جلد۷، قاضی خان ص۳۸۶ جلد۴)

مسئلہ ۲۹۸ اگر قرنین[8] کے مابین پیشانی پر ایسا موضحہ[9] لگایا کہ قرنین سے مل گیا اور زخم لگانے والے کی پیشانی بڑی ہونے کی وجہ سے اتنا لمبا زخم لگانے سے اس کے قرنین تک نہیں پہنچتا ہے تو زخمی کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو قصاص لے لے اور جس قرن سے چاہے شروع کر کے اتنا لمبا زخم اس کی پیشانی پر لگا دے اور اگر چاہے تو اَرش لے لے۔ اور اگر زخمی کرنے والے کی پیشانی چھوٹی ہے کہ مساوات سے قصاص لینے کی صورت میں زخم قرنین سے تجاوز کر جاتا ہے، تب زخمی کو اختیار ہے کہ

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، فصل في الشجاج، ج٦، ص ٢٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......یعنی زخمی کرنا۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، فصل في الشجاج، ج١٠، ص٢٤٥.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، فصل في الشجاج، ج٦، ص٢٩.

7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی پیشانی کے دونوں اطراف۔ 9 ......ایسا زخم جس سے سر کی ہڈی نظر آئے۔

چاہے ارش لے لے اور چاہے تو صرف قرنین کے درمیان زخم لگا کر قصاص لے لے۔قرنین سے زخم متجاوز نہیں ہونا چاہیئے۔ [1] (بدائع صنائع ص۳۰۹ جلد۷، عالمگیری ص۲۹ جلد۶ ،مبسوط ص۱۴۵، جلد۲۶)

مسئلہ ۲۹۹ اگر اتنا لمبا زخم لگایا کہ پیشانی سے گدی تک پہنچ گیا تو زخمی کو حق ہے کہ اسی جگہ پر اتنا ہی بڑا زخم لگا کر قصاص لے یا ارش لے،اگر زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہے لہٰذا اتنا بڑا زخم لگانے سے اس کی قفا یعنی گدی تک نہیں پہنچتا ہے۔تو بھی زخمی کو اختیار ہے کہ چاہے ارش لے لے اور چاہے اتنا لمبا زخم لگا کر قصاص لے لے۔خواہ پیشانی کی طرف سے شروع کرے خواہ گدی کی طرف سے۔ [2] (عالمگیری ازمحیط وذخیرہ ص۲۹ جلد۶ ، بدائع صنائع ص۱۰ اجلد۷،مبسوط ص۱۴۶ جلد۲۶)

مسئلہ ۳۰۰ اگر بیس موضحہ زخم لگائے اور درمیان میں صحت نہ ہوئی تو پوری دیت نفس تین سال میں ادا کی جائے گی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہوگئی تو ایک سال میں پوری دیت نفس ادا کرنا ہوگی۔ [3] (عالمگیری از کافی ص۲۹ جلد۶)

مسئلہ ۳۰۱ کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس کی عقل جاتی رہی۔یا پورے سر کے بال ایسے اڑے کہ پھر نہ اُگے تو صرف دیت نفس واجب ہوگی اور اگر سر کے بال مختلف جگہوں سے اڑ گئے تو بالوں کی حکومت عدل اور موضحہ کی ارش میں سے جو زیادہ ہوگا وہ لازم آئے گا۔یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بال پھر نہ اُگیں،لیکن اگر دوبارہ پہلے کی طرح بال اُگ آئیں تو کچھ لازم نہیں ہے۔ [4] (شامی ودرمختار ص۵۱۳ جلد ج۵ ،عالمگیری ص۲۹ جلد۶)

مسئلہ ۳۰۲ کسی کی بھنوں پر خطاءً ایسا موضحہ لگایا کہ بھنوں کے بال گر گئے اور پھر نہ اُگے تو صرف نصف دیت لازم ہوگی۔ [5] (عالمگیری ص۳۰ جلد۶)

مسئلہ ۳۰۳ کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس سے سننے یا دیکھنے یا بولنے کے قابل نہ رہا۔تو اس پر نفس کی دیت کے ساتھ موضحہ کا ارش بھی واجب ہے۔یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس زخم سے موت نہ ہوئی ہو،اور اگر موت واقع ہوگئی تو ارش ساقط ہو جائے گا۔اور عمد کی صورت میں جنایت کرنے والے کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی اور بصورت خطا عاقلہ پر تین سال میں دیت ہے۔ [6] (شامی ودرمختار ص۵۱۳،جلد۵)

مسئلہ ۳۰۴ کسی نے کسی کے سر پر ایسا موضحہ عمداً لگایا کہ اس کی بینائی جاتی رہی تو ذہاب بصر [7] اور موضحہ دونوں

❶......"الفتاوی الهندية"،کتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، فصل فی الشجاج،ج٦،ص٢٩.

❷......المرجع السابق. ❸......المرجع السابق. ❹......المرجع السابق. ❺......المرجع السابق، ص٣٠.

❻......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الدّيات، فصل فی الشجاج،ج١٠،ص٢٥٣.

❼......یعنی نظر کے ختم ہو جانے۔

کی دیتیں واجب ہوں گی۔[1] (عالمگیری ص۳۰ جلد۶، درمختار وشامی ص۵۱۳، جلد۵، تبیین ص۱۳۶، جلد۶، بحرالرائق ص۳۳۹ ج۸)

مسئلہ ۳۰۵ کوئی شخص بڑھاپے کی وجہ سے چندلا ہوگیا تھا۔اس کے سر پر کسی نے عمداً موضحہ لگایا تو قصاص نہیں لیا جائے گا دیت لازم ہوگی اور اگر زخم لگانے والا بھی چندلا ہے تو قصاص لیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ص۳۰ جلد۶)

مسئلہ ۳۰۶ ہر وہ جنایت جو بالقصد ہو لیکن شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہوگیا ہو اور دیت واجب ہوگئی ہو تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت ادا کی جائے گی اور عاقلہ سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔اور یہی حکم ہر اس مال کا ہے جس پر بالقصد جنایت کی صورت میں صلح کی گئی ہو۔[3] (تبیین ص۱۳۸ جلد۶، درمختار وشامی ص۴۶۸ جلد۵، فتح القدیر ص۳۲۲ جلد۸)

مسئلہ ۳۰۷ حکومت عدل سے جو مال لازم آتا ہے وہ جنایت کرنے والے کے مال سے ادا کیا جائے گا۔عاقلہ سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔[4] (درمختار وشامی ص۵۱۶ ج۵)

فصل فی الجنین (حمل کا بیان)

مسئلہ ۳۰۸ کسی نے کسی حاملہ عورت کو ایسا مارا، یا ڈرایا، یا دھمکایا، یا کوئی ایسا فعل کیا جس کی وجہ سے ایسا مرا ہوا بچہ ساقط ہوا جو آزاد تھا۔اگر چہ اس کے اَعضاء کی خِلقت[5] مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف بعض اَعضاء ظاہر ہوئے تھے تو مارنے والے کے عاقلہ پر مرد کی دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم ایک سال میں واجب الادا ہوں گے۔ساقط شدہ بچہ مذکر ہو یا مؤنث اور ماں مسلمہ ہو یا کتابیہ یا مجوسیہ، سب کا ایک ہی حکم ہے۔[6] (شامی ودرمختار ص۵۱۶ جلد۵، تبیین الحقائق ص۱۳۹ ج۶، عالمگیری ص۳۴ جلد۶، بحرالرائق ص۳۴۱ جلد۸، فتح القدیر ص۳۲۴ جلد۸، مبسوط ص۸۷ جلد۲۶)

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات،فصل فی الشجاج،ج٦،ص ٣٠.

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، فصل فی الشجاج،ج٦، ص ٣٠.

3 ......"تبیین الحقائق"،کتاب الدّیات،فصل فی الشجاج،ج٧،ص٢٨٩.

4 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الدّیات، فصل فی الشجاج، ج ١٠، ص ٢٥٧.

5 ......بناوٹ۔

6 ......"الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الجنایات،الباب العاشرفی الجنین،ج٦ ، ص ٣٤.

و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الدّیات، فصل فی الجنین،ج ١٠،ص٢٥٧،٢٥٨.

و"الھدایۃ"،کتاب الدّیات، فصل فی الجنین،ج٢،ص ٤٧١،٤٧٢.

مسئلہ ۳۰۹ اگر مذکورۃ الصدر اسباب کے تحت[1] زندہ بچہ ساقط ہوا، پھر مر گیا تو پوری دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی اور کفارہ ضارب پر واجب ہے اور اگر مردہ ساقط ہوا اور اس کے بعد ماں بھی مر گئی تو ماں کی پوری دیت اور بچہ کی دیتِ غرۃ یعنی پانچ سو درہم عاقلہ پر واجب ہوں گے۔[2] (درمختار و شامی ص ۵۱۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۳۴ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۲ جلد ۸، فتح القدیر ص ۳۲۷ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۰ جلد ۶، مبسوط ص ۸۹ جلد ۲۶)

مسئلہ ۳۱۰ اگر مذکورہ اسباب کے تحت حاملہ مر گئی پھر مرا ہوا بچہ خارج ہوا تو صرف عورت کی دیتِ نفس عاقلہ پر واجب ہے۔[3] (درمختار و شامی ص ۵۱۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۳۵، جلد ۶، تبیین ص ۱۴۰، جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۴۲ جلد ۸، فتح القدیر ص ۳۲۷ جلد ۸، مبسوط ص ۸۹ جلد ۲۶)

مسئلہ ۳۱۱ اگر مذکورہ اسباب کی بناء پر دو مردہ بچے ساقط ہوئے تو دو غرے یعنی ایک ہزار درہم عاقلہ پر واجب ہوں گے۔ اور اگر ایک زندہ پیدا ہو کر مر گیا اور دوسرا مردہ پیدا ہوا تو زندہ پیدا ہونے والے کی دیت نفس اور مردہ پیدا ہونے والے کا غرہ یعنی پانچ سو درہم عاقلہ پر ہیں اور اگر ماں مر گئی پھر دو مردہ بچے پیدا ہوئے تو صرف ماں کی دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو بچے زندہ پیدا ہو کر مر گئے تو عاقلہ پر تین دیتیں واجب ہوں گی اور اگر ایک مردہ بچہ ماں کی موت سے پہلے خارج ہوا اور دوسرا مردہ بچہ ماں کی موت کے بعد تو پہلے پیدا ہونے والے کا غرہ اور ماں کی دیت نفس عاقلہ پر ہے اور بعد میں پیدا ہونے والے کا کچھ نہیں۔[4] (شامی ص ۵۱۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶، مبسوط ص ۹۰ جلد ۲۶)

مسئلہ ۳۱۲ اگر ماں کی موت کے بعد زندہ بچہ ساقط ہو کر مر گیا تو ماں اور بچہ دونوں کی دو دیتیں عاقلہ پر واجب ہیں۔[5] (درمختار و شامی ص ۵۱۸ جلد ۵، مبسوط ص ۹۰ جلد ۲۶، عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۹۳ جلد ۴)

مسئلہ ۳۱۳ اسقاط کی ان سب صورتوں میں جن میں جنین کا غرہ یا دیت لازم ہوگی وہ جنین کے ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ اور اس کی ماں بھی اس کی وارث ہوگی، ساقط کرنے والا[6] وارث نہیں ہوگا۔[7] (درمختار و شامی ص ۵۱۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۱ ج ۶، عالمگیری ص ۳۴ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۲ جلد ۸، فتح القدیر ص ۳۲۸ ج ۸، بدائع صنائع ص ۳۲۶ ج ۷، مبسوط ص ۹۰ ج ۲۶)

---

1 ……یعنی پیچھے ذکر کئے گئے اَسباب کے تحت۔

2 ……"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج ٦، ص ٣٤، ٣٥.

3 ……المرجع السابق، ص ٣٥.

4 ……"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج ٦، ص ٣٥.
و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج ١٠، ص ٢٥٩.

5 ……"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج ٦، ص ٣٥.

6 ……یعنی حمل گرانے والا۔

7 ……"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج ٦، ص ٣٤.

مسئلہ ۳۱۴ کسی نے حاملہ کے پیٹ پر تلوار ماری کہ رحم کو کاٹ کر دو جنینوں کو مجروح کر گئی اور ایک مجروح زندہ ساقط ہوا اور دوسرا مجروح مردہ ساقط ہوا اور عورت بھی مرگئی تو عورت کا قصاص لیا جائے گا اور زندہ ساقط ہونے والے بچے کی دیت اور مردہ پیدا ہونے والے بچہ کا غرہ عاقلہ پر واجب ہوگا۔[1] (درمختار ص۵۴۰ جلد۵)

مسئلہ ۳۱۵ کسی نے حاملہ کے پیٹ پر چھری ماری جس کی وجہ سے رحم میں بچہ کا ہاتھ کٹ گیا اور وہ زندہ پیدا ہوا اور ماں بھی زندہ رہی تو بچے کے ہاتھ کی وجہ سے نصف دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی۔[2] (عالمگیری ص۳۶ جلد۶)

مسئلہ ۳۱۶ شوہر نے اپنی حاملہ بیوی کو ایسا ڈرایا، دھمکایا، یا مارا کہ مردہ بچہ ساقط ہوگیا تو شوہر کے عاقلہ پر غرہ لازم ہے اور یہ اس بچہ کا وارث نہیں ہوگا۔[3] (درمختار و شامی ص۵۱۸ جلد۵، بدائع صنائع ص۳۲۶ جلد۷، تبیین الحقائق ص۱۲۶، جلد۶، بحر الرائق ص۳۴۲ جلد۸، فتح القدیر ص۳۲۸ جلد۸)

مسئلہ ۳۱۷ کسی نے اپنی حاملہ بیوی کو ڈرایا، دھمکایا، یا ایسا مارا کہ ایک بچہ زندہ ساقط ہو کر مرگیا۔ پھر دوسرا مردہ ساقط ہوا پھر وہ عورت بھی مرگئی تو اس شخص کے عاقلہ پر بیوی اور زندہ پیدا ہونے والے بچے کی دو دیتیں اور مردہ ساقط ہونے والے بچے کا غرہ واجب ہوگا اور اس شخص پر دو کفارے واجب ہوں گے۔[4] (عالمگیری ص۳۵ جلد۶)

مسئلہ ۳۱۸ بچہ کا سر ظاہر ہوا اور وہ چیخا کہ ایک شخص نے اس کو ذبح کر دیا تو اس پر غرہ ہے۔[5] (عالمگیری از خزانۃ المفتین ص۳۵ ج۶)

مسئلہ ۳۱۹ اگر حاملہ باندی کو ڈرایا، دھمکایا، یا ایسا مارا کہ اس کا ایسا حمل ساقط ہوگیا جو زندہ پیدا ہوتا تو غلام ہوتا تو اس کے زندہ رہنے کی صورت میں اس کی جو قیمت ہوتی مذکر میں اس کی قیمت کا بیسواں اور مؤنث میں قیمت کا دسواں مارنے والے کے مال میں نقد لازم آئے گا۔[6] (درمختار و شامی ص۵۱۸ ج۵، عالمگیری ص۳۵ ج۶، بحر الرائق ص۳۴۲ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۴۰ جلد۶، فتح القدیر ص۳۲۸ ج۸)

مسئلہ ۳۲۰ اگر مذکورہ بالا صورت میں مذکر و مؤنث ہونے کا پتہ نہ چلے تو جس کی قیمت کم ہوگی وہ لازم ہوگی اور اگر

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۱۰، ص۲۶۴.

2 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشر فی الجنين، ج٦، ص٣٦.

3 ...... "الدرالمختار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۱۰، ص۲٦۰.

4 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشر فی الجنين، ج٦، ص٣٥.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق.

باندی کے مالک اور ضارب[1] میں ساقط شدہ حمل کی قیمت کی تعیین میں اختلاف ہو تو ضارب کی بات مانی جائے گی۔ (شامی ص ۵۱۸ جلد ۵، عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶، عنایہ ص ۳۲۸ جلد ۸)[2]

مسئلہ ۳۲۱ اگر مذکورہ بالا صورت میں زندہ بچہ پیدا ہوا جس سے باندی میں کوئی نقص پیدا ہو کر اس کی قیمت گھٹ گئی تو ضارب پر جنین کی قیمت لازم ہوگی اور یہ قیمت اگر باندی کی قیمت میں جو کمی واقع ہوئی اس سے کم ہو تو اس کمی کو جنین کی قیمت میں اضافہ کرکے پورا کر دیا جائے گا۔[3] (درمختار و شامی ص ۵۱۸، جلد ۵)

مسئلہ ۳۲۲ مذکورہ بالا صورت میں باندی کے مردہ حمل گرا پھر باندی بھی مرگئی تو ضارب پر باندی کی قیمت تین سال میں واجب الادا ہوگی۔[4] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶)

مسئلہ ۳۲۳ مذکورہ بالا صورت میں ضرب کے بعد مولیٰ نے حمل کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد زندہ بچہ پیدا ہو کر مر گیا تو اس بچے کے زندہ ہونے کی صورت میں جو قیمت ہوتی وہ ضارب پر لازم ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۱۸ جلد ۵، تبیین ص ۱۴۱ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۳ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۲۹ ج ۸)

مسئلہ ۳۲۴ کسی نے غیر کی باندی سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی پھر زانی اور اس کی بیوی نے کوئی تدبیر کرکے حمل گرا دیا اس سے باندی مرگئی تو باندی کی قیمت، اور اگر حمل مردہ ساقط ہوا تھا تو غرہ اور اگر ساقط ہو کر مرا تو اس کی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر مضغہ تھا تو کچھ نہیں۔[6] (بحرالرائق ص ۳۴۲ جلد ۸)

مسئلہ ۳۲۵ ضرب واقع ہونے کے بعد باندی کے مالک نے باندی کو بیچ دیا اس کے بعد اسقاط ہوا تو غرہ بیچنے والے کو ملے گا اور اگر بچہ کا باپ ضرب کے وقت غلام تھا پھر آزاد ہوگیا اس کے بعد حمل ساقط ہوا تو باپ کو کچھ نہیں ملے گا۔ (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶)[7]

---

1 ……یعنی مارنے والے۔

2 ……"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشر فی الجنين، ج ٦، ص ٣٥.
و"فتح القدير"، کتاب الدّيات، فصل فی الجنين، ج ٩، ص ٢٣٧.

3 ……"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّيات، فصل فی الجنين، ج ١٠، ص ٢٦٠.

4 ……"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشر فی الجنين، ج ٦، ص ٣٥.

5 ……المرجع السابق.

6 ……تكملة "البحرالرائق"، کتاب الديات، فصل فی الجنين، ج ٩، ص ١٠٣.

7 ……"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشر فی الجنين، ج ٦، ص ٣٥.

مسئلہ ۳۲۶ مولیٰ نے باندی کے حمل کو آزاد کر دیا اس کے بعد کسی شخص نے باندی کے پیٹ پر ضرب لگائی کہ مردہ حمل ساقط ہوا اور اس بچے کا باپ آزاد تھا تو ضارب پر غرہ لازم ہے اور غرہ باپ کو ملے گا۔[1] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶)

مسئلہ ۳۲۷ حمل کے والدین میں سے جو ضرب سے پہلے آزاد ہو چکا ہوگا وہ حمل کے معاوضہ کا حق دار ہوگا، مولیٰ نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۳۵، جلد ۶)

مسئلہ ۳۲۸ کسی نے حاملہ باندی خریدی اور قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کے حمل کو آزاد کر دیا۔ پھر کسی نے اس کے پیٹ پر ضرب لگائی جس سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو مشتری کو اختیار ہے کہ باندی کو پوری قیمت میں لے لے اور ضارب سے آزاد بچہ کا ارش وصول کرے اور اگر چاہے تو باندی کی بیع کو فسخ کر دے اور بچے کے حصہ کی قیمت اس پر لازم ہوگی۔[3] (عالمگیری ص ۳۶ جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۴۲ ج ۶)

مسئلہ ۳۲۹ کسی نے اپنی باندی سے کہا جو کسی اور سے حاملہ تھی، کہ تیرے پیٹ میں جو دو بچے ہیں ان میں سے ایک آزاد ہے اور یہ کہہ کر مولیٰ مر گیا۔ پھر کسی نے اس حاملہ کو ایسی ضرب لگائی جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مردہ پیدا ہوئے تو ضرب لگانے والے پر لڑکے کا نصف غرہ اور اس کو غلام مان کر اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ اور لڑکی کا نصف غرہ اور اس کو باندی مان کر جو قیمت ہوگی اس کا بیسواں حصہ لازم ہوگا۔[4] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶)

مسئلہ ۳۳۰ کسی حاملہ عورت نے اپنے پیٹ پر ضرب لگا کر یا دوا پی کر، یا کوئی اور تدبیر کر کے عمداً اپنے حمل کو ساقط کر دیا تو اگر بغیر اجازت شوہر ایسا کیا تو اس عورت کے عاقلہ پر غرہ لازم ہوگا اور اگر عاقلہ نہ ہوں تو اس کے مال سے غرہ ایک سال میں ادا کیا جائے گا۔ اور اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کیا ہے تو کچھ لازم نہیں ہے۔ اسی طرح اس نے اگر کوئی دوا پی جس سے اسقاط مقصود نہ تھا مگر اسقاط ہو گیا تو بھی کچھ لازم نہ ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶، شامی ص ۵۱۹ جلد ۵، تبیین ص ۱۴۲ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۴۳ جلد ۸، قاضی خان ص ۳۹۲ جلد ۴)

مسئلہ ۳۳۱ اگر شوہر نے بیوی کو اسقاط کی اجازت دی اور بیوی نے کسی دوسری عورت سے اسقاط کرا لیا تو یہ دوسری عورت بھی ضامن نہیں ہوگی۔[6] (شامی و درمختار ص ۵۲۰ ج ۵)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب العاشر في الجنين، ج ٦، ص ٣٥.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق، ص ٣٦.　4 ......المرجع السابق، ص ٣٥.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب العاشر في الجنين، ج ٦، ص ٣٥.
و"تبيين الحقائق"، كتاب الدّيات، فصل في الجنين، ج ٧، ص ٢٩٧،

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، فصل في الجنين، ج ١٠، ص ٢٦٢، ٢٦٣.

مسئلہ ۳۳۲ اُمّ ولد نے خود اپنا حمل ساقط کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔[1] (درمختار و شامی ص ۵۲۰ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۴۳ ج ۸)

مسئلہ ۳۳۳ کسی حاملہ نے عمداً اسقاط کی دوا پی اس سے زندہ بچہ پیدا ہوکر مرگیا، تو اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور اس پر کفارہ لازم ہے اور وہ وارث نہیں ہوگی اور اگر مردہ بچہ ساقط ہوا تو اس کے عاقلہ پر غرہ ہے اور اس پر کفارہ ہے اور یہ محروم الارث ہے[2]۔ اور اگر مضغہ ساقط ہوا تو استغفار و توبہ کرے۔[3] (بحرالرائق ص ۳۴۴، جلد ۸)

مسئلہ ۳۳۴ خلع کرنے والی حاملہ نے عدت ختم کرنے کے لیے اسقاط حمل کرلیا تو اس پر شوہر کے لیے غرہ واجب ہے۔[4] (بحرالرائق ص ۳۴۴ ج ۸، عالمگیری ص ۳۶ جلد ۶)

مسئلہ ۳۳۵ اگر کسی نے کسی کے جانور کا حمل گرادیا تو اگر مردہ بچہ پیدا ہوا ہے اور اس سے ماں کی قیمت میں نقصان آگیا تو یہ شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا۔ اگر قیمت میں نقصان نہیں آیا تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر زندہ بچہ پیدا ہوکر مرگیا تو مارنے والے کے مال میں سے بچے کی قیمت نقد ادا کی جائے گی۔[5] (درمختار و شامی ص ۵۲۰ جلد ۵، مبسوط ص ۸۷، جلد ۲۶)

مسئلہ ۳۳۶ جنین کے اِتلاف میں کفارہ نہیں ہے اور جس حمل میں بعض اعضا بن چکے ہوں اس کا حکم تام الخلقت کی طرح ہے۔[6] (بحرالرائق ص ۳۴۳، جلد ۸، فتح القدیر ص ۳۲۹، جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۱، جلد ۶)

مسئلہ ۳۳۷ اگر ایسے مضغہ کا اسقاط کیا جس میں اعضا نہیں بنے تھے اور معتبر دائیوں نے یہ شہادت دی کہ یہ مضغہ بچہ بننے کے قابل ہے اگر باقی رہتا تو انسانی صورت اختیار کرلیتا تو اس میں حکومتِ عدل ہے۔[7] (شامی ص ۵۱۹، جلد ۵)

بچوں سے متعلق جنایات کے احکام

مسئلہ ۳۳۸ کسی شخص نے کسی آزاد بچے کو اغوا کرلیا اور بچہ اس کے پاس سے غائب ہوگیا تو اس اغوا کرنے والے

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج ۱۰، ص ۲۶۳۔
2 ......یعنی وراثت سے محروم ہے۔
3 ......تکملة "البحرالرائق"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج ۹، ص ۱۰۵۔
4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج ۶، ص ۳۵، ۳۶۔
5 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج ۱۰، ص ۲۶۴۔
6 ......تکملة "البحرالرائق"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج ۹، ص ۱۰۴، ۱۰۵۔
7 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج ۱۰، ص ۲۶۲۔

کوقید کیا جائے گا تاوقتیکہ بچہ واپس آ جائے یا اس کی موت کا علم ہو جائے۔[1] (قاضی خان ص ۳۹۳ ج ۴، درمختار ص ۵۴۷ ج ۵، طحطاوی علی الدر ص ۳۰۳ جلد ۴)

مسئلہ ۳۳۹ کسی نے کسی آزاد بچہ کو اغوا کیا اور وہ بچہ اس کے پاس اچانک یا کسی بیماری سے مرگیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔ اور اگر کسی سبب سے مثلاً سخت سردی یا بجلی گرنے، پانی میں ڈوبنے، چھت سے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو اغوا کرنے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی[2]۔ (شامی و درمختار ۵۴۷ ج ۵، فتح القدیر ص ۳۸۲ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۶۷ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۹۰ جلد ۸، مبسوط ص ۱۸۶ جلد ۲۶، عالمگیری ص ۳۴ جلد ۶) اور اگر بچہ نے غاصب کے پاس خودکشی کر لی یا کسی کو قتل کر دیا تو غاصب پر ضمان نہیں ہے۔[3] (مبسوط ص ۱۸۶ جلد ۲۶، عالمگیری ص ۳۴ جلد ۶)

مسئلہ ۳۴۰ اسی طرح اگر آزاد کو اغوا کر کے پابہ زنجیر کر دیا[4] اور وہ مذکورہ بالا اسباب میں سے کسی سبب سے مرگیا تو بھی اغوا کرنے والے کے عاقلہ پر دیت ہے اور اگر اس کو پابہ زنجیر نہیں کیا تھا اور وہ ان اسباب مذکورہ سے خود کو بچا سکتا تھا مگر اس نے بچنے کی کوشش نہیں کی اور مرگیا تو اغوا کرنے والے پر نفس کا ضمان نہیں ہے۔[5] (عنایہ ص ۳۸۲ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۵۴۷ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۹۰ جلد ۸)

مسئلہ ۳۴۱ ختنہ کرنے والے سے کہا کہ بچے کی ختنہ کر دے۔ غلطی سے بچہ کا حشفہ کٹ گیا اور بچہ مرگیا تو ختنہ کرنے والے کے عاقلہ پر نصف دیت ہوگی اور اگر زندہ رہا تو پوری دیت لازم ہوگی۔[6] (درمختار و شامی ص ۵۴۸ جلد ۵، عالمگیری ص ۳۴ جلد ۶، طحطاوی علی الدر ص ۳۰۳ جلد ۴، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۷ جلد ۳)

مسئلہ ۳۴۲ کسی نے بچے کو جانور پر سوار کر کے کہا کہ اس کو روکے رہنا اور بچہ نے جانور کو چلایا نہیں لیکن گر کر مرگیا تو اس سوار کرنے والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت لازم ہوگی۔[7] (درمختار و شامی ص ۵۴۸ ج ۵، طحطاوی علی الدر ص ۳۰۴ جلد ۴، عالمگیری ص ۳۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۸۶ جلد ۲۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۷ جلد ۳)

---

1 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی إتلاف الجنین...إلخ، ج ۲، ص ۳۹۳.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی غصب القن، ج ۱۰، ص ۳۱۴.

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة...إلخ، ج ۶، ص ۳۴.

4 ......یعنی پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی غصب القن وغیره، ج ۱۰، ص ۳۱۴.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة...إلخ، ج ۶، ص ۳۴.

7 ......المرجع السابق، ص ۳۳.

مسئلہ ۳۴۳ کسی نے بچہ کو جانور پر سوار کر کے کہا کہ اس کو میرے لیے روکے رہو۔ اس بچہ نے جانور کو چلایا اور اس جانور نے کسی شخص کو کچل کر ہلاک کر دیا تو بچہ کے عاقلہ پر اس مرنے والے کی دیت لازم ہوگی اور سوار کرنے والے پر کچھ نہیں ہے اور اگر بچہ اتنا خوردسال [1] ہے کہ جانور پر سواری نہیں کرسکتا ہے تو اس صورت میں مرنے والے کی دیت کسی پر لازم نہیں ہوگی۔ [2] (درمختار و شامی ص ۵۴۸ ج ۵، عالمگیری ص ۳۳ ج ۶ طحطاوی علی الدر ص ۳۰۴ ج ۴، مبسوط ص ۱۸۶ ج ۲۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۷ ج ۳)

مسئلہ ۳۴۴ کسی نے بچہ کو جانور پر سوار کر دیا اور اس سے کہا کہ اس کو روکے رہو۔ بچہ نے جانور کو چلا دیا اور گر کر مر گیا تو سوار کرنے والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت نہیں ہے۔ [3] (شامی ص ۵۴۸ جلد ۵، طحطاوی علی الدر ص ۳۰۴ جلد ۴، عالمگیری ص ۳۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۸۷ جلد ۲۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۷ جلد ۳)

مسئلہ ۳۴۵ بچہ کسی دیوار یا پیڑ پر چڑھا ہوا تھا، نیچے سے کسی نے چیخ کر کہا گر مت جانا جس سے بچہ گر کر مر گیا تو چیخنے والے پر کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے کہا کہ کود جا اور بچہ کودا اور مر گیا تو اس کہنے والے پر بچہ کی دیت ہے۔ [4] (عالمگیری ص ۳۳ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۴، ج ۳)

مسئلہ ۳۴۶ اگر کسی نے اتنے چھوٹے بچے کو جانور پر اپنے ساتھ سوار کر لیا جو تنہا جانور پر سوار نہیں ہوسکتا اور چلا بھی نہیں سکتا، اس جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو مرنے والے کی دیت صرف اس سوار کے عاقلہ پر ہوگی اور سوار پر کفارہ بھی ہے۔ بچہ کے عاقلہ پر کچھ نہیں ہے اور اگر بچہ سواری کو چلا سکتا ہے تو دونوں کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔ [5] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۴۷، ج ۳، عالمگیری ص ۳۳ ج ۶، مبسوط ص ۱۸۷، ج ۲۶)

مسئلہ ۳۴۷ باپ اپنے بچہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اس بچہ کو کسی شخص نے کھینچا اور باپ اس بچہ کا ہاتھ پکڑے رہا اور اس شخص کے کھینچنے کی وجہ سے بچہ مر گیا تو اس بچہ کی دیت کھینچنے والے پر ہے اور باپ بچہ کا وارث ہوگا اور اگر دونوں نے کھینچا اور بچہ مر گیا تو دونوں پر دیت لازم ہوگی اور باپ وارث نہیں ہوگا۔ [6] (عالمگیری ص ۳۳، ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۴۵، ج ۳)

---

1 ......یعنی اتنا کم سن۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب التاسع فی الامر بالجناية...إلخ، ج٦، ص٣٣.

و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، فصل فی غصب القن، ج١٠، ص٣١٦.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب التاسع فی الامر بالجناية...إلخ، ج٦، ص٣٣.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب التاسع فی الامر بالجناية...إلخ، ج٦، ص٣٣.

6 ......المرجع السابق، ص٣٣.

مسئلہ ۳۴۸ اتنا چھوٹا بچہ جو اپنے نفس کی حفاظت کرسکتا ہے اگر پانی میں ڈوب کر یا چھت سے گر کر مر جائے تو ماں باپ پر کچھ نہیں ہے اور اگر اپنے نفس کی حفاظت نہیں کرسکتا تھا تو جس کی نگرانی میں تھا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور اگر اس کی گود سے گر کر مر گیا تو کفارہ بھی لازم ہے۔[1] (عالمگیری ص ۳۳ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۷ ج ۳، شامی ص ۵۲۹ ج ۵)

مسئلہ ۳۴۹ ماں شیر خوار بچہ کو باپ کے پاس چھوڑ کر چلی گئی اور بچہ دوسری عورتوں کا دودھ پی لیتا تھا۔ لیکن باپ نے کسی دودھ پلانے والی کا انتظام نہ کیا اور بچہ بھوک سے مر گیا تو باپ پر کفارہ اور توبہ لازم ہے اور اگر بچہ دوسری عورت کا دودھ قبول نہیں کرتا تھا اور ماں یہ بات جانتی تھی تو گناہ ماں پر ہے ماں توبہ کرے اور کفارہ بھی دے۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۳۳ ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۴۷، جلد ۳)

مسئلہ ۳۵۰ چھ سال کی بچی کو بخار تھا اور آگ کے پاس بیٹھی تاپ رہی تھی۔ باپ گھر میں نہ تھا ماں اسی حالت میں بچی کو چھوڑ کر کہیں چلی گئی اور بچی جل کر مر گئی تو ماں پر دیت نہیں ہے لیکن توبہ واستغفار کرے اور مستحب یہ ہے کہ کفارہ بھی دے۔[3] (عالمگیری از ظہیریہ ص ۳۳، ج ۶)

مسئلہ ۳۵۱ کسی نے کسی بچہ سے کہا کہ درخت پر چڑھ کر میرے پھل توڑ دے بچہ درخت سے گر کر مر گیا تو چڑھانے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اسی طرح کوئی چیز اٹھانے کو کہا یا لکڑی توڑنے کو کہا اور بچہ اس چیز کو اٹھانے سے یا پیڑ سے گر کر مر گیا تو اس حکم دینے والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت لازم ہوگی۔[4] (عالمگیری ص ۳۲ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۵ ج ۳)

مسئلہ ۳۵۲ کسی نے بچہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کر دے بچہ نے قتل کر دیا تو بچہ کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی پھر وہ عاقلہ اس دیت کو حکم دینے والے کے عاقلہ سے وصول کریں گے۔[5] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۴۴ ج ۳، عالمگیری از خزانۃ المفتین ص ۳۰ ج ۶، مبسوط ص ۱۸۵ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۵۳ کسی بچہ نے دوسرے بچہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کر دے اور اس نے قتل کر دیا تو قتل کرنے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہے اور یہ دیت حکم دینے والے کے عاقلہ سے وصول نہیں کریں گے۔[6] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۵ ج ۳، عالمگیری ص ۳۰ جلد ۶، مبسوط ص ۱۸۵ ج ۲۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب التاسع فی الامر بالجناية...إلخ، ج٦، ص٣٣.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص ٣٢، ٣٣.

5 ......المرجع السابق، ص ٣٠.

6 ......المرجع السابق، ص ٣٠.

مسئلہ ۳۵۴ بچے نے کسی بالغ کو حکم دیا کہ فلاں کو قتل کردے اور اس نے قتل کردیا، تو حکم دینے والا بچہ ضامن نہیں ہوگا۔(قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۵ ج۳) اسی طرح بالغ نے اگر کسی دوسرے بالغ کو حکم دیا اور اس نے قتل کردیا تو قاتل پر ضمان ہے حکم دینے والے پر نہیں۔[1] (خانیہ علی الہندیہ ص۴۴۵ جلد۳، عالمگیری ص۳۰ جلد۶)

مسئلہ ۳۵۵ کسی شخص نے بچہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کا کھانا کھالے یا مال جلادے یا اس کے جانور کو ہلاک کردے تو اس مال کا ضمان اس بچے کے مال میں لازم ہے اور بچے کے اولیاء اس ضمان کو ادا کرنے کے بعد حکم دینے والے سے وصول کریں۔[2] (خانیہ علی الہندیہ ص۴۴۵ ج۳، عالمگیری ص۳۰ ج۶) اور اگر بچے نے بالغ کو ان کاموں کا حکم دیا اور اس نے عمل کر لیا تو بچے پر ضمان نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص۳۰ ج۶)

مسئلہ ۳۵۶ اگر کسی نابالغ نے نابالغہ سے زنا کیا اور اس کی بکارت زائل کردی تو اس پر مہرِ مثل لازم آئے گا اور اگر بالغہ کی بکارت زبردستی زنا کرکے نابالغ نے زائل کردی تو بھی اس پر مہرِ مثل لازم آئے گا اور اگر بالغہ سے نابالغ نے برضا زنا کیا تھا تو مہر لازم نہیں ہے۔[4] (خانیہ علی الہندیہ ص۴۴۶، ج۳)

مسئلہ ۳۵۷ بچے تیراندازی کا کھیل کھیل رہے تھے کسی نو برس تک کے بچے کا تیر کسی شخص کی آنکھ میں لگ گیا جس سے وہ شخص کانا ہوگیا تو اس کی آنکھ کا تاوان بچہ کے مال سے ادا کیا جائے گا اس کے باپ پر کچھ نہیں ہے اور اگر بچے کے پاس مال نہیں ہے تو جب مال ملے گا اس وقت تاوان ادا کردے گا مگر شرط یہ ہے کہ یہ بات شہادت سے ثابت ہو کہ اسی بچے کا تیر اس شخص کی آنکھ میں لگا ہے صرف بچے کا اقرار یا اس کے تیر کا پایا جانا تاوان کے لیے کافی نہیں ہے۔[5] (قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۴۷، ج۳)

مسئلہ ۳۵۸ کسی نے اپنے کسی کام کے لیے کسی کے بچے کو ولی کی اجازت کے بغیر کہیں بھیجا۔ راستے میں بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ چھت پر چڑھ گیا اور چھت پر سے گر کر مر گیا تو بھیجنے والے پر ضمان لازم ہوگا۔[6] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۷ ج۳)

مسئلہ ۳۵۹ کسی نے بچے کو اغواء کرکے قتل کردیا یا اس کے پاس درندہ نے پھاڑ کھایا یا دیوار سے گر کر مر گیا تو غاصب ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۷ ج۳، عالمگیری ص۳۴ ج۶، مبسوط ص۱۸۶ ج۲۶)

---

1 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدّیة، ج۲، ص۳۹۲.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی إتلاف الجنین، ج۲، ص۳۹۳.

6 ...... المرجع السابق، ص۳۹۳. 7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۳۶۰ کسی غلام نے آزاد بچے کو سواری پر سوار کر دیا بچہ سواری سے گر کر مر گیا تو اس بچہ کی دیت غلام پر ہے۔مولیٰ غلام ہی کو اس کی دیت میں دے دے یا فدیہ دے دے اور اگر سواری پر غلام بھی سوار ہوا اور سواری کو چلایا، سواری نے کسی کو کچل دیا اور وہ مر گیا تو نصف دیت بچے کے عاقلہ پر ہے اور نصف غلام پر۔[1] (عالمگیری ص ۳۳ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۸ ج ۳، مبسوط ص ۱۸۷ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۶۱ کسی آزاد شخص نے ایسے نابالغ غلام بچے کو سواری پر سوار کر دیا جو سواری پر ٹھہر سکتا ہے اور اس کو چلا بھی سکتا ہے پھر اس کو حکم دیا کہ وہ جانور کو چلائے اس نے کسی آدمی کو کچل کر مار دیا تو اس کا تاوان غلام بچہ پر ہے اس کی دیت میں مولیٰ یا تو غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے پھر وہ مولیٰ حکم دینے والے سے یہ رقم وصول کرے۔[2] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۴۸ جلد ۳، مبسوط ص ۱۸۸ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۶۲ کسی عبد ماذون نے کسی بچے کو حکم دیا کہ فلاں کے کپڑے پھاڑ دے یا بچہ کو اپنے کام کے لیے بھیجا اور بچہ ہلاک ہو گیا تو حکم دینے والا ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۳۱ ج ۶)

مسئلہ ۳۶۳ کسی بچے کے پاس غلام کو ودیعت رکھا اور اس بچے نے غلام کو قتل کر دیا تو بچے کے عاقلہ پر غلام کی قیمت ہے۔[4] (تبیین الحقائق ص ۱۶۸ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۹۰ ج ۸، عالمگیری ص ۳۴ ج ۶، شامی ص ۵۴۸ ج ۵) اور اگر مادون النفس میں جنایت کی ہے تو اس کا ارش بچہ کے مال سے ادا کیا جائے گا۔[5] (شامی و درمختار ص ۵۴۸، ج ۵)

مسئلہ ۳۶۴ اگر کسی بچہ کے پاس کھانا بلا اجازتِ ولی امانت رکھا گیا اور بچہ نے اس کو کھا لیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔[6] (تبیین الحقائق ص ۱۶۸، ج ۶، بحر الرائق ص ۳۹۰ ج ۸، عالمگیری ص ۳۴ ج ۶، شامی و درمختار ص ۵۶۸ ج ۵) اور اگر ولی کی اجازت سے رکھا تھا تو ضامن ہوگا جب کہ بچہ عاقل ہو ورنہ نہیں ہوگا۔[7] (ہدایہ و عنایہ ص ۳۸۳، ج ۸)

---

1 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی إتلاف الجنین، ج ۲، ص ۳۹۳، ۳۹۴.

2 ...... المرجع السابق، ص ۳۹۴.

3 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة... إلخ، ج ۶، ص ۳۰، ۳۱.

4 ...... "ردالمحتار"، کتاب الدیات، فصل فی غصب القن وغیره، ج ۱۰، ص ۳۱۶.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة... إلخ، ج ۶، ص ۳۴.

7 ...... "العنایة" و "فتح القدیر"، کتاب الدیات، باب غصب العبد... إلخ، ج ۹، ص ۳۰۲.

مسئلہ ۳۶۵ ماں یا باپ یا وصی نے بچے کو تعلیم قرآن کے لیے معتاد طریقے سے مارا جس سے بچہ مرگیا تو ان پر ضمان نہیں ہے اور یہی حکم معلم کا بھی ہے جب کہ اس نے ان کی اجازت سے مارا ہو اور اگر انھوں نے غیر معتاد طریقے سے مارا اور بچہ مرگیا تو یہ لوگ ضامن ہوں گے۔[1] (درمختار و شامی ص ۴۹۸ ج ۵)

مسئلہ ۳۶۶ باپ یا وصی نے بچہ کو تادیباً مارا اور بچہ مرگیا تو ان پر ضمان نہیں ہے جب کہ معتاد طریقے پر مارا ہو[2] اور اگر غیر معتاد طریقے سے مارا تو ضمان ہے۔[3] (درمختار و شامی ص ۴۹۸، ج ۵)

مسئلہ ۳۶۷ ماں نے اگر اپنے بچہ کو تادیباً[4] مارا اور بچہ مرگیا تو بہر حال ماں ضامن ہوگی۔[5] (درمختار و شامی ص ۴۹۸، ج ۵)

مسئلہ ۳۶۸ کسی نے بچے کو ہتھیار دیئے، بچہ اس کو اٹھانے سے تھک گیا اور ہتھیار اس کے ہاتھ سے اس پر گرا اور بچہ مرگیا تو اسلحہ دینے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور اگر بچہ نے اس اسلحہ سے خودکشی کرلی یا کسی دوسرے کو قتل کردیا تو دینے والے پر ضمان نہیں ہے۔[6] (عالمگیری ص ۳۲ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۴ ج ۳، مبسوط ص ۸۵ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۶۹ کسی آزاد بچے کو ایسے غلام بچے نے جو مجبور تھا حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کردے اور اس نے قتل کردیا تو قاتل بچہ ضامن ہوگا اور حکم دینے والے غلام بچے سے اس کا تاوان اس کے آزاد ہونے کے بعد بھی واپس نہیں لے سکے گا۔[7] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۵ ج ۳)

مسئلہ ۳۷۰ اور اگر بالغہ باندی نے نابالغ کو دعوت زنا دی اور اس نے زنا کرکے اس کی بکارت زائل کردی تو بچہ پر اس کا مہر لازم ہے۔[8] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۶ ج ۳)

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود...إلخ، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۲۰.

2 ......یعنی جیسا کہ عام طور پر مارا جاتا ہے۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود...إلخ، فصل فی الفعلین، ج ۱۰، ص ۲۲۰.

4 ......یعنی ادب سکھانے کے لیے۔

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود...إلخ، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۲۰.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة...إلخ، ج ۶، ص ۳۲.

7 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیة، ج ۲، ص ۳۹۲.

8 ......المرجع السابق.

دیوار وغیرہ گرنے سے حادثات کا بیان

مسئلہ ۳۷۱: یہ جاننا ضروری ہے کہ ایسی دیوار جو سلامی میں ہو یعنی ٹیڑھی ہو، اگر بناتے وقت اس کے بنانے والے نے ٹیڑھی بنائی پھر وہ کسی انسان پر گر گئی اور وہ مر گیا یا کسی کے مال پر گر پڑی اور وہ مال تلف ہو گیا تو دیوار کے مالک کو ضمان دینا ہوگا خواہ اس دیوار کو گرانے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، اور اگر اس دیوار کو سیدھا بنایا تھا مگر بعد میں ٹیڑھی ہو گئی مرور زمانہ کی وجہ سے [1]، پھر کسی انسان پر گر پڑی یا مال پر گر پڑی اور اس کو تلف کر گئی تو کیا دیوار کے مالک پر ضمان ہے؟ ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک اگر مطالبۂ نقض سے پہلے [2] گری ہے تو اس کا ضمان نہیں ہے، اور مطالبۂ نقض سے اتنے بعد گری ہے جس میں اس کا گرانا ممکن تھا، مگر اس نے اس کو نہیں گرایا تو قیاس چاہتا ہے کہ ضمان نہ ہو۔ مگر استحساناً ضامن ہوگا۔ ھکذا فی الذخیرۃ۔

پھر جو جان تلف ہوئی اس کی دیت صاحب دیوار کے عاقلہ پر ہے۔ اور جو مال تلف ہوا اس کا ضمان دیوار کے مالک پر ہے۔ [3] (عالمگیری ص ۳۶ ج ۶، مبسوط ص ۹ ج ۲۷، تبیین الحقائق ص ۱۴۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۶ ج ۵، مجمع الانہر ص ۶۵۷ ج ۲، فتح القدیر و عنایہ ص ۳۴۱ ج ۸، بحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۷۲: تقدّم کی تفسیر یہ ہے کہ صاحب حق دیوار کے مالک سے کہے کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا کہے کہ سلامی میں ہے یعنی ٹیڑھی ہے، تو اس کو گرادے تا کہ کسی پر گر نہ پڑے اور اس کو تلف نہ کر دے اور اگر یہ کہا کہ تجھ کو چاہیے کہ تو اس کو گرا دے، تو یہ مشورہ ہوگا مطالبہ نہ ہوگا۔ بحوالہ قاضی خان۔ تقدم میں مطالبہ شرط ہے اِشہاد شرط نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے گرانے کا مطالبہ کیا بغیر اِشہاد کے اور مالک دیوار نے امکان کے باوجود دیوار نہیں گرائی یہاں تک کہ وہ خود گر گئی اور اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی اور وہ تلف کا اقرار کرتا ہے تو ضمان دے گا۔ گواہ بنانے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مالکِ دیوار انکارِ طلب کرے تو گواہوں کے ذریعے سے طلب کو ثابت کیا جا سکے۔ [4] (عالمگیری از کافی ص ۳۶ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۵۶ ج ۲، بحر الرائق ص ۳۸۴ ج ۸، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۳۵۴ ج ۳، مبسوط ص ۹ ج ۲۷، شامی ص ۵۲۶ ج ۵، تبیین ص ۱۴۷ ج ۶)

مسئلہ ۳۷۳: دیوار کے متعلق دیوار گرانے کا مطالبہ کرنا دیوار کے مالک سے یہی ملبہ ہٹانے کا مطالبہ ہے یہاں تک کہ اگر تقدم کے بعد دیوار گر پڑے اور اس کے ملبے سے ٹکرا کر کوئی مر جائے تو دیوار کے مالک پر اس کی دیت لازم ہوگی۔ [5] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۳۶ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۷ ج ۶، عنایہ فتح القدیر ص ۳۴۱ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۲۸ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۸، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳)

---

1 ...... یعنی طویل وقت گزرنے کی وجہ سے۔

2 ...... یعنی گرانے کا مطالبہ کرنے سے پہلے۔

3 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج ۶، ص ۳۶.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۳۷۴ مکان کی زیریں منزل[1] ایک شخص کی ہے اور بالائی دوسرے کی اور پورا مکان گراؤ ہے اور دونوں سے گرانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ پھر بالائی حصہ گرا اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو اس کا ضمان بالائی حصہ کے مالک پر ہے۔[2] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۷ ج ۳)

مسئلہ ۳۷۵ مالکِ دیوار سے گراؤ دیوار[3] کے اِنہدام کا مطالبہ[4] کیا گیا اس نے نہیں گرائی اور مکان بیچ دیا تو مشتری ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں اگر خریدنے کے بعد اس سے مطالبۂ نقض کرلیا گیا تھا اور اس پر گواہ بنالیے گئے تھے تو یہ ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۳۷ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۵ ج ۸، ہدایہ فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۷۶ لقیط (لاوارث، ملا ہوا بچہ) کی گراؤ دیوار کے اِنہدام کا مطالبہ کیا گیا تھا اور اس نے نہیں گرائی تھی پھر وہ دیوار گری جس سے کوئی آدمی مرگیا تو اس کی دیت بیت المال دے گا۔ اسی طرح وہ کافر جو مسلمان ہوگیا تھا۔ اس نے کسی سے عقد موالاۃ نہیں کیا تھا۔ اس کی دیوار کے گرنے سے ہلاک ہونے والے کی دیت بھی بیت المال ہی دے گا۔[6] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۶ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۷۷ کسی کی گراؤ دیوار مطالبۂ انہدام سے پہلے گر پڑی پھر اس سے راستہ پر سے ملبہ ہٹانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس نے نہ اٹھایا یہاں تک کہ اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی یا جانور ہلاک ہوگیا تو یہ ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۷ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۷۸ مطالبۂ نقض کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ یہ اس سے کیا جائے جس کو گرانے کا حق حاصل ہے یہاں تک اگر کرایہ دار یا عاریت کے طور پر اس میں رہنے والے سے مطالبہ کیا اور اس نے دیوار کو نہیں گرایا، حتّٰی کہ وہ دیوار کسی انسان پر گر پڑی تو اس صورت میں کسی پر ضمان نہیں ہے۔[8] (ہندیہ از ذخیرہ ص ۳۷ ج ۶ بحرالرائق ص ۳۵۳ ج ۸، درمختار ص ۵۲۷ ج ۵، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

---

1 ...... نچلی منزل۔

2 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی جنایة الحائط، ج۲، ص۴۰۶.

3 ...... جھکی ہوئی دیوار، گرنے والی دیوار۔ 4 ...... گرانے کا مطالبہ۔

5 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط... إلخ، ج۶، ص۳۷.

6 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی جنایة الحائط، ج۲، ص۴۰۵.

7 ...... المرجع السابق، ص۴۰۶.

8 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط... إلخ، ج۶، ص۳۷.
و"تبیین الحقائق" کتاب الدّیات، باب مایحدثه الرجل فی الطریق، ج۷، ص۳۰۸.

مسئلہ ۳۷۹ دیوار گرنے کے وقت تک اس شخص کا مالک رہنا بھی شرط ہے جس پر مطالبہ کے وقت گواہ بنائے گئے تھے۔ یہاں تک کہ اگر اس کی ملک سے وہ دیوار بیع کے ذریعہ خارج ہوگئی اور دوسرے کی ملک میں آنے کے بعد گر پڑی تو اس پر کچھ نہیں ہے۔[1] (تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ٦، عالمگیری ص ۳۷ ج ٦، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، درمختار ص ۵۲۷ ج ۵، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۸۰ دیوار کے گراؤ ہونے سے قبل اشہاد صحیح نہیں ہے، چونکہ تعدی معدوم ہے۔[2] (عالمگیری از خزانة المفتین ص ۳۷ ج ٦، درمختار و شامی ص ۵۲۹ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ٦)

مسئلہ ۳۸۱ اگر گراؤ دیوار کے مالک سے اس کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا۔ درآں حالیکہ وہ عاقل بالغ مسلمان تھا اور اس مطالبہ نقض پر گواہ بھی بنا لیے گئے۔ پھر اس مالک دیوار کو طویل المیعاد شدید قسم کا جنون ہو گیا۔ یامعاذ اللّٰہ وہ مرتد ہو گیا اور دارالحرب میں چلا گیا اور قاضی نے اس کے دارالحرب میں چلے جانے کی تصدیق کر دی اور پھر وہ مسلمان ہو کر واپس آ گیا اور وہ گھر جس کی دیوار گراؤ تھی اس کو واپس مل گیا اس کے بعد وہ گراؤ دیوار کسی انسان پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا تو اس کا خون ہدر ہے یعنی اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔ اسی طرح جنون سے صحت کے بعد کی صورت کا حکم ہے۔ ہاں اگر مرتد کے مسلمان ہونے یا مجنون کے افاقہ کے بعد ان پر اشہاد کر لیا ہے تو یہ ضامن ہوں گے۔[3] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴٦۴ ج ۳، عالمگیری ص ۳۷ ج ٦، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۸۲ اسی طرح اگر گھر کو بیچ دیا، بعد اس کے کہ اس سے گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا جا چکا تھا اور اس پر گواہ بھی قائم کر لیے گئے تھے۔ پھر وہ مکان کسی عیب کی وجہ سے قضائے قاضی یا بلا قضائے قاضی سے اس کی ملک میں لوٹ آیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے جو مشتری[4] کو تھا پھر وہ دیوار گر پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی[5] تو مالک دیوار پر ضمان نہیں ہے۔ ہاں اگر رد کے بعد دوبارہ اس سے دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر گواہ بھی پیش کئے گئے تو ضامن ہوگا۔ یا بائع کو اختیار تھا اور اس نے بیع کو فسخ کر دیا اور اس کے بعد دیوار گر پڑی اور اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو بائع ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری از ظہیریہ ص ۳۷ ج ٦، خانیہ علی الہندیہ ص ۴٦۴ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، شامی ص ۵۲۸ ج ۵)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٣٧.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......خریدار۔

5 ......ضائع ہوگئی۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٣٧.

مسئلہ ۳۸۳ اگر بائع نے اپنا خیار ساقط کردیا اور بیع کو واجب کردیا تو اشہاد باطل ہوجائے گا۔ چونکہ اس نے دیوار کو اپنی ملک سے نکال دیا۔[1] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۵۵ ج ۸، عالمگیری ص ۳۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۷، ج ۵)

مسئلہ ۳۸۴ کسی دیوار کا بعض حصہ گراؤ اور بعض صحیح تھا۔ صحیح حصہ گر پڑا جس سے کوئی مر گیا اور گراؤ حصہ نہیں گرا خواہ اس پر اشہاد کرلیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔ یہ خون رائیگاں جائے گا۔[2] (بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۸۵ مطالبۂ نقض کے بعد اگر کسی شخص پر دیوار گر پڑے اور وہ مرجائے یا دیوار گرنے کے بعد اس کے ملبے سے ٹکرا کر کوئی گر پڑے اور مر جائے تو اس کی دیت مالک دیوار کے عاقلہ پر ہے اور اگر اس میت سے ٹکرا کر کوئی گرے اور مرجائے تو اس کی دیت نہ مالک دیوار پر ہے نہ اس کے عاقلہ پر ہے۔ اگر کسی نے راستے کی طرف چھجہ[3] نکالا اور وہ راستے میں گر پڑا۔ اس کے گرنے سے کوئی مر گیا یا اس کے ملبہ سے ٹکرا کر مر گیا یا اس مردے کی لاش سے ٹکرا کر کوئی گر پڑا اور مر گیا تو ہر صورت میں چھجہ کے مالک پر دیت واجب ہوگی۔[4] (عالمگیری ص ۳۶ ج ۶، عنایہ علی الہدایہ و فتح القدیر ص ۳۴۳ ج ۸، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۸۶ مطالبہ ثابت کرنے کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی چاہیے۔ اگر ایسے گواہ بنائے گئے جن میں شہادت کی اہلیت نہیں، مثلاً دو غلام یا دو کافر یا دو بچے۔ اس کے بعد یہ دیوار گر گئی اور کوئی آدمی دب کر مر گیا اور جب شہادت کا وقت آیا تو یہ کافر مسلمان، یا غلام آزاد، یا بچے بالغ ہو چکے ہیں۔ ان کی شہادت قبول ہوگی اور دیوار کا مالک ضامن ہوگا۔ خواہ ان کی گواہی کی اہلیت دیوار گرنے سے پہلے پائی گئی ہو یا دیوار گرنے کے بعد۔[5] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، عالمگیری ص ۳۶ ج ۶، مبسوط ص ۱۲ ج ۲۷، درمختار و شامی ص ۵۲۹ ج ۵)

مسئلہ ۳۸۷ اور اگر اس گھر کے مشتری سے جس کی دیوار گراؤ تھی، دیوار گرانے کا مطالبہ کیا اور اس کو تین دن کا خیار تھا پھر اس نے اس گھر کو خیار کی وجہ سے بائع کو لوٹا دیا تو اشہاد باطل ہو گیا اور اگر اس نے بیع کو واجب کرلیا تو اشہاد صحیح ہے باطل

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٣٧.

2 ...... تكملة "البحر الرائق"، كتاب الدّيات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج٩، ص١٢٣.

3 ...... چھت سے آگے بڑھایا ہوا وہ حصہ جو بارش سے حفاظت یا دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔

4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٣٦.

5 ...... المرجع السابق، ص٣٦، ٣٧.

نہیں ہوا، اور اگر اس حالت میں بائع پر اشہاد کیا تو بائع ضامن نہیں ہوگا اور اگر بائع کو خیار تھا اور اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا اور اس نے بیع کو فسخ کر دیا تو اشہاد صحیح ہے۔ اور اگر بیع کو لازم کر دیا تو اشہاد باطل ہے اور اگر اس حالت میں مشتری سے مطالبہ کیا گیا تو مطالبہ صحیح نہیں ہے۔[1] (عالمگیری از مبسوط ص ۳۷، ج ۶)

مسئلہ ۳۸۸ ضمان کے لیے یہ شرط ہے کہ مالکِ دیوار کو اشہاد کے بعد اتنا وقت مل جائے کہ وہ اسکو گرا سکے۔ ورنہ اگر مطالبۂ انہدام کے فوراً بعد دیوار گر پڑے اور مالک کو اتنا وقت نہ ملے جس میں گرانا ممکن تھا اور اس سے کوئی چیز تلف ہو جائے تو ضمان واجب نہیں ہوگا۔[2] (تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، عالمگیری ص ۳۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۷ ج ۵، فتح القدیر ص ۳۴۱ ج ۸، مبسوط ص ۹ ج ۲۷)

مسئلہ ۳۸۹ تقدّم اور طلب کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ یہ صاحب حق کی طرف سے ہو اور عام راستہ میں عوام کا حق ہے۔ لہٰذا کسی ایک کا تقدم اور مطالبہ صحیح ہے۔[3] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۳۷ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، خانیہ علی الھندیہ ص ۴۶۶ ج ۳)

مسئلہ ۳۹۰ گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ کرنے میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر ہیں۔ اگر دیوار عام راستے کی طرف جھک گئی ہو تو ہر گزرنے والے کو تقدم کا حق ہے۔ مسلمان ہو یا ذمی۔ بشرطیکہ آزاد، عاقل، بالغ ہو۔ یا اگر بچہ ہو تو اس کے ولی نے اس کو اس مطالبے کی اجازت دی ہو۔ اسی طرح اگر غلام ہو تو اس کے مولیٰ نے اس کو مطالبے کی اجازت دی ہو۔[4] (عالمگیری از کفایہ ص ۳۷ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۵۴، ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۲۷، ج ۵، مبسوط ص ۹، ج ۲۷، عنایہ علی الھدایہ ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۱ خاص گلی میں اس گلی والوں کو مطالبہ کا حق ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا مطالبہ کرنا بھی کافی ہے اور جس گھر کی طرف دیوار گراؤ ہے تو اس گھر کے مالک کا یا اس میں رہنے والے کا مطالبہ کرنا شرط ہے۔[5] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۳۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۵۵ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۲ کسی کے گھر کی طرف کسی شخص کی دیوار جھک گئی اس گھر والے نے اس سے دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا اس نے قاضی سے دو تین دن یا اس کے مثل مہلت مانگی۔ قاضی نے مہلت دے دی پھر وہ دیوار گر پڑی اور اس سے کوئی چیز

---

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٣٧.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق.

تلف ہوگئی تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہے۔[1] (عالمگیری از محیط ص ۳۷ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۳ اور اگر گھر کے مالک نے دیوار والے کو مہلت دے دی تھی یا مطالبہ سے اس کو بری کر دیا تھا یا یہ مہلت و برأت گھر کے رہنے والوں کی طرف سے تھی اور دیوار گر پڑی جس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو دیوار کے مالک پر ضمان نہیں۔[2] (عالمگیری از کافی ص ۳۷، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۲۸، ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۴ اور اگر مہلت کی مدت گزرنے کے بعد دیوار گری تو اس سے جو نقصان ہوا اس کا ضمان دیوار والے پر واجب ہے۔[3] (عالمگیری از محیط ص ۳۷، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۵ اگر راستے کی طرف دیوار گراؤ تھی اور اس سے انہدام کا مطالبہ ہو چکا تھا مگر قاضی نے اس کو مہلت دے دی تو یہ باطل ہے۔[4] (عالمگیری از خزانة المفتین ص ۳۷، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۸، ج ۵، مجمع الانہر ص ۶۵۹، ج ۲، فتح القدیر ص ۳۴۲، ج ۸)

مسئلہ ۳۹۶ اور اگر قاضی نے تو اس کو مہلت نہیں دی، مگر مطالبہ کرنے والے نے مہلت دے دی تو یہ صحیح نہیں ہے۔ نہ اس کے اپنے حق میں نہ کسی دوسرے کے حق میں۔[5] (عالمگیری از محیط ص ۳۷ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، درمختار ص ۵۲۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۵۹ ج ۲)

مسئلہ ۳۹۷ اگر دیوار رہن تھی اور گرانے کا مطالبہ مرتہن سے کیا گیا تو نہ راہن ضامن ہوگا نہ مرتہن۔ اور اگر مطالبہ راہن سے کیا گیا ہے تو راہن ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری از شرح مبسوط ص ۳۷ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۴ جلد ۳، مبسوط ص ۱۰ ج ۲۷، درمختار و شامی ص ۵۲۶ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۵۳ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۸ اور اگر گھر کسی نابالغ کا ہو تو اس کے ماں باپ یا وصی سے گرانے کا مطالبہ کرنا اور اس پر گواہ بنانا صحیح ہے۔ اگر مطالبہ کے بعد دیوار گر پڑی جس سے کسی کی کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان نابالغ پر واجب ہوگا۔[7] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، عالمگیری ص ۳۷ ج ۸، عنایہ علی الہدایہ ص ۳۴۳ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۲۶ ج ۵، مبسوط ص ۱۰ ج ۲۷، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸، بحرالرائق ص ۳۵۳ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۷ ج ۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٣٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۹۹ اگر اشہاد کے بعد نابالغ بچہ کے قبلِ بلوغ باپ یا وصی مرجائے تو اشہاد باطل ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ اگر ان کی موت کے بعد دیوار گر پڑے جس سے کوئی چیز تلف ہوجائے تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔ چوں کہ موت نے ان کی ولایت کو منقطع کردیا۔[1] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۵ ج ۳، عالمگیری ص ۳۷ ج ۶، شامی ص ۵۲۶ ج ۵)

مسئلہ ۴۰۰ اور اگر نابالغ کے بالغ ہونے تک دیوار نہیں گری اس کے بالغ ہونے کے بعد گری جس سے کوئی آدمی مرگیا تو اس کا خون رائیگاں گیا۔ (عالمگیری از محیط ص ۳۸ ج ۶، شامی ص ۵۲۶ ج ۵) اور اگر نابالغ کے بلوغ کے بعد اس سے نئے سرے سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اس کے بعد دیوار گر پڑی جس سے کوئی آدمی مرگیا تو اس کی دیت مالک دیوار کے عاقلہ پر ہوگی۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۳۸ جلد ۶)

مسئلہ ۴۰۱ مسجد کی دیوار اگر گراؤ ہوجائے تو اس کے انہدام کا مطالبہ اس کے بنانے والے سے کرنا چاہیے۔[3] (عالمگیری از خزانۃ المفتین ص ۳۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۹ ج ۵)

مسئلہ ۴۰۲ کسی نے مساکین پر گھر وقف کیا جس کی دیوار گراؤ تھی اور اس کا قبضہ ایک شخص کو دے دیا۔ جو اس کی آمدنی مساکین پر خرچ کرتا تھا اس وکیل سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر اشہاد کیا گیا اور وہ دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا تو اس کی دیت واقف کے عاقلہ پر ہے اور اگر مساکین سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا تو کسی پر کچھ نہیں۔[4] (عالمگیری از محیط بحوالہ منتقٰی ص ۳۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۹ ج ۵)

مسئلہ ۴۰۳ گراؤ دیوار کا مالک تاجر غلام تھا اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا وہ دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا تو اس کی دیت غلام تاجر کے مولا کے عاقلہ پر واجب ہوگی۔ غلام مقروض ہو یا نہ ہو، اور اگر دیوار گرنے سے کسی کا مال تلف ہوگیا تو اس مال کا ضمان غلام پر واجب ہے اس میں اس کو بیچا جائے گا اور اگر اس کے مولا سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا تب بھی صحیح ہے۔[5] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۶ ج ۳، عالمگیری ص ۳۸ ج ۶، درمختار ص ۵۲۹ ج ۵، مبسوط ص ۱۰ ج ۲۷، تبیین ص ۱۴۷ ج ۶، فتح القدیر ص ۳۴۳ ج ۸)

مسئلہ ۴۰۴ اگر کسی مکان کی گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ اس شخص سے کیا جس کے قبضہ میں وہ گھر ہے جس کی دیوار گراؤ تھی اور اس نے مطالبے کے باوجود دیوار نہیں گرائی یہاں تک کہ وہ خود کسی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا اور اس کے عاقلہ

---

1 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج ۶، ص ۳۸.

2 ...... المرجع السابق، ص ۳۷، ۳۸.

3 ...... المرجع السابق، ص ۳۸.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق.

کہتے ہیں کہ، یہ گھر جس کی دیوار گری ہے اس کا ہے ہی نہیں۔ یا عاقلہ کہتے ہیں کہ ہم کو نہیں معلوم کہ یہ گھر اس کا ہے یا کسی اور کا ہے تو مرنے والے کی دیت اس کے عاقلہ پر نہیں ہوگی۔ ہاں اگر اس پر گواہ پیش کر دیئے جائیں کہ یہ گھر اسی کا ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اس لیے کہ اگر چہ مکان پر قابض ہونا بظاہر مالک ہونے کی دلیل ہے مگر یہ عاقلہ پر وجوب مال کے لیے حجت نہیں ہوسکتی۔ عاقلہ پر مال واجب ہونے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اول اس بات کا ثبوت کہ یہ گھر اسی کا ہے۔ دوم یہ کہ دیوار گرانے کا مطالبہ کرنے کے وقت اس پر گواہ بھی بنالے۔ تیسرے یہ کہ مقتول پر یہ دیوار گری تھی جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔[1] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۵ ج ۳، مبسوط ص ۱۱ ج ۲۷)

مسئلہ ۴۰۵ اگر قبضہ کرنے والا اقرار کرے کہ یہ گھر اسی کا ہے تو عاقلہ پر دیت کے لزوم کے لئے اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور ان پر ضمان نہیں ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص اس مکان میں جس میں وہ رہتا ہے۔ چھجہ[2] نکالے اور وہ چھجہ کسی آدمی پر گر پڑے جس سے وہ آدمی مرجائے اور اس کے عاقلہ کہیں کہ یہ اس گھر کا مالک نہیں ہے۔ اس نے چھجہ گھر کے مالک کے کہنے سے نکالا تھا اور قبضہ والا اس بات کا اقرار کرے کہ وہ اس گھر کا مالک ہے تو یہ اپنے مال سے دیت دے گا۔ اسی طرح یہاں بھی اس پر دیت واجب ہوگی۔[3] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۵ جلد ۳، عالمگیری ص ۳۹ ج ۶، مبسوط ص ۱۱ ج ۲۷)

مسئلہ ۴۰۶ کسی کی دیوار گراؤ تھی، اس سے انہدام کا مطالبہ کیا گیا مگر اس نے دیوار نہیں گرائی پھر وہ دیوار خود بخود پڑوس کی دیوار پر گر پڑی جس سے پڑوسی کی دیوار بھی گر پڑی تو اس پر پڑوسی کی دیوار کا ضمان واجب ہے اور پڑوسی کو اختیار ہے کہ چاہے تو وہ اپنی دیوار کی قیمت اس سے بطور ضمان وصول کرے اور ملبہ ضامن کو دے دے اور چاہے تو ملبہ اپنے پاس رکھے اور نقصان پڑوسی سے وصول کرے اور اگر وہ ضامن سے یہ مطالبہ کرے کہ اس کی دیوار جیسی تھی ویسی ہی نئی بنا کر دے، تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اور اگر پہلی گری ہوئی دیوار سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان پہلی دیوار کے مالک کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر دوسری دیوار کے ملبہ سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔ اگر دوسری دیوار کا مالک بھی وہی ہے جو پہلی دیوار کا مالک ہے تو دوسری دیوار سے مرنے والے کا ضامن بھی وہی ہوگا۔[4] (عالمگیری از محیط ص ۳۹ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۵۵ جلد ۸)

---

1 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی جنایة الحائط، ج ۲، ص ۴۰۵.

2 ...... چھت سے آگے بڑھایا ہوا وہ حصہ جو بارش سے حفاظت یا دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔

3 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی جنایة الحائط، ج ۲، ص ۴۰۵.

4 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط... إلخ، ج ۶، ص ۳۹.

مسئلہ ۴۰۷ اگر پہلی دیوار کے مالک نے چھجہ نکالا اور وہ دوسری دیوار پر گرا جس سے دوسری دیوار گرگئی اور اس سے ٹکرا کر کوئی شخص گرا اور کچلا گیا تو اس کا ضمان پہلی دیوار کے مالک پر ہے اور اگر دوسری دیوار بھی اس کی ملک ہے تب بھی اس پر ضمان واجب ہے۔[1] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۷ ج ۳، عالمگیری ص ۳۹ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۹ ج ۵)

مسئلہ ۴۰۸ اگر دیوار گرانے کا مطالبہ بعض ورثا سے کیا تو حکم یہ ہے کہ جس وارث سے مطالبہ ہوا ہے۔ وہ بقدر اپنے حصہ کے ضامن ہوگا۔[2] (مبسوط ص ۱۰ ج ۲۷، عالمگیری ص ۳۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۷ ج ۵، عنایہ ص ۳۴۳ ج ۸)

مسئلہ ۴۰۹ کسی گراؤ دیوار کے پانچ مالک تھے۔ ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ ہوا تھا اور وہ دیوار کسی آدمی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا تو جس سے مطالبہ ہوا تھا وہ دیت کے پانچویں حصے کا ضامن ہوگا۔ اور یہ پانچواں حصہ بھی اس کے عاقلہ سے لیا جائے گا اسی طرح کسی گھر میں اگر تین آدمی شریک ہیں ان میں سے ایک نے اس گھر میں اپنے دوسرے دونوں شریکوں کی اجازت کے بغیر کنواں کھودا، یا دیوار بنائی اور اس سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو اس کے عاقلہ پر دو تہائی دیت واجب ہوگی۔[3] (عالمگیری ص ۳۸ ج ۶، فتح القدیر و عنایہ ص ۳۴۴ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۲۸ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۵۵ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۴۴۸ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۵۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۰ اور اگر کنواں یا دیوار اپنے شریکوں کے مشورے سے بنائی گئی تھی تو یہ جنایت متصور نہیں ہوگی۔[4] (عالمگیری از سراج الوہاج ص ۳۸ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۱ کسی شخص نے صرف ایک بیٹا اور ایک مکان چھوڑا اور اس پر اتنا قرض تھا جو مکان کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ تھا اور اس مکان کی دیوار راستہ کی طرف گراؤ تھی۔ اس کے انہدام کا مطالبہ اس کے بیٹے سے کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اس کا مالک نہیں ہے، اور اگر اس کی طرف تقدم کے بعد[5] دیوار گر پڑے تو باپ کے عاقلہ پر دیت ہوگی۔ بیٹے کے عاقلہ پر دیت واجب نہیں ہوگی۔[6] (عالمگیری از محیط ص ۳۸ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۵۶ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۲۷ جلد ۵)

مسئلہ ۴۱۲ غلام مکاتب گراؤ دیوار کا مالک تھا، اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر گواہ بھی بنا لیے گئے تو اگر غلام کے لیے دیوار کے انہدام[7] کے امکان سے پہلے ہی دیوار گر پڑی تو غلام ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر تمکن کے بعد[8]

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٣٩.

2 ......المرجع السابق، ص٣٨.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......گرانے کا مطالبہ کرنے کے بعد۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٣٨.

7 ......گرنے۔

8 ......یعنی دیوار گرانا ممکن تھا اس کے بعد۔

گری ہے تو ضامن ہوگا۔ اور یہ استحساناً ہے اور قتیل [1] کے ولی کے لیے اپنی قیمت اور قتیل کی دیت سے کم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر دیوار اس کے آزاد ہونے کے بعد گری ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر وہ غلام مکاتب زرکتابت ادا نہ کرسکا اور پھر غلامی میں لوٹ آیا، پھر دیوار گری تو دیت نہ اس پر واجب ہے نہ اس کے مولا پر۔ اور اسی طرح اگر دیوار بیچ دی پھر گر پڑی تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔ اور اگر بیچی نہ تھی کہ گر پڑی اور اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی گر پڑا اور مرگیا تو یہ غلام ضامن ہوگا۔ اور اگر زرکتابت ادا کرنے سے عاجز رہا اور غلامی میں لوٹ آیا تو مولا کو اختیار ہے چاہے غلام اس کو دے دے چاہے فدیہ دے دے۔ اور اگر کوئی آدمی اس قتیل سے ٹکرا کر گر پڑا اور مرگیا تو صاحب دیوار پر ضمان نہیں ہے۔ [2] (فتاویٰ عالمگیری از شرح زیادات للعتابی ص ۳۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۶ جلد ۵)

مسئلہ ۴۱۳ اور اگر غلام مکاتب نے راستے کی طرف کوئی بیت الخلاء وغیرہ نکالا اور پھر اس کے مولا نے اس کو بیچ دیا یا آزاد ہوگیا۔ پھر وہ دیوار گر پڑی تو اپنی قیمت اور اَرش سے کم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر زرِ کتابت ادا کرنے سے عاجز رہا اور غلامی میں لوٹ آیا تو مولا کو اختیار ہے چاہے غلام کو دے دے اور چاہے اس کا فدیہ دے دے اور اگر کوئی آدمی بیت الخلاء کے ملبہ سے ٹکرا کر ہلاک ہوگیا ہو تو بیت الخلاء کا نکالنے والا غلام ضامن ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اس قتیل سے ٹکرا کر کوئی دوسرا آدمی گرا اور مرگیا تو بھی یہی ضامن ہوگا۔ [3] (عالمگیری از کافی ص ۳۸ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۴ اگر کسی ایسے شخص کی دیوار گراؤ تھی جس کی ماں کسی کی مولاۃ عتاقہ (آزاد کردہ باندی) تھی اور اس کا باپ غلام۔ اس سے کسی نے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا اور اس نے نہیں گرائی۔ یہاں تک کہ اس کا باپ آزاد ہوگیا پھر وہ دیوار گر پڑی جس سے کوئی آدمی مرگیا تو اس کی دیت باپ کے عاقلہ پر ہے اور اگر باپ کے آزاد ہونے سے قبل دیوار گر پڑی تو ماں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔ اسی طرح اگر راستے کی طرف بیت الخلاء نکالا پھر اس کا باپ آزاد ہوگیا پھر بیت الخلاء کسی پر گر پڑا اور وہ مرگیا تو اس کی دیت ماں کے عاقلہ پر ہے چونکہ راستے کی طرف بیت الخلاء نکالنا ہی جنایت ہے اور اس وقت عاقلہ موالی ام تھے۔ [4] (عالمگیری از محیط ص ۳۸ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۴۱۵ کوئی شخص اپنی دیوار پر چڑھا ہوا تھا۔ قطع نظر اس سے کہ دیوار گراؤ تھی یا نہ تھی پھر یہ دیوار گر پڑی جس سے ایک آدمی مرگیا۔ اور دیوار گرنے میں دیوار کے مالک کا کوئی عمل نہ تھا، تو اگر وہ دیوار گراؤ تھی اور اس کے گرانے کا مطالبہ بھی اس سے کیا جاچکا تھا تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اس کے سوا کسی صورت میں ضامن نہیں ہوگا اور اگر وہ خود دیوار پر سے کسی آدمی پر گر پڑا

---

1 ......مقتول۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات،الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ،ج٦،ص٣٨.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

اور دیوار نہیں گری اور وہ آدمی مرگیا تو بھی ضامن ہوگا۔ اور اگر دیوار سے گرنے والا مرگیا تو نیچے والے کو دیکھیں گے، اگر وہ چل رہا تھا تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔[1] (بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸) اور اگر وہ ٹھیرا ہوا تھا راستے میں، یا بیٹھا ہوا تھا یا کھڑا ہوا تھا یا سویا ہوا تھا تو یہ گرنے والے کی دیت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر نیچے والا اپنی ملک میں تھا تو یہ ضامن نہیں ہوگا اور ان حالات میں اوپر سے گرنے والے پر نیچے والے کا ضمان واجب ہوگا۔ اگر نیچے والا مرجائے۔ اور اسی طرح اگر وہ غافل تھا کہ گر پڑا یا سوگیا تھا اور کروٹ بدلی اور گر پڑا تو یہ نیچے والے کے نقصان کا ضامن ہوگا اور اس صورت میں اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔ اور اسی طرح اگر پہاڑ پر سے پھسل پڑا کسی شخص پر جس سے وہ شخص ہلاک ہوگیا تو اس کا ضمان پھسلنے والے پر ہوگا اور اس صورت میں مرنے والے کا اپنی ملک میں ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اسی طرح اگر کنویں میں جو اپنی ملک میں کھودا تھا گر پڑا، اس میں کوئی آدمی تھا، یہ اس پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو اس کی دیت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کنواں راستے میں تھا تو کنویں کا مالک دیت کا ضامن ہوگا۔ ساقط[2] اور مسقوط علیہ[3] دونوں کا نقصان اس پر واجب ہوگا۔[4] (مبسوط ص ۱۲ ج ۲۷، عالمگیری ص ۳۸ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۵ ج ۳)

مسئلہ ۴۱۶ کسی نے دیوار پر مٹکا رکھا، وہ کسی شخص پر گر پڑا جس سے وہ مرگیا تو اس پر اس کا ضمان نہیں ہے۔[5] (عالمگیری از فصول عمادیہ ص ۳۹ ج ۶، عنایہ علی الفتح ص ۳۴۴ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۷ اگر کسی شخص نے دیوار کے اوپر کوئی چیز اس کے طول میں رکھی اور وہ کسی آدمی پر گر پڑی تو اس پر اس کا ضمان نہیں ہے۔ اور اگر عرض میں رکھی کہ اس کا ایک سرا راستے کی طرف نکلا ہوا تھا اور وہ کسی چیز پر نکلی ہوئی طرف سے گری تو رکھنے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر دوسری طرف سے کسی چیز پر گری تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح اگر دیوار گراؤ تھی اور اس پر کسی نے شہتیر رکھا، لمبائی میں اس طرح کہ اس کا کوئی حصہ راستے کی طرف نکلا ہوا نہیں تھا، پھر وہ شہتیر کسی پر گر پڑا اور اس کو قتل کردیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔[6] (عالمگیری ص ۳۹ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۶ ج ۸)

مسئلہ ۴۱۸ گراؤ دیوار جس کے گرانے کا مطالبہ اس کے مالک سے کیا جاچکا تھا اس پر دیوار کے مالک یا کسی اور نے مٹکا رکھا اور دیوار گر پڑی اور مٹکا کسی آدمی کے لگا جس سے وہ مرگیا تو دیوار کے مالک پر ضمان ہے اور اگر مٹکے سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا یا اس کے ملبے سے ٹکرا کر گر پڑا تو اگر مٹکا کسی اور کا تھا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[7] (بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

---

1 ......تکملة"البحرالرائق"، کتاب الدیات، باب مایحدث الرجل فی الطریق، ج۹، ص۱۲۳، ۱۲٤.

2 ......یعنی گرنے والا۔ 3 ......یعنی جس پر گرا۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط ... إلخ، ج ٦، ص۳۸.

5 ......المرجع السابق، ص۳۹. 6 ......المرجع السابق.

7 ......تکملة"البحرالرائق"، کتاب الدیات، باب مایحدث الرجل فی الطریق، ج۹، ص۱۲٥.

اور اگر مٹکا دیوار کے مالک کا تھا تو وہ ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری از کافی ص ۳۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۹: گراؤ دیوار جس کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا مگر دیوار کے مالک نے اس کو نہیں گرایا۔ پھر ہوا سے گر پڑی تو دیوار کا مالک نقصان کا ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۳۹ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۵۵ ج ۸)

مسئلہ ۴۲۰: دو گراؤ دیواریں تھیں جن کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا ان میں سے ایک دوسری پر گر پڑی جس سے وہ بھی ڈھے گئی[3] تو پہلی یا دوسری دیوار کے گرنے سے جو اتلاف ہوا[4] یا پہلی کے ملبے سے جو اتلاف ہوا اس کا ضامن پہلی دیوار کا مالک ہوگا اور دوسری کے گرنے سے اور اس کے ملبے سے جو اتلاف ہوا اس کا ضمان کسی پر نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری از کافی ص ۳۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۲۱: ایسا چھجہ جو کسی شخص نے نکالا تھا وہ چھجہ کسی ایسی گراؤ دیوار پر گر پڑا جس کے گرانے کا مطالبہ اس کے مالک سے کیا جاچکا تھا اور وہ دیوار کسی شخص پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا یا اس دیوار کے زمین پر گرنے کے بعد کوئی شخص اس سے ٹکرا کر گر پڑا تو ان سب صورتوں میں چھجہ نکالنے والے پر ضمان واجب ہے۔[6] (عالمگیری از محیط ص ۳۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۲۲: کسی کی دیوار کا کچھ حصہ راستے کی طرف اور کچھ حصہ لوگوں کے مکان کی طرف جھکا ہوا تھا اور دیوار کے مالک سے دیوار گرانے کا مطالبہ گھر والوں نے کر دیا تھا، مگر دیوار راستہ کی طرف گر پڑی، یا مطالبہ راستہ والوں نے کیا تھا، مگر دیوار گھر والوں پر گر پڑی تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا۔[7] (مبسوط ص ۱۳، ج ۲۷، ہندیہ ص ۳۹، ج ۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۳۶۶ ج ۳، درمختار و شامی ص ۵۲۸، ج ۵)

مسئلہ ۴۲۳: کسی شخص کی لانبی دیوار تھی جس کا بعض حصہ گراؤ تھا اور بعض گراؤ نہیں تھا اور اس سے مطالبہ نقض[8] کیا گیا تھا۔ پھر پوری دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا تو دیوار کا مالک گراؤ حصے کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ اور جو حصہ دیوار کا گراؤ نہیں تھا اس کے حصے کے نقصان کا ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر دیوار چھوٹی تھی تو پوری دیوار کے نقصان کا ضامن ہوگا۔[9] (عالمگیری از ظہیریہ ص ۳۹، ج ۶، بحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۸، مبسوط ص ۱۳ ج ۲۷، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۳۶۶، ج ۳، شامی و درمختار ص ۵۲۹، ج ۵)

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج ۶، ص ۳۹.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی گر گئی۔

4 ......یعنی جو کچھ نقصان ہوا۔

5 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج ۶، ص ۳۹.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی گرانے کا مطالبہ۔

9 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج ۶، ص ۳۹.

مسئلہ ۴۲۴ کسی شخص کی دیوار گراؤ تھی، قاضی نے اس کو گرانے کے مطالبے میں پکڑا کسی دوسرے نے اس کی ضمانت دی کہ اس کے حکم سے یہ دیوار گرادے گا تو یہ ضمانت جائز ہے۔ اور جس نے یہ ضمانت دی ہے اس کو حق ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر گرادے۔[1] (عالمگیری بحوالہ منتقی از محیط، ص ۳۹ ج ۶، مبسوط ص ۱۳ ج ۲۷)

مسئلہ ۴۲۵ کسی کی گراؤ دیوار پر دو گواہ بنائے کہ اس کی دیوار گراؤ ہے پھر وہ دیوار کسی ایک گواہ پر یا اس کے باپ یا اس کے غلام یا اس کے مکاتب پر گر پڑی اور دیوار کے مالک کے خلاف ان دو گواہوں کے سوا اور کوئی گواہ نہیں ہے تو اس صورت میں اس ایک کی گواہی معتبر نہیں ہے جو اس گواہی سے خود یا اس کا متعلق فائدہ اٹھائے۔[2] (مبسوط ص ۱۲ ج ۲۷، عالمگیری ص ۳۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۲۶ لقیط کی دیوار جھکی ہوئی تھی اور اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ وہ دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا تو قتیل کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوا اور اس نے کسی سے موالاۃ نہیں کی ہے تو وہ بھی لقیط کے حکم میں ہے۔[3] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۶ ج ۳، عالمگیری ص ۴۰ ج ۶، مبسوط ص ۱۲ ج ۲۷، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۴۲۷ ایک گراؤ دیوار کے دو مالک تھے ایک اوپری حصے کا، دوسرا نیچے کے حصے کا ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا پھر پوری دیوار گر پڑی تو جس سے مطالبہ کیا گیا تھا۔ وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر والی دیوار گری اور اسی کے مالک سے مطالبہ بھی کیا گیا تھا تو یہ ضامن ہوگا، نیچے والی کا مالک ضامن نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری از محیط سرخسی، ص ۴۰ جلد ۶، مبسوط ص ۱۳ ج ۲۷، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۶ جلد ۳)

مسئلہ ۴۲۸ کسی شخص نے دیوار گرانے کے لیے کچھ مزدور مقرر کئے ان کے دیوار گرانے سے ایک شخص ان ہی میں سے مر گیا یا کوئی غیر شخص مر گیا تو کفارہ وضمان ان ہی پر ہوگا دیوار کے مالک پر کچھ نہیں۔[5] (مبسوط ص ۱۴ ج ۲۷، عالمگیری ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۲۹ کسی کی دیوار اِشہاد سے پہلے[6] گر پڑی پھر اس سے مطالبہ کیا گیا کہ اس کا ملبہ راستے سے اٹھائے مگر اس نے نہیں اٹھایا۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی یا جانور اس کے ساتھ ٹکرا کر گر پڑا اور ہلاک ہو گیا تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۷ ج ۳، عالمگیری ص ۴۱ ج ۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط، ج ٦، ص ٣٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص ٤٠.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......یعنی دیوار گرانے کا مطالبہ کرنے سے پہلے۔

7 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، فصل فی جناية الحائط، ج ٢، ص ٤٠٦.

مسئلہ ۴۳۰ کسی نے اپنی دیوار سے باہر کی طرف بیت الخلاء وغیرہ بنایا اگر وہ بڑا تھا اور اس سے کسی کو نقصان پہنچا تو ضامن ہوگا اور اگر چھوٹا تھا تو ضامن نہیں ہوا۔[1] (عالمگیری از محیط ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۳۱ کسی کی دو دیواریں تھیں ایک گراؤ ایک صحیح، گراؤ کے انہدام کا مطالبہ کیا گیا تھا وہ نہ گری لیکن صحیح گر گئی جس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔[2] (درمختار ص ۵۲۹ ج ۵، خانیہ علی الھندیہ ص ۴۶۶ ج ۳۔ بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۴۳۲ کسی شخص کی ایسی جھکی ہوئی دیوار گرانے کا اس سے مطالبہ کیا گیا جس میں راستہ کی طرف چھجہ نکلا ہوا تھا اور اس کو اس نے نکالا تھا جس نے یہ گھر بیچا تھا پھر وہ دیوار اور چھجہ گر پڑے اور صورت یہ ہوئی کہ دیوار کے گرنے کی وجہ سے چھجہ گرا تو دیوار کے مالک پر نقصان کا ضمان ہے اور اگر فقط چھجہ گرا ہے تو بیچنے والا نقصان کا ضامن ہوگا جس نے راستہ کی طرف اس کو نکالا تھا۔[3] (مبسوط ص ۱۴ ج ۲۷، ہندیہ ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۳۳ ایک شخص ایک مکان کے زیریں حصہ کا[4] مالک تھا اور اس کے بالائی حصہ کا[5] دوسرا شخص مالک تھا اور دونوں حصے گراؤ تھے اور دونوں کے مالکوں سے ان کے گرانے کا مطالبہ بھی کیا جاچکا تھا مگر انھوں نے نہیں گرایا۔ اس کے بعد زیریں حصہ گر پڑا اور اس کے گرنے سے اوپر کا حصہ بھی کسی پر گر پڑا جس سے وہ مرگیا تو اس مقتول کی دیت زیریں حصے کے مالک کے عاقلہ پر ہے اور جو شخص نیچے کے ملبے سے ٹکرا کر گرے اس کا ضمان بھی اور اگر بالائی حصے کے گرے ہوئے ملبے سے ٹکرا کر کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[6] (عالمگیری از محیط ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۳۴ ایک مکان کا بالائی حصہ ایک شخص کا ہے اور زیریں حصہ دوسرے کا اور کل مکان کمزور ہے۔ بالائی حصہ کسی پر گر پڑا اور وہ مرگیا اور اس مکان کے گرانے کا مطالبہ دونوں سے کیا جاچکا تھا تو بالائی حصہ کا مالک ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خاں علی الھندیہ ص ۴۶۷ ج ۳، عالمگیری ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۳۵ کسی شخص سے اس کی ایسی گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا جس کا راستہ کی طرف گرنے کا خطرہ

---

1. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادى عشر في جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٠.
2. ......"الفتاوى الخانية"، كتاب الجنايات، فصل في جناية الحائط، ج٢، ص٤٠٦.
3. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادى عشر في جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٠.
4. ......یعنی نچلی منزل کا۔
5. ......یعنی اوپر والی منزل کا۔
6. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادى عشر في جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٠.
7. ......المرجع السابق.

نہیں تھا۔لیکن یہ اندیشہ تھا کہ یہ دیوار اسی شخص کی ایسی صحیح دیوار پر گرسکتی ہے،جس کے گرنے کا اندیشہ نہیں ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ اگر گراؤ دیوار صحیح دیوار پر گر پڑی تو صحیح دیوار بھی راستے میں گر پڑے گی۔لیکن وہ گراؤ دیوار جس کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا تھا نہ گری اور صحیح دیوار خود بخود راستے میں گر پڑی جس سے کوئی انسان ہلاک ہوگیا یا اس کے ملبے سے ٹکرا کر کوئی آدمی مرگیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔[1] (عالمگیری ص۴۰ ج۶)

فصل فی الطریق

راستے میں نقصان پہنچنے کا بیان

مسئلہ ۴۳۶: عام راستے کی طرف بیت الخلاء یا پرنالہ یا برج یا شہتیر[2] یا دکان وغیرہ نکالنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے عوام کو کوئی ضرر نہ ہو اور گزرنے والوں میں سے کوئی مانع نہ ہو اور اگر کسی کو کوئی تکلیف ہو یا کوئی معترض ہو تو ناجائز ہے۔[3] (درمختار وشامی ص۵۲۱ ج۵، بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۴۲، ج۶، ہدایہ ص۵۸۵ ج۴، عالمگیری ص۴۰ ج۶)

مسئلہ ۴۳۷: اگر کوئی شخص عام راستے پر مذکورہ بالا تعمیرات اپنے لئے امام کی اجازت کے بغیر کرے تو شروع کرتے وقت ہر عاقل بالغ مسلمان مرد عورت اور ذمی کو اس کے روکنے کا حق ہے۔غلام اور بچوں کو اس کا حق نہیں ہے اور بن جانے کے بعد اس کے انہدام کے مطالبے کا بھی حق ہے۔بشرطیکہ اس مطالبہ کرنے والے نے عام راستے پر اس قسم کی کوئی تعمیر نہ کر رکھی ہو۔ خواہ اس تعمیر سے کسی کو ضرر ہو یا نہ ہو۔[4] (درمختار وشامی ص۵۲۱ ج۵، بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، ہدایہ ص۵۸۵ ج۴، تبیین الحقائق ۱۴۲، ج۶، عالمگیری ص۴۰ ج۶، فتح القدیر ص۳۳۰ ج۸)

مسئلہ ۴۳۸: عام راستہ پر خرید وفروخت کے لیے بیٹھنا جائز ہے جبکہ کسی کے لیے تکلیف دہ نہ ہو اور اگر کسی کو تکلیف دے تو وہ ناجائز ہے۔[5] (بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، درمختار وشامی ص۵۲۱ ج۵ تبیین الحقائق ص۱۴۲، ج۶)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج٦، ص٣٩.

2 ......بڑی کڑی۔

3 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٠.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، باب مایحدثه الرجل...إلخ، ج١٠، ص٢٦٥.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، باب مایحدثه الرجل...إلخ، ج١٠، ص٢٦٥.

وتکملة "البحرالرائق"، کتاب الدّیات، باب مایحدث الرجل فی الطریق، ج٩، ص١١٠.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، باب مایحدثه الرجل...إلخ، ج١٠، ص٢٦٧.

مسئلہ ۴۳۹ اور اگر یہ تعمیرات امام کی اجازت سے کی گئی ہیں تو کسی کو ان پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔لیکن امام کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان تصرفات کی اجازت دے جبکہ لوگوں کو ان سے تکلیف ہو اور اگر اس نے کسی مصلحت کی بناء پر اجازت دے دی تو جائز ہے۔[1] (شامی ص ۵۲۱ ج ۵، عالمگیری ص ۴۱ ج ۶)

مسئلہ ۴۴۰ عام راستے پر اگر یہ تعمیرات پرانی ہیں تو ان کے ہٹوانے کا کسی کو حق نہیں ہے۔اور اگر ان کا حال معلوم نہ ہو تو نئی فرض کر کے امام ان کو ہٹوا دے گا۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۴۰ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۷ ج ۸، شامی ص ۵۲۲ ج ۵)

مسئلہ ۴۴۱ اگر عام راستے پر مسلمانوں کے فائدے کے لیے مسجد وغیرہ کوئی عمارت بنا دی جائے اور اس سے کسی کو کوئی ضرر بھی نہ ہو تو نہیں توڑی جائے گی۔[3] (عالمگیری ص ۴۰ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۶ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۶، ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۱ ج ۵)

مسئلہ ۴۴۲ ایسے خاص راستے پر جو آگے سے بند ہو کسی کو کچھ بنانا جائز نہیں ہے خواہ اس میں لوگوں کا ضرر ہو یا نہ ہو مگر یہ کہ اس گلی کے رہنے والے اجازت دے دیں اور یہ تعمیرات اگر جدید ہیں تو امام کو حق ہے کہ ان کو ڈھا دے اور قدیم ہیں تو یہ حق نہیں ہے اور اگر ان کا حال معلوم نہ ہو تو قدیم مان کر باقی رکھی جائیں گی۔[4] (درمختار و شامی ص ۵۲۲، ج ۵، بحرالرائق ص ۳۴۷ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۳ ج ۶، عالمگیری ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۴۳ اگر کسی نے راستے میں کوڑا ڈالا اور اس سے کوئی پھسل کر گرا اور مر گیا اس پر ضمان نہیں ہے مگر جبکہ کوڑا جمع کر کے اکٹھا کر دیا جس سے ٹکرا کر کوئی گرا اور مر گیا تو کوڑا ڈالنے والا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۴۱ ج ۶، قاضی خاں علی الہندیہ، ص ۴۵۸ ج ۳)

مسئلہ ۴۴۴ کسی شخص نے شارع عام پر[6] کوئی بڑا پتھر رکھا یا اس میں کوئی عمارت بنا دی یا اپنی دیوار سے شہتیر یا پتھر وغیرہ باہر راستے کی طرف نکال دیا یا بیت الخلاء یا چھجہ یا پرنالہ یا سائبان نکالا یا راستہ میں شہتیر رکھا اس سے اگر کسی چیز کو کوئی نقصان پہنچے یا وہ تلف ہو جائے[7] تو یہ اس کا تاوان ادا کرے گا اور اگر اس سے کوئی آدمی مر جائے تو اس کی دیت اس کے عاقلہ

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، باب مایحدثه الرجل...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۶۶.
و"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط...إلخ، ج ٦، ص ٤١.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط...إلخ، ج ٦، ص ٤٠.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق، ص ٤١.

6 ......عام راستے پر۔

7 ......ضائع ہو جائے۔

پر ہوگی۔اور اگر کوئی انسان زخمی ہوا مگر مرا نہیں تو اگر اس زخم کا اَرش موضحہ[1] کے ارش کے برابر ہو تو یہ ارش اس کے عاقلہ پر ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو بنانے والے کے مال سے دیا جائے گا۔اور اس سبب سے اگر کوئی مرگیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے اور اگر مرنے والا اس کا مورث تھا تو یہ اس کا وارث بھی ہوگا جانور اور مال کے نقصان کا ضامن یہ خود ہوگا۔ان سب صورتوں میں ضمان اس پر اس وقت واجب ہوگا جب اس نے امام کی اجازت کے بغیر یہ تصرفات کئے ہوں۔ورنہ یہ ضامن نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص۴۰ ج۶، درمختار و شامی ص۵۲۲ ج۵، بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، فتح القدیر ص۳۳۱ ج۸، مبسوط ص۶، ج۲۷، تبیین الحقائق ص۱۴۳، ج۶)

مسئلہ ۴۴۵ سر بند گلی[3] میں جن رہنے والوں کے دروازے کھلتے ہیں ان کو اس راستے میں کسی قسم کی تعمیر کی اجازت نہیں مگر اس گلی کے سب رہنے والوں کی اجازت سے تعمیر کی جاسکتی ہے۔ہاں اس گلی کے رہنے والے اس قسم کے تصرفات کرسکتے ہیں۔مثلاً جانور باندھنا، لکڑی رکھنا، وضو کرنا، گارا بنانا یا کوئی چیز عارضی طور پر رکھنا وغیرہ، بشرطیکہ گلی والوں کے لیے راستہ چھوڑ دیا گیا ہو اور جو کام نہیں کرسکتے وہ یہ ہیں: مثلاً پرنالہ نکالنا، دوکان بنانا، چھجہ نکالنا، برج بنانا[4]، بیت الخلاء بنانا وغیرہ مگر جب سب گلی والے اجازت دے دیں تو یہ چیزیں بھی بنائی جاسکتی ہیں۔[5] (درمختار و شامی ص۵۲۲ ج ۵، عالمگیری ص۴۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۴۳ ج۶)

مسئلہ ۴۴۶ سر بند گلی میں جو کام جائز تھے، اس کی وجہ سے کسی نقصان کا ضامن نہیں ہوگا اور جو کام ناجائز ہیں اور بغیر اجازت سکان[6] کئے تو ان سے جو نقصان ہوگا وہ سب رہنے والوں پر تقسیم ہوگا اور تصرف کرنے والا اپنے حصہ کے سوا دوسروں کے حصوں کا تاوان ادا کرے گا۔[7] (عالمگیری ص۴۱ ج۶، شامی ص۵۲۲ ج ۵، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۸ ج۳، تبیین الحقائق ص۱۴۵ جلد۶، مبسوط ص۸ ج۲۷)

مسئلہ ۴۴۷ راہن[8] نے دارِ مرہونہ میں[9] مرتہن کی[10] اجازت کے بغیر کچھ تعمیر کی یا کنواں کھودا، یا جانور

---

1 ......سر کا وہ زخم جس میں سر کی ہڈی دکھائی دے۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٠.

3 ......یعنی وہ گلی جو ایک طرف سے بند ہو۔

4 ......یعنی گنبد نما عمارت بنوانا۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٠، ٤٢.

و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، باب مايحدثه الرجل...إلخ، ج١٠، ص٢٦٧.

6 ......یعنی رہنے والوں کی اجازت کے بغیر۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤١.

8 ......گروی رکھنے والا۔

9 ......یعنی گروی رکھے ہوئے گھر میں۔

10 ......جس کے پاس رَہن رکھا اس کی۔

باندھے،تو اس سے جونقصان ہوگا راہن اس کا ضامن نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۴۱ ج ۶)

مسئلہ ۴۴۸ کسی نے مزدوروں کو سائبان یا چھجہ[2] بنانے کے لیے مقرر کیا اگر اثنائے تعمیر میں عمارت کے گرنے سے کوئی ہلاک ہوگیا تو اس کا ضمان مزدوروں پر ہوگا اور ان سے دیت کفارہ اور وراثت سے محرومی لازم ہوگی اور اگر تعمیر سے فراغت کے بعد یہ صورت ہوتو مالک پر ضمان ہوگا۔[3] (عالمگیری از جوہرہ نیرہ ص ۴۱ ج ۶،مبسوط ص ۸ ج ۲۷، سراج الوہاج و بحرالرائق ص ۳۴۸ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۴ ج ۶)

مسئلہ ۴۴۹ ان مزدوروں میں سے کسی کے ہاتھ سے اینٹ، پتھر یا لکڑی گر پڑی جس سے کوئی آدمی مرگیا تو جس کے ہاتھ سے گری ہے اس پر کفارہ اور اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔[4] (عالمگیری ص ۴۱ ج ۶)

مسئلہ ۴۵۰ کسی نے دیوار میں راستے کی طرف پرنالہ لگایا وہ کسی پر گرا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ اگر یہ معلوم ہے کہ دیوار میں گڑا ہوا حصہ لگ کر ہلاک ہوا تو ضمان نہیں ہے اور اگر بیرونی حصہ لگ کر ہلاک ہوا تو ضمان ہے اور اگر دونوں حصے لگ کر ہلاک ہوا تو نصف ضمان ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہوسکے تب بھی نصف ضمان ہے۔[5] (عالمگیری از محیط ص ۴۱ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۳ ج ۶، مبسوط ص ۶ ج ۲۷، بحرالرائق ص ۳۴۷ ج ۸، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۸ ج ۳، درمختار وشامی ص ۵۲۲ ج ۵)

مسئلہ ۴۵۱ کسی نے راستے کی طرف چھجہ نکالا تھا پھر وہ مکان بیچ دیا اس کے بعد چھجہ گرا اور کوئی آدمی ہلاک ہوگیا یا کسی نے راستے میں لکڑی رکھی پھر اس کو بیچ کر مشتری[6] کو قبضہ دے دیا مشتری نے وہیں رہنے دی اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو دونوں صورتوں میں بیچنے والے پر ضمان ہے مشتری پر کچھ نہیں۔[7] (عالمگیری ص ۴۱ ج ۶، مبسوط ص ۸ ج ۲۷، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۰۸ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۴۷ ج ۸، تبیین ص ۱۴۳ ج ۶، شامی ودرمختار ص ۵۲۲ ج ۵)

مسئلہ ۴۵۲ کسی نے راستے میں لکڑی رکھ دی جس سے کوئی ٹکرا گیا تو رکھنے والا ضامن ہے۔ اگر گزرنے والا اس لکڑی پر چڑھا اور گر کر مرگیا تو بھی رکھنے والا ضامن ہوگا بشرطیکہ چڑھنے والے نے اس پر سے پھسلنے کا ارادہ نہ کیا ہو اور

---

1 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ،ج٦،ص ٤١.

2 ......چھت کے اوپر سے آگے بڑھایا ہوا حصہ جو بارش سے حفاظت یا دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔

3 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ،ج٦،ص ٤١.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......خریدار۔

7 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الجنايات،الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ،ج٦،ص ٤١.

لکڑی بڑی ہو لیکن اگر لکڑی اتنی چھوٹی ہے کہ اس پر چڑھا ہی نہیں جاسکتا تو رکھنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص ۴۱ ج ۶، شامی ودرمختار ص ۵۲۵ ج ۵، مبسوط ص ۸ ج ۲۷)

مسئلہ ۴۵۳ کسی نے شارع عام پر اتنا پانی چھڑکا کہ اس سے پھسلن ہوگئی جس سے پھسل کر کوئی آدمی گرا اور مر گیا تو پانی چھڑکنے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔ اور اگر کوئی جانور پھسل کر گرا اور مر گیا یا کسی کا کوئی مالی نقصان ہوگیا تو اس کا تاوان چھڑکنے والے کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پورے راستہ میں پانی چھڑکا ہوا اور گزرنے کے لیے جگہ نہ رہے۔ لیکن اگر بعض حصہ میں چھڑکا ہے اور بعض قابل گزر چھوڑ دیا ہے تو اگر پانی والے حصے سے گزرنے والا اندھا ہے اور اسے پانی کا علم نہ تھا یا گزرنے والا جانور ہے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر علم کے باوجود بینا یا نابینا پانی والے حصے سے بالقصد گزرا اور پھسل کر ہلاک ہوگیا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص ۴۱ ج ۶، مبسوط ص ۷ جلد ۲۷، بحر الرائق ص ۳۵۰ ج ۸، شامی ص ۵۳۲ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۵ ج ۶، ہدایہ ص ۵۸۶ ج ۳، فتح القدیر ص ۳۳۳ جلد ۸، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۸ ج ۳)

مسئلہ ۴۵۴ شربت بیچنے والے یا کسی ریڑھی والے نے اتنا پانی اپنی دکان کے سامنے بہا دیا کہ پھسلن ہوگئی تو پانی چھڑکنے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہے اگر کوئی شخص اس سے پھسل کر ہلاک ہو جائے۔ بشرطیکہ وہ زمین اس کی ملک نہ ہو۔[3] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۸ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۴۵ ج ۶، عالمگیری ص ۴۱ ج ۶، ہدایہ ص ۵۸۷ ج ۴، بحر الرائق ص ۳۵۰ ج ۸، درمختار وشامی ص ۵۲۶ ج ۵)

مسئلہ ۴۵۵ کسی نے شارع عام پر اتنا پانی چھڑکا کہ پھسلن ہوگئی۔ اس پر سے کوئی شخص دو گدھے لے کر گزرا ایک کی ڈوری اس کے ہاتھ میں تھی اور دوسرا اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ ساتھ جانے والا گدھا پھسل کر گرا جس سے اس کا پیر ٹوٹ گیا۔ گدھے والا اگر دونوں کو پیچھے سے ہانک رہا تھا تو کسی پر کچھ نہیں اور اگر پیچھے سے نہیں ہانک رہا تھا تو پانی چھڑکنے والے پر تاوان ہے۔[4] (عالمگیری ص ۴۲ ج ۶)

مسئلہ ۴۵۶ کسی نے شارع عام پر اتنا پانی بہایا کہ جمع ہو کر برف بن گیا۔ یا برف راستے میں ڈال دی۔ اس سے پھسل کر کوئی آدمی ہلاک ہوگیا یا راستے میں کیچڑ سے بچنے کے لیے پتھر رکھ دیئے تھے اس پر سے پھسل کر گر پڑا اور ہلاک ہوگیا تو

---

1 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط... إلخ، ج٦، ص٤١.

2 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط... إلخ، ج٦، ص٤١.
و "ردالمحتار"، کتاب الدّیات، باب مایحدثه الرجل... إلخ، ج١٠، ص٢٦٨.

3 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط... إلخ، ج٦، ص٤١.

4 ...... المرجع السابق، ص٤٢.

اگر امام کی اجازت سے یہ کام کیا تھا تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر بلا اجازت امام کیا تھا تو ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۴۲ جلد ۶)

مسئلہ ۴۵۷ کسی شارع عام پر دو پتھر رکھے ہوئے تھے۔ گزرنے والا ایک سے ٹکرا کر دوسرے پر گرا اور مر گیا پہلا پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا اور اگر پہلے کا واضع معلوم نہ ہو تو دوسرا پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا۔[2]

مسئلہ ۴۵۸ کسی نے شارع عام پر بلا اجازت امام یا شارع خاص پر اس گلی کے رہنے والوں کی اجازت کے بغیر کوئی جدید تعمیر کی جس سے ٹکرا کر کوئی کسی دوسرے آدمی پر گرا اور جس پر گرا وہ مر گیا تو تعمیر کرنے والا ضامن ہوگا۔ گرنے والا ضامن نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۴۲ ج ۶، مبسوط ص ۷ ج ۲۷، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۸ ج ۳)

مسئلہ ۴۵۹ کسی نے راستے میں کوئی چیز رکھی۔ دوسرے نے اس کو ہٹا کر دوسری طرف رکھ دیا اور اس سے ٹکرا کر کوئی شخص ہلاک ہو گیا تو ہٹانے والا ضامن ہوگا۔ رکھنے والا ضامن نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری ص ۴۲ ج ۶، مبسوط ص ۷ ج ۲۷، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۸ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۴۵ ج ۶، ہدایہ ص ۵۸۷ ج ۴، درمختار و شامی ص ۵۲۳ ج ۵)

مسئلہ ۴۶۰ کسی نے شارع عام پر بلا اجازت امام یا شارع خاص پر اس گلی کے رہنے والوں کی اجازت کے بغیر کچھ جدید تعمیر کی جس سے ٹکرا کر کوئی آدمی دوسرے آدمی پر گرا اور دونوں مر گئے تو تعمیر کرنے والے کے عاقلہ پر دونوں کی دیت واجب ہے۔[5] (بحرالرائق ص ۳۴۷ ج ۸، تبیین الحقائق، ص ۱۴۵، ج ۶)

مسئلہ ۴۶۱ کسی نے راستے میں انگارہ رکھ دیا اس سے کوئی چیز جل گئی تو رکھنے والا اس کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ہوا سے اڑ کر وہ آگ دوسری جگہ چلی گئی اور کسی چیز کو جلا دیا تو اگر رکھتے وقت ہوا چل رہی تھی تو رکھنے والا ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔[6] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۵۸ ج ۳، مبسوط ص ۸، ج ۲۷، عالمگیری ص ۴۲ ج ۶، ہدایہ ص ۵۸۶ ج ۴، تبیین الحقائق، ص ۱۴۴، ج ۶)

مسئلہ ۴۶۲ لوہار نے اپنی دکان میں بھٹی سے لوہا نکال کر اہرن (نہائی[7]) پر رکھ کر کوٹا جس سے چنگاری نکل کر شارع عام پر چلنے والے کسی آدمی پر گری جس سے وہ جل کر مر گیا یا اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو اس کی دیت لوہار کے عاقلہ پر ہے اور اگر کسی کا کپڑا جلا دیا یا کوئی مالی نقصان کر دیا تو اس کا تاوان لوہار کے مال سے دیا جائے گا اور اگر اس کے کوٹنے سے چنگاری

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص ٤٢.
2. ......المرجع السابق.
3. ......المرجع السابق.
4. ......المرجع السابق.
5. ......تكملة"البحرالرائق"، كتاب الديات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج٩، ص ١١٢. و"التبيين الحقائق"، كتاب الديات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج٧، ص ٢٩٩.
6. ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الديات، فصل فيمايحدث فی الطريق...إلخ، ج٢، ص ٤٠٠، ٤٠١.
7. ......سندان، وہ چیز جس پر لوہار لوہا رکھ کر کوٹتے ہیں۔

نہیں اڑی بلکہ ہوا سے اڑ کر کسی پر گری تو لوہار پر کچھ نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص۴۲ ج۶، خانیہ علی الہندیہ ص۴۵۹ ج۳)

مسئلہ ۴۶۳ لوہار نے اپنی دکان میں راستے کی جانب یہ جانتے ہوئے کہ راستے کی ہوا سے آگ بھڑ کے گی، بھٹی جلائی اور اس سے راستے میں کوئی چیز جل گئی تو وہ ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص۴۲، ج۶ از ذخیرہ)

مسئلہ ۴۶۴ کوئی شخص آگ لے کر ایسی جگہ سے گزرا جہاں سے گزرنے کا اس کو حق تھا۔اس سے کوئی چنگاری خود گر گئی یا ہوا سے گر گئی اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو وہ ضامن نہیں ہے۔اور اگر ایسی جگہ سے گزرا جہاں سے گزرنے کا اس کو حق نہ تھا تو اگر ہوا سے چنگاری اڑ کر گری تو ضامن نہیں ہوگا،اور اگر خود گری اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو وہ ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری از خزانۃ المفتین ،ص۴۳ ج۶)

مسئلہ ۴۶۵ کوئی شخص شارع عام پر (فٹ پاتھ) پر بیٹھ کر حکومت کی اجازت کے بغیر خرید و فروخت کرتا ہے اس کے سامان میں پھنس کر کوئی شخص گر پڑا اور اس کا کچھ نقصان ہو گیا تو بیٹھنے والا ضامن ہوگا اور حکومت کی اجازت سے بیٹھا ہے تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری ص۴۳ ج۶)

مسئلہ ۴۶۶ شارع عام کے کنارے بیٹھ کر خرید و فروخت اگر کسی چیز کو ضرر نہ دے اور حکومت کی اجازت سے ہو تو جائز ہے اور اگر مضر ہو تو ناجائز ہے۔[5] (درمختار و شامی ص۵۲۱ ج۵)

مسئلہ ۴۶۷ کوئی آدمی سونے والے کے پاس سے گزرا اور اس کی ٹھوکر سے سونے والے کی پنڈلی ٹوٹ گئی پھر اس پر گر پڑا جس سے اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔اس کے بعد خود مر گیا تو سونے والے پر مرنے والے کی دیت ہے اور مرنے والے پر سونے والے کا اَرش واجب ہوگا اور اگر دونوں ہی مر گئے تو سونے والے پر گرنے والے کی دیت ہے اور گرنے والے پر سونے والے کی نصف دیت ہے۔[6] (عالمگیری ص۴۳ ج۶)

مسئلہ ۴۶۸ کوئی آدمی راستے سے گزر رہا تھا کہ اچانک گر کر مر گیا اور اس سے ٹکرا کر دوسرا شخص مر گیا تو کسی پر کچھ نہیں۔[7] (عالمگیری از ذخیرہ ص۴۳ ج۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات،الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط ...إلخ،ج٦،ص٤٢ .

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص٤٣ . 4 ......المرجع السابق.

5 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الدیات،باب مایحدثه الرجل...إلخ،ج١٠،ص٢٦٧ .

6 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات،الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ،ج٦،ص٤٣ .

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۶۹ کوئی راہ چلتا بے ہوش ہوکر یا ضعف کی وجہ سے [1] کسی پر گر پڑا جس سے وہ مر گیا یا راہ چلتا گر کر مر گیا اوراس سے ٹکرا کر کوئی دوسرا شخص مر گیا تو راہ گیر کے عاقلہ پر مرنے والے کی دیت واجب ہے۔ دوسرے کی موت اگر گرنے والے سے دب کر ہوئی ہے تو گرنے والے پر کفارہ بھی ہے جو اس کے مال سے ادا کیا جائے گا۔اور وراثت سے محروم ہوگا اوراگر راہ گیر زمین پر گرا اور دوسرا اس سے ٹکرا کر مر گیا تو کفارہ اورحرمان میراث [2] نہیں ہے۔ [3] (عالمگیری از محیط ص ۴۳ ج ۶)

مسئلہ ۴۷۰ کوئی شخص بوجھ اٹھائے راستہ سے گزر رہا تھا کہ اس کا بوجھ کسی شخص پر گرا جس سے وہ شخص مر گیا یا بوجھ زمین پر گرا اوراس سے ٹکرا کر کوئی شخص مر گیا تو بوجھ اٹھانے والا ضامن ہوگا۔ [4] (عالمگیری ص ۴۳ ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۵۸ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۴۶ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۲۳ جلد ۵)

مسئلہ ۴۷۱ کوئی شخص راستہ میں کوئی ایسی چیز پہن کر گزرا جو عام طور پر پہنی جاتی ہے۔اس چیز سے الجھ کر کوئی شخص مر گیا یا کسی شخص پر وہ چیز گر پڑی جس سے وہ مر گیا یا راستے میں گر پڑی جس سے ٹکرا کر کوئی مر گیا تو ان سب صورتوں میں گزرنے والے پر ضمان نہیں ہے۔اوراگر اس قسم کی چیز ہے جو پہنی نہیں جاتی ہے تو اس کا حکم بوجھ اٹھانے والے کا سا ہے اوراس سے جو نقصان ہوگا یہ ضامن ہے۔اسی طرح اگر کوئی شخص جانور کو ہانک رہا تھا یا اس کو کھینچ رہا تھا یا اس پر سوار تھا اوراس کے سامان میں سے کوئی چیز مثلاً زین لگام وغیرہ گر پڑی جس سے کوئی آدمی مر گیا یا جانور یا اس کے سامان میں سے کوئی چیز راستے پر گری اوراس سے ٹکرا کر کوئی آدمی مر گیا تو بہر صورت جانور والا ضامن ہوگا۔ [5] (عالمگیری از محیط ص ۴۳ ج ۶)

مسئلہ ۴۷۲ دو آدمیوں نے اپنے مٹکے راستہ پر رکھ دیئے تھے ایک لڑھک کر دوسرے سے ٹکرایا تو اگر لڑھکنے والا ٹوٹا تو دوسرے کا مالک اس مٹکے کا ضمان دے گا اوراگر دوسرا ٹوٹا تو لڑھکنے والے کا مالک ضمان نہیں دے گا اوراگر دونوں لڑھکے تو کسی پر کچھ نہیں۔ [6] (عالمگیری ص ۴۳ ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۵۹ ج ۳)

مسئلہ ۴۷۳ دو آدمیوں نے اپنے جانور راستے پر کھڑے کر دیئے تھے۔ایک بھاگا جس سے دوسرا گرا اور مر گیا تو کسی پر کچھ نہیں ہے اوراگر بھاگنے والا اس سے ٹکرا کر مر گیا تو دوسرے کا مالک ضمان دے گا۔ [7] (عالمگیری ص ۴۳ ج ۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۹ ج ۳)

مسئلہ ۴۷۴ کسی نے راستہ میں کوئی چیز رکھ دی جس کو دیکھ کر ادھر سے گزرنے والا جانور بدک کر بھاگا اس نے کسی

---

1 ...... یعنی کمزوری کی وجہ سے۔ 2 ...... یعنی وراثت سے محرومی۔

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج ٦، ص ٤٣.

4 ...... المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

آدمی کو مار دیا تو اس شے کے رکھنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔اسی طرح ایسی ہی گراؤ دیوار[1] جس کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا زمین پر گری اس سے کوئی جانور بھڑک کر بھاگا، جس سے کچل کر کوئی شخص مرگیا تو دیوار والا ضامن نہیں ہوگا۔ دیوار کا مالک اور راستے میں چیز رکھنے والا صرف اس صورت میں ضامن ہوں گے کہ دیوار یا اس چیز سے لگ کر ہلاکت واقع ہو۔[2] (عالمگیری ص۴۴ ج۶)

مسئلہ ۴۷۵ اہل مسجد نے بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے مسجد میں کنواں کھدوایا، یا بڑا سا مٹکا رکھایا یا چٹائی بچھائی یا دروازہ لگایا یا چھت میں قندیل[3] لٹکائی یا سائبان ڈالا اور ان سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو اہل مسجد پر ضمان نہیں۔اور اگر اہل محلّہ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے یہ سب کام اہل محلّہ کی اجازت سے کئے تھے اور ان سے کوئی ہلاک ہوگیا تب بھی کسی پر کچھ نہیں۔اور بغیر اجازت یہ کام کئے اور ان سے کوئی ہلاک ہوگیا تو کنواں اور سائبان کی صورت میں ضامن ہوں گے اور بقیہ صورتوں میں ضامن نہیں ہوں گے۔[4] (عالمگیری ص۴۴ ج۶ ،مبسوط ص۲۴، ج ۲۷، شامی ص۵۲۳ ج ۵، بحرالرائق ص۳۵۲ ج ۸، خانیہ علی الہندیہ، ص۴۶۳ ج ۳)

مسئلہ ۴۷۶ کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا یا نماز کے انتظار میں بیٹھا تھا یا قراءت قرآن میں مشغول تھا یا فقہ و حدیث کا درس دے رہا تھا یا اعتکاف میں تھا یا کسی عبادت میں مشغول تھا کہ اس سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا اور مرگیا تو فتویٰ یہ ہے کہ اس پر ضمان نہیں۔[5] (عالمگیری ص۴۴ ج۶ ، شامی ص۵۲۴ ج ۵، بحرالرائق ص۳۵۲ ج ۸، تبیین الحقائق ص۱۴۶ ج ۶، مبسوط ص۲۵ ج ۲۷، خانیہ علی الہندیہ ص۴۶۳ ج ۳، ہدایہ ص۵۸۹ ج ۴)

مسئلہ ۴۷۷ مسجد میں کوئی شخص ٹہل رہا تھا کہ کسی کو کچل دیا یا مسجد میں سو رہا تھا اور کروٹ لی اور کسی پر گر پڑا جس سے وہ مرگیا تو وہ ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص۴۴ ج۶)

مسئلہ ۴۷۸ کسی نے امام[7] کی اجازت سے راستہ میں چہ بچہ[8] کھودا، یا اپنی ملک میں کھودا، یا راستے میں کوئی

---

[1]……وہ دیوار جو گرنے کے قریب ہے، جھکی ہوئی دیوار۔

[2]……"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات،الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ ،ج ٦،ص ٤٤ .

[3]……ایک قسم کا فانوس۔

[4]……"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات،الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ ،ج٦،ص ٤٤ .

[5]……"ردالمحتار"،کتاب الدیات،باب مایحدثه الرجل...إلخ،ج ١٠،ص ٢٧٠ .

[6]……"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات،الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ ،ج٦،ص ٤٤ .

[7]……یعنی حاکم وقت یا قاضی۔ [8]……چھوٹا حوض جو بارش وغیرہ کا پانی جمع کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے۔

لکڑی رکھ دی یا بلا اجازت امام پل بنوادیا۔ اس پر سے کوئی شخص قصداً گزرا اور گر کر ہلاک ہوگیا تو فاعل ضامن نہیں ہوگا۔[1] (بحرالرائق ص ۳۵۰ ج ۸، عالمگیری از محیط ص ۴۴ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۵ ج ۶، شامی و درمختار ص ۵۲۴ ج ۵، مبسوط ص ۲۲ ج ۲۷، فتح القدیر ص ۲۳۶ ج ۸)

مسئلہ ۴۷۹ کسی نے راستے میں کنواں کھودا اس میں کسی نے گر کر خودکشی کر لی تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۱ ج ۳، مبسوط ص ۱۶، ج ۲۷، بحرالرائق، ص ۳۴۸ ج ۸)

مسئلہ ۴۸۰ کسی نے مسلمانوں کے راستے میں اپنے گھر کے گرداگرد سے ہٹ کر کنواں کھودا جس میں گر کر کوئی شخص مرگیا تو اس کے عاقلہ پر مرنے والے کی دیت واجب ہوگی اور اس پر کفارہ نہیں ہے اور وہ میراث سے بھی محروم نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۸ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۴، ج ۶، شامی و درمختار ص ۵۲۲ ج ۵، مبسوط ص ۱۴، ج ۲۷)

مسئلہ ۴۸۱ اگر کسی دوسرے کے مکان کے گرداگرد کنواں کھودا، یا ایسی جگہ کھودا جو مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ یا ایسے راستہ پر کھودا جو آگے جا کر بند ہو جاتا ہے اور اس کنویں میں کوئی گر کر مرگیا تو یہ ضامن ہوگا اور اپنے گھر کے گرداگرد اپنی مملوکہ زمین پر کھودا، یا ایسی زمین پر کھودا، یا ایسی جگہ کھودا جہاں اس کو پہلے سے کنواں کھودنے کا حق حاصل تھا اور اس میں گر کر کوئی مرگیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، تبیین الحقائق، ص ۱۴۵، ج ۶)

مسئلہ ۴۸۲ کسی نے راستے میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی شخص گر پڑا اور بھوک پیاس یا وہاں کے تعفن کی وجہ سے[5] دم گھٹ گیا اور مرگیا تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، شامی و درمختار ص ۵۲۲ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۵، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۸ ج ۸، مبسوط ص ۱۵، ج ۲۷، خانیہ علی الہندیہ، ص ۴۶۱ ج ۳)

مسئلہ ۴۸۳ کسی نے ایسے میدان میں بغیر اجازت امام کنواں کھودا جہاں لوگوں کی گزرگاہ نہیں ہے اور راستہ بھی نہیں ہے اور کوئی اس میں گر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہے۔ اسی طرح اس میدان میں کوئی شخص بیٹھا ہوا تھا یا کسی نے خیمہ لگا لیا تھا۔ اس شخص سے یا خیمہ سے کوئی شخص ٹکرا گیا تو بیٹھنے والا اور خیمہ لگانے والا ضامن نہیں ہے اور اگر یہ صورتیں راستہ میں

---

1 ...... تکملة "البحرالرائق"، کتاب الديات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج ۹، ص ۱۱۷.

2 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٤٥.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... یعنی بدبو وغیرہ کی وجہ۔

6 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٤٥.

واقع ہوں تو ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص۳۹ ج۶، خانیہ علی الہندیہ، ص۴۶۰ ج۳)

مسئلہ ۴۸۴ ایک شخص نے راستہ پر نصف کنواں کھودا پھر دوسرے نے بقیہ حصہ کھود کر اسے تہ تک پہنچایا اس میں کوئی شخص گر گیا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہے۔[2] (عالمگیری ص۴۵ ج۶، بحر الرائق ص۳۴۹ ج۸، خانیہ علی الہندیہ ص۴۶۳ ج۳، مبسوط ص۱۷ ج۲۷)

مسئلہ ۴۸۵ کسی نے راستے میں کنواں کھودا پھر دوسرے نے اس کا منھ چوڑا کر دیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس نے چوڑائی میں کتنا اضافہ کیا ہے اگر اتنا زیادہ اضافہ ہے کہ گرنے والے کا قدم چوڑا کرنے والے کے حصہ پر پڑے گا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر اتنا کم اضافہ کیا ہے کہ گرنے والے کا قدم اس کے اضافہ پر نہیں پڑے گا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہوگا اور اگر اضافہ اتنا ہے کہ دونوں حصوں پر قدم پڑنے کا احتمال ہو اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ قدم کس حصے پر پڑا تھا تو دونوں نصف نصف کے ضامن ہوں گے۔[3] (عالمگیری ص۴۵ ج۶، مبسوط ص۱۷، ج۲۷)

مسئلہ ۴۸۶ کسی نے راستہ میں کنواں کھودا پھر اس کو مٹی چونا یا جنس ارض[4] میں سے کسی چیز سے پاٹ دیا[5]۔ پھر دوسرے نے آ کر یہ چیزیں نکال کر اس کو خالی کر دیا پھر اس میں کوئی شخص گر کر مر گیا تو خالی کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر پہلے نے کھانے وغیرہ سے یا کسی ایسی چیز سے پاٹا جو جنس ارض سے نہیں ہے اور دوسرے شخص نے اس کو نکال کر خالی کر دیا پھر اس میں گر کر کوئی آدمی ہلاک ہوگیا، یا کنویں کو پاٹا نہیں تھا، اس کا منہ کسی چیز سے ڈھک دیا تھا[6]۔ پھر دوسرے نے اس کا منہ کھول دیا پھر اس میں گر کر کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو پہلے والا ضامن ہوگا۔[7] (عالمگیری ص۴۵ جلد۶، خانیہ علی الہندیہ ص۴۶۰ ج۳، مبسوط ص۱۷ ج۲۷)

مسئلہ ۴۸۷ کسی نے کنویں کے قریب راستے پر پتھر رکھ دیا اور کوئی شخص اس میں پھنس کر کنوئیں میں گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے پتھر نہیں رکھا تھا بلکہ سیلاب وغیرہ سے بہہ کر پتھر وہاں آ گیا تھا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔[8] (مبسوط ص۱۷، ج۲۷، عالمگیری ص۴۵ ج۶، خانیہ علی الہندیہ ص۴۶۲ ج۳، بحر الرائق، ص۳۴۹ ج۸)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط ... إلخ، ج٦، ص٤٥.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......یعنی زمینی اشیا جیسے مٹی، پتھر وغیرہ۔

5 ......یعنی بھر دیا۔

6 ......یعنی اس کے منہ پر کوئی چیز رکھ کر بند کر دیا تھا۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط ... إلخ، ج٦، ص٤٥.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۸۸ کسی شخص نے کنویں میں پتھر یا لوہا ڈال دیا۔ پھر اس میں کوئی گر پڑا اور پتھر یا لوہے سے ٹکرا کر مر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔[1] (مبسوط ص ۱۸، ج ۲۷، عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۴۹ ج ۸)

مسئلہ ۴۸۹ راستے میں کسی نے کنواں کھودا۔ اس کے قریب کسی نے پانی چھڑک دیا جس سے پھسل کر کوئی شخص کنویں میں گر پڑا تو پانی چھڑکنے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر پانی چھڑکنے والا کوئی نہیں تھا بلکہ بارش سے پھسلن ہوگئی تھی تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۴۵ جلد ۶)

مسئلہ ۴۹۰ کسی شخص نے کسی کو کنویں میں ڈھکیل دیا تو ڈھکیلنے والا ضامن ہوگا کنواں اس کی ملک ہو یا نہ ہو۔[3] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، مبسوط ص ۱۹، ج ۲۷، بحر الرائق ص ۳۴۸ ج ۸)

مسئلہ ۴۹۱ کسی نے راستے میں کنواں کھودا۔ اس میں گر کر کوئی ہلاک ہوگیا۔ کنواں کھودنے والا کہتا ہے کہ اس نے خودکُشی کی ہے اس لیے کچھ ضمان نہیں ہے اور مقتول کے ورثا کہتے ہیں کہ اس نے خودکُشی نہیں کی ہے بلکہ اتفاقیہ کنویں میں گر پڑا ہے۔ تو کنواں کھودنے والے کا قول معتبر ہے اور اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، مبسوط ص ۲۰ ج ۲۷، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۲ ج ۳، بحر الرائق ص ۳۴۸ جلد ۸)

مسئلہ ۴۹۲ کسی نے راستہ میں کنواں کھودا اس میں کوئی آدمی گر گیا مگر چوٹ نہیں آئی پھر کنویں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کچھ اوپر کو چڑھنے کے بعد گر کر مر گیا تو کنواں کھودنے والے پر کوئی ضمان نہیں۔ اور اگر کنویں کی تہہ میں چلا گیا پھر اور کسی پتھر سے ٹکرا کر ہلاک ہوگیا تو اگر وہ پتھر زمین میں خلقۃً گڑا ہوا ہے[5] تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہے اور اگر کنواں کھودنے والے نے یہ پتھر کنویں میں رکھا تھا یا اصل جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ پر رکھ دیا تھا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۴۹۳ کسی نے دوسرے شخص کے مکان سے ملحق جگہ پر[7] کنواں کھودنے کے لیے کسی کو مزدور رکھا اور مزدور خود یہ جانتا تھا کہ یہ جگہ مستاجر کی[8] نہیں ہے یا مستاجر نے مزدور کو بتا دیا تھا تو مزدور ضامن ہوگا اگر اس کنویں میں کوئی گر کر

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشر في جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٤٥.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... یعنی قدرتی طور پر زمین میں موجود ہے۔

6 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشر في جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٤٥.

7 ...... یعنی مکان سے ملی ہوئی جگہ پر۔ 8 ...... یعنی کنواں کھودوانے والے کی۔

مر گیا اور اگر مزدور کو نہیں بتایا گیا اور وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ جگہ مستاجر کی نہیں ہے تو مستاجر ضامن ہوگیا۔ اور اگر مستاجر نے اپنے احاطہ سے ملحقہ اپنی زمین میں کنواں کھودنے پر مزدور رکھا اور اس کو یہ بتایا کہ اس جگہ کنواں کھودنے کا مجھے حق حاصل ہے۔ پھر اس کنویں میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہوگیا تو مستاجر ضامن ہوگا۔ اور اگر مستاجر نے یہ کہا تھا کہ یہ جگہ میری ہے مگر مجھے کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے تو بھی مستاجر ہی ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۴۶ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۴ ج ۵)

مسئلہ ۴۹۴ چار آدمیوں کو کسی نے کنواں کھودنے کے لیے مزدوری پر رکھا وہ کنواں کھود رہے تھے کہ ان پر کچھ حصہ گر پڑا جس سے ایک مزدور ہلاک ہوگیا تو باقی تین مزدور چوتھائی چوتھائی دیت کے ضامن ہوں گے۔ اور ایک چوتھائی حصہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر ایک ہی مزدور کنواں کھود رہا تھا اس پر کنواں گر پڑا اور وہ مزدور مر گیا تو اس کا کوئی ضمان نہیں۔[2] (عالمگیری ص ۴۶ جلد ۶، مبسوط ص ۱۶ جلد ۲۷، درمختار و شامی ص ۵۲۵ جلد ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۲ ج ۳)

مسئلہ ۴۹۵ کسی شخص نے اپنی زمین میں نہر کھودی جس میں گر کر کوئی انسان یا جانور ہلاک ہوگیا تو یہ شخص ضامن نہیں ہوگا اور اگر پرائی زمین میں نہر کھودی تھی تو یہ ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۴۷ ج ۶، مبسوط ص ۲۲ ج ۲۷، قاضی خان ص ۴۶۰ ج ۳)

مسئلہ ۴۹۶ کسی نے اپنی زمین میں نہر یا کنواں کھودا جس سے پڑوسی کی زمین سیم زدہ ہوگئی[4]۔ تو یہ دیکھا جائے گا کنواں کھودنے والے کی اپنی زمین عادتاً جتنا پانی برداشت کر سکتی تھی اتنا پانی اس نے دیا ہے یا اس سے زیادہ اگر زیادہ دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر عادۃً اتنا پانی برداشت کر سکتی تھی تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔ اور اس کو کنویں کی جگہ تبدیل کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔[5] (عالمگیری ص ۴۷ ج ۶، خانیہ علی الہندیہ، ص ۴۶۱ ج ۳)

مسئلہ ۴۹۷ اگر کسی نے اپنی زمین میں پانی دیا اور وہ اس کی زمین سے بہہ کر دوسرے کی زمین میں پہنچ گیا اور اس کی کسی چیز کو نقصان پہنچایا اور وہ پانی دیتے وقت یہ جانتا تھا کہ یہ پانی بہہ کر دوسرے کی زمین میں چلا جائے گا تو یہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔[6] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۱ ج ۳، عالمگیری ص ۴۷ ج ۶)

مسئلہ ۴۹۸ راستے پر کنواں بنا ہوا تھا۔ اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا۔ ایک شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے یہ کنواں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٤٦.

2 ......المرجع السابق، ص٤٦، ٤٧.

3 ......المرجع السابق، ص٤٧.

4 ......یعنی ناقابل کاشت ہوگئی۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٤٧.

6 ......المرجع السابق.

کھودا ہے تو اس کے اس اقرار کی وجہ سے اس کے مال میں سے تین سال میں دیت دی جائے گی اس کے عاقلہ پر نہیں ہوگی۔ [1] (عالمگیری ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۴۹۹ کسی نے دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا۔ اس میں گر کر کوئی شخص ہلاک ہوگیا۔ زمین کا مالک کہتا ہے کہ میں نے اس کو کنواں کھودنے کا حکم دیا تھا مگر مقتول کے ورثاء کہتے ہیں کہ اس نے حکم نہیں دیا تھا تو زمین کے مالک کی بات مان لی جائے گی اور کسی پر ضمان لازم نہیں ہوا۔ [2] (مبسوط ص ۲۲، ج ۲۷، عالمگیری ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۵۰۰ کسی نے اپنی ملک میں کنواں کھودا۔ اس میں کوئی آدمی یا جانور گرا اس کے بعد دوسرا شخص گرا۔ اس کے گرنے سے وہ آدمی یا جانور ہلاک ہوگیا۔ تو اوپر گرنے والا ہلاکت کا ضامن ہوگا اور اگر کنواں راستے میں امام کی اجازت کے بغیر کھودا گیا تھا تو کنواں کھودنے والا دونوں کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ [3] (عالمگیری ص ۴۶ جلد ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۱ ج ۳)

مسئلہ ۵۰۱ کسی نے دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر گڑھا کھودا۔ اس میں کسی کا گدھا گر کر مر گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا۔ [4] (عالمگیری از محیط سرخسی ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۵۰۲ کسی نے راستے میں کنواں کھودا اس میں کوئی شخص گر گیا اور اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ پھر کنویں سے نکلا تو دو شخصوں نے اس کا سر پھاڑ دیا جس سے وہ بیمار ہوکر پڑا رہا پھر مر گیا تو اس کی دیت تینوں پر تقسیم ہوجائے گی۔ [5] (مبسوط ص ۱۸ جلد ۲۷، عالمگیری ص ۴۶ جلد ۶)

مسئلہ ۵۰۳ کسی نے کنواں کھودنے کے لیے کسی کو مزدور رکھا۔ مزدور نے کنواں کھودا۔ اس کے بعد کوئی آدمی اس میں گر کر ہلاک ہوگیا۔ یہ کنواں اگر مسلمانوں کے ایسے عام راستے پر کھودا گیا تھا جس کو ہر شخص عام راستہ خیال کرتا تھا تو مزدور ضامن ہوگا۔ مستاجر نے اس کو یہ بتایا ہو کہ یہ عام راستہ ہے یا نہ بتایا ہو اسی طرح غیر معروف راستہ پر اگر کنواں کھودا گیا اور مستاجر نے مزدور کو یہ بتا دیا تھا کہ یہ عام مسلمانوں کا راستہ ہے تو بھی مزدور ضامن ہوگا۔ اور اگر مزدور کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ عام راستہ مسلمانوں کا ہے تو مستاجر ضامن ہوگا۔ [6] (عالمگیری ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۵۰۴ کسی نے اپنی زمین میں پانی دیا۔ وہ پڑوسی کی زمین میں پہنچ گیا تو اگر پانی دیا ہی اس طرح پر ہے کہ پانی اس کی زمین میں ٹھہرنے کے بجائے پڑوسی کی زمین میں جمع ہوجائے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر اس کی اپنی زمین میں ٹھہرنے

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادي عشر في جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٦.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق.

کے بعد فالتو پانی پڑوسی کی زمین میں چلا گیا اور پڑوسی نے پانی دینے سے پہلے اس سے یہ کہا تھا کہ تم اپنا بند مضبوط بناؤ اور اس نے اس کے کہنے پر عمل نہیں کیا تو ضامن ہوگا اور اگر پڑوسی نے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا تو ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس کی زمین بلند تھی اور پڑوسی کی زمین نیچی اور یہ جانتا تھا کہ اپنی زمین میں پانی دینے سے پڑوسی کی زمین میں پانی چلا جائے گا تو ضامن ہوگا اور اس کو یہ حکم دیا جائے گا کہ مینڈھیں باندھ کر پانی دے۔[1] (عالمگیری ص ۴۷ ج ٦، قاضی خان علی الہندیہ، ص ۴٦١ ج ٣)

مسئلہ ۵۰۵: کسی نے اپنی زمین میں پانی دیا اور اس کی اپنی زمین میں چوہوں وغیرہ کے بل تھے اور یہ ان کو جانتا تھا اور ان کو بند نہیں کیا تھا۔ ان سوراخوں کی وجہ سے پانی پڑوسی کی زمین میں چلا گیا اور اس کا کچھ نقصان ہوا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر اس کو سوراخوں کا علم نہ تھا تو ضامن نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۴۷ ج ٦، قاضی خان علی الہندیہ، ص ۴٦١ ج ٣)

مسئلہ ۵۰٦: کسی نے عام نہر سے اپنی زمین کو سیراب کیا اور اس نہر سے چھوٹی چھوٹی نالیاں نکل کر دوسروں کی زمینوں پر جارہی تھیں۔ ان نالیوں کے دہانے کھلے ہوئے تھے۔ اس کے پانی دینے کی وجہ سے ان نالیوں میں پانی چلا گیا تو دوسروں کی زمین کے نقصان کا یہ ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۴۷ ج ٦، قاضی خان علی الہندیہ، ص ۴٦١ ج ٣)

جنایات بهائم کا بیان

جانوروں سے نقصان کا بیان

مسئلہ ۵۰۷: بہائم کی جنایتوں کی تین صورتیں ہیں:

(۱) جس جگہ پر جنایت واقع ہوئی وہ جگہ جانور کے مالک کی ملکیت ہے۔

(۲) کسی دوسرے شخص کی ملکیت ہے۔

(۳) وہ جگہ شاہراہ عام ہے۔[4] (عالمگیری ص ۵۰ ج ٦، عنایہ علی الفتح ص ۳۴۵ ج ۸)

پہلی صورت میں اگر جانور کا مالک جانور کے ساتھ نہ ہو تو وہ کسی نقصان کا ضامن نہیں ہوگا خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو اور ہاتھ پیر سے کسی کو کچل دے یا دُم یا پیر سے کسی کو نقصان پہنچائے یا کاٹ لے اور اگر جانور کا مالک اس کی رسی پکڑ کر آگے آگے چل رہا تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا جب بھی مذکورہ بالا صورت میں ضامن نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص ۵۰ ج ٦، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۹ ج ٦، بحر الرائق ص ۳۵۷ ج ۸، عنایہ علی الفتح ص ۳۴۵ ج ۸، مبسوط ص ۵ ج ۲۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفي جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الثانی عشرفي جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص٤٩.

5 ......المرجع السابق، ص٥٠.

مسئلہ ۵۰۸ اگر جانور کا مالک اپنی ملک میں سوار ہوکر چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کرڈالا تو مالک کے عاقلہ پر دیت ہے اور مالک پر کفارہ ہے اور وراثت سے بھی مالک محروم ہوگا۔[1] (عالمگیری ص۵۰ ج۶، درمختار وشامی ص۵۳۰ ج۵، تبیین الحقائق ص۱۴۹ ج۶، بحرالرائق ص۴۵۷ ج۸، عنایہ علی الفتح القدیر ص۳۴۵ ج۸، مبسوط ص۵ ج۲۷)

مسئلہ ۵۰۹ اگر مالک اپنی مِلک میں سوار ہوکر جانور کو چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کاٹ لیا یا لات ماری یا دم ماردی تو مالک پر ضمان نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص۵۰ ج۶، درمختار و شامی ص۵۳۰ ج۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۹ ج۶، بحرالرائق ص۳۵۷ ج۸، عنایہ علی فتح القدیر ص۳۴۵ ج۸)

مسئلہ ۵۱۰ دوسری صورت یعنی اگر جنایت کسی دوسرے شخص کی زمین میں ہوئی اور یہ جانور مالک کے داخل کئے بغیر رسی تڑا کر اس کی زمین میں داخل ہوگیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر مالک نے خود غیر کی زمین میں جانور کو داخل کیا تھا تو ہر صورت میں مالک ضامن ہوگا۔ خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو۔ مالک اس پر سوار ہو یا سوار نہ ہو۔ رسی پکڑ کر چلا رہا ہو یا پیچھے سے ہانک رہا ہو یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مالک زمین کی اجازت کے بغیر جانور کے مالک نے اس زمین میں جانور کو داخل کیا ہو اور اگر صاحب زمین کی اجازت سے جانور کو داخل کیا تھا تو اس کا حکم وہی ہے جو اپنی زمین کا ہے۔[3] (عالمگیری ص۵۰ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۴۹ ج۶، درمختار وشامی ص۵۳۰ ج۵، بحرالرائق ص۳۵۷ ج۸، عنایہ علی فتح القدیر ص۳۴۵ ج۸)

مسئلہ ۵۱۱ جانور کے مالک نے شارع عام پر جانور کو کھڑا کردیا تھا اور اس نے اسی جگہ کوئی نقصان کردیا تو سب صورتوں میں نقصان کا ضامن ہوگا مگر پیشاب یا لید کرنے کے لیے کھڑا کیا تھا تو ضمان نہیں۔[4] (عالمگیری ص۵۰ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۴۹ ج۶، مبسوط ص۵ ج۲۷، بحرالرائق ص۳۵۷ ج۸، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۵ ج۳، ہدایہ ص۶۱۰ ج۴، فتح القدیر، حاشیہ چلپی ص۳۵ جلد۸، بدائع صنائع ص۲۷۳، ج۷)

مسئلہ ۵۱۲ مالک نے جانور کو راستہ پر چھوڑ دیا اور مالک اس کے ساتھ نہیں ہے تو جب تک وہ جانور سیدھا چلتا رہا اور کسی طرف مڑا نہیں تو مالک نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر داہنے بائیں مڑ گیا اور راستہ بھی صرف اسی جانب تھا تب بھی مالک ضامن ہوگا اور اگر دورا ہے سے کسی طرف مڑا اور اس کے بعد جنایت واقع ہوئی تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری ص۵۰ ج۶، بحرالرائق ص۳۶۲ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۵۲، ج۶، بدائع صنائع ص۲۷۲ ج۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشرفی جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص٥٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۵۱۳ مالک نے جانور کو شارع عام[1] پر چھوڑ دیا۔ جانور آگے جا کر کچھ دیر رکا اور پھر چل پڑا تو ٹھیرنے کے بعد جب چلا اور اس سے کوئی جنایت سرزد ہوئی تو مالک نقصان کا ضامن نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۶۲ ج ۸، تبیین الحقائق، ص ۱۵۲، ج ۶)

مسئلہ ۵۱۴ مالک نے راستے پر جانور چھوڑ دیا اور کسی شخص نے اس جانور کو لوٹانے کی کوشش کی مگر جانور نہ لوٹا اور اسی طرف چلتا رہا جس طرف مالک نے چلا کر چھوڑ دیا تھا پھر اس سے جنایت سرزد ہوئی تو اس نقصان کا ضامن جانور کا مالک ہوگا اور اگر روکنے والے کے روکنے سے جانور کچھ دیر ٹھیر کر پھر چلا اور اس سے کوئی نقصان ہوا تو کوئی ضامن نہیں ہوگا اور اگر روکنے والے کے روکنے سے پلٹا مگر ٹھیرا نہیں تو نقصان کا ضامن لوٹانے والا ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶)

مسئلہ ۵۱۵ جانور خود رسی تڑا کر شارع عام پر دوڑنے لگا تو اس کے کسی نقصان کا ضامن مالک نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۸، بحرالرائق ص ۳۶۲ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۷۳، ج ۷)

مسئلہ ۵۱۶ شارع عام پر چلنے والا سوار اپنی سواری سے ہونے والے نقصان کا ضامن ہوگا۔ سوائے اس نقصان کے جو لات مارنے یا دم مارنے سے ہو۔ رسی پکڑ کر آگے چلنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔ ہاں کچل دینے کی صورت میں راکب پر کفارہ اور حرمان میراث[5] بھی ہے لیکن قائد[6] پر نہیں ہے۔[7] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ جلد ۵، ہدایہ ص ۶۱۰ ج ۴، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۹، ج ۶، بدائع صنائع ص ۲۷۲، ج ۷)

مسئلہ ۵۱۷ کسی جانور پر دو آدمی سوار ہیں ایک رسی پکڑ کر آگے سے کھینچ رہا ہے اور ایک پیچھے سے ہانک رہا ہے اور اس جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو چاروں پر دیت برابر تقسیم ہوگی اور دونوں سواروں پر کفارہ بھی ہے۔[8] (عالمگیری بحوالہ محیط ص ۵۰ ج ۶، بحرالرائق، ص ۳۵۹ ج ۸)

---

1 ...... لوگوں کے آنے جانے کا عام راستہ۔

2 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشرفی جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص ٥٠.

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص ٥٠.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... یعنی وراثت سے محرومی۔

6 ...... آگے سے جانور کو چلانے والا، نکیل پکڑ کر چلانے والا۔

7 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشرفی جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص ٥٠.

8 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۵۱۸ جانور نے شارع عام پر چلتے ہوئے گوبر یا پیشاب کر دیا اس سے پھسل کر کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو کوئی ضمان نہیں ہے۔ کھڑے ہوئے اگر گوبر یا پیشاب کیا تب بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ جانور پیشاب یا لید کے لیے کھڑا کیا تھا۔ اور اگر کسی دوسرے کام سے کھڑا کیا تھا اور اس نے پیشاب یا لید کر دی تو اس کے نقصان کا ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۵۸ ج ۸)

مسئلہ ۵۱۹ جانور کے چلنے سے کوئی کنکری یا گٹھلی یا گرد و غبار اڑ کر کسی کی آنکھ میں لگا، یا کیچڑ وغیرہ نے کسی کے کپڑے خراب کر دیئے تو اس کا ضمان نہیں ہے اور اگر بڑا پتھر اچھل کر کسی کے لگا تو نقصان کا ضامن ہوگا۔ یہ حکم سوار اور قائد و سائق (یعنی ہانکنے والا) سب کے لیے ہے۔[2] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۵ ج ۳، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۵۷ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۰، ج ۶)

مسئلہ ۵۲۰ کسی شخص نے راستہ میں پتھر وغیرہ کوئی چیز رکھ دی تھی یا پانی چھڑک دیا تھا کوئی سوار ادھر سے گزرا۔ اس کے جانور نے ٹھوکر کھائی یا پھسل گیا اور کسی آدمی پر گر پڑا جس سے وہ شخص مر گیا تو اگر سوار نے دیدہ و دانستہ[3] وہاں سے اپنے جانور کو گزارا تو سوار ضامن ہوگا اور اگر سوار کو ان باتوں کا علم نہ تھا تو پانی چھڑکنے والا یا پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا۔[4] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۵۹ ج ۸، مبسوط ص ۴ ج ۲۷، بدائع صنائع ص ۲۷۲، ج ۷)

مسئلہ ۵۲۱ اگر کسی شخص نے مسجد کے دروازے پر اپنا جانور کھڑا کر دیا تھا۔ اس نے کسی کو لات ماردی تو کھڑا کرنے والا ضامن ہے اور اگر مسجد کے دروازے کے قریب جانور کے باندھنے کی کوئی جگہ مقرر ہے اس جگہ کسی نے اپنا جانور باندھ دیا یا کھڑا کر دیا تھا تو اس کے کسی نقصان کا ضمان نہیں ہے لیکن اگر اس جگہ کوئی شخص اپنے جانور کو، سوار ہو کر یا ہانک کر یا آگے سے کھینچ کر چلا رہا تھا تو چلانے والا نقصان کا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۵۷ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۷۲ ج ۷)

مسئلہ ۵۲۲ نخاسہ[6] میں کسی نے اپنے جانور کو کھڑا کیا اس نے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا تو مالک ضامن

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص٥٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی جان بوجھ کر۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص٥٠.

5 ......المرجع السابق.

6 ......یعنی مویشی منڈی۔

نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۵۱ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۷۲، ج ۷)

مسئلہ ۵۲۳: کسی نے میدان میں اپنا جانور کھڑا کیا تو اس کے نقصان کا ضامن کھڑا کرنے والا نہیں ہوگا لیکن میدان میں لوگوں کے چلنے سے جو راستہ بن جاتا ہے اس پر اگر کھڑا کیا تو ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۶ ج ۳، شامی ص ۵۳۰ ج ۵، بدائع صنائع ص ۲۷۲ ج ۷)

مسئلہ ۵۲۴: شارع عام پر اگر کسی نے اپنا جانور بغیر باندھے کھڑا کر دیا جانور نے وہاں سے ہٹ کر کوئی نقصان کر دیا تو ضمان نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص ۵۱ ج ۶)

مسئلہ ۵۲۵: کسی نے عام راستے میں جانور باندھ دیا اگر اس نے رسی تڑا کر اپنی جگہ سے ہٹ کر کوئی نقصان پہنچایا تو ضمان نہیں ہے اور اگر رسی نہیں تڑائی اور کوئی نقصان کیا تو ضمان ہے۔[4] (عالمگیری ص ۵۱ جلد ۶)

مسئلہ ۵۲۶: جانور نے سوار سے سرکشی کی اور سوار نے اسے مارا یا لگام کھینچی اور جانور نے پیر یا دُم سے کسی کو مارا تو سوار پر ضمان نہیں ہے۔ اسی طرح اگر سوار گر پڑا اور جانور بھاگ گیا اور راستے میں کسی کو مار ڈالا تب بھی سوار پر کچھ نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص ۵۱ ج ۶)

مسئلہ ۵۲۷: کسی نے کرائے پر گدھا لیا اور اس کو اہل مجلس کے قریب راستہ پر کھڑا کر دیا اور اہل مجلس سے سلام کلام کیا پھر اس کو چلانے کے لیے مارا یا کوئی چیز اس کے چبھو دی یا اس کو ہانکا اور اس گدھے نے کسی کو لات مار دی تو سوار ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۵۱ ج ۶)

مسئلہ ۵۲۸: سوار اپنی سواری پر جا رہا تھا کسی نے سواری کو کوئی چیز چبھو دی اس نے سوار کو گرا دیا تو اگر یہ چبھونا سوار کی اجازت سے تھا تو چبھونے والا کسی نقصان کا ضامن نہیں ہے اور اگر بغیر اجازت سوار کوئی چیز چبھو دی تو چبھونے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر سواری نے چبھونے والے کو ہلاک کر دیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔[7] (عالمگیری ص ۵۱ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۶ ج ۳، درمختار و شامی ص ۵۳۴ ج ۵، فتح القدیر و عنایہ ص ۳۱۰ ج ۸، ہدایہ ص ۶۱۵ ج ۴، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، مبسوط ص ۲ ج ۲۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم... إلخ، ج٦، ص٥١.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۵۲۹ سواری کوسوار کی اجازت کے بغیر کسی نے مارایا کوئی چیز چبھودی جس کی وجہ سے سواری نے ہاتھ یا پیر یا جسم کے کسی حصے سے کسی شخص کوفوراً کچل کر ہلاک کر دیا تو چبھونے اور مارنے والا ضامن ہوگا سوار ضامن نہیں ہوگا اور اگر سوار کی اجازت سے ایسا کیا اور سواری نے فوراً کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو سوار اور چبھونے والے دونوں کے عاقلہ پر دیت لازم ہے اور اگر سواری نے کسی کولات یا دُم ماردی تو اس کا ضمان نہیں ہے۔[1] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج۳، درمختار و شامی ص۵۳۴، ج۵، عالمگیری ص۵۱ ج۶، فتح القدیر وعنایہ ص۳۵۴ ج۸، ہدایہ ص۶۱۵ ج۴، بحرالرائق ص۳۵۷، ج۸، مبسوط ص۲ ج۲۷)

مسئلہ ۵۳۰ سوار کسی غیر کی ملک میں اپنی سواری کو روکے کھڑا تھا اس نے کسی شخص کو حکم دیا کہ اس کو کوئی چیز چبھودو۔ اس نے چبھودی اور اس کی وجہ سے سواری نے کسی کولات ماردی تو دونوں ضامن ہوں گے اور اگر بغیر اجازت سوار ایسا کیا تھا تو چبھونے والا ضامن ہوگا مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۵۱ ج ۶، شامی ص۵۳۵، ج۵، بحرالرائق ص۳۵۷ ج۸)

مسئلہ ۵۳۱ کوئی شخص جانور کو رسی پکڑ کر کھینچ رہا تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا کہ کسی نے جانور کے کوئی چیز چبھودی اور اس کی وجہ سے جانور نے بدک کر چلانے والے کے ہاتھ سے رسی چھڑالی اور بھاگ پڑا اور فوراً کسی کا کچھ نقصان کر دیا تو چبھونے والا ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص۵۱ ج۶، شامی ص۵۳۵ ج۵، ہدایہ ص۶۱۷ ج۴، مبسوط ص۲، ج۲۷، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج۳)

مسئلہ ۵۳۲ کسی جانور کو ایک آدمی آگے سے کھینچ رہا تھا اور دوسرا پیچھے سے چلا رہا تھا۔ ان دونوں کی اجازت کے بغیر کسی اور شخص نے جانور کو کوئی چیز چبھودی جس کی وجہ سے جانور نے کسی آدمی کے لات ماردی تو چبھونے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی ایک کی اجازت سے ایسا کیا تھا تو کسی پر ضمان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص۵۱ جلد۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج۳، مبسوط ص۲ ج۲۷)

مسئلہ ۵۳۳ راستے میں کسی شخص نے کوئی چیز نصب کر دی تھی کسی کا جانور وہاں سے گزرا اور اس چیز کے چبھنے کی وجہ سے کسی کولات مار کر ہلاک کر دیا تو نصب کرنے والا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، شامی ص۵۳۵ ج۵، ہدایہ ص۶۱۷ ج۴، مبسوط ص۳ ج۲۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الجنايات،الباب الثاني، عشر في جناية البهائم ... إلخ، ج ٦،ص ٥١.
و"الفتاوی الخانية"،كتاب الجنايات، باب جناية البهائم...إلخ،ج ٢،ص ٣٩٩.

2 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الجنايات،الباب الثاني عشر في جناية البهائم ...إلخ،ج٦،ص ٥١.

3 ......المرجع السابق . 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص ٥٢.

مسئلہ ۵۳۴ کسی سوار نے اپنی سواری کو راستہ میں روک رکھا تھا پھر اس کے حکم سے کسی نے سواری کو کوئی چیز چبھوئی جس کی وجہ سے سواری نے اسی جگہ کسی کو ہلاک کر دیا تو دونوں ضامن ہوں گے۔ اور اگر سوار کو گرا کر ہلاک کر دیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا اور اگر اس چبھونے کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہٹ کر کسی کو ہلاک کر دیا تو صرف چبھونے والا ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، شامی ص۵۳۵ ج۵، بحرالرائق ص۳۵۸ ج۸)

مسئلہ ۵۳۵ کوئی سوار اپنی سواری کو راستہ پر روک کے کھڑا تھا پھر اس کے حکم سے کسی نے اس کو کوئی چیز چبھودی جس کی وجہ سے سواری نے اسی جگہ پر چبھونے والے کو اور ایک دوسرے شخص کو ہلاک کر دیا تو اجنبی کی دیت سوار اور چبھونے والے دونوں پر واجب الادا ہوگی اور چبھونے والے کی آدھی دیت سوار پر ہے۔[2] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، شامی ص۵۳۵ ج۵، بحرالرائق ص۳۵۸ ج۸)

مسئلہ ۵۳۶ کسی سوار کی سواری رک کر راستہ میں کھڑی ہوگئی، سوار نے یا کسی دوسرے شخص نے اس کو چلانے کے لیے کوئی چیز چبھوئی اور اس کی وجہ سے سواری نے کسی کے لات ماردی تو کوئی ضامن نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، شامی ص۵۳۵، ج۵، بحرالرائق ص۳۵۸ ج۸)

مسئلہ ۵۳۷ کسی سوار نے اپنی سواری کو راستہ پر روک رکھا تھا، ایک دوسرا شخص بھی اس پر سوار ہوگیا، اس کی وجہ سے کسی کو جانور نے لات ماردی اور ہلاک کر دیا تو دونوں نصف نصف دیت کے ضامن ہوں گے۔[4] (عالمگیری ص۵۲ ج۶)

مسئلہ ۵۳۸ کسی نے دوسرے کے جانور کو راستے پر باندھ دیا اور خود غائب ہوگیا، جانور کے مالک نے کسی کو حکم دیا کہ اس کو کوئی چیز چبھودے اور اس نے چبھودی جس کی وجہ سے جانور نے حکم دینے والے کو یا اور کسی اجنبی کو لات مار کر ہلاک کر دیا تو اس کی دیت چبھونے والے پر ہے اور اگر جانور کو کھڑا کرنے والے ہی نے چبھونے کا حکم دیا تھا اور جانور نے کسی کو مار دیا تو چبھونے والے اور حکم دینے والے دونوں پر نصف نصف دیت ہے۔[5] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۵۸، ج۸)

مسئلہ ۵۳۹ کسی شخص نے راستہ پر پتھر رکھ دیا تھا اس سے بدک کر جانور جو نقصان کرے گا اس کے احکام وہی ہیں جو چبھونے والے کے ہیں، یعنی پتھر رکھنے والا چبھونے والے کے حکم میں ہے۔[6] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، مبسوط ص۴ ج۲۷)

مسئلہ ۵۴۰ کسی نے اپنا گدھا چھوڑ دیا، اس نے کسی کی کھیتی کو نقصان پہنچایا تو اگر مالک نے اس کو خود کھیت میں

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم... إلخ، ج٦، ص٥٢.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

لے جا کر چھوڑا ہے تو مالک ضامن ہوگا اور اگر مالک ساتھ نہیں گیا لیکن گدھا کھولنے کے فوراً بعد سیدھا چلا گیا۔ داہنے بائیں مڑا نہیں یا مڑا تو صرف اس وجہ سے کہ راستہ صرف اسی طرف مڑتا تھا تب بھی مالک ضامن ہوگا۔ اور اگر کھولنے کے بعد کچھ دیر کھڑا رہا پھر کھیت میں گیا۔ یا اپنی مرضی سے کسی طرف مڑ کر کھیت میں چلا گیا تو مالک نقصان کا ضامن نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص ۵۲ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۵ ج ۳، شامی و درمختار ص ۵۳۷ ج ۵، ہدایہ ص ۶۱۴ ج ۴، عنایہ ص ۳۵۰ ج ۸)

مسئلہ ۵۴۱ اگر کسی نے جانور کو آبادی سے باہر کر کے اپنے کھیت کی طرف ہانک دیا۔ راستہ میں اس جانور نے کسی دوسرے کی زراعت کو نقصان پہنچایا تو اگر راستہ صرف یہی تھا تو ضامن ہوگا اور اگر چند راستے تھے تو ضامن نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۵۲ ج ۶)

مسئلہ ۵۴۲ باڑہ سے نکل کر جانور خود باہر چلا گیا یا مالک نے چراگاہ میں چھوڑا تھا مگر وہ کسی اور کے کھیت میں گھس گیا اور کوئی نقصان کر دیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۵۲ ج ۶)

مسئلہ ۵۴۳ پالتو بلی اور کتا اگر کسی کے مال کا نقصان کر دے تو مالک ضامن نہیں ہے۔ شکاری پرندہ کا بھی حکم یہی ہے اگرچہ چھوڑنے کے فوراً بعد کوئی نقصان کر دے۔[4] (عالمگیری از سراج الوہاج ص ۵۲ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۴ جلد ۵، بحر الرائق ص ۳۵۹ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۷۳ ج ۷)

مسئلہ ۵۴۴ **(الف):** اگر کسی شخص نے اپنا کتا کسی کی بکری پر چھوڑ دیا مگر کتا کچھ دیر ٹھہر کر اس پر حملہ آور ہوا اور بکری کو ہلاک کر دیا تو ضمان نہیں ہے۔ اگر چھوڑنے کے فوراً بعد حملہ کیا تو ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۵۲، ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۵، ج ۳)

مسئلہ ۵۴۵ **(ب):** اگر کسی آدمی پر کتے کو چھوڑ دیا اور اس نے فوراً اس کو قتل کر دیا یا اس کے کپڑے پھاڑ دیئے یا کاٹ کھایا تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۵۲ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۵، ج ۳)

مسئلہ ۵۴۶ کسی کا کٹکھنا کتا ہے[7] اور گزرنے والوں کو ایذا دیتا ہے تو اہل محلّہ کو حق ہے کہ اس کو مار دیں

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم ...إلخ، ج ٦، ص ٥٢.
و"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، باب جناية البهائم...إلخ، ج ٢، ص ٣٩٨.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم ...إلخ، ج ٦، ص ٥٢.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......یعنی کاٹنے والا کتا ہے۔

اور اگر مالک کو تنبیہ کرنے کے بعد اس کتے نے کسی کا کچھ نقصان کیا تو مالک ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔[1] (عالمگیری ص ۵۲ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۶۳ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۲ ج ۶)

مسئلہ ۵۴۷ کسی نے کتا جانور پر[2] چھوڑا اور مالک ساتھ نہ گیا۔ کتے نے کسی انسان کو ہلاک کر دیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۵۲ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۵ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۶۲ ج ۸)

مسئلہ ۵۴۸ کسی نے اپنے مست اونٹ کو دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت داخل کر دیا اور اس گھر میں دوسرا اونٹ بھی تھا جس کو مست اونٹ نے مار ڈالا تو ضامن ہوگا اور اگر صاحب خانہ کی اجازت سے داخل کیا تھا تو ضمان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۵۲، ج ۶، شامی ص ۵۳۷ ج ۵)

مسئلہ ۵۴۹ اونٹوں کی قطار کو آگے سے چلانے والا پوری قطار کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ خواہ کتنی ہی بڑی قطار ہو جب کہ پیچھے سے کوئی ہانکنے والا نہ ہو اور اگر پیچھے سے ہانکنے والا بھی ہو تو دونوں ضامن ہوں گے اور اگر قطار کے درمیان میں تیسرا ہانکنے والا بھی ہے جو قطار کے برابر برابر چل کر ہانک رہا ہے اور کسی کی نکیل کو پکڑے ہوئے نہیں ہے تو تینوں ضامن ہوں گے۔[5] (عالمگیری ص ۵۳ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۶ ج ۳، درمختار وشامی ص ۵۳۳ ج ۵، ہدایہ ص ۶۱۳ ج ۴، بحرالرائق ص ۳۵۹ ج ۸، مبسوط ص ۳ ج ۲۷، تبیین الحقائق ص ۱۵۱ ج ۶)

مسئلہ ۵۵۰ اگر ایک آدمی نکیل پکڑ کر قطار کے آگے چل رہا ہے اور دوسرا قطار کے درمیان میں کسی اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل رہا ہے تو درمیان والے سے پیچھے کے اونٹوں کے نقصان کا ضمان صرف درمیان والے پر ہے اور درمیان والے سے آگے کے اونٹوں کے نقصان کا ضمان دونوں پر ہے اور اگر یہ دونوں جگہ بدلتے رہتے ہیں یعنی کبھی درمیان والا آگے اور آگے والا درمیان میں آجاتے ہیں تو ہر صورت میں نقصان کا ضمان دونوں پر ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۵۳ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۳۳ ج ۵، مبسوط ص ۳ ج ۲۷)

مسئلہ ۵۵۱ ایک شخص قطار کے آگے آگے نکیل پکڑ کر چل رہا ہے اور دوسرا قطار کے درمیان میں نکیل پکڑ کر اپنے پیچھے والے اونٹوں کو چلا رہا ہے مگر اپنے آگے والوں کو ہانک نہیں رہا ہے تو درمیان والا پچھلے اونٹوں کے نقصان کا ضامن ہے اور اس سے آگے کے اونٹوں کے نقصان کا ضمان اگلے نکیل پکڑنے والے پر ہے۔[7] (عالمگیری ص ۵۳ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۹ ج ۸)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم ... إلخ، ج ٦، ص ٥٢.

2 ...... یعنی شکار پر۔

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم ... إلخ، ج ٦، ص ٥٢.

4 ...... المرجع السابق، ٥٢، ٥٣.
5 ...... المرجع السابق ص ٥٣.
6 ...... المرجع السابق.
7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۵۵۲ قطار کے درمیان میں کسی اونٹ پر کوئی شخص سوار تھا لیکن کسی کو ہانک نہیں رہا تھا تو اپنے سے اگلے اونٹوں کے ضمان میں وہ شریک نہیں ہوگا۔لیکن اپنی سواری اور اپنے سے پچھلے اونٹوں کے نقصان میں شریک ہوگا جب کہ پچھلے اونٹ کی نکیل اس کے ہاتھ میں ہو۔اور اگر یہ اپنے اونٹ پر سو رہا تھا یا صرف بیٹھا ہوا تھا اور نہ کسی اونٹ کو ہانک رہا تھا نہ کھینچ رہا تھا تو اپنے سے پچھلے اونٹوں کے نقصان کا بھی ضامن نہیں ہوگا۔صرف اپنی سواری کے اونٹ سے ہونے والے نقصان کے ضمان میں شریک ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۵۳ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۹ ج ۸، مبسوط ص ۴ ج ۲۷)

مسئلہ ۵۵۳ ایک شخص قطار کے آگے نکیل پکڑ کر چل رہا ہے اور دوسرا پیچھے سے ہانک رہا ہے اور تیسرا آدمی درمیان میں کسی اونٹ پر سوار ہے اور سوار کے اونٹ نے کسی انسان کو ہلاک کر دیا تو تینوں ضامن ہوں گے اور اسی طرح راکب سے پیچھے کے اونٹ نے اگر کسی کو ہلاک کر دیا تو بھی تینوں ضامن ہوں گے اور اگر سوار سے آگے کے کسی اونٹ نے کسی کو ہلاک کر دیا تو صرف ہانکنے والے اور آگے سے چلانے والے پر ضمان ہے سوار پر نہیں۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۵۳ ج ۶)

مسئلہ ۵۵۴ ایک شخص اونٹوں کی قطار کو آگے سے چلا رہا تھا یا روکے کھڑا تھا کہ کسی نے اپنے اونٹ کی نکیل کو اس قطار میں اس کی اطلاع کے بغیر باندھ دیا اور اس اونٹ نے کسی شخص کو ہلاک کر دیا تو اس کی دیت آگے سے چلانے والے کے عاقلہ پر ہوگی۔اور اس کے عاقلہ باندھنے والے کے عاقلہ سے واپس لیں گے اور اگر آگے والے کو باندھنے کا علم تھا تو باندھنے والے کے عاقلہ سے دیت واپس نہیں لیں گے۔[3] (عالمگیری ص ۵۳ ج ۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۶ ج ۳، درمختار و شامی ص ۵۳۳ ج ۵، ہدایہ ص ۶۱۲ ج ۴، عنایہ ص ۳۵۰ ج ۸، مبسوط ص ۴ ج ۲۷، بحرالرائق ص ۳۶۱ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۲ ج ۶)

مسئلہ ۵۵۵ کسی کا جانور دن یا رات میں رسی تڑا کر بھاگا اور کسی مال یا جان کا نقصان کر دیا تو جانور کا مالک ضامن نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری از ہدایہ ص ۵۳ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۷ ج ۳، ہدایہ ص ۶۱۵ ج ۴، فتح القدیر و عنایہ ص ۳۵۱ ج ۸)

مسئلہ ۵۵۶ کسی نے رات کے وقت اپنے کھیت میں دو بیل پائے اور یہ گمان کیا کہ اپنے گاؤں والوں کے ہیں اور وہ ان کو پکڑ کر اپنے مویشی خانے میں لے جانے لگا کہ ان میں سے ایک بھاگ گیا اور دوسرے کو اس نے باندھ دیا۔اس کے بعد بھاگنے والے کو تلاش کیا مگر نہ ملا اور درحقیقت یہ دونوں بیل کسی دوسرے گاؤں والے کے تھے چنانچہ بیلوں کے مالک نے

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم ... إلخ، ج ٦، ص ٥٣.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم ... إلخ، ج ٦، ص ٥٣.

4 ......المرجع السابق.

آ کر اپنے گم شدہ بیل کا ضمان طلب کیا تو اگر بیل پکڑنے والے کی نیت پکڑتے وقت لوٹانے کی نہ تھی تو ضامن ہوگا اور اگر نیت یہ تھی کہ مالک جب آئے گا تو واپس کر دوں گا لیکن اپنے اس ارادے پر اس کو گواہ بنانے کا موقع نہیں ملا تو ضامن نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری از قاضی خان ص۵۳ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳، بحرالرائق ص۳۵۳ ج۸)

مسئلہ ۵۵۷ اور اگر وہ بیل اسی گاؤں والوں کے تھے اور اس نے صرف اپنی کھیتی سے ان کو نکال دیا اور کچھ نہ کیا تو بیل کے گم ہو جانے کی صورت میں یہ ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس نے کھیت سے نکال کر کسی طرف کو ہانک دیا تھا تو یہ ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص۵۳ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳)

مسئلہ ۵۵۸ کسی نے اپنی کھیتی میں کسی کا جانور پایا اور اس کو اپنے کھیت سے نکال دیا اور کسی طرف کو ہانکا نہیں۔ اس جانور کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا تو کھیت والا ضامن نہیں ہے اور اگر کھیت سے نکال کر کسی طرف کو ہانک دیا تھا تو ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص۵۴ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳، شامی ص۵۳۸ ج۵، بحرالرائق ص۳۶۰ ج۸)

مسئلہ ۵۵۹ کسی نے اپنے کھیت میں کسی کا جانور پایا اس کو ہانکتا ہوا لے چلا تاکہ مالک کے سپرد کر دے۔ راستہ میں جانور ہلاک ہو گیا یا اس کا پیر ٹوٹ گیا تو یہ ضامن ہوگا۔[4] (عالمگیری ص۵۴ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳)

مسئلہ ۵۶۰ کسی نے اپنی چراگاہ میں دوسرے کے جانور کو دیکھا اور اس کو اتنی دور تک ہانکا کہ وہ اس کی چراگاہ سے باہر نکل جائے اس اثناء میں اگر جانور ہلاک ہو جائے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری ص۵۴ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳)

مسئلہ ۵۶۱ کوئی کاشتکار اپنے کھیت میں رہتا تھا۔ اس نے کسی چرواہے سے بکری مانگ لی تاکہ رات میں اس کے پاس رہے اور اس کا دودھ دوھ لیا کرے۔ کاشتکار ایک رات سو رہا تھا کہ اس کی بکری نے پڑوسی کے کھیت میں جا کر نقصان کر دیا تو کوئی ضامن نہیں ہوگا۔[6] (عالمگیری ص۵۴ ج۶)

مسئلہ ۵۶۲ کسی کے جانور نے کھیت یا باغ میں گھس کر کسی کا کچھ نقصان کر دیا کھیت والے نے پکڑ کر جانور کو باندھ دیا اور جانور ہلاک ہو گیا تو یہ جانور کی قیمت کا ضامن ہوگا۔[7] (عالمگیری ص۵۴ ج۶)

مسئلہ ۵۶۳ کسی نے اپنا جانور کسی دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر گھسیڑ دیا اور گھر والا اس کو باہر

---

1 ……"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایة البهائم ... إلخ، ج ٦، ص٥٣.
2 ……المرجع السابق.
3 ……المرجع السابق، ص٥٣، ٥٤.
4 ……المرجع السابق، ص٥٤.
5 ……المرجع السابق.
6 ……المرجع السابق.
7 ……المرجع السابق.

نکال رہا تھا کہ جانور ہلاک ہوگیا تو ضامن نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۵۴ ج ۶)

مسئلہ ۵۶۴ کسی نے دوسرے کے مکان میں اس کی اجازت کے بغیر کپڑا رکھ دیا تھا۔ مالک مکان نے کپڑے والے کی عدم موجودگی میں کپڑا نکال کر باہر پھینک دیا اور کپڑا ضائع ہوگیا تو یہ کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۵۴ ج ۶)

مسئلہ ۵۶۵ کوئی شخص اپنے گدھے پر لکڑی لادے جا رہا تھا اور بچو بچو کہہ رہا تھا اس کے آگے ایک شخص چل رہا تھا اس نے اس کی آواز کو نہیں سنا یا سنا مگر اس کو اتنا موقع نہ ملا کہ کسی طرف کو بچ جائے تو گدھے پر لادی ہوئی لکڑی سے اگر اس کا کپڑا پھٹ جائے تو گدھے والا ضامن ہے اور اگر وہ بچ سکتا تھا اور سننے کے باوجود نہ بچا تو گدھے والا ضامن نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص ۵۴ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۷ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸)

مسئلہ ۵۶۶ کسی نے دوسرے کے حلال یا حرام جانور کا ہاتھ یا پیر کاٹ دیا تو کاٹنے والا جانور کی قیمت کا ضامن ہے اور مالک کو یہ حق نہیں ہے کہ جانور کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے لے۔[4] (عالمگیری ص ۵۴ ج ۶)

مسئلہ ۵۶۷ کسی نے راستہ پر سانپ ڈال دیا جس جگہ ڈالا تھا اسی جگہ پر سانپ نے کسی کو ڈس لیا تو سانپ ڈالنے والا ضامن ہوگا اور اگر اس جگہ سے ہٹ کر ڈسا تو ضامن نہیں ہوگا۔[5] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۵ ج ۳، بدائع صنائع ص ۲۷۳ ج ۷)

مسئلہ ۵۶۸ راستے پر چلتے ہوئے جانور نے گوبر یا پیشاب کیا یا منھ سے لعاب گرایا یا اس کا پسینہ بہا اور کسی کو لگ گیا یا کسی کی کوئی چیز گندی کردی تو جانور کا سوار ضامن نہیں ہوگا۔[6] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۵ ج ۳، بدائع صنائع ص ۲۷۲ ج ۷)

مسئلہ ۵۶۹ کسی نے شارع عام پر لکڑی پتھر یا لوہا وغیرہ کوئی چیز رکھ دی۔ وہاں سے کوئی شخص اپنا جانور ہانکتے ہوئے گزرا اور ان چیزوں سے ٹھوکر کھا کر جانور ہلاک ہوگیا تو رکھنے والا ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۷ ج ۳)

مسئلہ ۵۷۰ کوئی شخص اپنا جانور ہانک رہا تھا اور جانور کی پیٹھ پر لدا ہوا سامان یا چار جامہ یا زین یا لگام کسی شخص پر گر پڑی جس سے وہ ہلاک ہوگیا تو ہانکنے والا ضامن ہوگا۔[8] (شامی و درمختار ص ۵۳۳ ج ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۶ ج ۳، ہدایہ ص ۶۱۳ ج ۴، عنایہ ص ۳۴۹ جلد ۸، بحرالرائق ص ۳۵۹ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۱ ج ۶، مبسوط ص ۴ ج ۲۷)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص٥٤.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق.　4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوى الخانية"، كتاب الجنايات، باب جناية البهائم...إلخ، ج٢، ص٣٩٨.

6 ......المرجع السابق.　7 ......المرجع السابق، ص٤٠٠.

8 ......"الفتاوى الخانية"، كتاب الجنايات، باب جناية البهائم...إلخ، ج٢، ص٣٩٩.

مسئلہ ۵۷۱ اندھے کو ہاتھ پکڑ کر کوئی شخص چلا رہا تھا اور اس اندھے نے کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو اندھا ضامن ہوگا۔ چلانے والا ضامن نہیں ہوگا۔[1] (شامی ص ۵۳۵ ج ۵)

مسئلہ ۵۷۲ کوئی شخص اپنے گدھے پر لکڑیاں لاد کر لے جا رہا تھا اور ہٹو بچو نہیں کہہ رہا تھا۔ یہ گدھا راہ گیروں کے پاس سے گزرا اور کسی کا کپڑا وغیرہ پھاڑ دیا تو گدھے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر راہ گیروں نے گدھے کو آتے دیکھا تھا اور بچنے کا موقع بھی ملا تھا مگر نہ بچے تو گدھے والا ضامن نہ ہوگا۔[2] (شامی ۵۳۸ ج ۵)

مسئلہ ۵۷۳ ایک شخص نے اپنا گدھا کسی ستون سے باندھ دیا تھا پھر دوسرے آدمی نے بھی اپنا گدھا وہیں باندھ دیا پہلے والے گدھے کو دوسرے گدھے نے کاٹ کھایا تو ان دونوں کو اگر اس جگہ باندھنے کا حق حاصل تھا تو ضمان نہیں ہے۔ ورنہ دوسرے گدھے والا ضامن ہوگا۔[3] (شامی ص ۵۳۸ ج ۵)

متفرقات

مسئلہ ۱ دو آدمی رسہ کشی کر رہے تھے کہ درمیان سے رسی ٹوٹ گئی اور دونوں گدی کے بل گر کر مر گئے تو دونوں کا خون رائیگاں جائے گا اور اگر منھ کے بل گر کر مرے تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر ایک موںھ کے بل گر کر مرا اور دوسرا گدی کے بل گر کر مرا تو گدی کے بل گرنے والے کا خون رائیگاں جائے گا اور منہ کے بل گرنے والے کی دیت گدی کے بل گرنے والے کے عاقلہ پر ہے۔[4] (درمختار و شامی ص ۵۳۲ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۶۰ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۱ ج ۶، بدائع صنائع ص ۲۷۳ ج ۷)

مسئلہ ۲ دو آدمی رسہ کشی کر رہے تھے کہ کسی شخص نے درمیان سے رسی کاٹ دی اور دونوں رسہ کش گدی کے بل گر کر مر گئے تو دونوں کی دیت رسی کاٹنے والے کے عاقلہ پر ہے۔[5] (درمختار و شامی ص ۵۳۲ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۶۰ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۱ ج ۶، بدائع صنائع ص ۲۷۳ ج ۷)

مسئلہ ۳ کسی شخص نے کسی کے پرندے یا بکری یا بلی، یا کتے کی ایک آنکھ پھوڑ دی تو آنکھ کی وجہ سے قیمت کے نقصان کا ضامن آنکھ پھوڑنے والا ہوگا۔ اور اگر دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو جانور کے مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو نقصان

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الدیات، باب جنایة البهیمة والجنایة علیها، ج ۱۰ ص ۲۸۸ .

2 ......المرجع السابق، ص ۲۹۶ .

3 ......المرجع السابق، ص ۲۹۷ .

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب جنایة البهیمة والجنایة علیها، ج ۱۰، ص ۲۸۷ .

5 ......المرجع السابق.

وصول کرلے اور چاہے تو آنکھ پھوڑنے والے کو جانور دے کر پوری قیمت وصول کرلے۔[1] (درمختار و شامی ص ۵۳۵، ج ۵)

مسئلہ ۴ کسی کے اونٹ، گائے، گدھا، گھوڑا، خچر، بھینس یعنی بار برداری، سواری، اور کاشت کاری کے جانور نر یا مادہ کی ایک آنکھ پھوڑنے کی صورت میں چوتھائی قیمت کا ضامن آنکھ پھوڑنے والا ہوگا۔ اور دونوں آنکھوں کو پھوڑنے کی صورت میں مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو جانور آنکھ پھوڑنے والے کو دے کر پوری قیمت وصول کرے اور چاہے تو دونوں آنکھوں کے ضائع ہونے کی وجہ سے قیمت میں جو نقصان آیا ہے وہ وصول کرلے اور جانور اپنے پاس رکھے۔[2] (درمختار و شامی ص ۵۳٦ ج ۵، ہدایہ، و فتح القدیر و عنایہ ص ۳۵۲ ج ۸، بحرالرائق ص ۳٦۳ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۳ ج ٦)

مسئلہ ۵ دو سوار یا پیدل چلنے والے آپس میں ٹکرا کر مرگئے اگر یہ حادثہ خطاءً ہوا تھا تو ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہے۔[3] (ہدایہ، فتح القدیر ص ۳۴۸ ج ۸، بحرالرائق ص ۳۵۹ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۰ ج ٦، بدائع صنائع ص ۲۷۳ ج ۷، عالمگیری ص ۸۷ ج ٦، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۴ ج ۳)

مسئلہ ٦ کسی شخص نے اپنی مِلک میں شہد کی مکھیوں کا چھتہ لگایا۔ ان مکھیوں نے دوسرے لوگوں کے انگور یا دوسرے پھل کھالیے تو چھتہ والا اس کا ضامن نہیں ہوگا اور چھتہ والے کو اس پر مجبور بھی نہیں کیا جائے گا کہ وہ چھتہ کو وہاں سے ہٹا دے۔[4] (درمختار و شامی ص ۵۳۷ ج ۸)

مسئلہ ۷ کسی شخص نے دوسرے کی ملک میں لمبی رسی سے اپنے جانور کو باندھ دیا تھا جانور نے بندھے بندھے کود پھاند کر کسی کا کچھ نقصان کردیا تو باندھنے والا ضامن ہوگا۔[5] (بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۷۳ ج ۷)

مسئلہ ۸ جنایت بہائم میں یہ قاعدہ ہے کہ جب جانور اپنی جگہ اور اسی حالت پر رہا جس پر کھڑا کرنے والے نے کھڑا کیا تھا تو مالک اس کے ہر نقصان کا ضامن ہوگا۔ اور اگر جانور نے وہ جگہ اور حالت بدل لی تو مالک اس کے کسی نقصان کا ضامن نہیں ہے۔[6] (بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸)

مسئلہ ۹ کسی شخص نے کسی کو درندے کے آگے پھینک دیا اور درندے نے اس کو پھاڑ کھایا تو پھینکنے والے پر دیت نہیں

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، باب جنایة البهیمة...إلخ، ج۱۰، ص۲۹۳، ۲۹۴.

2 ......المرجع السابق، ص۲۹۳.

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج٦، ص۸۷، ۸۸.

4 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، باب جنایة البهیمة...إلخ، ج۱۰، ص۲۹۵.

5 ......"البحرالرائق"، کتاب الدّیات، باب جنایة البهیمة...إلخ، ج۹، ص۱۲۹.

6 ......المرجع السابق، ص۱۳۰.

لیکن اس کو تعزیر کی جائے گی اور توبہ کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔[1] (بحر الرائق ص ۳۶۲ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۳ ج ۶)

مسئلہ ۱۰ اگر کوئی شخص کسی آدمی پر سانپ وغیرہ ڈال دے اور وہ اس کو کاٹ لے تو یہ ضامن ہوگا۔[2] (مبسوط ص ۵ ج ۲۷)

مسئلہ ۱۱ کوئی شخص کسی کے گھر میں گیا۔ اجازت سے گیا ہو یا بلا اجازت اور صاحب خانہ کے کتے نے اس کو کاٹ کھایا تو صاحب خانہ ضامن نہیں ہے۔[3] (بدائع صنائع ص ۲۷۳ ج ۷، مبسوط ص ۵ ج ۲۷)

باب القسامة

مسئلہ ۱ قسامت کا مطلب یہ ہے کہ کسی جگہ مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو اور اولیائے مقتول اہل محلّہ پر قتل عمد یا قتل خطا کا دعوےٰ کریں اور اہل محلّہ انکار کریں تو اس محلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں اور یہ قسم کھانے والے عاقل بالغ آزاد مرد ہوں۔[4] (ہندیہ ص ۷۷ ج ۶، شامی ص ۵۴۹ ج ۵)

قسامت واجب ہونے کے لیے چند شرائط ہیں:

(۱) مقتول کے جسم پر زخم یا ضرب کے نشانات یا گلا گھونٹنے کی علامات پائی جائیں یا ایسی جگہ سے خون بہے جہاں سے عادتاً نہیں نکلتا۔ مثلاً آنکھ، کان۔[5] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۲ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۷۱ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۹۲ ج ۸)

(۲) قاتل کا پتہ نہ ہو۔ (فتح القدیر ص ۳۹۰ ج ۸، مبسوط ص ۱۱۴ ج ۲۶، بدائع صنائع ص ۲۸۷ ج ۷)

(۳) مقتول انسان ہو۔ (بدائع صنائع ص ۲۸۸ ج ۷)

(۴) مقتول کے اولیاء دعویٰ کریں۔[6] (بدائع صنائع ص ۲۸۹ ج ۷)

(۵) اہل محلّہ قتل کرنے کا انکار کریں۔[7] (عالمگیری ص ۷۷ ج ۶، شامی ص ۵۴۹ ج ۵)

---

1 ......"البحر الرائق"، کتاب الدّیات، باب جناية البهيمة...إلخ، ج۹، ص۱۳۹.

2 ......"المبسوط"، کتاب الدیات، باب الناخس، ج۲۷، ص۶.

3 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الجنايات، كيفية وجوب الفداء، ج۶، ص۳۳۳.

4 ......"الفتاوى الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الخامس عشر في القسامة، ج۶، ص۷۷.
و"ردالمحتار"، کتاب الدیات، باب القسامة، ج۱۰، ص۳۱۸.

5 ......"تبيين الحقائق"، کتاب الدیات، باب القسامة، ج۷، ص۳۵۳.

6 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الجنايات، فصل في شرائط وجوب القسامة والدية، ج۶، ص۳۵۷.

7 ......"ردالمحتار"، کتاب الدیات، باب القسامة، ج۱۰، ص۳۱۸.

(٦) مدعی قسامت کا مطالبہ کرے۔[1] (بدائع صنائع ص ۲۸۹، ج ۷)

(٧) جس جگہ مقتول پایا گیا وہ کسی شخص کی ملکیت ہو یا کسی کے قبضے میں ہو یا محلّہ میں پایا جائے یا آبادی کے اتنا قریب پایا جائے کہ وہاں کی آواز بستی میں سنی جاسکے۔[2] (شامی ص ۵۵۳ ج ۵، عالمگیری ص ۷۷، ج ۶)

(٨) مقتول زمین کے مالک یا قابض کا مملوک نہ ہو۔[3] (ہندیہ ص ۷۷ ج ۶، شامی ص ۵۴۹ ج ۵، بدائع صنائع ص ۲۸۷ ج ۷، مبسوط ص ۱۰۶ ج ۲۲، فتح القدیر وعنایہ ص ۳۸۴ ج ۸، بحر الرائق ص ۳۹۱ ج ۸)

مسئلہ ۲ اگر کسی جگہ ایسا مردہ پایا جائے کہ اس پر ضرب کا کوئی نشان نہ ہو، یا اس کے منھ یا ناک یا پیشاب و پاخانہ کے مقام سے خون بہہ رہا ہو یا اس کے گلے میں سانپ لپٹا ہوا ہو تو وہاں کے لوگوں پر قسامت و دیت کچھ نہیں ہے۔[4] (درمختار و شامی ص ۵۵۱ ج ۵)

مسئلہ ۳ قسامت کا حکم یہ کہ اگر مقتول کے اولیاء نے قتلِ عمد کا دعویٰ کیا ہے اور اہل محلّہ نے قسم کھائی کہ نہ انھوں نے قتل کیا ہے نہ ان کو قاتل کا علم ہے تو اہل محلّہ پر دیت لازم ہوگی اور اگر اولیائے مقتول نے قتل خطا کا دعوے کیا ہے اور اہل محلّہ نے قسم کھالی تو اہل محلّہ کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی جس کو وہ لوگ تین سال میں ادا کریں گے اور انکار کی صورت میں ان کو قید کیا جائے گا۔ حتی کہ قسم کھائیں۔[5] (درمختار و شامی ص ۵۵۰ ج ۵، ملتقی الابحر ص ۶۶۸ ج ۲، فتح القدیر ص ۳۸۸ ج ۸)

مسئلہ ۴ کسی محلّہ میں مقتول پایا جائے اور اس کے اولیاء تمام یا بعض اہل محلّہ پر دعویٰ کریں کہ انھوں نے اس کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہے اور اہل محلّہ انکار کریں تو ان میں سے پچاس آدمیوں سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ ہر آدمی اللہ (عزوجل) کی قسم کھا کر یہ کہے کہ نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے نہ میں قاتل کو جانتا ہوں۔ اگر وہاں کی آبادی میں پچاس سے زیادہ مرد ہیں تو ان میں سے پچاس کے انتخاب کا حق مقتول کے اولیاء کو ہے۔ اگر پچاس سے کم مرد ہیں تو ان سے قسم کی تکرار کرا کر پچاس کے عدد کو پورا کیا جائے گا۔[6] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۱ ج ۳، عالمگیری ص ۷۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۰ جلد ۵، بحر الرائق ص ۳۹۲ ج ۸، فتح القدیر وعنایہ ص ۳۸۴ ج ۸)

---

1 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الجنایات، فصل فی شرائط وجوب القسامة والدیة، ج ٦، ص ٣٥٧.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦، ص ٧٧.

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الدیات، باب القسامة، ج ١٠، ص ٣١٨.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدیات، باب القسامة ج ١٠، ص ٣٢٣.

5 ......المرجع السابق، ص ٣٢١.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦، ص ٧٧.

مسئلہ ۵ مدعی [1] سے اس بات کی قسم نہیں لی جائے گی کہ اہل محلّہ نے قتل کیا ہے۔ خواہ ظاہری حالات مدعی کی تائید میں ہوں مثلاً مقتول اور اہل محلّہ کے درمیان کھلی دشمنی تھی یا ظاہری حالات مدعی کی تائید میں نہ ہوں۔ مثلاً مقتول اور اہل محلّہ کے درمیان کھلی عداوت [2] کا کوئی ثبوت نہ ہو۔ [3] (عالمگیری ص ۷۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۰ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۹۲ ج ۸)

مسئلہ ۶ اگر اولیائے مقتول یہ دعویٰ کریں کہ اہل محلّہ میں سے فلاں فلاں اشخاص نے قتل کیا ہے۔ یا بغیر معین کئے یوں کہیں کہ اہل محلّہ میں سے بعض لوگوں نے قتل کیا ہے، جب بھی قسامت و دیت کا وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ [4] (عالمگیری ص ۷۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۰ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۹۲ ج ۸)

مسئلہ ۷ اگر ولی مقتول نے یہ دعویٰ کیا کہ اہل محلّہ کے غیر کسی شخص نے قتل کیا ہے تو اہل محلّہ پر قسامت و دیت کچھ نہیں ہے بلکہ مدعی سے گواہ طلب کئے جائیں گے۔ اگر گواہ پیش کر دیئے تو اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور اگر گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے ایک مرتبہ قسم لی جائے گی۔ [5] (عالمگیری ص ۷۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۲ ج ۸، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۳ ج ۳، مبسوط ص ۱۱۵ ج ۲۶، بدائع صنائع ص ۲۹۵ ج ۷)

مسئلہ ۸ اولیائے مقتول کو یہ اختیار ہے کہ جس خاندان کے درمیان مقتول پایا جائے اس خاندان کے یا جس محلّہ میں پایا جائے تو اس محلے کے صالحین کو قسم کھانے کے لیے منتخب کریں، اگر صالحین کی تعداد پچاس سے کم ہو تو وہ باقی لوگوں میں سے منتخب کر کے پچاس پورے کر لیں۔ ولی کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ ان میں سے جوانوں کو یا فساق کو قسم کھانے کے لیے منتخب کر لیں۔ یہ اختیار صرف ولی کو ہے امام کو نہیں ہے۔ [6] (عالمگیری ص ۷۸ ج ۶، شامی ص ۵۵۰ ج ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۱ ج ۳، مبسوط ص ۱۱۰ ج ۲۶)

مسئلہ ۹ قسامت میں بچہ اور پاگل اور عورت اور غلام داخل نہیں ہیں لیکن اندھا اور محدود فی القذف اور کافر قسامت میں داخل ہیں۔ [7] (عالمگیری ص ۷۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۱ جلد ۵، بحر الرائق ص ۳۹۲ ج ۸)

مسئلہ ۱۰ جس جگہ مقتول کا پورا جسم یا جسم کا اکثر حصہ یا نصف حصہ بشرطیکہ اس کے ساتھ سر بھی پایا جائے تو اس جگہ کے لوگوں پر قسامت و دیت ہے۔ اور اگر لمبائی میں سے چرا ہوا نصف پایا جائے یا بدن کا نصف سے کم حصہ پایا جائے۔

---

1 ......دعویٰ کرنے والا۔
2 ......یعنی دشمنی۔
3 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦، ص ٧٧.
4 ......المرجع السابق.
5 ......المرجع السابق، ص ٧٧، ٧٨.
6 ......المرجع السابق، ص ٧٨.
7 ......المرجع السابق.

اگرچہ عرضاً ہو اور اس کے ساتھ سر بھی ہو یا صرف ہاتھ یا پیر یا سر پایا جائے تو قسامت و دیت کچھ نہیں ہے۔[1] (درمختار و شامی ص ۵۴۹ ج ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۳ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۷۲ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۲ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۹۰ ج ۸، مبسوط ص ۱۱۶ ج ۲۶، بدائع صنائع ص ۲۸۸ ج ۷)

مسئلہ ۱۱ اگر کسی محلے میں کوئی مردہ بچہ تام الخلقت[2] یا ناقص الخلقت[3] پایا جائے اور اس پر ضرب کے کچھ نشانات نہ ہوں تو اہل محلّہ پر کچھ نہیں ہے اور اگر ضرب کے نشانات ہوں اور بچہ تام الخلقت ہو تو قسامت و دیت واجب ہے اور اگر ناقص الخلقت ہو تو کچھ نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۷۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۲ ج ۵، قاضی خان ص ۴۵۳ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۷۲ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۴ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۹۱ ج ۸)

مسئلہ ۱۲ اگر کسی کے مکان میں مقتول پایا جائے اور صاحب خانہ کے عاقلہ بھی وہاں موجود ہوں تو قسامت میں سب شریک ہوں گے اور اگر اس کے عاقلہ وہاں موجود نہ ہوں تو گھر والا ہی پچاس مرتبہ قسم کھائے گا اور دیت دونوں صورتوں میں عاقلہ پر ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۷۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۵ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۹۴ ج ۸)

مسئلہ ۱۳ اگر کسی محلّہ میں مقتول پایا جائے اور اہل محلّہ دعویٰ کریں کہ محلّہ کے باہر کے فلاں شخص نے اس کو قتل کیا ہے اور اس محلے کے باہر کے دو گواہ بھی اس پر شہادت دیں تو اہل محلّہ قسامت و دیت سے بری ہو جائیں گے۔ ولی مقتول نے یہ دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔[6] (عالمگیری ص ۷۸ ج ۶)

مسئلہ ۱۴ اگر ولی مقتول دعویٰ کرے کہ جس محلے میں مقتول پایا گیا ہے اور اس محلے کے باہر رہنے والے فلاں شخص نے اس کے آدمی کو قتل کیا ہے تو ولی کو اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا۔ ورنہ مدعیٰ علیہ سے ایک مرتبہ قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم کھالے تو بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر قسم سے انکار کرے اور دعویٰ قتلِ خطا کا ہو تو دیت لازم ہوگی اور اگر دعویٰ قتلِ عمد کا تھا تو قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ قتل کا اقرار کرے یا قسم کھائے یا بھوکا مرجائے۔[7] (درمختار ص ۵۲۲ ج ۵)

مسئلہ ۱۵ کسی محلّہ یا قبیلے میں کوئی شخص زخمی کیا گیا۔ وہاں سے وہ زخمی حالت میں دوسرے محلے میں منتقل کیا گیا اور

---

1 ......"الفتاوی الخانیة"،کتاب الجنایات،باب الشهادة علی الجنایة،ج ۲،ص ۳۹۷.

2 ......یعنی اس کے اعضاء مکمل بن چکے ہیں۔

3 ......یعنی اس کے اعضاء مکمل نہیں بنے ہیں۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة ، ج ٦،ص ٧٨.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"الدرالمختار"،کتاب الدیات،باب القسامة،ج ١٠،ص ٣٢٣.

اسی وجہ صاحب فراش رہ کر مرگیا[1] تو قسامت اور دیت پہلے محلے والوں پر ہے۔[2] (عالمگیری ص ۷۹ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۵۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۷۶ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۹۴ ج ۸، مبسوط ص ۱۱۸ ج ۲۶، بدائع صنائع ص ۲۸۸ ج ۷)

مسئلہ ۱۶ اگر تین مختلف قبائل کے لوگوں کو کوئی خطہ زمین الاٹ کیا گیا وہاں انھوں نے مکانات یا مسجد بنائی اور اس آبادی یا مسجد میں کوئی مقتول پایا گیا تو دیت تین قبیلوں پر لازم ہوگی۔ ہر قبیلے پر ایک تہائی اگرچہ ان کے افراد کی تعداد کم وبیش ہو۔ یہاں تک کہ اگر کسی قبیلے کا صرف ایک ہی شخص ہو تو اس پر بھی ایک تہائی دیت لازم ہوگی اور یہ دیت ان سب کے عاقلہ ادا کریں گے۔[3] (عالمگیری ص ۷۹ ج ۶)

مسئلہ ۱۷ اگر کسی بازار یا مسجد میں کوئی مقتول پایا جائے اور وہ مسجد یا بازار کسی خاص قبیلے کی ملکیت ہو تو قسامت و دیت ان پر لازم ہوگی۔ اور اگر وہ مسجد و بازار حکومت کی ملک میں ہیں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔[4] (عالمگیری ص ۷۹ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۲ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۷۴ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۵۶ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۹۶ ج ۸، مبسوط ص ۱۱۸ ج ۲۶، بدائع الصنائع ص ۲۹۰ ج ۷)

مسئلہ ۱۸ اگر شارع عام پر یا پل پر مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔[5] (عالمگیری ص ۸۰ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۵۶ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۹۷ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۹۰ ج ۷)

مسئلہ ۱۹ مسجد حرام یا میدان عرفات میں اژدہام[6] کے بغیر کوئی مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بھی قسامت کے بغیر بیت المال سے ادا کی جائے گی۔[7] (عالمگیری ص ۸۰ ج ۶)

مسئلہ ۲۰ اگر کسی ایسی زمین یا مکان میں مقتول پایا جائے جس کو معین لوگوں پر وقف کیا گیا تھا تو قسامت ودیت انھی لوگوں پر ہے جن پر وقف کیا گیا ہے اور اگر مسجد پر وقف کیا گیا تھا تو اس کا حکم مقتول فی المسجد کا ہے۔[8] (عالمگیری از محیط سرخسی ص ۸۰ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۷۶ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۶۰ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۹۷ ج ۸)

---

1 ......یعنی بستر پر پڑے پڑے مرگیا۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٧٩.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٧٩.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص٨٠.

6 ......بھیڑ، ہجوم۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦، ص ٨٠.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۱: اگر کسی ایسے گاؤں میں مقتول پایا جائے جو ذمی کفار اور مسلمانوں کی ملکیت ہے تو قسامت اور دیت دونوں فریقوں پر ہے۔ مسلمانوں پر دیت کا جتنا حصہ لازم ہوگا وہ ان کے عاقلہ ادا کریں گے اور کفار پر جتنا حصہ لازم ہوگا، اگر ان کے عاقلہ ہوں تو ان کے عاقلہ ادا کریں گے۔ ورنہ ان کے مال سے وصول کیا جائے گا۔[1] (عالمگیری از مبسوط ص۸۰ ج۶)

مسئلہ ۲۲: اگر دو محلوں یا دو گاؤں کے درمیان مقتول پایا جائے اور یہاں سے دونوں جگہ آواز پہنچتی ہو تو جس آبادی کا فاصلہ کم ہوگا اس آبادی کے لوگوں پر قسامت و دیت ہے اور اگر کسی جگہ آواز نہیں پہنچتی ہے تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص۸۰ ج۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۱ ج۳، بحر الرائق ص۳۹۳ ج۸، مبسوط ص۱۱۱ ج۲۶، بدائع صنائع ص۲۸۹ ج۷)

مسئلہ ۲۳: اگر دو بستیوں کے درمیان مقتول پایا جائے اور دونوں جگہوں کا فاصلہ وہاں سے برابر ہو اور دونوں جگہ آواز پہنچتی ہو تو دونوں بستیوں والوں پر دیت نصف نصف ہوگی، اگرچہ ان کے افراد کی تعداد مختلف ہو۔[3] (عالمگیری ص۸۰ ج۶)

مسئلہ ۲۴: اگر کسی شخص کے گھر میں مقتول پایا جائے تو اس کے عاقلہ اس وقت دیت ادا کریں گے جب گواہوں سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ گھر اس کی ملکیت ہے۔[4] (عالمگیری ص۸۰ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۴ ج۶، درمختار و شامی ص۵۵۵ ج۵، بحر الرائق ص۳۹۶ ج۸)

مسئلہ ۲۵: اگر کسی شخص کے گھر میں مقتول پایا جائے اور اس گھر میں مالک کے غلام یا آزاد ملازم رہتے ہوں تو قسامت و دیت گھر کے مالک پر ہوگی۔ ملازمین یا غلاموں پر نہیں۔[5] (عالمگیری ص۸۰ ج۶)

مسئلہ ۲۶: مِلکِ مشترک میں اگر قتیل[6] پایا جائے تو سب مالکوں پر دیت برابر برابر لازم ہوگی جس کو ان کے عواقل[7] ادا کریں گے اگرچہ ملک میں ان کے حصے کم و بیش ہوں۔[8] (عالمگیری ص۸۰ ج۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۲ ج۳، تبیین الحقائق ص۱۷۳ ج۶، درمختار و شامی ص۵۵۵ ج۵، بحر الرائق ص۳۹۵ ج۸، مبسوط ص۱۱۳ ج۲۶، بدائع صنائع ص۲۹۳ ج۷)

مسئلہ ۲۷: اگر کسی ایسے شخص کے گھر میں مقتول پایا جائے جس کی شہادت مقتول کے حق میں مقبول نہیں ہوتی ہے یا عورت اپنے شوہر کے گھر میں مقتول پائی جائے تو ان صورتوں میں بھی قسامت و دیت لازم ہوگی اور مالکِ مکان میراث سے

1...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر في القسامة، ج٦، ص٨٠.

2...... المرجع السابق.　3...... المرجع السابق.

4...... المرجع السابق.　5...... المرجع السابق.

6...... مقتول۔　7...... قاتل کے وہ متعلقین جو دیت ادا کرتے ہیں۔

8...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر في القسامة، ج٦، ص٨٠.

محروم نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری از محیط سرخسی ص ۸۱ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۹۴ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۶۱ ج ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۳ ج ۳، مبسوط ص ۱۱۶ ج ۲۶)

مسئلہ ۲۸ اگر کسی ایسی عورت کے گھر میں مقتول پایا جائے جو ایسے شہر میں رہتی ہے کہ وہاں اس کا کوئی رشتہ دار نہیں رہتا، تو اس عورت سے پچاس مرتبہ قسم لی جائے گی اس کے بعد اس کے قریب ترین رشتہ داروں پر دیت لازم ہوگی۔ اگر اس کے رشتہ دار بھی اس شہر میں رہتے ہیں تو وہ بھی عورت کے ساتھ قسامت میں شریک ہوں گے۔[2] (عالمگیری از کفایہ ص ۸۱ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۹ ج ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۲ ج ۳، مبسوط ص ۱۲۰ ج ۲۶)

مسئلہ ۲۹ اگر کسی بچے یا پاگل کے گھر میں مقتول پایا جائے تو بچے اور پاگل سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ ان کے عاقلہ سے قسم بھی لی جائے گی اور دیت بھی لی جائے گی۔[3] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۸۱ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۶۱ ج ۵)

مسئلہ ۳۰ اگر یتیموں کے گھر میں مقتول پایا جائے یا ان کے محلّہ میں پایا جائے تو ان یتیموں میں جو بالغ ہے اس سے قسم لی جائے گی اور دیت سب کے عاقلہ پر ہوگی۔ اور اگر ان میں سے کوئی بالغ نہیں ہے تو قسامت و دیت دونوں سب کے عاقلہ پر واجب ہیں۔[4] (عالمگیری از محیط سرخسی ص ۸۱ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۶۱ ج ۵، مبسوط ص ۱۲۱ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۱ اگر کسی ذمی کے گھر میں مقتول پایا جائے تو اس سے پچاس مرتبہ قسم لی جائے گی۔ اس کے بعد اگر ان ذمیوں میں یہ رواج ہے کہ دیت ان کے عاقلہ ادا کرتے ہیں تو ان کے عاقلہ سے دیت وصول کی جائے گی ورنہ اس کے مال سے ادا کی جائے گی۔[5] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۸۱ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۶۱ ج ۵)

مسئلہ ۳۲ **(الف)**: اگر کسی قوم کی مملوکہ چھوٹی نہر میں مقتول پایا جائے تو اس نہر کے مالکوں پر قسامت اور ان کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔[6] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۸۲ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۳ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۷۴ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۷ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۹۷ ج ۸، مبسوط ص ۱۱۸ ج ۲۶، بدائع صنائع ص ۲۹۰ ج ۷)

مسئلہ ۳۲ **(ب)**: اگر کسی بڑی بہتی ہوئی نہر میں مقتول بہتا ہوا پایا جائے اور وہ نہر دار الاسلام سے نکلی ہے تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی اور اگر وہ نہر دار الحرب سے نکلی ہے تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ اور اگر لاش نہر کے کنارے پر اٹکی ہوئی ہے اور اس کنارے کے اتنے قریب کوئی آبادی ہے جہاں تک اس جگہ کی آواز پہنچ سکتی ہے تو اس آبادی والوں پر

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٨١.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق.　4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.　6 ......المرجع السابق ص ٨٢.

دیت واجب ہوگی اور اگر وہاں تک آواز نہیں پہنچ سکتی تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔[1] (عالمگیری از ذخیرہ ص۸۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۴ ج۶، درمختار و شامی ص۵۵۷ ج۵، بحرالرائق ص۳۹۷ ج۸، مبسوط ص۱۱۸ ج۲۶)

مسئلہ ۳۳ اگر کسی کشتی میں مقتول پایا جائے تو اس کشتی کے سواروں پر قسامت و دیت ہے جس میں ملاح مسافر اور اگر اس میں مالک بھی ہو تو وہ بھی داخل ہے اور چھکڑے[2] کا حکم بھی یہی ہے۔[3] (عالمگیری ص۸۲ ج۶، ہدایہ ص۶۲۴ ج۴، درمختار و ردالمحتار ص۵۵۶ ج۵، تبیین الحقائق ص۱۷۴ ج۶، بحرالرائق ص۲۹۶ ج۸، مبسوط ص۱۱۷ ج۲۶، بدائع صنائع ص۲۹۱ ج۷)

مسئلہ ۳۴ اگر کسی جانور کی پیٹھ پر مقتول پایا جائے اور اس جانور کا کوئی سائق[4] یا قائد[5] یا اس پر کوئی سوار ہے تو دیت اسی پر ہے، اور اگر سائق و قائد و راکب تینوں ہیں تو تینوں پر برابر برابر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر جانور اکیلا ہے تو قسامت و دیت اس محلّہ کے لوگوں پر ہے جہاں اس جانور پر مقتول پایا گیا ہے۔[6] (عالمگیری ص۸۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۹۳ ج۸، درمختار و شامی ص۵۵۳ ج۵، ہدایہ ص۶۲۲ ج۴، مبسوط ص۱۱۷ ج۲۶، بدائع صنائع ص۲۹۲ ج۷)

مسئلہ ۳۵ اگر دو آبادیوں کے درمیان کسی جانور پر مقتول پایا جائے اور جانور اکیلا ہو تو جس بستی تک آواز پہنچ سکتی ہو اس کے رہنے والوں پر اور اگر دونوں جگہ آواز پہنچتی ہو تو دونوں بستیوں میں قریب والی کے باشندوں پر قسامت و دیت واجب ہوگی۔[7] (عالمگیری ص۸۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۹۳ ج۸، درمختار و شامی ص۵۵۳ ج۵)

مسئلہ ۳۶ اگر کسی کی افتادہ زمین میں مقتول پایا جائے تو زمین کے مالک اور اس کے قبیلے والوں پر قسامت و دیت ہے اور اگر وہ زمین کسی کی ملکیت نہیں ہے اور اس کے اتنے قریب کوئی آبادی ہے جس میں وہاں کی آواز سنی جاسکتی ہے تو اس آبادی والوں پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر اس کے قریب کوئی آبادی نہیں ہے یا آبادی اس قدر دور ہے کہ وہاں کی آواز اس آبادی تک نہیں پہنچتی ہے تو اگر اس زمین سے مسلمان کوئی فائدہ اٹھاتے ہیں مثلاً وہاں سے لکڑی یا گھاس کاٹتے ہیں۔ یا وہاں

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٨٢.

2 ......دو پہیوں کی لمبی گاڑی جس میں بیل جوتے جاتے ہیں جو باربرداری کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٨٢.

4 ......ہانکنے والا۔　5 ......آگے سے جانور چلانے والا، نکیل پکڑ کر لے جانے والا۔

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦، ص ٨٢.

7 ......المرجع السابق.

جانور چراتے ہیں تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔ اور اگر وہ زمین انتفاع کے قابل ہی نہیں ہے تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا۔[1] (عالمگیری از محیط سرخسی ص ۸۲ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۳ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۵۴ ج ۵)

مسئلہ ۳۷ اگر کسی پل پر مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی اور اگر شہر کے ارد گرد کی خندق میں مقتول پایا جائے تو اس کا حکم شارع عام پر پائے جانے والے مقتول کا سا ہے۔[2] (عالمگیری از محیط سرخسی ص ۸۲ ج ۶)

مسئلہ ۳۸ مسلمان لشکر کسی مباح زمین میں جو کسی شخص کی ملکیت نہ تھی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ان میں سے کسی لشکری کے خیمے میں مقتول پایا جائے تو اس خیمے والوں پر دیت و قسامت ہے اور اگر خیمے کے باہر پایا جائے اور لشکریوں کے قبائل الگ الگ ٹھیرے ہوں تو جس قبیلے میں پایا جائے گا اس قبیلے پر دیت و قسامت ہے اور اگر دو قبیلوں کے درمیان پایا جائے تو قریب والے قبیلے پر قسامت و دیت ہے اور اگر دونوں کا فاصلہ برابر ہو تو دونوں پر قسامت و دیت ہے۔[3] (عالمگیری ص ۸۲ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۷۶ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۴ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۵۶۰ ج ۵، مبسوط ص ۱۱۹ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۹ اگر لشکریوں کے قبیلے ملے جلے ٹھیرے ہوں اور مقتول کسی کے خیمے میں پایا گیا تو صرف اس خیمے والوں پر ہی قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر خیمے سے باہر پایا جائے تو سب لشکر پر قسامت و دیت واجب ہوگی۔[4] (عالمگیری از محیط ص ۸۲ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۷۶ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۴ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۶۱ ج ۵)

مسئلہ ۴۰ مسلمانوں کا لشکر کسی کی مملوکہ زمین[5] میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا تو ہر صورت میں زمین کے مالک پر قسامت و دیت واجب ہے۔[6] (عالمگیری از محیط ص ۸۲ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۷۶ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۴ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۹۲ ج ۷، درمختار و شامی ص ۵۶۱ ج ۵)

مسئلہ ۴۱ اگر مسلمان لشکر کا کافروں سے مقابلہ ہوا پھر وہاں کوئی مسلمان مقتول پایا گیا تو کسی پر قسامت و دیت نہیں اور اگر دو مسلمان گروہوں میں مقابلہ ہوا اور ان میں سے ایک گروہ باغی اور دوسرا حق پر تھا اور جو مقتول پایا گیا وہ اہل حق کی جماعت کا تھا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[7] (عالمگیری از محیط ص ۸۲ ج ۶)

1...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر في القسامة، ج ٦، ص ٨٢.

2...... المرجع السابق. 3...... المرجع السابق. 4...... المرجع السابق.

5...... یعنی وہ زمین جو کسی کی ملکیت میں ہے۔

6...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر في القسامة، ج ٦، ص ٨٢.

7...... المرجع السابق.

مسئلہ ۴۲: اگر کسی مقفل مکان میں [1] مقتول پایا جائے تو گھر کے مالک کے عاقلہ پر [2] قسامت و دیت ہے۔ [3] (عالمگیری از محیط ص ۸۳ ج ٦، شامی ص ۵۵۵ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۹۵ ج ۸)

مسئلہ ۴۳: اگر کوئی شخص اپنے باپ یا ماں کے گھر میں مقتول پایا جائے یا بیوی شوہر کے گھر میں مقتول پائی جائے تو اس میں قسامت ہے اور دیت عاقلہ پر ہے۔ مگر مالک مکان میراث سے محروم نہیں ہوگا۔ [4] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۳ ج ۳)

مسئلہ ۴۴: اگر کسی ایسے ویران محلے میں جس میں کوئی شخص نہیں رہتا ہے مقتول پایا جائے تو اس کے اتنے قریب کی آبادی پر قسامت و دیت واجب ہے۔ جہاں تک وہاں کی آواز پہنچتی ہے۔ [5] (بحرالرائق ص ۳۹۴ ج ۸)

مسئلہ ۴۵: اگر کسی جگہ دو گروہوں میں عصبیت [6] کی وجہ سے تلوار چلی پھر ان لوگوں کے متفرق ہوجانے کے بعد وہاں کوئی مقتول پایا گیا تو اہل محلّہ پر قسامت و دیت ہے۔ مگر جب ولی مقتول ان متحاربین پر [7] یا ان میں سے کسی معین شخص پر قتل کا دعویٰ کرے تو اہل محلّہ بری ہوجائیں گے اور متحاربین کے خلاف غیر اہل محلّہ میں سے دو گواہ اگر اس بات کی گواہی دیں کہ مدعی علیہم نے قتل کیا ہے تو قصاص یا دیت واجب ہوگی ورنہ وہ بھی بری ہوجائیں گے۔ [8] (درمختار و شامی ص ۵۵۸ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۹۷ ج ۸)

مسئلہ ۴٦: اگر کسی کا جانور کسی جگہ مردہ پایا جائے تو اس میں کچھ نہیں ہے۔ [9] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۳ ج ۳، درمختار ص ۵٦۱ ج ۵، فتح القدیر ص ۳۸۴ ج ۸، مبسوط ص ۱۱٦ ج ۲٦، بدائع صنائع ص ۲۸۸ ج ۷)

مسئلہ ۴۷: اگر جیل خانے میں کوئی مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ [10] (ہدایہ ص ٦۲۵ ج ۴، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۲ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۴۷۱ ج ٦، بحرالرائق ص ۳۹۷ ج ۸، مبسوط ص ۱۱۲ ج ۲٦، بدائع صنائع ص ۲۹۰ ج ۷)

---

1 ...... یعنی تالا لگے ہوئے مکان میں۔

2 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر ''گھر کے مالک پر قسامت و دیت ہے'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتب میں عبارت اس طرح ہے ''گھر کے مالک کے عاقلہ پر قسامت و دیت ہے''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیہ

3 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر في القسامة، ج ٦، ص ٨٣.

4 ......''الفتاوی الخانية''، كتاب الجنايات، باب الشهادة على الجناية، ج ٢، ص ٣٩٧.

5 ......''البحرالرائق''، كتاب الديات، باب القسامة، ج ٩، ص ١٩٥.

6 ...... یعنی دشمنی۔ 7 ...... یعنی لڑنے والوں پر۔

8 ......''البحرالرائق''، كتاب الديات، باب القسامة، ج ٩، ص ٢٠٠.

9 ......''الفتاوی الخانية''، كتاب الجنايات، باب الشهادة على الجناية، ج ٢، ص ٣٩٧.

10 ......المرجع السابق، ص ٣٩٦.

متفرقات

مسئلہ ۱ اگر کسی شخص کو عمداً زخمی کیا گیا۔ اس نے دو آدمیوں کو گواہ بنا کر یہ کہا کہ فلاں شخص نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد وہ مرگیا تو اس میں اگر قاضی اور عام لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ اسی شخص نے زخمی کیا ہے تو ان گواہوں کی شہادت مقبول نہیں ہے اور اگر کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس شخص نے زخمی کیا ہے تو یہ شہادت صحیح ہے اور اس کے بعد اگر اولیائے مقتول گواہوں سے اسی شخص کے زخمی کرنے کا ثبوت فراہم کردیں تو یہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔[1] (عالمگیری ص ۸۷، ج ٦)

مسئلہ ۲ اگر کسی زخمی نے یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص نے مجھے زخمی کیا ہے پھر وہ مرگیا اور اولیاء نے گواہوں سے کسی دوسرے کو زخمی کرنے والا ثابت کیا تو یہ گواہی مقبول نہیں ہوگی۔[2] (عالمگیری ص ۸۷، ج ٦)

مسئلہ ۳ اگر کسی زخمی نے یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص نے مجھے زخمی کیا ہے پھر مرگیا پھر مقتول کے ایک لڑکے نے اس بات پر گواہ پیش کئے کہ مقتول کے دوسرے لڑکے نے اس کو خطاءً زخمی کیا تھا تو یہ شہادت مقبول ہوگی۔[3] (عالمگیری ص ۸۷ ج ٦)

مسئلہ ۴ اگر کوئی سوار کسی راہ گیر سے پیچھے کی طرف آکر ٹکرایا اور سوار مرگیا تو راہ گیر پر اس کا ضمان نہیں ہے اور راہ گیر مرگیا تو سوار پر اس کا ضمان ہے کشتیوں کی ٹکر کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔[4] (قاضی خان علی الہندیہ، ص ۴۴۴، ج ۳، عالمگیری ص ۸۸ ج ٦)

مسئلہ ۵ اگر دو جانور آپس میں ٹکرا گئے اور ایک مرگیا اور دونوں کے ساتھ ان کے سائق تھے تو دوسرے پر ضمان واجب ہے۔[5] (قاضی خان علی الہندیہ، ص ۴۴۴، ج ۳)

مسئلہ ٦ اگر دو ایسے سوار آپس میں ٹکرا گئے کہ ایک ٹھیرا ہوا تھا اور دوسرا چل رہا تھا اور اسی طرح دو آدمی آپس میں ٹکرا گئے کہ ایک چل رہا تھا اور دوسرا کھڑا ہوا تھا اور ٹھیرے ہوئے کو کچھ صدمہ پہنچا تو اس کا تاوان چلنے والے پر واجب ہوگا۔[6] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۴ ج ۳، عالمگیری ص ۸۸ ج ٦)

مسئلہ ۷ کوئی شخص راستے میں سو رہا تھا کہ ایک راہ گیر نے اس کو کچل دیا اور دونوں کی ایک ایک انگلی ٹوٹ گئی تو چلنے

---

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج ٦، ص ۸۷.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق، ص ۸۸.

5 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیة، ج ۲، ص ۳۹۱.

6 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج ٦، ص ۸۸.

والے پر تاوان ہے سونے والے پر کچھ نہیں ہے اور اگر ان میں سے کوئی مر جائے درآں حالیکہ ایک دوسرے کے وارث ہوں تو سونے والا چلنے والے کا ترکہ پائے مگر چلنے والا سونے والے کا ترکہ نہیں پائے گا۔[1] (قاضی خاں علی الہندیہ، ص ۴۴۴، ج ۳)

مسئلہ ۸ دو شخص کسی درخت کو کھینچ رہے تھے کہ وہ ان پر گر پڑا جس سے وہ دونوں مر گئے ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی نصف دیت ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک مر گیا تو دوسرے کے عاقلہ پر نصف دیت ہے۔[2] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۴، ج ۳، عالمگیری، ص ۹۰، ج ۶)

مسئلہ ۹ اگر کسی نے کسی کا ہاتھ پکڑا اور اس نے اپنا ہاتھ کھینچا اور ہاتھ کھینچنے والا گر کر مر گیا تو اگر پکڑنے والے نے مصافحہ کرنے کے لیے پکڑا تھا تو کوئی ضمان نہیں ہے اور اگر اس کے موڑنے اور ایذا دینے کے لیے پکڑا تھا تو پکڑنے والا اس کی دیت کا ضامن ہے اور اگر پکڑنے والے کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو ہاتھ کھینچنے والا ضامن نہیں ہے۔[3] (عالمگیری، ص ۸۸، ج ۶)

مسئلہ ۱۰ ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا اور تیسرے شخص نے پکڑے ہوئے آدمی کو قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کی سزا دی جائے گی۔[4] (عالمگیری ص ۸۸ ج ۶)

مسئلہ ۱۱ کسی نے دوسرے کو پکڑا اور تیسرے نے آ کر پکڑے ہوئے کا مال چھین لیا تو چھیننے والا ضامن ہے پکڑنے والا ضامن نہیں ہے۔[5] (عالمگیری، ص ۸۸، ج ۶)

مسئلہ ۱۲ کوئی شخص کسی کے کپڑے پر بیٹھ گیا کپڑے والے کو علم نہ تھا وہ کھڑا ہو گیا جس کی وجہ سے کپڑا پھٹ گیا تو بیٹھنے والا کپڑے کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۸۸ ج ۶)

مسئلہ ۱۳ اگر کسی نے اپنے گھر میں لوگوں کو دعوت دی اور ان لوگوں کے چلنے یا بیٹھنے سے فرش یا تکیہ پھٹ گیا تو یہ ضامن نہیں ہیں۔ اور اگر کسی برتن کو ان میں سے کسی نے کچل دیا یا ایسے کپڑے کو جو بچھایا نہیں جاتا ہے کچل کر خراب کر دیا تو ضامن ہوں گے اور اگر ان کے ہاتھ سے گر کر کوئی برتن ٹوٹ گیا تو ضامن نہیں ہیں اور اگر ان مہمانوں میں سے کسی کی تلوار لٹکی ہوئی تھی اور اس سے فرش پھٹ گیا تو ضامن نہیں ہے۔[7] (عالمگیری از محیط، ص ۸۸، ج ۶)

مسئلہ ۱۴ اگر صاحب خانہ نے مہمانوں کو بستر پر بیٹھنے کی اجازت دی اور وہ بیٹھ گئے بستر کے نیچے صاحب خانہ کا

---

1. ......"الفتاوی الخانیة"، كتاب الجنايات، فصل فی القتل الذی یوجب الدية، ج۲، ص۳۹۱.
2. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج٦، ص٩٠.
3. ......المرجع السابق، ص۸۸.
4. ......المرجع السابق.
5. ......المرجع السابق.
6. ......المرجع السابق.
7. ......المرجع السابق.

چھوٹا بچہ لیٹا ہوا تھا ان کے بیٹھنے سے وہ کچل کر مرگیا تو مہمان اس کی دیت کا ضامن ہے۔ اسی طرح اگر بستر کے نیچے کسی اور کے شیشے وغیرہ کے برتن تھے وہ ٹوٹ گئے تو مہمان کو تاوان دینا ہوگا۔[1] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۸۸ ج ۶)

مسئلہ ۱۵ اگر کسی نے کسی سوئے ہوئے آدمی کی فصد کھول دی جس سے اتنا خون بہا کہ سونے والا مرگیا تو فصد کھولنے والے پر قصاص واجب ہے۔[2] (عالمگیری از قنیہ ص ۸۸ ج ۶)

مسئلہ ۱۶ اگر کسی نے یہ کہا کہ میں نے فلاں شخص کو قتل کیا ہے لیکن عمداً یا خطاءً کچھ نہیں کہا تو اس کے اپنے مال سے دیت ادا کی جائے گی۔[3] (عالمگیری از منتقی و ذخیرہ، ص ۸۸، ج ۶)

مسئلہ ۱۷ اگر کسی نے کسی کو ہاتھ یا پیر سے مارا اور وہ مرگیا تو یہ شبہ عمد کہلائے گا اور اگر تنبیہ کے لیے کسی ایسی چیز سے مارا تھا جس سے مرنے کا اندیشہ نہیں تھا مگر مرگیا تو قتلِ خطا کہلائے گا اور اگر مارنے میں مبالغہ کیا تھا تو یہ بھی شبہ عمد کہلائے گا۔[4] (عالمگیری از محیط، ص ۸۸، ج ۶)

مسئلہ ۱۸ اگر کسی نے کسی کو تلوار مارنے کا ارادہ کیا جس کو مارنا چاہتا تھا اس نے تلوار ہاتھ سے پکڑ لی۔ تلوار والے نے تلوار کھینچی جس سے پکڑنے والے کی انگلیاں کٹ گئیں تو اگر جوڑ سے کٹ گئی ہیں تو قصاص لیا جائے گا۔ اگر جوڑ کے علاوہ کسی جگہ سے کٹی ہیں تو دیت لازم ہوگی۔[5] (عالمگیری از ذخیرہ، ص ۸۹، ج ۶)

مسئلہ ۱۹ اگر کسی کے دانت میں درد ہو اور وہ دانت معین کر کے ڈاکٹر سے کہے کہ اس دانت کو اکھیڑ دو اور ڈاکٹر دوسرا دانت اکھیڑ دے پھر دونوں میں اختلاف ہو جائے تو مریض کا قول حلف کے ساتھ معتبر ہوگا اور ڈاکٹر کے مال میں دیت لازم ہوگی۔[6] (عالمگیری از قنیہ، ص ۸۹، ج ۶)

مسئلہ ۲۰ اگر دو آدمی کسی تیسرے کا دانت خطاءً توڑ دیں تو دونوں کے مال سے دیت ادا کی جائے گی۔[7] (عالمگیری از قنیہ ص ۸۹ ج ۶)

مسئلہ ۲۱ اگر کسی نے حسب معمول اپنے گھر میں آگ جلائی۔ اتفاقاً اس سے اس کا اور اس کے پڑوسی کا گھر جل گیا تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔[8] (عالمگیری از فصول عمادیہ ص ۸۹ ج ۶)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السابع عشر فى المتفرقات، ج ٦، ص ٨٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص ٨٨، ٨٩.

5 ......المرجع السابق، ص ٨٩.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۲ اگر کسی نے اپنے گھر کے تنور میں گنجائش سے زیادہ لکڑیاں جلائیں جس سے اس کا اور اس کے پڑوسی کا گھر جل گیا تو یہ ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری از محیط ص۸۹ ج۶)

مسئلہ ۲۳ اگر کسی نے اپنے لڑکے کو اپنی زمین میں آگ جلانے کا حکم دیا، لڑکے نے آگ جلائی جس سے چنگاریاں اڑکر پڑوسی کی زمین میں گئیں جن سے اس کا کوئی نقصان ہوگیا تو باپ ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری از قنیہ ص۸۹ ج۶)

مسئلہ ۲۴ اگر کسی سمجھ دار بچے نے کسی کی بکری پر کتا دوڑایا جس سے بکری بھاگ گئی اور غائب ہوگئی تو یہ بچہ ضامن نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری از قنیہ ص۹۰ ج۶)

مسئلہ ۲۵ کسی نے اپنے جانور کو دیکھا کہ دوسرے کا غلہ کھا رہا تھا اور اس کو غلہ کھانے سے نہیں روکا تو نقصان کا ضامن ہوگا۔[4] (عالمگیری ص۹۰ ج۶)

مسئلہ ۲۶ کسی کا جانور دوسرے کے کھیت میں گھس کر نقصان کر رہا ہو تو اگر جانور کے مالک کے کھیت میں جانور کو نکالنے کے لیے گھسنے سے بھی نقصان ہوتا ہے مگر جانور کو نہ نکالا جائے تو زیادہ نقصان کا خطرہ ہے تو گھس کر جانور کو نکالنا واجب ہے اور اس کے کھیت میں گھسنے سے جو نقصان ہوگا اس کا ضامن بھی یہی ہوگا اور اگر جانور کسی دوسرے کا ہو تو اس کا نکالنا واجب نہیں ہے۔ پھر بھی اگر نکال رہا تھا کہ جانور ہلاک ہوگیا تو جانور کی قیمت کا یہ ضامن نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری، ص۹۰، ج۶)

مسئلہ ۲۷ اگر کسی کے خصیتین پر کسی نے چوٹ ماری جس سے ایک یا دونوں خصیتین زخمی ہوگئے تو حکومت عدل ہے۔[6] (عالمگیری از قنیہ ص۹۰ ج۶)

مسئلہ ۲۸ اگر کسی نے کسی کا مویشی خانہ غصب کر کے اس میں اپنے جانور باندھے پھر اس کے مالک نے جانوروں کو نکال دیا تو اگر کوئی جانور گم ہوگیا تو مویشی خانے کا مالک ضامن ہوگا۔[7] (عالمگیری از جامع اصغر ص۹۰ ج۶)

مسئلہ ۲۹ اگر کسی نے جانور کا ہاتھ یا پیر کاٹ کر اسے ہلاک کر دیا یا ذبح کر دیا تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو یہ ہلاک شدہ جانور ہلاک کرنے والے کو دے دے اور اس سے قیمت وصول کر لے یا اس جانور کو اپنے پاس رکھ لے اور ضمان وصول نہ[8] کرے۔[9] (عالمگیری ص۹۰ ج۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السابع عشرفی المتفرقات، ج٦، ص٨٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص٩٠. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر" ضمان وصول کرے" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے" ضمان وصول نہ کرے"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...علمیه

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السابع عشرفی المتفرقات، ج٦، ص٩٠.

عاقلہ کا بیان

مسئلہ ۱ عاقلہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو قتل خطاء یا شبہ عمد میں ایسے قاتل کی طرف سے دیت ادا کرتے ہیں جو ان کے متعلقین میں سے ہے اور یہ دیت اصالۃً واجب ہوئی ہو اور اگر وہ دیت اِصالۃً واجب نہ ہوئی ہو مثلاً قتل عمد میں قاتل نے اولیائے مقتول سے مال پر صلح کرلی ہو تو قاتل کے مال سے ادا کی جائے گی اور اگر باپ نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کردیا ہو تو گو اصالۃ قصاص واجب ہونا چاہیے تھا مگر شبہ کی وجہ سے قصاص کے بجائے دیت واجب ہوگی جو باپ کے مال سے ادا کی جائے گی۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں عاقلہ پر دیت واجب نہ ہوگی۔[1] (درمختار و شامی ص ۵٦١، ج۵، عالمگیری ص ۸۳، ج٦، بحرالرائق ص ۳۹۹، ج۸، فتح القدیر ص ۴۰۲، ج۸، تبیین الحقائق ص ۱۷٦، ج٦، بدائع صنائع ص ۲۵٦، ج۷، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۸، ج۳)

مسئلہ ۲ حکومت کے مختلف محکموں کے ملازمین اور ایسی جماعتیں جن کو حکومت بیت المال سے سالانہ یا ماہانہ وظیفہ دیتی ہے یا ہم پیشہ جماعتیں ایک شہر یا ایک قصبہ یا ایک گاؤں یا ایک محلے کے لوگ یا ایک بازار کے تاجر جن میں یہ معاہدہ یا رواج ہو کہ اگر ان کے کسی فرد پر کوئی افتاد پڑے تو سب مل کر اس کی اعانت و مدد کرتے ہیں تو وہی فریق اس قاتل کا عاقلہ ہوگا جس کا یہ فرد ہے اور اگر ان میں اس قسم کا رواج نہیں ہے تو قاتل کے آبائی رشتہ دار اس کے عاقلہ کہلائیں گے جن میں الاقرب فالاقرب کا اصول جاری ہوگا اور دیت کی ادائیگی میں قاتل بھی عاقلہ کے ساتھ شریک ہوگا لیکن اس زمانہ میں چونکہ اس قسم کا رواج نہیں ہے اور بیت المال کا نظام بھی نہیں ہے لہٰذا آج کل عاقلہ صرف قاتل کے آبائی رشتہ دار ہوں گے اور اگر کسی شخص کے آبائی رشتہ دار بھی نہ ہوں تو قاتل کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی۔[2] (درمختار و شامی ص ۵٦٦، ج۵، عالمگیری ص ۸۳، ج٦، بحرالرائق ص ۴۰۰، ج۸، فتح القدیر ص ۴۰۵، ج۸، تبیین الحقائق ص ۱۷۸، ج٦، بدائع صنائع ص ۵۵٦، ج۷، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۴۸، ج۳)

فائدہ: آج کل کارخانوں اور مختلف اداروں میں ملازمین اور مزدوروں کی یونینیں[3] بنی ہوئی ہیں جن کے مقاصد میں بھی یہ شامل ہے کہ کسی ممبر پر کوئی افتاد پڑے تو یونین اس کی مدد کرتی ہے لہٰذا کسی یونین کے ممبر کے عاقلہ کے قائم مقام اسی یونین کو مانا جائے گا جس کا یہ ممبر ہے۔

والحَمدُ لِلّٰہِ علٰی الائہٖ والصَّلٰوۃُ والسَّلام علٰی افضلِ انبیائہٖ وعلٰی اٰلہٖ وصَحبہٖ واولیائہٖ
وعلینا معھم یا ارحمَ الراحمین واٰخردعوانا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہ ربِّ الْعٰلَمِیْنَ.

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب السادس عشرفی المعاقل، ج٦، ص٨٣.
و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب المعاقل، ج١٠، ص٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٦.

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب السادس عشرفی المعاقل، ج٦، ص٨٣.
و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب المعاقل، ج١٠، ص٣٥٠.

3 ......یونین کی جمع، ادارہ، انجمن وغیرہ۔

تذکرہ

''استاذی وملاذی حضرت صدر الشریعہ الحاج مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضانِ علمی سے اس ناچیز نے آپ کی مصنفہ کتاب ''بہارِ شریعت'' کے بقایا ابوابِ فقہ میں سے انیسواں حصہ کتاب الوصایا کے نام سے مرتب ومولف کیا۔اس نسبت کی سعادت نے قلب میں تحریک پیدا کی کہ اظہارِ تشکر وامتنان کے جذبہ کے ماتحت حضرت کے صاحبزادگان میں جن سے اس حقیر کو گہری وابستگی اور خصوصی ربط وتعلق رہا ان کا ذکر بھی مختصر انداز میں بطور زیب تالیف کر دیا جائے۔

قارئین کرام حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازھری شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی پاکستان مرحوم ومغفور ومولانا الحاج قاری رضاء المصطفیٰ خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی پاکستان زادَ عُمْرُہٗ وَشَرَفُہٗ سے تعارف حاصل کریں اور اس ناچیز کے حق میں دعائے خیر واستغفار فرمائیں۔

الفقیر ظہیر احمد زیدی القادری غفرلہٗ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا نے قرآنِ پاک میں یہ فرما کر ﴿ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ ﴾ اس امر کی طرف راہنمائی فرمائی کہ علم ہو، دولت ہو یا حکومت، عظمت ہو یا اقتدار دنیا میں یہ کسی ایک فرد یا ایک خاندان یا ایک ہی گروہ یا ایک ہی بستی اور علاقہ کے ساتھ مخصوص نہیں کی گئی ہے۔ان کے مراکز بدلتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو اپنے فضل سے نوازتا ہے،تاریخ بتلاتی ہے کہ ماضی میں علم کے مراکز بھی مختلف علاقے اور مختلف خاندان رہے ہیں، سمرقند، بخارا، شیراز وعراق سے جب علمی مراکز ہندوستان منتقل ہوئے تو مرکز کبھی پنجاب رہا، کبھی سندھ، کبھی دہلی اور کبھی یوپی وغیرہ، صوبہ یوپی میں لکھنؤ، جونپور، خیرآباد، اِلٰہ آباد، بدایوں، بریلی وغیرہ اپنے اپنے وقت میں مرکزِ علم رہے، ایسا ہی ایک مرکزِ علم قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ بنا جہاں کی خاک سے صدر الشریعۃ ابو العلٰی حضرت مولانا الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ ایسے فقیہ العصر، علامۃ الدھر فاضل اَجل مُتَبَحِّر عالم پیدا ہوئے۔ان کے علم کی تابانیوں نے ہندوستان وپاکستان کے مشرق ومغرب کو روشن کر دیا، بالخصوص ان کی فقہی ضیاء پاشیوں نے علماء ہی کو نہیں عامۃ المسلمین کو بھی نورِ علم سے فیضیاب فرمایا۔آپ نے فقہ حنفی اردو زبان میں منتقل فرمایا، ہندوپاک کے مسلمانوں پر آپ کا یہ وہ احسان ہے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اپنے فضل وکرم سے اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے، اور آپ کی قبر پر اپنی ہزار ہزار بلکہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور اعلیٰ علیین میں آپ کو مقام عطا فرمائے۔آمین۔

حضرت صدر الشریعۃ کے علمی فیوض وبرکات نے سرزمین گھوسی کو مرکزِ علم وفن بنا دیا۔اس خطّہ سے ایسے ایسے علماء وفضلا پیدا ہوئے جنہوں نے بین الاقوامی دنیا میں عظیم شہرت ونیک نامی پیدا کی ان میں مدرسین بھی ہیں، فقہاء بھی اور صاحبِ فہم وبصیرت مفتی بھی، اب اس چھوٹے سے خطۂ ارض میں کئی دار العلوم ہیں جو ہر سال علماء کی ایک معتدبہ تعداد کو علم وفضل سے شرف

بخشتے ہیں، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کو علمِ دین سے کتنا شغف تھا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی اولادامجاد میں سات صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ آپ نے ان میں سے ہر ایک کو علمِ دین کی تعلیم دی اور علومِ دینیہ کے حصول میں لگایا ان میں سے اس وقت میں آپ کے دو صاحبزادوں کا ذکر کروں گا، جنہوں نے آپ کی وراثتِ علم کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اس علم کی ترویج وترقی میں حصہ لیا اور دین کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔

(۱) الحاج عبدالمصطفی ازھری

آپ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے بڑے دو بھائیوں کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپ کی ولادت چودھویں صدی ہجری کی چوتھی دھائی میں ہوئی، قرآن پاک کی تعلیم دارالعلوم منظر اسلام محلّہ سوداگران بریلی میں حاصل کی، پھر اپنے والدِ محترم کے ساتھ اجمیر شریف جامعہ معینیہ عثمانیہ چلے گئے اور وہاں درسِ نظامی عربی کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث بریلی شریف میں کیا، آپ کے اساتذہ میں حضرت صدرالشریعہ، مولانا عبدالحمید ومولانا مفتی امتیاز احمد علیہم الرحمۃ ہیں۔ احادیث کی سند اجازت آپ کو حضرت صدرالشریعہ ابوالعلیٰ مولانا امجد علی صاحب مصنف بہارشریعت وحجۃ الاسلام سیدی مولانا شاہ حامد رضا خاں مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا ضیاءالدین مدنی علیہم الرحمۃ والرضوان سے حاصل ہے۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ مزید تعلیم کے لیے مصر تشریف لے گئے وہاں جامعہ ازہر میں آپ نے تین سال تعلیم حاصل کی۔ اوائل ۱۹۳۷ء میں آپ واپس تشریف لائے اور تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، سب سے پہلے آپ نے دادوں ضلع علی گڑھ کے مشہور ومعروف دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ میں درس دیا۔ اس وقت آپ کے والدمحترم حضرت صدرالشریعہ وہاں صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے، اس کے بعد آپ بریلی تشریف لے گئے اور دارالعلوم مظہراسلام مسجد بی بی جی محلّہ بہاری پور بریلی میں پھر جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں درس دیا۔ آزادی کے بعد ۱۹۴۸ء میں آپ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب پاکستان میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لائے۔

۱۹۵۲ء میں آپ حکومتِ پنجاب کے محکمۂ اسلامیات میں مقرر ہوئے۔ اس محکمہ میں آپ کے ذوقِ علمی کی تسکین کا کوئی ماحول اور سامان نہ تھا۔ تو آپ اس محکمہ کو چھوڑ کر جامعہ رضویہ مظہر اسلام بھاول نگر پنجاب میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، یہاں آپ کی آمد سے مدرسہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ اب اس عمارت میں رضویہ کالج ہے اور مدرسہ کی عمارت دوسری جگہ بنادی گئی ہے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ دارالعلوم امجدیہ آرام باغ میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے اور تادمِ تحریر ہذا اسی دارالعلوم کو فیض بخش رہے ہیں۔[1] جس وقت آپ کراچی میں تشریف لائے دارالعلوم امجدیہ کا آغاز ہی ہوا تھا اس کی نہ کوئی خاص عمارت تھی نہ اس کے پاس کوئی زمین، دو کشادہ دکانیں کرائے پر حاصل کرکے اس میں مدرسہ قائم کردیا گیا۔ اور تعلیم شروع کردی گئی، آج بحمدہ تعالیٰ اس کی عظیم الشان عمارت ہے، تدریسی اور غیر تدریسی عملہ کی بڑی تعداد ہے، اور تقریباً

[1] ......جس وقت یہ مضمون لکھا گیا مرحوم حیات تھے اور بوقت اشاعت وطباعت اس دنیا سے سفر آخرت فرماچکے ہیں۔

پانچسو کی تعداد میں اقامتی اور غیر اقامتی طلبہ میں تین ساڑھے تین سو طلبہ کے لیے مع ناشتہ دونوں وقت کھانے کا انتظام ہے اور ہر طالب علم کو لباس کی صفائی اور دیگر اخراجات کے لیے نقد وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ یہ دار العلوم کراچی کے ان علمی مراکز میں ہے جن پر بجا طور پر فخر کیا جاسکتا ہے جو دینی تعلیم کو مروج کرنے میں عظیم کردار ادا کر رہے ہیں، اس دار العلوم کے قیام اور ترقی میں بڑا حصہ مفتی ظفر علی نعمانی [1] کا ہے۔ جن کی پر خلوص اور شب و روز کی محنت اور لگن نے اس ادارہ کو یہ عظمت بخشی اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے آمین۔ لیکن علامہ ازہری صاحب کا ایثار، اُن کا خلوص اور اُن کا خونِ جگر بھی اس میں شامل ہے کسی ادارہ کا قائم کر دینا کوئی بڑا مشکل کام نہیں اس کی بقاء و ترقی جوئے شیر لانے سے کم نہیں، اس کے لیے سخت جدوجہد اور بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ عزم و استقلال حوصلہ اور صبر و قناعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلا شبہ علامہ ازہری ان مقامات سے بڑی سلامتی اور جوانمردی کے ساتھ گزرے اور اپنے صدق و صفا کا ثبوت فراہم کیا اگر علامہ ازہری تشریف نہ لاتے تو دار العلوم اتنی جلدی ترقی کی منازل طے نہ کرتا ممکن تھا کہ اس کا وجود بھی غیر یقینی کی حالت میں آجاتا۔

علامہ ازہری دو مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اگر چہ وہ قطعاً سیاسی آدمی نہیں ہیں، اور ایک بوریا نشیں قانع اور دین و دینی تعلیم سے شغف رکھنے والے کو یہ فرصت بھی کہاں کہ وہ پارلیمنٹری سیاست میں حصہ لے، لیکن اپنی بے لوث خدمات، اپنے خلوص، اپنے تقویٰ اور اپنی ایمانداری کی وجہ سے انہیں عوام میں اتنی مقبولیت حاصل ہے کہ پبلک نے ان کا الیکشن خود ہی لڑا اور کامیاب کر دیا اس خصوصیت میں بھی وہ اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں۔

علامہ ازہری اپنے علم و فضل اور تدریس و تعلیم میں بھی ایک اعلیٰ اور امتیازی مقام رکھتے ہیں، علم حدیث میں آپ کو کافی عبور حاصل ہے، طلبہ آپ پر جاں نثار کرتے ہیں آپ کا طریقہ تعلیم طلبہ میں نہایت مقبول ہے۔ آپ دورۂ حدیث میں طلبہ کو کتب احادیث کی تلاوت و قراءت ہی نہیں کراتے بلکہ ایک ایک حدیث کی اس کے مفہوم و مطلب کے ساتھ وضاحت و تشریح بیان فرماتے ہیں اور جہاں جہاں مناسب اور ضروری خیال فرماتے ہیں رجال حدیث سے بھی متعارف کراتے ہیں، کس راوی کا فنِ

---

1 ...... مفتی ظفر علی نعمانی حضرت صدر الشریعہ کے بڑے صاحبزادہ مولوی حکیم شمس الھدیٰ مرحوم کے داماد ہیں، مرحوم کی لڑکی شریف النساء ان کی زوجیت میں ہیں، یہ ایک صاحبِ فکر و نظر اور عملی شخصیت کے مالک ہیں دینی خدمت کا جذبہ ان میں زبردست ہے۔ دار العلوم امجدیہ کراچی کا قیام اور اس کو ترقی کی اس منزل پر لانا انہیں کی محنت اور جدوجہد کا نتیجہ ہے، آپ ہی کی کوشش سے علامہ ازہری اس دار العلوم میں تشریف لائے اور کراچی میں قیام پذیر ہوئے، آپ پاکستان کی متعدد مذہبی سماجی و سیاسی اور معاشی انجمنوں کے ممبر ہیں ایوانِ بالا سینٹ کے ممبر رہے ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی ہیں، آپ نے پاکستان میں سب سے پہلے قرآن پاک کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان کے شائع کیا۔ آپ دار العلوم امجدیہ کے مہتمم بھی ہیں اور اس وقت مجلس اتحاد بین العلماء کے صدر بھی ہیں منکسر المزاج، امانت دار اور بڑے وضعدار ہیں۔ معاملات کو سمجھتے ہیں اور بہتر فیصلہ لیتے ہیں۔

حدیث میں کیا درجہ اور کیا مقام ہے، طلبہ کو اس سے بھی آ گاہی بخشتے ہیں آپ کے درس میں طلباء نہ کبھی تھکتے ہیں نہ کبھی بے کیف ہوتے ہیں، از اول تا آخر یکساں دلچسپی یکساں لذتِ علم محسوس کرتے ہیں یہی خصوصیات آپ کو طلبہ میں مقبول و ہر دلعزیز بنائے ہوئے ہیں ایک اور خصوصیت جو آپ کو اپنے معاصرین میں امتیاز بخشتی ہے وہ آپ کا توکل اور غناءِ نفس ہے، آپ نے اپنے تمام معاملات دینی و دنیوی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا آپ دین کی خدمت میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے اور جو کچھ وظیفہ ملتا رہا اسی پر قناعت کی، رزق کے حصول میں آپ نے کبھی بے صبری نہیں کی، نہ اہلِ ثروت سے اپنی غرض کے لیے کوئی ربط قائم کیا، نہ دولت کے حصول کے لیے ادھر ادھر نگاہ ڈالی بڑے صبر و سکون سے اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہے اور جو کچھ بارگاہِ الٰہی سے ملتا رہا برضا و رغبت اسی پر قناعت کی، اللہ تعالیٰ آپ کی ہر ضرورت کا کفیل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے یہ حصہ عطا فرمایا ہے کہ آپ کو نہ سرمایہ دار اور دولتمند بننے کی تمنا ہوئی اور نہ آپ نے ایسے ذرائع اختیار کیے جو شرعی قباحتوں کے ساتھ آپ کو مال و دولت سے ہم آغوش کریں، آپ دوبار قومی اسمبلی کے ممبر رہے، اس درمیان میں بڑے بڑے صنعتکاروں، تاجروں اور سرمایہ داروں سے آپ کا ربط وضبط رہا، کافی تعداد میں ایسے لوگ آپ کے پاس آتے جاتے تھے لیکن یہ آپ کا تَدَیُّن تقویٰ اور قناعت اور ایثارِ نفس تھا کہ آپ نے ان سب سے خود کو محفوظ رکھا اور مالدار بننے کی کوئی خواہش اپنے اندر نہ پیدا ہونے دی، آپ جس مکان میں رہتے تھے اسی میں رہتے رہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

آپ نے اس قول کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے ؎

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردہٖ   بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش[1]

بلاشبہ آپ دریائے مال و منفعت اور دولت وثروت کے سمندر میں قناعت کے ایک تختہ پر تیرتے رہے، مگر اپنے اس تقویٰ پر خواہشاتِ نفس کے چھینٹے بھی نہ آنے دیئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو غناءِ نفس، قناعت صبر و توکل کا ایک مقام عطا فرمایا ہے جو ہر ایک کا نصیب نہیں، آپ نہایت متواضع، خلیق، مہمان نواز، خوش مزاج اور خندہ جبیں ہیں، عالمانہ کمال وجلال کے ساتھ فقر و درویشی آپ کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ان میں سے ایک عظیم نعمت یہ ہے کہ آپ کی ذات میں ریاء ونفاق نہیں ہے جو آپ کا ظاہر ہے وہی باطن ہے، عبادت میں، ریاضت اور اوراد و وظائف میں، تعلیم وتعلُّم میں، آپ کی رفتار و گفتار میں، نشست و برخاست میں، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں آپ کے عمل میں یکسانیت ملے گی، ظاہر و باطن کا کوئی تضاد آپ کی زندگی میں نہیں ہے۔ سلسلۂ روحانی میں آپ کی بیعت وارادت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہے، آپ کی عمر مبارک اُس وقت پانچ سال کی ہوگی، آپ کا سلسلہ قادریہ رضویہ ہے، آپ کا نام بھی اعلیٰ حضرت نے ہی ''عبدالمصطفیٰ'' رکھا جب کہ حضرت صدر الشریعہ نے آپ کا نام

1 ...... ترجمہ: بیچ دریا میں ایک تختے پر باندھ کر پھر تو مجھ سے کہتا ہے کہ دامن بھی تر نہ ہو ہوشیار رہوں۔

''ماجد علی'' رکھا تھا۔ سنِ شعور کو پہنچ کر جب آپ درسِ نظامی سے فارغ ہوئے اور شعر گوئی کا ذوق پیدا ہوا آپ نے اپنا تخلص ''ماجدؔ'' رکھا۔ یہ وہی نام ہے جو آپ کے والدِ محترم حضرت صدر الشریعہ نے ابتداءً آپ کا رکھا تھا۔ شعر گوئی میں آپ نے اصنافِ سخن میں ''صنف نعت'' کو اختیار فرمایا۔ آپ کی مشقِ سخن کا میدان نعت گوئی ہے، آپ نے اپنا کوئی دیوان مرتب فرمایا یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں البتہ یہ ضرور معلوم ہے کہ آپ نے بہت سی نعتیں کہی ہیں۔ تدریسی مشغلہ جاری رہنے کی وجہ سے آپ تصانیف کتب کے لئے تو وقت نہیں نکال سکے، جمعیت علماء پاکستان کے صدر بھی رہے، ان مصروفیات نے تصنیف وتالیف کا موقعہ نہیں دیا۔ صرف تفسیر قرآن کریم کی طرف توجہ فرمائی جس میں آپ نے پانچ پاروں کی تفسیر مکمل فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے یہ خدمت لے لے اور یہ تفسیر مکمل ہوجائے، آمین۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو نورانی صورت عطا فرمائی ہے، بڑی بڑی غزالی آنکھیں، گول چہرہ تقریباً بلالی رنگ، قد میانہ، جسم موزوں، لباس شریعت کے مطابق سادہ اور دیدہ زیب، مزاج میں خوش خلقی، آپ کی مجلس باغ وبہار، آپ کی مجلس میں کوئی رنجیدہ دل اور ملول نہیں ہوتا بلکہ محزون ومغموم اپنا غم بھلا دیتے ہیں، دینی اور دنیاوی لحاظ سے آپ کی مجلس وصحبت کے لیے بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے۔

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی وہ اپنی ذات میں اِک انجمن ہیں

یہ ہیں علامہ عبدالمصطفٰی ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی مقبول عوام وخواص

۱۴ جنوری ۱۹۸۶ء

(۲) اَلحَاجُ قَارِیْ رَضَاءُ المُصطفٰے

آنکھیں روشن اور پُرنور، اونچی ناک وگلفام لب، بیضاوی چہرہ، کشادہ پیشانی، ہلکا پھلکا چاق وچوبند جسم اور میانہ قد، خندہ رو، خندہ جبیں، سانولا رنگ، شگفتہ مزاج اور صاحبِ صدق وصفاء، یہ ہیں الحاج قاری مولانا رضاء المصطفٰی۔ آپ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب بہارِ شریعت علیہ الرحمہ کے پانچویں صاحبزادے اور علامہ عبدالمصطفٰی ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی کے برادرِ خورد، آبائی وطن قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (انڈیا) اپنا وطن شہر کراچی (پاکستان) ۱۹۲۵ء میں اپنے آبائی وطن میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ (انڈیا) میں حفظ قرآن کیا، آپ کے استاد مولوی حافظ صوفی عبدالرحیم مرحوم ہی تھے، جو نہایت نیک متقی اور پاک باز تھے، بڑی محنت اور خلوص کے ساتھ طلبہ کو قرآن حفظ کراتے اور صحت تلفظ کا خیال رکھتے تھے۔ درسِ نظامیہ کی تعلیم کا آغاز دادوں ہی میں ہوگیا تھا۔ اس وقت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ دادوں کے مدرسہ میں ہی صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے، آواخر ۱۹۴۳ء میں حضرت صدر الشریعہ نے دادوں چھوڑ دیا، اس کے بعد قاری صاحب نے بریلی، مبارک پور، الٰہ آباد اور میرٹھ میں علم کی تکمیل کی، الٰہ آباد مدرسہ سُبحانیہ میں تجوید وقرأت حاصل کی، آپ کے

مشہور اساتذہ میں حضرت صدر الشریعہ و حافظ ملت مولانا عبد العزیز، مولانا عبد الرؤف، مولانا عبد المصطفٰی اعظمی، مولانا سید غلام جیلانی صاحبِ بشیر القاری میرٹھی علیہم الرحمۃ والرضوان اور علامہ عبد المصطفٰی ازہری ہیں۔

اپنی دُنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے سِرِّ آدم ہے ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

قاری صاحب کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو وہ جہدِ مسلسل اور عمل پیہم اور اپنی دنیا آپ بنانے کی بہترین تفسیر ہے۔ آپ ابتدا ہی سے سخت جفاکش رہے اور بڑے ہی صبر آزما حالات سے دوچار رہے لیکن کسی بھی دشواری اور پریشانی نے آپ کا حوصلہ پست نہ کیا۔ آپ کی والدہ محترمہ مرحومہ کا انتقال ابتدائی عمر میں ہی ہو گیا تھا، آپ نے ہوش سنبھالا تو ماں کی شفقت و رحمت کا کوئی حصہ آپ کو نہ ملا، تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے ہوا جو بڑی ہی محنت طلب ہے اور سخت جدوجہد کی طالب ہے۔ دن ورات کی محنت سے بحمدہٖ تعالیٰ آپ بہت جلد اس کوشش میں کامیاب ہو گئے اور صرف دس گیارہ سال کی عمر میں آپ کو حفظ قرآن کریم کی عظیم نعمت حاصل ہو گئی۔ پھر آپ درسِ نظامی کے حصول و تکمیل کی طرف متوجہ ہو گئے اور علم کی طلب اور اس کے حصول میں آپ کو جن دشواریوں اور پریشانیوں سے گزرنا پڑا ان سے آپ مایوس ہوئے اور نہ حوصلہ ہارا، جدوجہد جاری رہی منزل کی طرف قدم بڑھتے رہے اور عزم و ارادوں کا کارواں برابر چلتا رہا، آخر کار منزل سے ہمکنار ہوئے اور درسِ نظامی سے سندِ فراغت حاصل کی، اس درمیان میں والد محترم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا سایۂ عاطفت بھی اُٹھ گیا۔ علامہ ازہری پہلے ہی پاکستان تشریف لے جا چکے تھے، قاری صاحب نے درس نظامیہ سے فراغت کے بعد دار العلوم سے باہر قدم نکالا تو آپ نے معرکۂ وجود اور کارگاہِ ہستی میں خود کو تنہا پایا بجز جبہ و دستار اور سند الفراغ کے اور کوئی آپ کا رفیق اور مونس و دمساز نہ تھا لیکن آپ کی ہمت بلند اور عزم جواں تھا۔ علم و عرفان کی شمع ہاتھ میں لئے آپ سب سے پہلے ظلمت و جہالت سے تاریک و سیاہ سرزمین پــچھــڑوا ضلع دیوریا میں تشریف لے گئے اور وہاں علم کی روشنی پھیلانے کے لئے ایک چھوٹا سا دینی مدرسہ قائم کیا، اور اسے اپنی محنت و جانفشانی سے بہت جلد ترقی کے راستے پر ڈال دیا، آج وہ ایک بڑا مدرسہ بن گیا ہے جو الہٰ آباد بورڈ یوپی سے منظور شدہ ہے۔ تقریباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ گورنمنٹ سے امداد مل رہی ہے آپ نے پــچھــڑوا کے لوگوں کا شعور بیدار کیا ان میں علمی ذوق پیدا کیا اور علم حاصل کرنے کی طرف مائل ہوئے اور پــچھڑوا علم کی روشنی سے جگمگانے لگا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے وہاں کے لوگوں کی معاشی اور سماجی خدمات کیں، آج بھی وہاں کے لوگ دینی و دنیاوی دونوں معاملوں میں آپ کے احسان مند ہیں اور آپ کے گیت گاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک ہی شکل وصورت، ایک ہی رنگ و روپ، ایک ہی عقل و فہم، ایک ہی اہلیت وصلاحیت اور ایک ہی عادت و خلق پر پیدا نہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انسان کی معاشی و معاشرتی اور سیاسی و ذاتی، مقامی و آفاقی، اصلاحی و عرفانی اور روحانی ضرورتیں الگ الگ ہیں یہ وہ ضرورتیں ہیں جن پر انسانی زندگی کی بقا و نشو و نما اور ترقی کا دار و مدار ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو

جداگانہ شاکلہ عطا فرمایا۔ جس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے قرآن کریم میں فرمایا: ﴿ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ﴾ ہر ایک اپنی اہلیت، صلاحیت اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس سے جو کام لینا چاہتا ہے اسی اعتبار سے اس کا شاکلہ پیدا فرماتا ہے، اور اس میں اسی مناسبت سے قابلیت اور اہلیت عطا فرماتا ہے، انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہوں یا اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ یا علماء و دانشوران ہوں یا اصحاب صنعت وحرفت، اہل سیاست ہوں یا سلاطین واصحاب حکومت، "ہر کسے را بہر کارے ساختند"[1] کا اُصول ہر طبقہ اور ہر فرد میں نظر آئے گا، قاری رضاء المصطفیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک شاکلہ عطا فرمایا ہے اسی کے مطابق آپ کا عمل جاری ہے۔ آپ نہایت متحرک، فعال، سیماب پا، جفاکش، طباع اور ذہین ہیں۔ دینی وملی خدمات کا جذبہ رکھتے ہیں اور قومی مسائل سے بھی ایک گونہ دلچسپی ہے۔ قرآن پاک سے آپ کو بے حد شغف ہے اور وقت کے قدر شناس۔ یہ ہے وہ شاکلہ اور صلاحیتیں جو قدرت نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔ اس شاکلہ کے ساتھ جب آپ امامت اور خطابت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے اس کی ذمہ داریوں کو بوجہ احسن ادا کیا، آپ کے مقتدی آپ سے مطمئن اور مسرور اور آپ ان میں مقبول وہردلعزیز ۱۹۵۸ء سے آپ نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی میں یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اور آپ کی مقبولیت روز افزوں ہے۔ حکام، افسران، تجار اور جملہ خواص وعوام آپ کا احترام کرتے ہیں یہ آپ کے اخلاص عمل کی دلیل ہے۔

آپ نے دار العلوم امجدیہ کراچی میں ۱۹۵۸ء سے ۱۹۸۳ء تک تدریسی خدمات انجام دیں اسی درمیان میں آپ نے ایک نئے ادارہ کی بنیاد قائم کی جو دار العلوم نوریہ رضویہ کے نام سے معروف ہے، کہکشاں میں آپ نے اس کی شاندار عمارت تعمیر کرائی نہایت خوبصورت اور جدید رہائشی تقاضوں کو پورا کرنے والی یہ عمارت فی الحال دو منزلہ ہے، تاکہ علم دین حاصل کرنے والے طلبہ زندگی کے جدید تقاضوں سے ناآشنا نہ رہیں اور اپنی زندگی میں احساسِ کمتری کا نشانہ نہ بنیں، اسی کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد بھی زیر تعمیر ہے جو ہر مسلمان کی ایک لازمی و بنیادی ضرورت ہے، یہ درس گاہ ۱۹۸۱ء میں تعمیر ہوئی، قاری صاحب اس کے مینجنگ ٹرسٹی بھی ہیں اور اس میں اپنے مخصوص انداز میں تعلیم بھی دیتے ہیں، عربی زبان آپ ڈائریکٹ میتھڈ سے پڑھاتے ہیں، جس سے محنتی طلبا بہت جلد باصلاحیت ہوجاتے ہیں، قاعدہ خواں بچوں کا تلفظ صحیح کرانے میں آپ کو کمال حاصل ہے، چند ہی دنوں میں آپ قرآن پڑھنے والے بچوں میں اتنا شعور پیدا کردیتے ہیں کہ وہ بآسانی بہت جلد قرآن پاک ختم کرلیتے ہیں اور صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پڑھنے لگتے ہیں۔

قرآن پاک سے آپ کا شغف

آپ حافظ قرآن مجید بھی ہیں، آپ کا شمار جید حفاظ وقراء میں ہے۔ قرآن پاک کا ورد کرنے میں بھی آپ نے اپنا ایک مخصوص طریقہ اپنایا ہے، آپ روزانہ ہی ورد کرتے ہیں، آپ کے ورد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ قرآن پاک کو برائے تلاوت

1 ...... جو شخص جس کے قابل تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ویسی ہی صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا۔

تین حصوں میں تقسیم کرلیتے ہیں اور ہر ثلث سے ترتیب وار روزانہ ایک ایک پارہ تلاوت کرتے ہیں۔قرآن شریف پڑھانے کا بھی آپ کو بہت زیادہ شوق ہے اس طرح آپ اس فضیلت کے حامل ہیں جس کے متعلق حدیث میں فرمایا:"خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ" تم میں سے سب سے بہتر قرآن سیکھنے اور سکھانے والا ہے۔

۱۹۵۷ء میں اشاعت وطباعت قرآن پاک کے لئے ایک مکتبہ قائم ہوا جو مکتبۂ رضویہ آرام باغ کے نام سے متعارف ہے۔اس مکتبہ کا جملہ انتظام وانصرام آپ کی ذمہ داری ہے۔اس مکتبہ سے آپ نے بہت بڑی تعداد میں قرآن پاک کی طباعت کرائی اب تک تیس ہزار کی تعداد میں قرآنِ پاک آپ نے رفاہِ عام کے لیے بلا قیمت تقسیم کراچکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔اسی مکتبہ سے آپ نے قرآنِ پاک معہ ترجمہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کنزالایمان وتفسیر نعیمی موسوم بہ خزائن العرفان ہزاروں کی تعداد میں طبع کرکے شائع کیا۔جس سے امت مسلمہ کو عظیم دینی فائدہ حاصل ہوا،اس کی طباعت میں آپ ہر بار نئے نئے افادات کا اضافہ کرتے ہیں،مثلاً تلاوت قرآن کے قواعد،فضائل قرآن،مسائل تلاوت قرآن،تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ وغیرھا،اس قسم کے افادات مقدمۂ اشاعت وطباعت میں بیان کرتے ہیں تاکہ اُمتِ مسلمہ کی رغبت مزید ہو۔اس مکتبہ کو آپ نے دینی خدمت کے لئے وقف کردیا ہے اور اس سے ایسی کتابیں شائع کرتے ہیں جس سے ملّت بیضاء کے عوام وخواص کو زیادہ سے زیادہ دینی فائدے پہونچیں۔اسی مکتبہ سے آپ بہارِ شریعت مکمل شائع کررہے ہیں،اور اسی مکتبہ سے امام الفقہ مجدددین وملّت،فقیہ الزماں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی معرکۃ الاراء وبے مثال تصنیف "فتاویٰ رضویہ" شائع کی اور اس کی اِشاعت برابر جاری ہے،تزکیۂ نفس اور روحانی سکون حاصل کرنے والوں کے لئے نیز اپنے دینی ودنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے آپ نے مجموعۂ وظائف بھی شائع کیا ہے جو بہت بڑی تعداد میں بلا قیمت تقسیم کرتے ہیں۔

آپ وقت کے بہت بڑے قدر شناس ہیں۔اپنا زیادہ تر وقت تو دین کی خدمت میں صرف کرتے ہیں اور بقیہ اپنی ذاتی،خانگی،خاندانی اور معاشرتی جائز ضرورتوں میں،آپ کا نظام الاوقات کچھ اس طرح ہے،علی الصبح اُٹھنا ضروریات سے فارغ ہوکر نماز فجر پڑھانا،کچھ تلاوت کرنا،بعدہٗ ناشتہ سے فارغ ہوکر فوراً دارالعلوم نوریہ رضویہ کلفٹن جانا وہاں تعلیم دینا اور اس کا انتظام دیکھنا،ساڑھے بارہ بجے وہاں سے روانہ ہوکر ایک بجے تک نیومیمن مسجد پہنچ کر امامت کا فرض انجام دینا،نماز سے فراغت کے معاً بعد مکتبۂ رضویہ آرام باغ چلا جانا اور وہاں قرآن پاک اور دینی کتب کی اشاعت وطباعت سے متعلق کام دیکھنا،وہاں سے آکر نماز عصر پڑھانا،عصر ومغرب کے درمیان اپنے کمرہ میں قیام رکھتے ہیں،اور منصب قاضی نکاح سے متعلق امور کی انجام دہی کرتے ہیں اور بعد نماز مغرب مابین مغرب وعشاء بھی فرائض انجام دیتے ہیں،عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور رات کا ایک حصہ خانگی امور اور اعزّہ سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں،آپ اپنے وقت کی کتنی قدر کرتے ہیں اور اسے کس طرح کارآمد بناتے ہیں اس کا اندازہ آپ اس طرح سے لگا سکتے ہیں کہ گھر سے دارالعلوم نوریہ جانے تک راستہ میں

اور وہاں سے واپسی میں، پھر مکتبہ رضویہ جانے اور آنے میں راستہ میں جو وقت ملتا ہے اس میں آپ طبع کی جانے والی کتابوں کی تصحیح کرتے ہیں اس طرح یہ وقت بھی بے کار امور میں ضائع نہیں ہونے دیتے۔ ان عظیم مشاغل اور مصروفیتوں کے باوجود آپ جماعت قراء پاکستان کے صدر بھی ہیں یہ ذمہ داری ۱۹۸۰ء سے آپ کے پاس ہے اور آپ پوری توجہ اور للہیت کے ساتھ قراءت کے ملکی اور بین الاقوامی مقابلوں میں شریک ہوتے ہیں اور ان اجتماعات کی صدارت کے فرائض انجام دیتے ہیں، قومی و ملکی مسائل سے دلچسپی اور وطن کی خدمت کے جذبہ نے آپ کو آمادہ کیا کہ آپ ''جماعت اہل سنت پاکستان'' کے نائب صدر ہونے کا منصب قبول کرلیں۔ بین الاقوامی جماعت ''ورلڈ اسلامک مشن'' کراچی شاخ کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد ہیں۔ اس کا دفتر بھی آرام باغ میں مکتبہ رضویہ کے ساتھ ساتھ ہے آپ کی ذہانت و ذکاوتِ طبع کا تیقّن اس طرح سے کیا جاسکتا ہے آپ واقف ہفت زبان ہیں، اردو تو آپ کی مادری زبان ہے، عربی ادب و دیگر علوم عربیہ کی آپ نے دس سال تعلیم حاصل کی، عربی و فارسی میں آپ بلا تکلّف کلام کرلیتے ہیں۔ پنجابی، سندھی، پشتو، ان کے ساتھ گجراتی اور بنگالی میں بات کرلیتے ہیں۔ بلاشبہ قدرت نے آپ کو عظیم صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اپنی بے شمار نعمتیں بھی عطا کی ہیں' اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ شگفتہ مزاجی کی نعمت بھی آپ کو مبدءِ فیاضی سے عطا ہوئی ہے، احباب کے ساتھ حسنِ سلوک شرعاً ایک محمود صفت ہیں اور آپ اسی سے متصف ہیں، آپ کے دو صاحبزادے ہیں (۱) مصطفٰی انور (۲) مصطفٰی سرور اول الذکر لندن میں انجینئر ہیں اور چھوٹے صاحبزادے حافظ مولوی مصطفٰی سرور کو آپ نے اولاً حفظِ قرآن کرایا اور پھر درسِ نظامیہ کی تکمیل کرائی اور ان کو دین کی خدمت کے لیے وقف کردیا، مولوی حافظ مصطفٰی سرور بھی نہایت سعادت مند اور فرمانبردار فرزند ہیں، اپنے والدِ محترم کے اشاروں پر چلتے ہیں اور والدین کی خدمت کی سعادت حاصل کررہے ہیں، مکتبہ رضویہ سے دین کی تبلیغ وتعلیم سے متعلق جو کتابیں شائع ہوتی ہیں ان سب کی دیکھ بھال یہی کرتے ہیں، اللہ تعالٰی ان کی عمر میں برکت دے اور انہیں دین کی خدمت کی توفیق واہلیت عطا فرمائے۔ (آمین)

قاری صاحب اب تک آٹھ مرتبہ حج بیت اللہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کرچکے ہیں اور نو مرتبہ عمرہ ادا کرچکے ہیں۔ اس طرح آپ سترہ بار زیارت بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ مبارک سے فیوضِ روحانی حاصل کرتے رہے۔

میری دعا ہے کہ رب کریم رؤف ورحیم انہیں دنیا وآخرت کی سعادتیں اور نعمتیں عطا فرمائے ان کی زندگی میں برکتیں دے اور امت مسلمہ کے لیے انہیں مفید اور باعثِ برکت بنائے

آمین بِجاہِ النَّبِیِّ الاُمِّیِّ الکَرِیمِ عَلَیْہِ اُلُوفُ التَّحِیَّۃِ وَالتَّسلِیمِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیرِ خَلْقِہٖ وَنُورِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا وَمَولانا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِین۔

۷ جنوری ۱۹۸۹ء

☆☆☆☆☆

مؤلف کتاب

نوٹ : ڈاکٹر مولانا غلام یحیٰی انجم بستوی استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے یہ مضمون بعنوان مولانا سید ظہیر احمد زیدی، ایک تعارف تحریر فرمایا جس میں مصنف سے متعلق اپنے تاثرات، تجربات اور مشاہدات مختصر انداز میں بیان کیے ہیں، ان کی خواہش پر اس کو شایع کیا جا رہا ہے، قارئین کرام دعائے خیر فرمائیں۔

فروری ۱۹۲۶ء میں جب شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصاب کی تشکیل ہو رہی تھی تو اس میں ملک کے جن متبحر علماء کو دعوت دی گئی تھی ان میں نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا مناظر احسن گیلانی استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، مولانا عبدالعزیز المیمنی راجکوٹی صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی بھی تھے۔''

(معارف فروری ۱۹۲۶ء ص۲ مرتبہ سید سلیمان ندوی)

صدر الشریعہ نے اس اجلاس میں جب شرکت کی تھی تو ان دنوں دار العلوم معینیہ اجمیر میں عہدۂ صدارت پر مامور تھے، پھر بریلی شریف آکر تدریسی خدمات میں مصروف ہوئے، وہاں تقریباً تین سال کا ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ ۱۹۳۶ء میں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں مرحوم کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ تشریف لائے، دادوں اس زمانے میں مذہبی علوم کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کر رہا تھا۔ علی گڑھ کے علاوہ دوسرے کئی اضلاع میں اس کی شہرت پھیل چکی تھی، اقصائے عالم سے تشنگانِ علوم کا وہاں جھمگٹا ہو گیا تھا، جن جن لوگوں نے حضرت صدر الشریعہ کے علمی پنگھٹ سے سیرابی حاصل کی وہ اپنے زمانے کے تشنگانِ علوم کے لیے ابر کرم ثابت ہوئے اُن ہی علمی پیاس بجھانے والوں میں مولانا مبین الدین امروہوی مرحوم، مولانا مفتی محمد خلیل خاں مرحوم مارہروی اور وقت کے دوسرے اجلہ علمائے کرام کے علاوہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی بھی تھے۔

مولانا سید ظہیر احمد زیدی نسبی شرافت، علمی وجاہت اور جسمانی شکل و شباہت میں اپنی مثال آپ ہیں، خاندانی اعتبار سے ان کا پایہ بہت بلند ہے، والد کے توسُّط سے ان کا تعلق مظفر نگر کے سادات بارہہ [(1)] اور پھر ان سے ہوتے ہوئے زید شہید

1 ......سادات بارہہ سے متعلق بعض ثقہ حضرات کا خیال ہے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ ابو الفرح واسطی بیرون ہند یعنی ملک عراق سے آئے تھے اس لئے ان کی نسل کو ''سادات باہرہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا جو بعد میں کثرتِ استعمال سے ''سادات بارہہ'' میں تبدیل ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ایک دوسرا قیاس یہ بھی ہے کہ ان سادات میں سے کچھ لوگ مذہبی عقیدہ کی بناء پر اثناء عشری شیعہ ہیں، یعنی بارہ اماموں کے ماننے والے ہیں اس لیے یہ لوگ ''سادات بارہ'' کہلائے جو بعد میں کثرتِ استعمال کے باعث سادات بارہہ مشہور ہو گیا۔ (سید سلیمان علی خان سادات بارہہ کا تاریخی جائزہ ص ۱۲ دہلی ۱۹۸۰ء)

بن امام زین العابدین علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجھہ الکریم سے جاملتا ہے جب کہ ماں کی نسبت سے ان کا سلسلہ سید شاہ کمال الدین ترمذی نزیل ہانسی پنجاب سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ جاتا ہے، شاہ کمال الدین ترمذی علیہ الرحمہ اپنے زمانے کے جلیل القدر بزرگ تھے، آج بھی ان کا مزار اقدس مرجع انام ہے، حضرت زید شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت سے سید صاحب اپنے نام کے ساتھ زیدی لکھتے ہیں۔ سادات بارہہ میں سے کچھ بزرگ منصور پور ضلع مظفر نگر یوپی سے ترک وطن کر کے نگینہ ضلع بجنور میں آبسے، سید ظہیر احمد کی ولادت ۱۳۳۹ھ یا ۱۳۴۰ھ میں عالی جناب سید دائم علی زیدی مرحوم کے گھر ہوئی، خاندان متدین پا کباز تھا اس لئے گھر والوں نے بچے کو حصولِ علمِ دین کی طرف لگا دیا، پہلے تو انہوں نے مسجد کفر توڑ اور مدرسہ قاسمیہ نگینہ بجنور ہی میں درس لیا۔ ۱۹۳۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڑھ سے وابستہ ہوگئے اور ایسا وابستہ ہوئے کہ پھر ہمیشہ کے لیے علی گڑھ ہی کے ہو کر رہ گئے دار العلوم حافظیہ کا نصاب تعلیم دس سال کا تھا مگر سید صاحب نے اسے آٹھ ہی سال میں مکمل کرلیا۔ دورانِ تعلیم دو بار دہری ترقی ملی اور اس طرح درسِ نظامی کی تکمیل کی، صدر الشریعہ اور دیگر اساتذۂ دار العلوم سے اکتسابِ فیض کیا اور ۱۹۴۳ء میں سند فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

مولانا سید ظہیر احمد زیدی دورانِ تعلیم دادوں میں اپنے وقت کا بیشتر حصہ صدر الشریعہ کی خدمت میں گزارتے جس کے سبب صدر الشریعہ سے انہیں ایک روحانی تعلق ہوگیا تھا۔ صدر الشریعہ خود بھی سید صاحب سے بہت پیار و محبت فرماتے تھے، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی صدر الشریعہ کے آخری دور کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں تو بے جانہ ہوگا۔ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جس کا اعتراف صدر الشریعہ نے خود کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''محرم ۱۳۶۲ھ میں فقیر نے چند طلبہ خصوصاً عزیزی مولوی مبین الدین صاحب امروہوی وعزیزی مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی وحبیبی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خاں صاحب بریلوی وعزیزی مولوی محمد خلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا گیا''۔

(مولانا امجد علی، بہار شریعت، (۱۷:۱۰۲) مطبوعہ لاہور)

مولانا سید ظہیر احمد زیدی فراغت کے بعد دو سال مدرسہ عربیہ خدّام الصوفیہ گجرات پنجاب میں تدریسی خدمات انجام

=سادات بارہہ کے پہلے بزرگ جو ہندوستان آئے وہ سید عبد اللہ الحسن ابو الفرح الواسطی ۱۰۵۵ھ ہیں۔ ہوا یوں کہ سلطان محمود غزنوی جب آخری بار ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو مذکورۃ الصدر بزرگ سے اس فوج میں شرکت کے لئے کہا چنانچہ وہ اپنے چار صاحبزادگان سمیت اس فوج میں شریک ہوگئے، جب ہندوستان فتح ہوگیا تو سلطان محمود نے شاندار کامیابی پر مسرور ہو کر اور ان کی خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے سر ہند اور کلانور کا علاقہ انہیں بطورِ انعام جاگیر کی صورت میں عطا کیا، سید عبد اللہ خود تو سلطان کے ہمراہ واسط چلے گئے مگر ان کے صاحبزادے ہندوستان رہ گئے۔ پھر انہیں میں سے کچھ لوگ آکر مظفر نگر میں آبسے موجودہ سادات بارہہ انہیں کی نسل سے ہیں۔ انہیں میں سے ایک بزرگ امیر سید ابو المظفر جنہیں نواب خاں سے شہرت حاصل تھی، شاہجہاں کے دور حکومت میں اہم منصب پر فائز تھے انہوں نے اپنا وطن منصور پور کو قرار دیا۔ آج بھی ان کا مقبرہ منصور پور ضلع مظفر نگر میں ہے، سید ظہیر احمد زیدی صاحب انہیں کی اولاد میں سے ہیں۔

دیتے رہے ان دنوں اس ادارہ میں مدرس اوّل حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پھر ایک سال کے لیے مدرسہ عربیہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی چلے آئے اور مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ محدث پاکستان، مولانا وقار الدین پیلی بھیتی حال مفتی دار العلوم امجدیہ کراچی کے ساتھ تدریسی فرائض انجام دینے لگے۔ ستمبر ۱۹۴۷ء سے ان کا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہوگیا جہاں وہ عبداللہ کالج میں پہلے لیکچرار رہے پھر ۱۹۵۴ء میں اسی یونیورسٹی کے سٹی ہائی اسکول میں دینیات کے استاد مقرر ہوئے اور ۱۹۸۴ء تک انتہائی ذمہ داری کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوگئے، اس طرح بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سید صاحب زندگی کے جس مرحلے پر ہیں بچپن سے لے کر اب تک عمر کا بیشتر حصہ دین سیکھنے اور سکھانے میں بسر ہوا ہے۔ علی گڑھ کالج اور اسکول میں جن طلباء نے ان سے دینیات پڑھی ان کی فہرست موجب تطویل ہونے کے ساتھ ساتھ دقت طلب بھی ہے، البتہ مدارس عربیہ میں جن لوگوں نے ان سے اکتسابِ فیض کیا ہے ان میں درجِ ذیل حضرات کافی مشہور ہوئے

(۱) مولانا تحسین رضا خاں بریلوی شیخ الحدیث مدرسہ نوریہ بریلی شریف

(۲) مولانا سبطین رضا خاں بریلوی مقیم حال مدھ پردیش

(۳) مولوی معین الدین بانی مدرسہ نوریہ غوثیہ فیصل آباد پاکستان

(۴) مولانا عبدالقادر شہید گجراتی ثم فیصل آبادی

(۵) مولانا مفتی لطف اللہ خطیب جامع مسجد متھرا

(۶) مولانا مظہر ربانی صاحب باندہ

مولانا سید ظہیر احمد زیدی وعظ و تبلیغ میں بھی اپنی یگانگت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ کما حقہ تبلیغی خدمات اس زمانے میں تو نہ کر سکے جب ان کا یونیورسٹی سے تعلق رہا لیکن تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے بعد بڑے بڑے سیرت کے جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت ہونے لگی، وعظ و تبلیغ میں ان کا لب ولہجہ شستہ ہوتا ہے، ایک ایک بات دلائل کی روشنی میں سمجھا کر کہنے کی عادت ہے، بے جا الفاظ کا استعمال ان کے یہاں ہرگز نہیں، فتویٰ کی زبان بولتے اور لکھتے بھی ہیں اسی وجہ سے شاید ان کی تقریروں سے عوام سے زیادہ خواص کا طبقہ لطف اندوز ہوتا ہے، بہرحال مولانا کا انداز منفرد و یگانہ ہے، عبرت آمیز نصیحت انگیز اور سبق آموز مقررین میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا سید ظہیر احمد زیدی کی تحریری صلاحیتوں کا اندازہ زیر نظر کتاب سے باآسانی کر سکتے ہیں، اس کتاب سے جہاں ان کے قلم کی شستگی اور نپے تلے الفاظ کی بندش کا اندازہ ہوتا ہے وہیں مولانا کی علوم مرجہ و متداولہ میں فقہ سے دلچسپی اور لگاؤ کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔ فقہ اور اس کے اصول و قواعد سے متعلق کچھ رسالے بھی زیب قرطاس بنے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد مقالات و مضامین بھی رسائل و جرائد میں چھپ کر اربابِ فکر و نظر سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں، مقالات کی فہرست تو دستیاب نہ ہوسکی، البتہ مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب و رسائل کی فہرست جن سے ان کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا پتا چلتا ہے یہ ہے:

(۱) رسالہ مسلم پرسنل لامطبوعہ فروری ۱۹۷۲ء محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

(۲) مسلم تاریخ تمدن غیر مطبوعہ

(۳) بہارشریعت کتاب الوصایا انیسواں حصہ

(۴) رسالہ الحج غیر مطبوعہ

(۵) رسالہ القواعد الفقہیہ والاصول الکلیۃ

مولانا ظہیر احمد صاحب کو زبان وادب سے گہرا ربط ہے، اردو، فارسی ہو یا عربی انھیں تمام زبانوں پر یکساں قدرت حاصل ہے ان تینوں زبانوں میں مشق سخن کرتے رہتے ہیں، شاعری کا تخلص ''سید'' اختیار فرماتے ہیں۔ مولانا کوئی باضابطہ صاحب دیوان شاعر تو نہیں البتہ اردو، فارسی اور عربی نعتوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔ درج ذیل اشعار ان کی سخن گستری اور سخن سنجی کی بین دلیل ہیں۔

فَوَاللّٰہِ لاَ یَمْتَدُّ عُمْرُکَ سَاعَۃً — اِذَا جَاءَ اَمْرُ اللّٰہِ لاَقَتْ شَدَائِدُ

لقد بعثت خیراً بالمعاصی وتحسب — بانک تبغی دائماً لا تباعدُ [1]

جَعَلَنَا فِی الْخَلاَئِقِ خَیْراً — بَعَثَ فِیْنَا حُبَّہٗ خبرا

حَفِظَنَا مِنْ عَدُوِّنَا حِفْظاً — نَصَرَنِیْ مِنْ مَعَارِضِی نَصْراً [2]

اَسْرٰی بِکَ سُبْحَانَہٗ — اَجْلٰی بِکَ بُرْھَانَہٗ

قَدْ اَنْزَلَ قُرْآنَہٗ — اِسْمَعْ لَنَا اَدْرِکْ لَنَا [3]

رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ مُسْتَجِیْرٌ — وَاَنْتَ بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ شَھِیْرٌ

نَدِیْمِیْ لاَ تَخَفْ مِنْ شَرِّ عَادٍ — اَنَا فِیْ حَضْرَۃِ الرَّبِّ سَمِیْرٌ [4]

---

❶ ترجمہ: اللہ کی قسم تجھے ایک لمحے کی مہلت نہیں ملے گی، جب اللہ کا حکم آ جائے تو مصائب وآلام آ پہنچتے ہیں، نیکیوں کے ساتھ ساتھ تو نے گناہوں کے ڈھیر لگا دیئے اور تیرا خیال ہے کہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا مرے گا نہیں۔

❷ ترجمہ: ہمیں تمام امتوں میں بہترین امت بنایا، ہم میں اپنا محبوب پیغمبر مبعوث فرمایا، ہمیں ہمارے دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا، مصائب وآلام میں ہماری مدد ونصرت کی۔

❸ ترجمہ: اللہ عزوجل نے آپ کو سیر کرائی، اور آپ کے ذریعے اپنی برہان کو واضح کیا، آپ پر اپنا قرآن نازل فرمایا، اے حبیب ہماری فریاد سنیے، ہماری فریادرسی کیجئے۔

❹ ترجمہ: یارسول اللہ! میں پناہ کا طلبگار رہوں۔ اور آپ رحمۃ للعالمین کے لقب سے مشہور ہیں، اے میرے دوست! دشمن کے شر سے خوفزدہ نہ ہو، میں بارگاہِ الٰہی میں شب کو مناجات کرنے والا ہوں۔

فَاَکْرِمْنِیْ بِلُطْفِکَ یَا حَبِیْبِیْ　　اَنَا مِنْ اَفْقَرِ النَّاسِ حَقِیْرٌ[1]

....

عرفان و وصل و جام و شراب محمد است　　ذوالفضل والکمال خطاب محمد است

دیدم ہزار بار و لیکن تواں نہ دید　　صد جلوۂ کمال نقاب محمد است

سیّد پناہ دامن محبوب حق بجو　　حقا کہ "ھب لی امتی" تاب محمد است[2]

....

بہ چشم زیست نازاں بود شب جائے کہ من بودم　　بہار وصل ساماں بود شب جائے کہ من بودم

کجا ہستی کجا مستی کجا ہنگامۂ آرائی　　جمال یار مہماں بود شب جائے کہ من بودم

قرار آمد نگار آمد جہاں بادہ خوار آمد　　نشاط روئے تاباں بود شب جائے کہ من بودم[3]

....

کچھ اس اداء سے وہ سرتاج مہوشاں گزرے　　مہک رہی ہیں فضائیں جہاں جہاں گزرے

وفور شوق میں گشتۂ جمال اَلست　　کہاں کہاں تجھے پایا کہاں کہاں گزرے

....

تو نہ ہوتو بزم سخن نہو، تو نہ ہو تو رنگ چمن نہ ہو　　کوئی اور تجھ سا حسین نہیں کوئی اور رشک جناں نہیں

تو ہی روحِ بزم وجود ہے تو ہی سِرّ جلوۂ ذات ہے　　تو ضیائے عالم کن فکاں ترا نور حسن کہاں نہیں

....

موسیٰ کی تمناکہوں عیسیٰ کی بشارت　　اللہ کا احسان ہو آدم کی صدا ہو

تم رحمتِ باری ہو صدا باد بہاری　　کلیوں کا تبسّم ہو عنادل کی نوا ہو

مل جائے جو سیّد کو ترے در کی حضوری　　پھر تو مری تقدیر میں جنّت کی ہوا ہو

---

1 ...... ترجمہ: اے میرے حبیب (علیہ الصلاۃ والتسلیم)! اپنے لطف وکرم سے میری عزت افزائی کیجئے، میں محتاج ترین لوگوں میں سے حقیر ہوں۔

2 ...... ترجمہ: عرفان ووصل وجام وشراب عشق محمد عربی ہیں، ذوالفضل والکمال آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کا لقب ہے،
میں نے ہزار بار دیکھا مگر نہ دیکھ سکا، رُخِ مصطفٰی میں سینکڑوں جلوۂ کمال پنہاں ہیں۔
سیّد محبوب خدا کے دامن میں پناہ تلاش کر، بے شک "رب ھب لی اُمّتی" کہنے کی ہمت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم ہی کو ہے۔

3 ...... ترجمہ: زندگی میری آنکھ پہ نازاں تھی، آج شب میں جہاں تھا۔ سامانِ وصل سے لطف اندوز ہوا ہوں آج شب میں جہاں تھا۔
احساسِ وجود کہاں کیفیت جنوں کہاں وجد و بےخودی کہاں، جمال یار مہماں تھا آج شب میں جہاں تھا۔
بڑی پرسکون وآرئش والی جگہ تھی جہاں بےخوار تھا، روئے تاباں کی شادمانی تھی آج شب میں جہاں تھا۔

اراپریل ۱۹۸۰ء میں جب میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں حصولِ علم کی غرض سے حاضر ہوا تو ان دنوں سید صاحب یونیورسٹی میں استاد تھے، میری ان سے پہلی ملاقات ان کے دولت کدہ ''بیت السادات'' محبّ گرامی ڈاکٹر محبّ الحق کی معیت میں ہوئی، میں موصوف کا ممنون کرم ہوں کہ انھوں نے علی گڑھ کے آخری ایام میں ایسے معزز اور مخلص لوگوں سے تعلقات پیدا کر دیئے جن کی شخصیت آج بھی ہمارے لئے ابر کرم اور ترقی درجات کے لیے مشعل راہ ہیں، اگر چہ میں ان دنوں علی گڑھ کے لیے بالکل نیا تھا علی گڑھ کا ہر ذرہ میرے لئے اجنبی تھا، مگر سید صاحب اور ان جیسے دوسرے کرم فرماؤں کی عنایات ونوازشات اس طرح ہوئیں کہ چند ہی دنوں میں اس دیار کے ہر کوچے اور ہر ذرّے سے محبت کی بو آنے لگی۔

سید صاحب سے قربت اس لیے بھی ہوئی کہ اس دور کے چند مخلص طلباء نے ایک باوقار سنجیدہ تنظیم بنائی جس کا نام ''مرکز تعلیمات اسلامی'' رکھا گیا جس کے اغراض ومقاصد میں دو باتیں بڑی اہم تھیں ایک تو ہفتہ وار قرآن وحدیث کی تعلیم اور دوسرے ایک موقر ''سہ ماہی جریدہ'' تعلیمات کا اجراء۔

میرے علی گڑھ آنے کے بعد اس تنظیم کی تشکیل جدید ہوئی اور اس مجلّہ کا مدیر معاون مجھے بنایا گیا، جب کہ ادارت کی ذمہ داری تاجدار مارہرہ حسن میاں کے فرزندار جمند سید محمد امین کے سپرد کی گئی اور اسی نشست میں حکیم خلیل احمد جائسی اور سید صاحب کو علی الترتیب مربی ومرشد نامزد کیا گیا۔ اگر چہ کچھ اسباب کی بناء پر تنظیم تو کامیاب نہ ہوسکی مگر ملاقات کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹا اس طویل ملاقات میں میں نے انہیں ہمدرد اور کہتر نواز، مہمان نواز پایا۔

سید صاحب کی وجیہہ اور پُر وقار شخصیت کی بناء پر حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں اور حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہما الرحمہ نے شرف خلافت سے نوازا جب کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیعت و اِرادت کے ذریعے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے سے وابستہ کرلیا۔ سید ظہیر احمد زیدی صاحب صوری اور معنوی دونوں حُسن سے مزین ہیں، صاف وشفاف نورانی چہرہ، سفید داڑھی جس سے بزرگی کے آثار نمایاں، چمکتی دوربیں آنکھیں، موزوں قد، بڑے مشکلات کی گرہیں کھولنے والی چھوٹی چھوٹی انگلیاں مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نسبی شرافت، علمی وجاہت اور جسمانی شکل وشباہت ہر اعتبار سے سید ظہیر احمد زیدی منفرد ونمایاں ہیں اور حدیث مبارکہ اِبْتَغُوا الْخَیْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْہ[1] کا مصداق ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سید صاحب کے حسن وجمال میں مزید نکھار پیدا کردے، اور اس کی نورانیت سے لوگوں کے دلوں کو منور وروشن کرے۔ **آمین بجاہ حبیبہ سیِّدِ المرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہ الطیبین والطاہرین.**

1 ......''مصنف''لابن ابی شیبۃ، کتاب الأدب، باب ماذکرفی طلب الحوائج، الحدیث:۲، ج٦، ص۲۰۸.
بہارِ شریعت میں حدیث ان الفاظ سے مرقوم ہے'' اِبْتَغُوا الْخَیْرَ فِی وُجُوْہِ الْحِسَانِ'' ترجمہ: ''خوبصورت چہروں کے ہاں بھلائی تلاش کرو''جبکہ کتب حدیث میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہمیں نہیں ملی لہذا جن الفاظ کے ساتھ ہمیں ملی ان الفاظ کے ساتھ متن میں ذکر کر دیا گیا، مزید تفصیل کے لیے فتاوی رضویہ، ج۲۱، ص۳۱۱ تا ۳۱۶ ملاحظہ کیجئے۔... علمیہ

باسمہٖ تبارک وتعالٰی

مُقدمه

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ امابعد:

بہارِ شریعت کا انیسواں حصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، رب تبارک وتعالٰی قبول فرمائے اور میرے لئے اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔ فقیہِ وقت مصنف بہارِ شریعت ابوالعلٰی صدر الشریعہ حضرت مولانا الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ و الرضوان نے مکمل فقہ حنفی کو عام فہم اردو زبان میں منتقل کرنے کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اس کی نہ ماضی میں کوئی مثال ہے اور نہ مستقبل میں کوئی ایسی امید، حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان اپنے دین کے مسائل سے بہ سہولت مستفید ہوجائیں، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ اخلاصِ فکر وعمل کے ساتھ ارادہ رکھتے تھے کہ جملہ ابواب فقہ سے ضروری اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق مفتی بہ شرعی احکام اردو زبان میں بیان فرمادیں۔ ان کی حیاتِ مبارکہ میں کتاب بہارِ شریعت کے سترہ حصے مرتب ہوکر طبع ہوچکے تھے کہ آپ مقام ابتلاوآزمائش سے گزرے، بحمدِ اللہ تعالٰی مژدۂ ﴿ وَبَشِّرِالصّٰبِرِیْنَ ﴾ سے سرفراز ہوئے، جیسا کہ مقربین بارگاہ کا طرۂ امتیاز ہے، اس وقت تک بہارِ شریعت کے سترہ حصے مکمل ہوچکے تھے صرف حدود وقصاص، وصایا اور میراث میں تین حصے اور تصنیف ہونا باقی تھے کہ موانع پیش آگئے، حضرت نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ بقیہ یہ تین حصے میرے تلامذہ مکمل کریں گے، چنانچہ دو۲ حصے حضرت علامہ عبدالمصطفٰی ازہری شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب دارالعلوم امجدیہ کراچی وقاری محبوب رضا خاں صاحب وقاری رضاء المصطفٰی صاحب خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی نے تالیف فرمادیئے، یعنی اٹھارہواں حصہ کتاب الحدود والقصاص میں اور بیسواں حصہ کتاب المیراث میں، باقی رہا انیسواں حصہ کتاب الوصایا، اس کی تالیف وترتیب اس ناچیز کے حصے میں آئی، اس سلسلے میں بہ خلوص قلب شکر گزار ہوں اپنے استاذ زادہ مولانا الحاج قاری رضاء المصطفٰی زادشرفہ کا کہ ان کے پیہم اصرار اور تعاون نے مجھے مجبور کردیا کہ میں یہ سعادت وفضیلت حاصل کروں۔ جزاہُ اللّٰہُ تعَالٰی خَیرَالْجزَا فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ

ترتیب کے لحاظ سے اگرچہ بیسواں حصہ آخری حصہ ہے جو مسائل میراث میں ہے، لیکن تالیف کے اعتبار سے انیسواں حصہ آخری ہے جو سب سے آخر میں اس ناچیز نے مرتب کیا ہے۔ یہ حصہ مسائل وصیت میں ہے، اس میں 450 مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ وصیت کے مسائل بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں، شریعت مطہرہ نے وصیت کو بڑی اہمیت دی ہے اور بعض مقامات پر اسے ضروری اور واجب قرار دیا۔

وصیت کی اھمیت وافادیت

شریعت میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو جو وصیت کر کے وفات کر گیا متقی ،شہید اور عامل بالسنۃ فرمایا اور اسکی مغفرت کی بشارت دی۔ [1] (مشکوٰۃ) اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تیرا اپنے ورثا کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔'' [2] اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مفلس ونادار غیر وارث کے لیے وصیت کرنی چاہیئے تاکہ انہیں بھی مال کا ایک حصہ مل جائے اور ان کی غربت وناداری اور افلاس دور ہو اور وہ ایک باعزت زندگی گزار سکیں اور خود وصیت کرنے والوں کو تقویٰ وشہادت اور مغفرت کا مقام مل جائے، ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کی مغفرت ہوجائے، اور شہادت کا درجہ مل جائے اور یہ بات بھی اس کے لیے کس درجہ عزت، اجر اور نیک نامی کی ہے کہ اس کے غیر وارث اَعِزَّہ غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ذلیل ورسوا نہ ہوں اور معاشرہ میں آبرومندانہ زندگی بسر کریں۔

وصیت کی افادیت

(۱) یہ ہے کہ متوفی کے ایسے اعزہ جو وارثوں میں شامل نہیں ہیں مگر نادار اور حاجتمند ہیں، ان کو اس کے مال سے نفع پہنچے اور کسبِ معاش کے لئے سہارا مل جائے، جیسے وہ بچہ جس کے باپ کا انتقال اس کے دادا کی حیات میں ہوگیا اور دادا کا انتقال بعد میں ہوا اور دادا نے وارثوں میں بیٹا بھی چھوڑا تو بچہ محروم ہوجائے گا۔اس کے لیے دادا کو انتقال سے پہلے وصیت کرنا چاہیے۔

(۲) ایسے پڑوسی یا احباب یا دیگر حضرات جو نہ رشتہ دار ہیں اور نہ وارث مگر سخت احتیاج وتنگدستی اور پریشانی میں ہیں ان کو متوفی وصیت کے ذریعے اپنے مال کے ایک حصہ کا مالک بنادے اور اس طرح ان کی مدد ہوجائے۔

(۳) متوفی اگر مدرسہ، مسجد، سرائے، قبرستان یا دیگر امور خیر اپنی موت کے بعد بھی کرنا چاہتا ہے اور وہ رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے کام انجام دینا چاہتا ہے تو بذریعہ وصیت اپنے مال کا ایک حصہ ان کی انجام دہی کے لیے مقرر کردے، لیکن شریعت نے متوفی کو ورثاء کی موجودگی میں اپنے تمام مال کی وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی کہ اس سے وارثوں کو ضرر پہنچتا ہے، اور ان کا حق ضائع ہوتا ہے، قرآن پاک میں ﴿مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ﴾ [3] فرما کر یہی ہدایت فرمائی

❶......"سنن ابن ماجه"، كتاب الوصايا، باب الحث على الوصية، الحديث:٢٧٠١، ج٣، ص٣٠٤.

❷......"صحيح البخاري"، كتاب الوصايا، باب ان يترك ورثتهٗ...إلخ، الحديث٢٧٤٢، ج٢، ص٢٣٢.

❸......پ٤، النساء:١٢.

کہ وصیت تو کرو مگر وارثوں کو نقصان پہنچا کر نہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: ''جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹے گا۔''[1] (مشکوٰۃ)

شریعت اسلامیہ نہ یہ اجازت دیتی ہے کہ وارث کو اس کی میراث سے محروم کر دیا جائے، نہ یہ گوارا کرتی ہے کہ اہلِ ثروت اپنے غیر وارث اعزہ کو محتاجی و ناداری کی حالت میں چھوڑ کر وفات پائیں، بلکہ ایسے محتاج غیر وارث اعزہ کے لیے وصیت کے ذریعے اپنے مال کا ایک حصہ ان کو پہنچا دیں۔ مسلمان اگر شریعتِ مطہرہ کے احکام کے مطابق وصیت کے طریقے کو اپنائیں تو اس سے عظیم فائدے اور فیوض و برکات حاصل ہوں، اور دشمنانِ اسلام نے بیٹے کی موجودگی میں یتیم پوتے کے محروم الارث ہونے پر شریعت اسلامیہ کے خلاف جو طوفان بدتمیزی اُٹھایا اور آج بھی اُٹھایا جاتا ہے وہ نہ اٹھا سکتے، اگر چہ اس کا مدلل و معقول جواب بارہا دیا جا چکا ہے، لیکن مخالفینِ اسلام، اسلام دشمنی میں شر پھیلانے سے نہیں تھکتے، ان کا مقصد حق و صداقت کو سمجھنا نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنا ہے، اگر مسلمان بذریعہ وصیت یتیم اور محروم الارث پوتے کو اپنی حیثیت کی مناسبت سے مال کا ایک حصہ دیا کرتے تو معترضین اسلام کو یہ ایک عملی جواب بھی ہوتا، وہ عنداللہ ماجور بھی ہوتے اور ایک بہتر معاشرہ بھی وجود میں آتا۔

وصیت کا طریقہ

مغربی اقوام میں بھی رائج ہے، اگر چہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں، اُن کی اپنی خواہشات کے مطابق ہے اسی لیے اس کا نام بھی Will جس کے معنی ہیں ''خواہش'' عام طور سے وہاں لوگ مرنے سے بہت پہلے Will لکھ چھوڑتے ہیں لیکن اس ول Will اور وصیت میں زبردست فرق ہے، وصیت اسلامی احکام کے مطابق ہوتی ہے اور وِل Will اپنی خواہشات نفس کے مطابق، ول لکھنے والا قطعاً یہ نہیں سوچتا کہ وہ جو کچھ لکھ رہا ہے وہ اخلاقی اقدار کے مطابق ہے یا نہیں، اس سے معاشرہ میں فلاح و بہبود آئے گی یا تباہی و بربادی، اس کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرا مال میرے مرنے کے بعد بھی صرف میری خواہش کے مطابق خرچ کیا جائے اس میں وہ اچھے بُرے، جائز و ناجائز اور حرام و حلال میں کوئی فرق نہیں کرتا، جب کہ اسلام نے وصیت کرنے والے کو کچھ ہدایات دی ہیں اور وصیت کا مقصد معاشرہ کی فلاح اور اعمالِ خیر کا اجراء مقرر کیا ہے۔ اسی لیے اس نے معصیت کے کاموں کے لیے اور معاشرے کو بگاڑنے والی چیزوں کے لیے وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

ناانصافی ہوگی اگر میں الحاج مولانا قاضی عبدالرحیم،[2] مفتی آستانہ رضویہ رضا نگر محلّہ سوداگران بریلی کا شکریہ نہ ادا

---

1 ......''سنن ابن ماجه''، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية، الحديث: ٢٧٠٣، ج٣، ص٣٠٤.

2 ......قاضی عبدالرحیم صدیقی موضع جگجھا تحصیل ڈومریا گنج پرگنہ رسول پور ضلع بستی کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ ۱۹۳٦ء میں اپنے آبائی وطن میں پیدا ہوئے، مڈل پاس کرنے کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم دار العلوم فضل رحمانیہ پچپھیڑوا بازار ضلع دیوریا میں =

کروں، عزیز موصوف نے اپنا بیش قیمت وقت خالصتاً لوجہ اللہ تعالیٰ اس کتاب پر نظر ثانی کرنے کے لئے دیا، ان کے اس تعاون سے میں اس قابل ہوسکا کہ اس میں مندرجہ مسائل کے لیے کتبِ فقہ کے حوالوں میں اضافہ کروں جس نے کتاب کے اعتبار واستناد میں اضافہ کیا ہے۔ موصوف ایک صاحبِ نظر اور ذہین عالم ہیں، فقہ میں بصیرت رکھتے ہیں، آپ کے پاس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلمی حاشیہ جدالممتار ہے، جو ردالمحتار پر تحریر فرمایا گیا ہے، اس کے حوالے بھی اس کتاب میں ملیں گے، اللہ تعالیٰ موصوف کے علم، عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور ان سے اپنے دین کی خدمت لے۔ آمین۔ اسی کے ساتھ عزیز گرامی قدر مولوی عطاء المصطفیٰ زادعلمہ مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کا اصل سے مقابلہ کرنے میں مدد دی، جس سے نقل میں جو اغلاط تھے وہ صحیح ہوگئے۔ موصوف ایک باشرع، صالح، سعادت مند اور باادب عالمِ دین ہیں۔ حضرت صدرالشریعہ صاحبِ بہارشریعت کے پوتے ہیں اور خدمتِ دین کرنے کا بااخلاص جذبہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل صالح میں ترقی عطا فرمائے اور ان کی عمر میں برکت دے آمین۔

آخر میں اللہ جل وعلا تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے اس عاجز وحقیر بندے کی اس خدمت کو قبولیت عطا فرمائے اور میرے لئے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے اور دین کی خدمت کرنے کی مزید توفیق واہلیت عطا فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولانا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

الفقیر الی اللّٰہ الصمد

ظہیر احمد زیدی غفرلہ ولوالدیہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

مطابق ۵ جنوری ۱۹۸۶ء

☆☆☆☆☆

= مولانا رضاء المصطفیٰ پسر حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ آخر میں ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۰ء تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ محلّہ اندرکوٹ میرٹھ میں عالم شہیر امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی سہسوانی ثم میرٹھی کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم عربیہ کی تکمیل اور ۱۹۶۱ء سے مرکزی دارالافتاء محلّہ سوداگران بریلی میں زیرتربیت ونگرانی حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ افتاء نویسی کی خدمت ۱۹۶۹ء تک انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آج تک اکتیس [۳۱] سال ہوئے جارہے ہیں آپ اسی مرکزی دارالافتاء سے افتاء نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اکتیس سال میں آپ نے ہرقسم کے فتوے تحریر کئے ہیں۔ ہندوستان کے مفتیان کرام میں فی الوقت آپ غالبًا سب سے کہنہ مشق اور صاحبِ تحریر مفتی ہیں۔

وصیت کا بیان

وصیّت کرنا قرآن مجید اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے ثابت ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُؕ وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًاؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۝۱۱ ﴾[1]

(جز ۴، سورۃ النساء، رکوع ۲)

ترجمہ اس کا یہ ہے ''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر، تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اُس کے لئے آدھا، اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا حصہ اگر میت کے اولاد ہو، پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی حصہ، پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ، بعد اس وصیّت کے جو کر گیا اور بعد دین کے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا، یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔''

قرآن مجید کے چوتھے پارے میں سورۂ نساء کے اس دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے وصیّت کا ذکر چار مرتبہ فرمایا جس میں تقسیم وراثت کو ادائیگی وصیّت اور ادائیگی قرض کے بعد رکھا اسی رکوع کی آخری آیات سے کچھ پہلے فرمایا:

﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍۙ غَیْرَ مُضَآرٍّۚ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌؕ۝۱۲ ﴾[2]

''میت کی وصیّت اور دَین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو، یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِؕ ﴾[3] (سورۂ مائدہ، پ۷)

---

1 ......پ ٤، النساء: ١١.
2 ......پ ٤، النساء: ١٢.
3 ......پ٧، المائدہ: ١٠٦

''یعنی اے ایمان والو! تمہاری آپس کی گواہی، جب تم میں کسی کو موت آئے وصیّت کرتے وقت، تم میں کے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں کے دو جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے''۔

احادیثِ وصیت

حدیث ۱: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس وصیت کے قابل کوئی شے ہو اور وہ بلا تاخیر اس میں اپنی وصیّت تحریر نہ کردے۔[1] (مشکوٰۃ، باب الوصایا، ص ۲۶۵)

حدیث ۲: صحیح بخاری و صحیح مسلم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اس قدر بیمار ہوا کہ موت کے قریب ہو گیا تو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیادت فرمانے کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے پاس کثیر مال ہے اور میری بیٹی کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں (اصحاب فرائض میں سے) تو کیا میں اپنے کل مال کی وصیّت کردوں، آپ نے جواب ارشاد فرمایا: ''نہیں''، میں نے عرض کیا: تو کیا دو ثلث کی وصیّت کردوں، آپ نے فرمایا: ''نہیں''، میں نے عرض کیا: تو کیا آدھے مال کی، آپ نے فرمایا: ''نہیں''، میں نے عرض کیا کہ کیا تہائی مال کی وصیّت کردوں، آپ نے فرمایا: ''تہائی مال'' اور تہائی مال بہت ہے۔ تیرا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور بلاشبہ تو اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا جوئی کے لئے کچھ خرچ نہیں کرے گا مگر یہ کہ تجھے اس کا اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تو اپنی بیوی کے منھ میں اٹھا کر رکھے۔[2] (متفق علیہ، مشکوٰۃ، باب الوصایا، ص ۲۶۵)

حدیث ۳: امام ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری بیماری میں عیادت کے لئے تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے وصیّت کردی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: کتنے مال کی وصیّت کی؟ میں نے عرض کیا: راہ خدا میں اپنے کل مال کی، آپ نے فرمایا: اپنی اولاد کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا: وہ لوگ اغنیا یعنی صاحب مال ہیں، آپ نے فرمایا: دسویں حصہ کی وصیّت کرو۔ تو میں برابر کم کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ثلث مال کی وصیّت کرو اور ثلث مال بہت ہے۔[3] (مشکوٰۃ، ص ۲۶۵)

---

1 ......''صحیح البخاري''، کتاب الوصایا، باب الوصایا...إلخ، الحدیث: ۲۷۳۸، ج ۲، ص ۲۳۰.

2 ......''مشکاۃ المصابیح''، کتاب الفرائض والوصایا، باب الوصایا، الحدیث: ۳۰۷۱، ج ۱، ص ۵۶۶.

3 ......''جامع الترمذي''، کتاب الجنائز، باب ما جاء في الوصیۃ بالثلث...إلخ، الحدیث: ۹۷۷، ج ۲، ص ۲۹۲.

حدیث ۴: ابوداود اور ابن ماجہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے سنا کہ بے شک اللہ تعالٰی نے ہر حق والے کو اس کا حق عطا فرمادیا پس وارث کے لئے کوئی وصیّت نہیں۔ [1] (مشکوٰۃ، ص ۲۶۵) ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں کہ ''بچہ عورت کا ہے اور زانی کے لئے سنگساری، اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔''[2] دار قطنی کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ''وارث کے لئے کوئی وصیّت نہیں مگر یہ کہ ورثہ چاہیں۔''[3] (مشکوٰۃ، ص ۲۶۵)

حدیث ۵: امام ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرد و عورت اللہ جل جلالہ کی اطاعت و فرمانبرداری ساٹھ سال (لمبے زمانہ) تک کرتے رہیں پھر ان کا وقت موت قریب آجائے اور وصیّت میں ضرر پہنچائیں تو ان کے لئے دوزخ کی آگ واجب ہوتی ہے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آیت تلاوت فرمائی۔

﴿ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ ﴾ اللہ تعالٰی کے کلام ﴿ وَ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴾ تک۔[4]
(مشکوٰۃ، ص ۲۶۵)

حدیث ۶: ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی موت وصیّت پر ہو (جو وصیت کرنے کے بعد انتقال کرے) وہ عظیم سنت پر مرا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت پر ہوئی اور اس حالت میں مرا کہ اس کی مغفرت ہوگئی۔[5] (مشکوٰۃ، باب الوصایا، ص ۲۶۶)

حدیث ۷: ابوداود حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ شعیب سے اور شعیب اپنے باپ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیّت کی کہ اس کی جانب سے سَو غلام آزاد کئے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کئے پھر اس کے بیٹے عمرو نے چاہا کہ اس کی جانب سے بقایا پچاس غلام آزاد کردے پس اس نے (اپنے بھائی یا ساتھیوں یا اپنے دل میں) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کرلوں پس وہ آئے نبی

---

1 ...... "سنن ابن ماجه"، كتاب الوصايا، باب لا وصية لوارث، الحديث: ۲۷۱۳، ج۳، ص۳۱۰.

2 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الوصايا، باب ما جاء لا وصية لوارث، الحديث: ۲۱۲۷، ج٤، ص٤۲.

3 ...... "سنن الدار قطني"، كتاب الفرائض... إلخ، الحديث: ٤١٠٤، ج٤، ص۱۱۲.

4 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الضرار في الوصية، الحديث: ۲۱۲٤، ج٤، ص٤۱ و پ ٤، النساء: ۱۲، ۱۳.

5 ...... "سنن ابن ماجه"، كتاب الوصايا، باب الحث على الوصية، الحديث: ۲۷۰۱، ج۳، ص۳۰٤.

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے باپ نے وصیّت کی تھی کہ اس کی جانب سے سَو غلام آزاد کئے جائیں اور یہ کہ ہشام نے اس کی جانب سے پچاس غلام آزاد کردیئے ہیں اور اس پر پچاس باقی رہ گئے ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے (اپنے باپ کی طرف سے) یہ پچاس آزاد کردوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج ادا کرتے تو اس کو یہ پہنچتا۔[1] (مشکوٰۃ ص۲۶۶)

حدیث ۸ ابن ماجہ وبیہقی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: ''جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالٰی قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹ دے گا۔''[2] (مشکوٰۃ ص۲۶۶)

مسائل فقہیّہ

وصیّت کرنا جائز ہے قرآن کریم سے، حدیث شریف سے اور اجماع امت سے اس کی مشروعیت ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔[3] (جوہرہ نیرہ ج۲، وبدائع ج۷، ص۳۳۰) شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا[4] (تبیین از عالمگیری ج۶، ص۹۰) وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے ''میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کی طرف میں نے یہ وصیّت کی۔[5] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶، ص۹۰) وصیّت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ① موصی یعنی وصیّت کرنے والا ② موصٰی لہ یعنی جس کے لئے وصیّت کی جائے ③ موصٰی بہ یعنی جس چیز کی وصیّت کی جائے ④ وصی یعنی جس کو وصیّت کی جائے۔[6] (کفایہ، عنایہ وعالمگیری، کفایہ از عالمگیری ج۶، ص۹۰ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، مصری چھاپہ)

مسئلہ ۱ وصیّت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو، اگر اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی ہے جیسے اس پر کچھ نمازوں کا ادا کرنا باقی ہے یا اس پر حج فرض تھا ادا نہ کیا یا روزہ رکھنا تھا نہ رکھا تو ایسی صورت میں ان کے لئے وصیّت کرنا واجب ہے۔[7] (تبیین از عالمگیری ج۶، ص۹۰ وقدوری، درمختار، ردالمحتار)

1 ......''سنن أبي داود''، کتاب الوصایا، باب ما جاء في وصیة الحربي...إلخ، الحدیث:۲۸۸۳، ج۳، ص۱۶۳.

2 ......''سنن ابن ماجه''، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، الحدیث:۲۷۰۳، ج۳، ص۳۰۴.

3 ......''بدائع الصنائع''، کتاب الوصایا، ج۶، ص۴۲۲.

4 ......''الفتاوی الهندیة''، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرها...إلخ، ج۶، ص۹۰.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲ وصیت چار قسم کی ہے۔ ① واجب جیسے زکوۃ کی وصیت اور کفارات واجبہ کی وصیت اور صدقہ، صیام وصلوٰۃ کی وصیت ② مباحہ، جیسے وصیت اغنیا کے لئے [1] ③ وصیت مکروہہ، جیسے اہل فسق ومعصیت کے لئے وصیت جب یہ گمان غالب ہو کہ وہ مال وصیت گناہ میں صرف کرے گا۔ (درمختار وردالمحتار ج ۵ ص ۴۵۳) ④ اس کے علاوہ کے لئے وصیت مستحب ہے۔ [2]

مسئلہ ۳ وصیت کا رکن ایجاب وقبول ہے، ایجاب وصی کی طرف سے اور قبول موصیٰ لہ کی طرف سے، امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک۔ [3] (بدائع ج ۷، ص ۳۳۱)

مسئلہ ۴ موصیٰ لہ صراحۃً یا دلالۃً موصی کی وصیت کو قبول کرلے، صراحۃً یہ ہے کہ صاف الفاظ میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا اور دلالۃً یہ ہے کہ مثلاً موصیٰ لہ وصیت کو منظور یا نامنظور کرنے سے قبل انتقال کر جائے تو اس کی موت اس کی قبولیت سمجھی جائے گی اور وہ چیز اس کے ورثاء کو وراثت میں دیدی جائے گی۔ [4] (الوجیز لکردری از عالمگیری ج ۶، ص ۹۰)

مسئلہ ۵ وصیت قبول کرنے کا اعتبار موصی کی موت کے بعد ہے اگر موصیٰ لہ نے موصی کی زندگی ہی میں اسے قبول کیا یا رد کیا تو یہ باطل ہے، موصیٰ لہ کو اختیار رہے گا کہ وہ موصی کے انتقال کے بعد وصیت کو قبول کرے۔ [5] (سراجیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۰)

مسئلہ ۶ وصیت کو قبول کرنا کبھی عملاً بھی ہوتا ہے جیسے وصی کا وصیت کو نافذ کرنا یا موصی کے ورثاء کے لئے کوئی چیز خریدنا یا موصی کے قرضوں کو ادا کرنا وغیرہ۔ [6] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶، ص ۹۰)

مسئلہ ۷ وصیت کی شرط یہ ہے کہ موصی مالک بنانے کا اہل ہو اور موصیٰ لہ مالک بننے کا اہل ہو اور موصیٰ بہ موصی کی موت کے بعد قابل تملیک مال یا منفعت ہو۔ [7] (کفایہ، عالمگیری ج ۶ ص ۹۰، بدائع ج ۷، ص ۳۳۲، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۵۴)

مسئلہ ۸ ایصاء کا حکم یہ ہے کہ مال وصیت [8] موصیٰ لہ کی ملکیت میں اسی طرح داخل ہوجاتا ہے جیسے ہبہ کیا ہوا مال۔ [9] (کفایہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۰، درمختار وبدائع ج ۷، ص ۲۳۳)

---

1 ...... یعنی مالداروں کے لیے۔

2 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الوصایا، ج ۱۰، ص ۳۵۴.

3 ...... "بدائع الصنائع"، کتاب الوصایا، ج ۶ ص ۴۲۵.

4 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرها... إلخ، ج ۶، ص ۹۰.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

8 ...... یعنی جس مال کے متعلق وصیت کی گئی ہے۔

9 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرها... إلخ، ج ۶، ص ۹۰.

مَسْئَلَہ ۹ مستحب یہ ہے کہ انسان اپنے تہائی مال سے کم میں وصیّت کرے خواہ ورثاء مالدار ہوں یا فقراء۔[1] (ہدایہ و عالمگیری ج ٦ ص ٩٠، قدوری، جوہرہ نیرہ)

مَسْئَلَہ ۱۰ جس کے پاس مال تھوڑا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ وصیّت نہ کرے جب کہ اس کے وارث موجود ہوں اور جس شخص کے پاس کثیر مال ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے ثلث مال[2] سے زیادہ کی وصیّت نہ کرے۔[3] (ردالمحتار ج ۵، بدائع ج ۷، خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ٩٠)

مَسْئَلَہ ۱۱ موصٰی لہٗ[4] وصیّت قبول کرتے ہی موصٰی بہٖ کا مالک بن جاتا ہے خواہ اس نے موصٰی بہٖ کو قبضہ میں لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر موصٰی لہٗ نے وصیّت کو قبول نہ کیا رد کر دیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔[5] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ٩٠)

مَسْئَلَہ ۱۲ وصیّت ثلث مال سے زیادہ کی جائز نہیں مگر یہ کہ وارث اگر بالغ ہیں اور نابالغ یا مجنون نہیں، اور وہ موصی[6] کی موت کے بعد ثلث مال سے زائد کی وصیّت جائز کردیں تو صحیح ہے۔ موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٠ و ہدایہ)

مَسْئَلَہ ۱۳ وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی شخص کے لئے تہائی مال میں وصیّت صحیح ہے۔[8] (تبیین از عالمگیری ج ٦ ص ٩٠)

مَسْئَلَہ ۱۴ موصی نے اگر اپنے کل مال کی وصیّت کردی اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو وصیّت نافذ ہوجائے گی بیت المال سے اجازت لینے کی حاجت نہیں۔[9] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ٩٠)

مَسْئَلَہ ۱۵ احناف کے نزدیک وارث کے لئے وصیّت جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ وارث اس کی اجازت

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

2 ......یعنی تہائی مال۔

3 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

4 ......جس کے لئے وصیت کی گئی۔

5 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

6 ......وصیت کرنے والا۔

7 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

8 ......المرجع السابق۔　9 ......المرجع السابق۔

دیدیں اور اگر کسی نے وارث اور اجنبی دونوں کے لئے وصیّت کی تو اجنبی کے حق میں صحیح ہے اور وارث کے حق میں ورثہ کی اجازت پر موقوف رہے گی اگر انھوں نے جائز کردی تو جائز ہے اور اجازت نہیں دی تو باطل، اور یہ اجازت موصی کی حیات میں معتبر نہیں یہاں تک کہ اگر وارثوں نے موصی کی حیات میں اجازت دی تھی پھر بھی انھیں موصی کی موت کے بعد رجوع کر لینے کا حق ہے۔[1] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مسئلہ ۱۶ وارث اور غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے نہ کہ بوقت وصیت یعنی اگر موصیٰ لہ بوقت وصیّت موصی کا وارث تھا اور موصی کی موت کے وقت وارث نہ رہا تو وصیّت صحیح ہوگی اور بوقت وصیّت وارث نہیں تھا پھر بوقت موت وارث ہوگیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر اگر موصی نے اپنے بھائی کے لئے وصیّت کی اس حال میں کہ بھائی وارث تھا پھر موت سے پہلے موصی کے لڑکا پیدا ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہوگئی۔ اور اگر اس نے اپنے بھائی کے لیے اس حال میں وصیت کی کہ موصی کا لڑکا موجود ہے پھر موت سے پہلے اس کے لڑکے کا انتقال ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیّت باطل ہوجائے گی۔[2] (تبیین از عالمگیری ج۶ ص۹۱)

مسئلہ ۱۷ وارثوں کی اجازت سے جب وصیّت جائز ہوگئی تو جس کے حق میں وصیّت جائز کی گئی وہ موصیٰ بہ کا مالک ہوجائے گا خواہ اس نے قبضہ نہ لیا ہو وارث کو اب رجوع کرنے کا حق نہیں رہا، وارث کی اجازت صحیح ہونے کے لئے شیوع مانع نہیں (یعنی موصیٰ بہ کا مشترک ہونا)۔[3] (کافی از عالمگیری ج۶ ص۹۱)

مسئلہ ۱۸ کسی نے وارث کے لئے وصیّت کی دوسرے وارث نے اس کی اجازت دیدی اگر یہ اجازت دینے والا وارث بالغ مریض ہے تو اگر یہ اپنے مرض سے صحت یاب ہوگیا تو اس کی اجازت صحیح ہوگئی اور اگر اس بیماری میں فوت ہوگیا تو اس کی یہ اجازت بمنزلہ ابتدائے وصیّت کے قرار پائے گی یہاں تک کہ اگر موصیٰ لہ اس متوفیٰ[4] اجازت دینے والے کا وارث ہے تو یہ وصیّت جائز نہ ہوگی مگر یہ کہ متوفٰی کے دوسرے ورثاء اس کی اجازت دیدیں اور اگر اس صورت میں موصیٰ لہ وارث نہیں بلکہ اجنبی تھا تو یہ وصیّت صحیح ہوگی مگر ثلث مال میں جاری ہوگی۔[5] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۹۱ مطبوعہ پاکستان)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الاول في تفسيرها...إلخ،ج٦، ص ٩٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق،ص ٩١.

4 ......فوت شدہ۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الاول في تفسيرها...إلخ،ج٦،ص ٩١.

مسئلہ ۱۹ جس وصیّت کا جواز ونفاذ[1] ورثہ کی اجازت پر ہے اُن میں اگر بعض ورثہ نے اجازت دے دی اور بعض نے اجازت نہ دی یعنی بعض نے رد کردی تو اجازت دینے والے ورثہ کے حصہ میں نافذ ہوگی اور دوسرے کے حق میں باطل۔[2] (کافی از عالمگیری ج ۶،ص ۹۱)

مسئلہ ۲۰ ہر وہ مقام جہاں ورثہ کی اجازت کی حاجت ہے اس اجازت میں شرط یہ ہے کہ مجیز اہل اجازت سے ہو مثلاً بالغ اور عاقل اور صحیح یعنی غیر مریض ہو۔[3] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ۶،ص ۹۱)

مسئلہ ۲۱ موصی کی وصیت اپنے قاتل کے لئے جائز نہیں خواہ موصی کا قتل اس نے عمداً کیا ہو یا خطاءً، خواہ موصی نے اپنے قاتل کے لئے وصیّت زخمی ہونے سے قبل کی ہو یا بعد میں لیکن اگر وارثوں نے اس وصیّت کو جائز کردیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے۔[4] (مبسوط از عالمگیری ج ۶،ص ۹۱ وقدوری)

مسئلہ ۲۲ ان صورتوں میں قاتل کے لئے وصیّت جائز ہے جب کہ قاتل نابالغ بچہ یا پاگل ہو اگرچہ ورثہ اس کو جائز نہ کریں یا یہ کہ قاتل کے علاوہ موصی کا کوئی دوسرا وارث نہ ہو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ص ۹۱)

مسئلہ ۲۳ کسی عورت نے مرد کو کسی دھاردار لوہے کی چیز سے یا بغیر دھار چیز سے مارا پھر اُسی مرد نے اس قاتلہ کے لئے وصیّت کی پھر اس سے نکاح کرلیا تو اس عورت کو اس مرد کی میراث نہ ملے گی نہ وصیّت، اس کو صرف اس کا مہر مثل ملے گا، مہر مثل مہر معین سے جس قدر زیادہ ہوگا وہ وصیت شمار ہو کر باطل قرار پائے گا۔[6] (عالمگیری ج ۶،ص ۹۱)

مسئلہ ۲۴ عمداً[7] قتل میں معاف کردینا جائز ہے اور اگر خطاءً قتل ہوا اور معاف کردیا تو یہ وصیّت شمار ہوگا لہٰذا ثُلث مال میں نافذ ہوگا۔[8] (عالمگیری ج ۶،ص ۹۱)

مسئلہ ۲۵ موصی نے کسی شخص کے لئے وصیّت کی پھر موصیٰ لہ کے خلاف دلیل قائم ہوگئی کہ وہ موصی کا قاتل ہے اور

---

1 ......یعنی جائز ونافذ ہونا۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الاول في تفسيرها...إلخ،ج ٦، ص ٩١.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الاول في تفسيرها...إلخ،ج ٦، ص ٩١.

7 ......ارادۃً، جان بوجھ کر۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الاول في تفسيرها...إلخ،ج ٦،ص ٩١.

بعض ورثاء نے اس کی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب، تو موصیٰ لہ مقتول کی دیت ادا کرنے میں تکذیب کرنے والے وارثوں کے بقدر حصہ بری ہوگا اور موصی کی وصیت ان کے حصہ میں بقدر ثلث نافذ ہوگی اور تصدیق کرنے والے ورثہ کو موصیٰ لہ بقدر ان کے حصہ کے دیت ادا کرے گا اور ان کے حصہ میں اُس کے لئے وصیّت باطل ہوگی۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٢٦ وصیّت جائز ہے اپنے وارث کے بیٹے کے لئے اور جائز ہے وصیّت قاتل کے باپ دادا کے لئے اور قاتل کے بیٹے پوتے کے لئے۔[2] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٢٧ اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کے گھوڑے پر ہر ماہ دس روپے خرچ کئے جائیں تو وصیّت صاحب فرس (یعنی گھوڑے کے مالک) کے لئے ہے لہٰذا اگر مالک نے گھوڑا بیچ دیا تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔[3] (ظہیریہ از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٢٨ مسلم کی وصیّت ذمی کے لئے اور ذمی کی وصیّت مسلمان کے لئے جائز ہے۔[4] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٢٩ ذمی کی وصیّت کافر حربی غیر مستامن کے لئے (جو دارالاسلام میں امان لئے نہ ہو) صحیح نہیں۔[5] (بدائع از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٣٠ کافر حربی دارالحرب میں ہے اور مسلمان دارالاسلام میں ہے اس مسلمان نے اس کافر حربی کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز نہیں اگرچہ ورثہ اس کی اجازت دیں اور اگر حربی موصیٰ لہ دارالاسلام میں امان لے کر داخل ہوا اور اپنی وصیّت حاصل کرنے کا قصد وارادہ کیا تو اسے مال وصیّت سے کچھ لینے کا اختیار نہیں خواہ ورثاء اس کی اجازت دیں اور اگر موصی بھی دارالحرب میں ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔[6] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ٩٢)

مسئلہ ٣١ کافر حربی دارالاسلام میں امان لے کر آیا مسلمان نے اس کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت ثُلث مال میں جائز ہوگی خواہ ورثاء اس کی اجازت دیں یا نہ دیں لیکن ثُلث مال سے زائد میں ورثہ کی اجازت کی ضرورت ہے، کافر حربی مستامن کے لئے یہی حکم ہبہ کرنے اور صدقہ نافلہ دینے کا ہے۔[7] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ٦ ص ٩٢)

مسئلہ ٣٢ مسلمان کی وصیّت مرتد کے لئے جائز نہیں۔[8] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ٩٢)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج٦، ص٩١.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق.　4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.　6 ......المرجع السابق، ص ٩٢ .

7 ......المرجع السابق.　8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۳ کسی شخص نے وصیّت کی لیکن اس پر اتنا قرض ہے کہ اس کے پورے مال کو محیط ہے[1] تو یہ وصیّت جائز نہیں مگر یہ کہ قرض خواہ اپنا قرض معاف کردیں۔[2] (ہدایہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۴ وصیّت کرنا اس کا صحیح ہے جو اپنا مال بطور احسان وحسن سلوک کسی کو دے سکتا ہو لہٰذا پاگل، دیوانے اور مکاتب و ماذون کا وصیّت کرنا صحیح نہیں اور یونہی اگر مجنون نے وصیّت کی پھر صحت پا کر مرگیا یہ وصیّت بھی صحیح نہیں کیونکہ بوقت وصیّت وہ اہل نہیں تھا۔[3] (ہدایہ والاختیار شرح المختار از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۵ بچہ کی وصیّت خواہ وہ قریب البلوغ ہو جائز نہیں۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۶ وصیّت مذاق میں، جبر واکراہ کی حالت میں اور خطاءً مونھ سے نکل جانے سے صحیح نہیں۔[5] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۷ آزاد عاقل خواہ مرد ہو یا عورت اس کی وصیّت جائز ہے اور وہ مسافر جو اپنے مال سے دور ہے اس کی وصیّت جائز ہے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۸ پیٹ کے بچہ کی اور پیٹ کے بچے کے لئے وصیّت جائز ہے بشرطیکہ وہ بچہ وقت وصیّت سے چھ ماہ سے پہلے پہلے پیدا ہو جائے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۹ اگر کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ ''میری یہ لونڈی فلاں کے لئے ہے مگر اس کے پیٹ کا بچہ نہیں'' تو یہ وصیّت اور استثناء دونوں جائز ہیں۔[8] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۴۰ موصی نے اپنی بیوی کے پیٹ میں بچہ کے لئے وصیّت کی پھر وہ بچہ موصی کے انتقال اور اسکی وصیّت کے ایک ماہ بعد مرا ہوا پیدا ہوا تو اس کے لئے وصیّت صحیح نہیں اور اگر زندہ پیدا ہوا پھر مرگیا تو وصیّت جائز ہے موصی کے تہائی مال میں نافذ ہوگی اور اس بچہ کے وارثوں میں تقسیم ہوگی، اور اگر موصی کی بیوی کے دو جڑواں بچے ہوئے یعنی ایک ہی حمل میں اور ان میں سے ایک زندہ اور ایک مردہ ہے تو وصیّت زندہ کے حق میں نافذ ہوگی اور اگر دونوں زندہ پیدا ہوئے پھر ایک انتقال کرگیا تو وصیّت ان دونوں کے درمیان نصف نصف نافذ ہوگی اور جس بچہ کا انتقال ہوگیا اس کا حصہ

1 ......یعنی گھیرے ہوئے ہے۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج۶، ص ۹۲.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

اس کے وارثوں کی میراث ہوگا۔[1] (عالمگیری ج ٦،ص ٩٢)

مسئلہ ۴۱: موصی نے یہ وصیّت کی کہ اگر فلاں عورت کے پیٹ میں لڑکی ہے تو اس کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت ہے اور اگر لڑکا ہے تو اس کے لئے دو ہزار روپے کی وصیّت ہے پھر اس عورت نے چھ ماہ سے ایک یوم قبل لڑکی کو جنم دیا اور اس کے دو دن یا تین دن بعد لڑکا جنا تو دونوں کے لئے وصیّت نافذ ہوگی اور موصی کے تہائی مال سے دی جائے گی۔[2] (عالمگیری ج ٦،ص ٩٢)

وصیّت سے رجوع کرنے کا بیان

مسئلہ ۱: وصیّت کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی وصیّت سے رجوع کرلے، یہ رجوع کبھی صریحاً ہوتا ہے اور کبھی دلالۃً۔ صریحاً کی صورت یہ ہے کہ صاف لفظوں میں کہے کہ میں نے وصیّت سے رجوع کرلیا یا اسی قسم کے اور کوئی صریح لفظ بولے اور دلالۃً رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل کرے جو رجوع کرلینے پر دلالت کرے، اس کے لئے اصل کلی[3] یہ ہے کہ ہر ایسا فعل جسے ملکِ غیر[4] میں عمل میں لانے سے مالک کا حق منقطع[5] ہوجائے، اگر موصی ایسا کام کرے تو یہ اس کا اپنی وصیّت سے رجوع کرنا ہوگا۔ اسی طرح ہر وہ فعل جس سے موصیٰ بہ میں زیادتی اور اضافہ ہوجائے اور اس زیادتی کے بغیر موصیٰ بہ[6] کو موصیٰ لہ[7] کے حوالے نہ کیا جاسکے تو یہ فعل بھی رجوع کرنا ہے، اسی طرح ہر وہ تصرف جو موصیٰ بہ کو موصی کی ملکیت سے خارج کردے یہ بھی رجوع کرنا ہے۔[8] (عالمگیری ج ٦،ص ٩٢) ان اصولوں سے مندرجہ ذیل مسائل نکلتے ہیں:

مسئلہ ۲: موصی نے کسی کپڑے کی وصیّت کی پھر اس کپڑے کو کاٹا اور سی لیا یا روئی کی وصیّت کی پھر اسے سوت بنالیا یا سوت کی وصیّت کی پھر اسے بُن لیا یا لوہے کی وصیّت کی پھر اُسے برتن بنالیا تو یہ سب صورتیں وصیّت سے رجوع کرلینے کی ہیں۔[9] (عالمگیری ج ٦،ص ٩٣)

مسئلہ ۳: چاندی کے ٹکڑے کی وصیّت کی پھر اس کی انگوٹھی بنالی یا سونے کے ٹکڑے کی وصیت کی پھر اس کا کوئی زیور

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج٦، ص ٩٢.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی قاعدہ کلیہ۔

4 ......یعنی دوسرے کی ملکیت۔

5 ......ختم۔

6 ......جس چیز کی وصیت کی گئی۔

7 ......جس کے لیے وصیت کی گئی۔

8 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج٦، ص ٩٢.

9 ......المرجع السابق، ص ٩٢، ٩٣.

بنالیا یہ رجوع صحیح نہیں ہے۔[1] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۹۳)

مسئلہ ۴ اگر موصی نے موصیٰ بہ کو فروخت کردیا پھر اس کو خرید لیا یا اس نے موصیٰ بہ کو ہبہ کر دیا پھر اس سے رجوع کرلیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۳)

مسئلہ ۵ جس بکری کی وصیّت کردی تھی اُسے ذبح کرلیا یہ بھی وصیّت سے رجوع کرلینا ہے لیکن جس کپڑے کی وصیّت کی تھی اسے دھویا تو یہ رجوع نہیں۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۳)

مسئلہ ۶ پہلے وصیّت کردی پھر اس سے منکر ہوگیا تو اس کا یہ انکار اگر موصیٰ لہ کی عدم موجودگی میں ہو تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر موصیٰ لہ کی موجودگی میں انکار کیا تو یہ وصیّت سے رجوع ہے۔[4] (مبسوط از عالمگیری ج ۶ ص ۹۳)

مسئلہ ۷ موصی نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے جو بھی وصیّت کی وہ حرام ہے یا ربوٰ (سود) ہے تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر یہ کہا کہ وہ باطل ہے تو یہ رجوع ہے۔[5] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۹۳)

مسئلہ ۸ لوہے کی وصیّت کی پھر اس کی تلوار یا زرہ[6] بنالی تو یہ رجوع ہے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۳)

مسئلہ ۹ گیہوں کی وصیّت کی پھر اس کا آٹا پسوالیا یا آٹے کی وصیّت کی پھر اس کی روٹی پکالی تو یہ وصیّت سے رجوع کرلینا ہے۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۳)

مسئلہ ۱۰ گھر کی وصیّت کی پھر اس میں گچ کرایا[9] یا اس کو گرادیا تو یہ رجوع نہیں اگر اس کی بہت زیادہ لہسائی[10] کرائی تو یہ رجوع ہے۔[11] (قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۹۳)

مسئلہ ۱۱ زمین کی وصیّت کی پھر اس میں انگور کا باغ لگایا یا دیگر پیڑ لگا دیئے تو یہ رجوع ہے اور اگر زمین کی وصیّت کی پھر اس میں سبزی اگائی تو یہ رجوع نہیں۔[12] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۹۳)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج ٦، ص ٩٣.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......جنگ میں پہنا جانے والا لوہے کا لباس۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج ٦، ص ٩٣.

8 ......المرجع السابق.

9 ......یعنی چونے کا پلستر کرایا۔ 10 ......گیلی مٹی یا گارے سے دیواروں کو لیپ کر ہموار کرنا، لپائی۔

11 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج ٦، ص ٩٣.

12 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۲ انگور کی وصیّت کی پھر وہ منقّی ہوگیا یا چاندی کی وصیّت کی پھر وہ انگوٹھی میں تبدیل ہوگئی یا انڈے کی وصیّت کی پھر اس سے بچہ نکل آیا، گیہوں کی بال کی وصیّت کی پھر وہ گیہوں ہوگیا اگر یہ تبدیلیاں موصی کی موت سے پہلے وقوع میں آئیں تو وصیّت باطل ہوگئی اور اگر موصی کے انتقال کے بعد یہ تبدیلیاں ہوئیں تو وصیّت نافذ ہوگی۔[1] (عالمگیری ج۶ص۹۴مطبوعہ پاکستان)

مسئلہ ۱۳ ایک شخص نے دوسرے کے مال میں ایک ہزار روپے کی وصیّت کسی کے لئے کردی یا اُس کے کپڑے کی وصیّت کردی اور اس دوسرے شخص یعنی مالک نے وصیّت کرنے والے کی موت سے پہلے یا موت کے بعد اسے جائز کردیا تو اس مالک کے لئے اس وصیّت سے رجوع کرلینا جائز ہے جب تک موصٰی لہ کے سپرد نہ کردے لیکن اگر موصٰی لہ نے قبضہ لے لیا تو وصیّت نافذ ہوجائے گی کیونکہ مالِ غیر کی وصیّت ایسی ہے جیسے مالِ غیر کو ہبہ کرنا لہٰذا بغیر تسلیم اور قبضہ کے صحیح نہیں۔[2] (مبسوط از عالمگیری ج۶ص۹۴)

وصیّت کے الفاظ کا بیان

''کن الفاظ سے وصیّت ثابت ہوتی ہے اور کن الفاظ سے نہیں نیز کونسی وصیّت جائز ہے اور کونسی نہیں۔''

مسئلہ ۱ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد میرا وکیل ہے تو وہ اس کا وصی ہوگا اور اگر یہ کہا کہ تو میری زندگی میں میرا وصی ہے تو وہ اس کا وکیل ہوگا۔[3] (ظہیریہ از عالمگیری ج۶ص۹۴)

مسئلہ ۲ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ تجھے سَو روپے اجرت ملے گی اس شرط پر کہ تو میرا وصی بن جائے، تو یہ شرط باطل ہے سَو روپے اس کے حق میں وصیّت ہیں اور وہ اس کا وصی مانا جائے گا۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ص۹۴)

مسئلہ ۳ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے فلاں شخص کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کردی اور میں نے وصیّت کی کہ میرے مال میں فلاں کے ایک ہزار روپے ہیں تو پہلی صورت وصیّت کی ہے اور دوسری صورت اقرار کی ہے۔[5] (عالمگیری ج۶ص۹۴)

مسئلہ ۴ کسی نے وصیّت میں یہ لفظ کہے کہ میرا تہائی مکان فلاں کے لئے ہے میں اس کی اجازت دیتا ہوں، تو یہ وصیّت ہے اور اگر یہ الفاظ کہے کہ میرے مکان میں فلاں شخص کا چھٹا حصہ ہے تو یہ اقرار ہے۔[6] (عالمگیری ج۶ص۹۴) اسی

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرها...إلخ، ج٦، ص٩٤.
2 ......المرجع السابق.
3 ......المرجع السابق، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیة...إلخ، ج٦، ص٩٤.
4 ......المرجع السابق، ص٩٤.
5 ......المرجع السابق.
6 ......المرجع السابق.

اصول پر اگر اس نے وصیت کے موقع پر یوں کہا کہ فلاں کے لئے میرے مال سے ہزار درہم ہیں تو یہ استحساناً وصیّت ہے اور اگر یوں کہا کہ فلاں کے میرے مال میں ہزار درہم ہیں تو یہ اقرار ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۵ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میرا یہ مکان (گھر) فلاں کے لئے اور اس وقت وصیت کا کوئی ذکر نہ تھا نہ یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد، تو یہ ہبہ ہے اگر موہوب لہ نے ہبہ کرنے والے کی زندگی ہی میں قبضہ لے لیا تو صحیح ہوگیا اور اگر قبضہ نہ لیا تھا کہ ہبہ کرنے والے کی موت واقع ہوگئی تو ہبہ باطل ہوگیا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ٦ وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو میرے مرنے کے بعد میرا تہائی مکان ہبہ کردیا جائے تو یہ وصیت ہے اور اس میں موصی کی زندگی میں قبضہ لینا شرط نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۷ مریض نے کسی شخص سے کہا کہ میرے ذمہ کا قرض ادا کردے تو یہ شخص اس کا وصی بن گیا۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۸ کسی شخص نے حالت مرض یا حالت صحت میں کہا کہ اگر میرا حادثہ ہوجائے تو فلاں کے لئے اتنا ہے تو یہ وصیّت ہے، اور حادثہ کا مطلب موت ہے، اسی طرح اگر اس نے یہ کہا کہ فلاں کے لئے میرے ثلث مال سے ہزار درہم ہیں تو یہ وصیّت شمار ہوگی۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۹ کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ میرے والد کی وصیّت سے جو تحریر شدہ وصیّت ہے اور میں نے اسے نافذ نہ کیا ہو تو تم اسے نافذ کردینا یا اس نے بحالت مرض اپنے نفس پر اس کا اقرار کیا (یعنی یہ اقرار کیا کہ میرے والد کی وصیّت کا نفاذ میرے ذمہ باقی ہے) تو وصیّت ہے اگر ورثہ اس کی تصدیق کردیں اور اگر ورثہ نے اس کی تکذیب کی تو یہ موصی کے ثلث مال میں نافذ ہوگی۔[6] (ظہیریہ از عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۱۰ مریض نے صرف اتنا کہا کہ میرے مال سے ایک ہزار نکال لو یا یہ کہا ''ایک ہزار درہم نکال لو'' اور اس کے علاوہ کچھ نہ کہا پھر وہ مرگیا تو اگر یہ الفاظ وصیّت میں کہے تو وصیّت صحیح ہوگئی، اتنا مال فقراء پر صرف کیا جائے گا۔ اسی طرح کسی مریض سے کہا گیا کہ کچھ مال کی وصیّت کردو اس نے کہا ''میرا تہائی مال''، اس سے زیادہ نہ کہا، تو اگر یہ سوال کے فوراً بعد کہا تو اس کا تہائی مال فقراء پر صرف کیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا،الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیة...إلخ،ج٦،ص٩٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق ،ص٩٥.

مسئلہ ۱۱ ایک شخص نے وصیت کی کہ لوگوں کو ایک ہزار درہم دیئے جائیں تو یہ وصیت باطل ہے اگر اس نے یہ کہا ایک ہزار درہم صدقہ کردو تو یہ جائز ہے فقراء پر خرچ کئے جائیں۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۱۲ ایک شخص نے یہ کہا کہ اگر میں اپنے اس سفر میں مرجاؤں تو فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درہم قرض ہیں تو یہ وصیت شمار ہوگی اور اس کے تہائی مال میں نافذ ہوگی۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۱۳ کسی شخص نے وصیّت کی کہ میرا جنازہ فلاں بستی یا شہر میں لے جایا جائے اور وہاں دفن کیا جاوے اور وہاں میرے تہائی مال سے ایک رباط (سرائے)[3] تعمیر کیا جائے تو یہ رباط تعمیر کرنے کی وصیّت جائز ہے اور جنازہ وہاں لے جانے کی وصیّت باطل اور اگر وصی بغیر ورثہ کی اجازت ورضا مندی کے اُس کا جنازہ وہاں لے گیا تو اس کے اخراجات کا ضامن خود ہوگا۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۱۴ اگر کسی شخص نے اپنی قبر کو پختہ خوبصورت بنانے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۱۵ کوئی شخص یہ وصیّت کرے کہ میرے مرنے کے بعد کھانا تیار کیا جائے اور تعزیت کرنے کے لئے آنے والوں کو کھلایا جائے تو یہ وصیت ثلث مال میں نافذ ہوگی یہ کھانا ان لوگوں کے لئے ہوگا جو میت کے مکان پر طویل قیام رکھتے ہیں یا وہ دور دراز علاقے سے آئے ہوں اور اس میں غریب امیر سب برابر ہیں سب کو یہ کھانا جائز ہے لیکن جو لمبی مسافت طے کرکے نہیں آیا یا اس کا قیام طویل نہیں ہے ان کے لئے یہ کھانا جائز نہیں، اگر وصی نے کھانا زیادہ تیار کرادیا کہ یہ لوگ کھاچکے اور کھانا بہت زیادہ بچ رہا تو وصی اس زیادہ خرچ کا ضامن ہوگا اور کھانا بہت تھوڑا بچا تو وصی ضامن نہ ہوگا۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۱۶ ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کے لئے تین دن کھانا پکوایا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۹۵، جد الممتار حاشیہ ردالمحتار مخطوط)

فائدہ: اہل مصیبت یعنی جس کے گھر میں موت ہوئی ان کو کھانا پکا کر دینا اور کھلانا پہلے دن میں جائز ہے کیونکہ وہ

---

1 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الوصايا،الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٥.

2 ......المرجع السابق.

3 ......مسافرخانہ۔

4 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الوصايا،الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٥.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

میت کی تجہیز وتکفین میں مشغولیت اور شدتِ غم کی وجہ سے کھانا نہیں پکا سکتے ہیں لیکن موت کے بعد تیسرے دن غیر مستحب مکروہ ہے۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ٩٥، کشف الغطاء و تاتارخانیہ از فتاویٰ رضویہ) اور اگر تعزیت کے لئے عورتیں جمع ہوں کہ نوحہ کریں تو انہیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں)

مسئلہ ١٧ کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ اسے ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم کی قیمت کا کفن دیا جائے تو یہ وصیّت نافذ نہ ہوگی اسے اوسط درجہ کا کفن دیا جائے گا جس میں نہ فضول خرچی ہو اور نہ بخل اور نہ تنگی۔ (واقعات الناطفی از عالمگیری ج ٦ ص ٩٥) اسی میں دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو کفن مثل دیا جائے گا اور کفن مثل یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جمعہ و عیدین اور شادیوں میں شرکت کے لئے جس قسم کا اور جس قیمت کا کپڑا پہنتا تھا اسی قیمت اور اسی قسم کے کپڑے کا کفن اُسے دیا جائے گا۔[3] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ١٨ عورت نے اپنے شوہر کو وصیّت کی کہ اس کا کفن وہ اس کے مہر میں سے دے جو شوہر پر واجب ہے تو عورت کا اپنے کفن کے بارے میں کچھ کہنا یا منع کرنا باطل ہے۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ١٩ اپنے گھر میں دفن کرنے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے لیکن اگر اس نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھر مسلمانوں کے لئے قبرستان بنا دیا جائے تو پھر اس گھر میں اس کا دفن کرنا جائز و صحیح ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ٢٠ یہ وصیّت کی کہ مجھے اپنے کمرے میں دفن کیا جائے تو یہ وصیّت صحیح نہیں، اسے مقابر مسلمین میں دفن کیا جائے گا۔[6] (الفتاویٰ الخلاصہ از عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ٢١ یہ وصیّت کی کہ میرے جنازے کی نماز فلاں شخص پڑھائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[7] (العیون والفتاویٰ الخلاصہ از عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ٢٢ کسی نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال مسلمان میتوں کے کفن یا اُن کی گورکنی میں[8] یا مسلمانوں کو پانی پلانے میں خرچ کیا جائے، تو یہ وصیّت باطل ہے اور اگر وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فقرائے مسلمین کے کفن میں خرچ کیا جائے یا ان کی قبریں کھودوانے میں خرچ کیا جائے تو یہ جائز ہے وصیّت صحیح ہے۔[9] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.
2 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الوصايا، ج٢، ص٤٢٢.
3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.
4 ......المرجع السابق.
5 ......المرجع السابق.
6 ......المرجع السابق.
7 ......المرجع السابق.
8 ......یعنی قبریں کھودنے میں۔
9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.

مسئلہ ۲۳ موصی نے وصیّت کی کہ میرا گھر قبرستان بنادیا جائے پھر اس کے کسی وارث کا انتقال ہوا تو اس میں اس وارث کو دفن کرنا جائز ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۵)

مسئلہ ۲۴ کسی شخص نے وصیّت کی کہ میرا گھر لوگوں کو ٹھہرانے کے لئے سرائے بنادیا جائے تو یہ وصیّت صحیح نہیں۔[2] (فتاوٰی الفضلی از عالمگیری ج ۶ ص ۹۵) بخلاف اس کے کہ اگر یہ وصیّت کی کہ میرا گھر سقایہ[3] بنادیا جائے تو وصیّت صحیح ہے۔[4] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۵)

مسئلہ ۲۵ مرنے والے نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اسی ٹاٹ یا کمبل میں دفن کیا جائے یا میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگادی جائے یا میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی جائے تو یہ وصیّت خلاف شرع اور باطل ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶) اور اسے کفن مثل دیا جائے گا اور اسے عام مسلمانوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۶ اپنی قبر کو مٹی گارے سے لیپنے کی وصیّت کی یا اپنی قبر پر قبہ[6] تعمیر کرنے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے لیکن اگر قبر ایسی جگہ ہے جس کو درندوں اور جانوروں کے خوف سے لیپنے کی ضرورت ہے تو وصیّت نافذ ہوگی۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۲۷ اپنے مرض الموت میں کسی نے اپنی لڑکی کو پچاس روپے دیئے اور کہا کہ اگر میری موت ہوجائے تو میری قبر تعمیر کرانا اور اسی کے قریب رہنا اور اس میں سے تیرے لئے پانچ روپے ہیں باقی روپے سے گیہوں خرید کر کے صدقہ کردینا تو اس لڑکی کو یہ پانچ روپے لینا جائز نہیں اور اگر قبر کو مضبوطی کے لئے بنانے کی ضرورت ہے نہ کہ زینت و آرائش کے لئے تو بقدر ضرورت اسے تعمیر کرایا جائے گا اور باقی فقراء پر صدقہ کردیا جائے گا۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۲۸ یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے کسی آدمی کو اتنا مال دیا جائے کہ وہ میری قبر پر قرآن پاک کی تلاوت

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.

2 ......المرجع السابق.

3 ......پانی کی سبیل، پانی پلانے کی جگہ۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.

5 ......المرجع السابق، ص٩٥.

6 ......یعنی گنبد۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٦.

8 ......المرجع السابق.

کرے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۲۹ کسی نے وصیّت کی کہ اس کی کتابیں دفن کردی جائیں تو ان کتابوں کو دفن کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ ان کتابوں میں ایسی چیزیں ہوں جو کسی کی سمجھ میں نہ آتی ہوں یا ان کتابوں میں ایسا مواد ہو جس سے فساد پیدا ہوتا ہو۔[2] (محیط) فساد معاشرہ کا ہو یا عقیدہ و مذہب کا۔ (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۰ بیت المقدس کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو جائز ہے اور یہ مال بیت المقدس کی عمارت اور چراغ بتی و روشنی وغیرہ پر خرچ ہوگا۔ (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶) فقہاء نے اس مسئلہ سے وقف مسجد کی آمدنی سے مسجد کے اندر روشنی کرنے کے جواز کا قول کیا ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۱ موصی نے اپنے مال سے جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی وصیّت کی تو وصی کو جہاد کرنے والے شخص کو اس کے کھانے پینے آنے جانے اور مورچہ پر رہنے کا خرچہ موصی کے مال سے دینا ہوگا، لیکن مجاہد کے گھر کا خرچ اس میں نہیں، اگر مجاہد پر خرچ کرنے سے کچھ مال بچ گیا تو وہ موصی کے ورثہ کو واپس کردیا جائے گا اور مناسب یہ ہے کہ موصی کی طرف سے جہاد کے لئے موصی کے گھر سے روانہ ہو جیسے کہ حج کی وصیّت میں موصی کے گھر سے روانہ ہونا ہے۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۲ مسلمان کی وصیّت عیسائی فقراء کے لئے جائز ہے لیکن ان کے لئے گرجا تعمیر کرنے کی وصیّت جائز نہیں کیوں کہ یہ گناہ ہے اور جو شخص اس گناہ میں اعانت کریگا گناہگار ہوگا۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۳ یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال مسجد پر خرچ کیا جائے تو یہ جائز ہے اور یہ مال مسجد کی تعمیر اور اس کے چراغ و بتی وغیرہ پر خرچ ہوگا۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۴ ایک شخص نے اپنی اس زمین کی وصیّت کی جس میں کھیتی[7] کھڑی ہے لیکن کھیتی کی وصیّت نہیں کی تو یہ جائز ہے اور یہ کھیتی کٹنے کے وقت تک اس میں باقی رہے گی اور اس کا معاوضہ دیا جائے گا۔[8] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۵ کسی نے وصیّت کی کہ میرا گھوڑا میری طرف سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں استعمال کیا جائے تو یہ وصیّت جائز ہے اور اسے غزوہ میں استعمال کیا جائے گا، استعمال کرنے والا امیر ہو یا غریب اور جب غازی غزوہ سے واپس آئے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٦.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق.　4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.　6 ......المرجع السابق.

7 ......یعنی فصل۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٦.

تو گھوڑا ورثہ کو واپس کردے اور ورثہ اس گھوڑے کو ہمیشہ غزوہ کے لئے دیتے رہیں گے۔[1] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۶ اگر کسی نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار فی سبیل اللہ ہیں تو اس کا مطلب کسی کو مالک بنا دینا ہے لہٰذا کوئی غریب و فقیر آدمی ان کا مالک بنا دیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۷ کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ اس کی آراضی[3] مساکین کے لئے قبرستان کردی جائے یا یہ وصیّت کی کہ اسے آنے جانے والوں کے لئے سرائے بنا دیا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۳۸ مصحف[5] کی وصیّت کی کہ وہ مسجد میں وقف کردیا جائے تو یہ وصیّت جائز ہے۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۳۹ یہ وصیّت کی کہ اس کی زمین مسجد بنا دی جائے تو یہ بلا اختلاف جائز ہے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۰ وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میرا تہائی مال اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو یہ وصیّت جائز ہے اور یہ مال نیکی و بھلائی کے راستے میں خرچ ہوگا اور فقراء پر صرف کیا جائے گا۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۱ وصیّت کرنے والے نے کہا میرا تہائی مال فی سبیل اللہ (راہ خدا میں) ہے یہاں فی سبیل اللہ کا مطلب غزوہ ہے۔[9] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۲ اگر یہ کہا کہ میرا تہائی مال نیک کاموں کے لئے ہے تو اسے تعمیر مسجد اور اسکی چراغ و بتی میں خرچ کرنا جائز ہے لیکن مسجد کی آرائش و زیبائش میں خرچ کرنا جائز نہیں۔[10] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۳ اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی وجوہ خیر میں خرچ کرنے کی وصیّت کی تو اُسے پل بنانے، مسجد بنانے اور طالبانِ علم پر خرچ کیا جائے گا۔[11] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۴ کسی نے وصیّت کی کہ میرا تہائی مال گاؤں کے مصالح میں خرچ کیا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[12] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٦.

2 ......المرجع السابق.

3 ......زمین۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٧.

5 ......قرآن شریف۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٧.

7 ......المرجع السابق.

8 ......المرجع السابق.

9 ......المرجع السابق.

10 ......المرجع السابق.

11 ......المرجع السابق.

12 ......المرجع السابق.

ثلث مال کی وصیّت کا بیان

''وصیت ثُلث مال کی یا زیادہ یا کم کی، ورثہ نے اس کی اجازت دی یا نہ دی یا بعض نے اجازت دی، بعض نے نہ دی، بیٹی یا بیٹے کے حصہ کے برابر کی وصیّت وغیرہ۔''

مسئلہ ۱ مرنے والے نے کسی آدمی کے حق میں اپنے چوتھائی مال کی وصیّت کی اور ایک دوسرے آدمی کے حق میں اپنے نصف مال کی، اگر ورثہ نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو نصف مال اس کو ملے گا جس کے حق میں نصف مال کی وصیت ہے اور چوتھائی مال اسے دیا جائے گا جس کے لئے چوتھائی مال کی وصیت کی اور باقی مال وارثوں کے درمیان مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں مرنے والے موصی کی وصیّت اس کے ثلث مال میں صحیح ہوگی اور اس کا ثلث مال سات حصوں میں منقسم [1] ہوکر چار حصے نصف مال کی وصیّت والے کو اور تین حصے چوتھائی مال کی وصیّت والے کو ملیں گے۔ [2] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۹۷)

مسئلہ ۲ ایک شخص کے حق میں اپنے ثُلث مال (تہائی مال) کی وصیّت کی اور دوسرے کے حق میں اپنے سدس مال کی (چھٹے حصے کی) تو اس صورت میں اس کے ثلث مال کے تین حصے کئے جائیں گے اس میں سے دو۲ حصے ثلث مال کی وصیّت والے کے لئے اور ایک حصہ اسے جس کے حق میں سدس مال کی وصیّت کی۔ [3] (ہدایہ از عالمگیری ج۶ ص۹۷)

مسئلہ ۳ ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرا کل مال فلاں شخص کو دیدیا جائے اور ایک دوسرے شخص کے لئے وصیت کی کہ اسے میرے مال کا تہائی حصہ دیا جائے تو اگر اس کے وارث نہیں ہیں یا ہیں مگر انھوں نے اس وصیت کو جائز کر دیا تو اس کا مال دونوں (موصٰی لہما) [4] کے درمیان بطریقِ منازعت تقسیم ہوگا اور اس کی صورت یہ ہے کہ ثلث مال نکال کر بقیہ کل اس کو دیدیا جائے گا جس کے حق میں کل مال کی وصیّت ہے رہا ثلث مال تو وہ دونوں کے مابین نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔ [5] (عالمگیری ج۶ ص۹۸)

مسئلہ ۴ موصی نے ایک شخص کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور دوسرے شخص کے لئے بھی اپنے ثلث مال کی

---

1 ......تقسیم۔

2 ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال...إلخ، ج۶، ص۹۷.

3 ......المرجع السابق، ص۹۸.

4 ......یعنی جن دونوں کے لئے وصیت کی گئی۔

5 ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال...إلخ، ج۶، ص۹۸.

وصیّت کردی اور ورثہ اس کے لئے راضی نہ ہوئے تو اس کا ثلث مال دونوں کے مابین تقسیم ہوگا۔[1] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ٩٨)

مسئلہ ٥ کسی نے وصیّت کی کہ میرے مال کا ایک حصہ یا میرا کچھ مال فلاں شخص کو دیدیا جائے تو اسکی تشریح کا حق موصی کو ہے اگر وہ زندہ ہے اور اسکی موت کے بعد اس کی تشریح کا حق ورثہ کو ہے۔[2] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج ٦ ص ٩٨)

مسئلہ ٦ کسی نے اپنے مال کے ایک جزو کی وصیت کی تو ورثہ سے کہا جائے گا کہ تم جتنا چاہو موصٰی لہ کو دیدو۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٨)

مسئلہ ٧ اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیّت کی پھر اُس کا انتقال ہوگیا اور اس کا کوئی وارث بھی نہیں ہے تو موصٰی لہ کو نصف ملے گا اور نصف بیت المال[4] میں جمع ہوگا۔[5] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ٩٩)

مسئلہ ٨ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے وارثوں میں ایک ماں اور ایک بیٹا چھوڑا اور یہ وصیت کر گیا کہ فلاں کو میرے مال سے بیٹی کا حصہ ہے (اگر بیٹی ہوتی اور اُسے حصہ ملتا) تو وصیّت جائز ہے اور اس کا مال سترہ حصوں میں منقسم ہوکر موصٰی لہ کو پانچ حصے ملیں گے دو حصے ماں کو اور دس حصے بیٹے کو ملیں گے۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٩)

مسئلہ ٩ اگر میت نے اپنے ورثہ میں ایک بیوی اور ایک بیٹا چھوڑا اور ایک دوسرے بیٹے کے برابر حصہ کی وصیّت کسی کے لئے کی (اگر دوسرا بیٹا ہوتا) اور وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز رکھا تو اس کا ترکہ پندرہ حصوں میں منقسم ہوگا، موصٰی لہ (جس کے حق میں وصیّت کی) کو سات حصے، بیوہ بیوی کو ایک حصہ اور بیٹے کو سات حصے دیئے جائیں گے۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٩)

مسئلہ ١٠ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے وارثوں میں ایک لڑکی اور ایک بھائی چھوڑا اور کسی شخص کے لئے بقدر حصہ بیٹے کے وصیّت کی (اگر ہوتا) اور وارثوں نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو اس صورت میں موصٰی لہ کو اس کے مال کے دو ثلث (دو تہائی) حصے ملیں گے اور ایک ثلث بھائی اور بیٹی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں موصٰی لہ کو ایک ثلث ملے گا اور دو ثلث بھائی اور بیٹی میں نصف نصف تقسیم ہوں گے۔[8] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٠)

مسئلہ ١١ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ورثہ میں ایک بھائی اور ایک بہن چھوڑے اور یہ وصیّت کی کہ فلاں کو میرے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص٩٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......آج کل بیت المال کا وجود نہیں اس لئے یہ مال کسی مسلم مسکین یا مدارس دینیہ میں دے دیا جائے۔١٢ عطاء المصطفٰی قادری۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص٩٩.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق، ص١٠٠.

مال سے بقدر بیٹے کے حصے کے دینا (اگر بیٹا ہوتا) اور وارثوں نے اس کی اجازت دیدی تو اس صورت میں کل مال موصی لہ کو ملے گا اور بھائی اور بہن کو اس کے مال سے کچھ حصہ نہ ملے گا اور اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کو بیٹے کے حصے کے مثل دینا تو اس صورت میں موصٰی لہ کو اس کے مال کا نصف ملے گا اور باقی نصف میں بھائی بہن شریک ہوں گے بھائی کو ۲ دو حصے اور بہن کا ایک حصہ۔[1] (عالمگیری ج ٦،ص ١٠٠)

مسئلہ ۱۲ وصیّت کرنے والے نے وصیت کی کہ میرے مال سے فلاں کو بقدر بیٹی کے حصے کے دیا جائے اور وارثوں میں اس نے ایک بیٹی، ایک بہن چھوڑی تو اس صورت میں موصٰی لہ کو اس کا تہائی مال ملے گا ورثہ اجازت دیں یا نہ دیں۔[2] (عالمگیری ج ٦،ص ١٠٠)

مسئلہ ۱۳ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے اپنے وارثوں میں ایک بیٹا اور باپ چھوڑے اور وصیّت کی کہ فلاں شخص کو میرے بیٹے کے حصہ کے مثل حصہ دیا جائے تو اگر وارثوں نے اس کی وصیت کو جائز رکھا تو اس کا مال گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر موصٰی لہ کو پانچ حصے، باپ کو ایک حصہ اور بیٹے کو پانچ حصے ملیں گے اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو موصٰی لہ کو اس کے مال کا تہائی حصہ ملے گا اور باقی باپ اور بیٹے کے درمیان حصہ رسدی تقسیم ہوگا باپ کو ایک حصہ، بیٹے کو پانچ، یعنی کل مال کے نو حصے کئے جائیں گے، تین حصے موصٰی لہ کو، ایک حصہ باپ کو اور پانچ حصے بیٹے کو دیئے جائیں گے۔[3] (عالمگیری ج ٦،ص ١٠٠)

مذکورہ بالا صورتوں میں میت کے وارثوں میں سے اگر ایک نے میت کی وصیّت کو جائز نہ کیا اور ایک نے جائز کر دیا تو جائز کرنے والے وارث کے حصے میں موصٰی لہ کو حصہ ملے گا اور جائز نہ کرنے والے وارث کے حصے میں سے نہیں ملے گا بلکہ اس کا پورا پورا حصہ ملے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر ایک وارث نے وصیّت کو جائز کیا اور دوسرے وارث نے جائز نہ کیا تو دیکھا جائے گا کہ دونوں وارثوں کے اجازت دینے کی صورت میں مسئلہ کا حساب گیارہ حصوں سے ہوا تھا اور اجازت نہ دینے کی صورت میں مسئلہ کا حساب نو ۹ سے ہوا تھا، ان دونوں کو باہم ضرب کیا جائے ۱۱x۹=۹۹ ہوئے، اب دونوں کے وصیّت کو جائز نہ کرنے کی صورت میں ننانوے ۹۹ میں سے ایک ثلث یعنی ۳۳ حصے موصٰی لہ کو ملیں گے اور بقیہ ٦٦ حصوں میں سے ایک سدس (چھٹا حصہ) یعنی گیارہ باپ کو ملیں گے اور بقیہ پانچ سدس یعنی ۵۵ حصے بیٹے کو ملیں گے کل میزان ۹۹۔ اور وارثوں کے اس وصیّت کو جائز کرنے کی صورت میں موصٰی لہ کو گیارہ میں سے ۵x۹=۴۵، باپ کو گیارہ میں سے ۱x۹=۹، اور بیٹے کو بقیہ ۵x۹=۴۵ حصے ملیں گے (کل میزان ۹۹) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حالتوں کے درمیان موصٰی لہ کو بارہ حصے زیادہ ملے جن میں سے دو حصے باپ کے حق میں

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص١٠٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

سے اور دس حصے بیٹے کے حق میں سے، کیونکہ اجازت نہ دینے کی صورت میں باپ کو گیارہ حصے ملے اور اجازت دینے کی صورت میں نو۹، فرق دو حصوں کا ہوا اور بیٹے کو اجازت دینے کی صورت میں ۴۵ حصے ملے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں ۵۵، فرق دس حصوں کا ہوا۔ اس طرح دس۱۰ اور دو۲ بارہ۱۲ حصے موصٰی لہ کو زیادہ ملتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موصٰی لہ کو باپ کے حق میں سے دو حصے اور بیٹے کے حق میں سے دس حصے ملے لہٰذا اگر باپ نے وصیّت کو جائز رکھا اور بیٹے نے نہیں تو باپ کے حق میں سے دو حصے موصٰی لہ کو مل جائیں گے اور بیٹے کو اس کا پورا حق ملے گا۔ اس طرح ننانوے میں سے ۳۳+۲=۳۵ حصے موصٰی لہ کو، نو۹ حصے باپ کو اور ۵۵ حصے بیٹے کو ملیں گے، کل میزان ۹۹ ہوا۔ اور اگر بیٹے نے وصیّت کو جائز رکھا اور باپ نے نہیں تو بیٹے کے حق میں سے دس حصّے موصٰی لہ کو مل جائیں گے باپ کو اس کا پورا حق ملے گا یعنی ننانوے میں سے ۳۳+۱۰=۴۳ حصّے موصٰی لہ کو، گیارہ حصے باپ کو اور ۴۵ حصے بیٹے کو ملیں گے کل میزان ۹۹ ہوا۔ [1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۰)

فائدہ: اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح ایک بار کی جائے۔ اس صورت میں کہ سب وارثوں نے اجازت دیدی اور دوسری بار مسئلہ کی تصحیح کی جائے اس صورت میں کہ کسی وارث نے اجازت نہیں دی پھر دونوں تصحیحوں کو ایک مبلغ سے کردیا جائے (یعنی دونوں تصحیحوں کو باہم ضرب دیدی جائے) پھر اس صورت میں کہ ایک وارث نے اس وصیّت کو جائز کردیا اور دوسرے نے جائز نہ کیا یا اس کی اجازت معتبر نہ ہو جیسے بچہ اور پاگل کی اجازت معتبر نہیں، تو جائز کرنے والے وارثوں کے سہام کو مسئلہ اجازت سے لیا جائے اور باقی دوسروں کے سہام کو مسئلہ عدم اجازت سے لیا جائے وہ ہر وارث کا حصہ ہوگا اور جو باقی بچے گا وہ موصٰی لہ کے لئے ثلث پر زیادہ ہوگا (یعنی موصٰی لہ کے ثلث میں بڑھادیا جائے گا) [2] (جدالممتار حاشیہ ردالمحتار از افادات اعلٰی حضرت مولانا احمد رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ) ص ۶۳۹) اس کی مثال یہ ہے موصی نے باپ اور بیٹے کو چھوڑا اور موصٰی لہ کے لئے بیٹے کے مثل حصہ کی وصیّت کی۔

ورثہ کے اجازت دینے کی صورت میں مسئلہ گیارہ سے ہوگا۔

اب	ابن	موصٰی لہ
۱	۵	۳
۱۱	۵۵	۳۳

ورثہ کے اجازت نہ دینے کی صورت میں مسئلہ ۹ سے ہوگا۔

اب	ابن	موصٰی لہ
۱	۵	۵
۹	۴۵	۴۵

[1] ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیة بثلث المال...إلخ، ج۶، ص۱۰۰.

[2] ......"جدالممتار" علی "ردالمحتار"، کتاب الوصایا، ج۵، ص۱۳۵، ۱۳۶. (مخطوطه)

ضابطہ کے مطابق دونوں تصحیحوں کا مبلغ واحد کیا ۱۱×۹=۹۹ مبلغ واحد ہوا۔

مجیز [1] اگر باپ ہوتو اجازت کی صورت میں باپ کا حصہ ۹ سہام ہے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں باقی دوسروں کا حصہ ۸۸ سہام ہے دونوں کو جمع کیا ۹+۸۸=۹۷، فرق ۹۹-۹۷=۲ سہام لہٰذا موصیٰ لہ کو دوسہام زائد علی الثلث ملیں گے یعنی ۳۳+۲=۳۵ سہام اور مجیز اگر بیٹا ہوتو اجازت کی صورت میں اس کا حصہ ۴۵ سہام ہے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں باقی دوسروں کا حصہ ۴۴ سہام ہے، دونوں کو جمع کیا ۴۵+۴۴=۸۹ فرق ۹۹-۸۹=۱۰ لہٰذا موصیٰ لہ کو دس ۱۰ سہام زائد علی الثلث ملیں گے، ۳۳+۱۰=۴۳ سہام۔

مسئلہ ۱۴ مرنے والے نے دو بیٹے چھوڑے اور ایک شخص کے لئے اپنے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیّت کی اور ایک دوسرے شخص کے لئے مثل ایک بیٹے کے حصے کی وصیّت کی اور دونوں وارث بیٹوں نے مرنے والے باپ کی دونوں وصیّتوں کو جائز رکھا تو اس صورت میں جس کے لئے تہائی مال کی وصیّت کی اسے میت کے مال کا تہائی حصہ ملے گا اور بقیہ دو ثلث دونوں بیٹوں اور اس شخص کے درمیان جس کے لئے بیٹے کے مثل حصّہ کی وصیّت کی تہائی تہائی تقسیم ہوگا۔ حساب اس کا اس طرح ہوگا کہ کل مال نو حصوں میں منقسم ہوگا اس میں سے تین حصے اُسے ملیں گے جس کے لئے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیّت ہے باقی رہے چھ حصے تو دو۲ دو۲ حصے دونوں بیٹوں کے درمیان اور دو۲ حصے اُس کے جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل وصیّت کی ہے۔ (عالمگیری ج۶،ص۱۰۰) اور اگر ان دونوں بیٹوں نے باپ کی وصیّت کو جائز نہ کیا تو ایک تہائی مال اُن دونوں موصیٰ لہ کو دیا جائے گا جن کے حق میں وصیّت ہے اور بقیہ دو ثلث (دو تہائی) دونوں بیٹوں کو مل جائے گا۔ (عالمگیری ج۶،ص۱۰۰) اور اگر دونوں بیٹوں نے ثلث مال کی وصیّت کو جائز نہ رکھا اور اس وصیّت کو جائز جو اس نے دوسرے شخص کے لئے مثل ایک بیٹے کے حصے کے کی تھی تو اس صورت میں صاحب ثلث یعنی ثلث مال کی وصیّت والے کو نصف ثلث یعنی سدس (چھٹا حصہ) ملے گا اور صاحبِ مثل یعنی جس شخص کے حق میں مثل حصہ بیٹے کے وصیّت کی اسے بقیہ مال کا ایک ثلث ملے گا۔ اس صورت میں حساب ایسے عدد سے ہوگا جس میں سے اگر سدس (چھٹا حصہ) نکالا جائے تو بقیہ مال ایک ایک تہائی کے حساب سے تقسیم ہو جائے اور ایسا چھوٹے سے چھوٹا عدد اٹھارہ ہے لہٰذا کل مال وصیّت اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگا، چھٹا حصہ یعنی تین حصے ثلث مال کی وصیّت والے کو، باقی پندرہ حصوں میں ایک ثلث یعنی پانچ حصے اس شخص کو جس کے لئے مثل بیٹے کے حصے کی وصیّت کی بقیہ ایک ثلث یعنی پانچ پانچ حصے دونوں بیٹوں کو۔ [2] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۰) اور اگر یہ صورت ہے کہ ایک بیٹے نے صاحب مثل کے حق میں وصیّت کو جائز رکھا اور صاحب ثلث کے حق میں وصیّت کو رد کر دیا اور دوسرے بیٹے نے دونوں وصیّتوں کو رد کر دیا تو مسئلہ اس طرح ہوگا کہ صاحب مثل کو چار حصے اور

---

1 ...... یعنی اجازت دینے والا۔

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا،الباب الثالث فی الوصیة بثلث المال...إلخ، ج٦،ص١٠٠.

صاحب ثلث کو تین حصے اور جس بیٹے نے ایک وصیت کو جائز کیا اس کو پانچ حصے اور جس بیٹے نے دونوں وصیتوں کو رد کر دیا اس کو چھ ۶ حصے، کل میزان اٹھارہ حصے، اس طرح صاحب مثل کے حق میں وصیت جائز رکھنے والے بیٹے کا ایک حصہ صاحب مثل کو ملا اور اُس کا حصہ بجائے تین کے چار ہو گیا اور اس بیٹے کے چھ کے بجائے پانچ حصے رہ گئے۔[1] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۰)

مسئلہ ۱۵ ایک شخص کے پانچ بیٹے ہیں اس نے وصیت کی .... کہ فلاں شخص کو میرے ثلث مال میں سے میرے ایک بیٹے کے حصے کے مثل دینا اور ثلث مال میں سے یہ حصہ نکال کر بقیہ کا ثلث ایک دوسرے شخص کو دیا جائے، تو اس وصیت کرنے والے کا کل مال اکیاون ۵۱ حصوں میں تقسیم ہو کر ان میں سے آٹھ حصے اس موصیٰ لہ کو ملیں گے جس کے حق میں بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت کی اور تین حصے دوسرے موصیٰ لہ کو ملیں گے جس کے حق میں ثلث مابقی من الثلث کی وصیت کی (یعنی جس کے حق میں باقی ماندہ ثلث مال سے ایک ثلث کی وصیت کی)۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۰) اور ہر بیٹے کو آٹھ آٹھ حصے ملیں گے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۱۶ ایک شخص کے پانچ بیٹے ہیں اس نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو میرے ثلث مال سے میرے ایک بیٹے کے حصے کے مثل دیا جائے اور اس ثلث مال سے یہ حصہ نکال کر جو باقی بچے اس کا ثلث (یعنی تہائی) ایک دوسرے شخص کو دیا جائے تو اس صورت میں اس وصیت کرنے والے کا مال اکیاون ۵۱ حصوں میں تقسیم ہو کر جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل کی وصیت کی ہے اسے آٹھ حصے ملیں گے، اور اسکے ثلث مال میں سے یہ آٹھ نکال کر جو باقی بچے گا اس کا ایک ثلث یعنی تین حصے اس کو ملیں گے، جس کے لئے ثلث مابقی من الثلث (یعنی اس کے تہائی مال سے آٹھ حصے نکال کر جو باقی بچا اس کا تہائی حصہ) کی وصیت کی تھی اور پانچ بیٹوں میں سے ہر ایک کو آٹھ آٹھ حصے ملیں گے۔ مسئلہ کی تخریج اس طرح ہوگی کہ پانچ بیٹوں کو بحساب فی کس ایک حصہ = پانچ حصے اور ایک حصہ اس میں صاحب مثل کا بڑھایا (یعنی اس کا جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل کی وصیت کی) اس طرح کل چھ حصے ہوئے چھ کو تین میں ضرب دیا جائے ۶x۳=۱۸ ہوئے، اٹھارہ ۱۸ میں ایک کم کیا جو زیادہ کیا گیا تھا تو سترہ ۱۷ رہ گئے یہ سترہ ۱۷ اس کے کل مال کا ایک ثلث ہے اس کے دو ثلث چونتیس ۳۴ ہوئے، اس طرح کل حصے اکیاون ۵۱ ہوئے، جب یہ معلوم ہو گیا کہ ثلث مال (تہائی مال) سترہ ۱۷ حصے ہیں تو اس میں سے صاحب مثل کا حصہ (یعنی جس کے لئے ایک بیٹے کے حصہ کی مثل کی وصیت کی) معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل حصہ کی طرف دیکھا جائے وہ پانچ بیٹوں کے پانچ اور صاحب مثل کا ایک تھا، اس ایک کو تین سے ضرب کیا تو تین ہوئے پھر تین کو تین سے ضرب کیا تو نو ۹ ہوئے، نو ۹ میں سے ایک جو بڑھایا تھا کم کیا تو آٹھ باقی رہے، یہ حصہ ہوا صاحب مثل کا، پھر اس آٹھ کو سترہ میں سے گھٹایا تو نو ۹ باقی رہے اس کا ایک تہائی یعنی تین حصے دوسرے شخص کے جس کے حق میں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص ١٠٠.

2 ......المرجع السابق.

ثلث مابقی من الثلث کی (بقیہ تہائی مال کے تہائی کی) وصیت کی تھی، نو میں سے تین نکال کر چھ بچے، ان چھ کو دو تہائی مال یعنی چونتیس حصوں میں جمع کیا تو چالیس ہوگئے اور یہ چالیس پانچ بیٹوں میں برابر برابر بحساب فی کس آٹھ حصے تقسیم ہوں گے یہ کل ملا کر اکیاون ۵۱ ہوئے یعنی موصٰی لہ نمبر ایک کو آٹھ، موصٰی لہ نمبر ۲ کو تین اور پانچ بیٹوں کو چالیس = کل اکیاون ۵۱ [1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۱)

مسئلہ ۱۷ کسی شخص نے وصیت کی کہ "میرے مال کا چھٹا حصہ فلاں شخص کے لئے ہے" پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ اسی کے لئے میرے مال کا تہائی حصہ ہے اور وارثوں نے اسے جائز کر دیا تو اسے تہائی مال ملے گا اور چھٹا حصہ اسی میں داخل ہو جائے گا۔ [2] (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۱)

مسئلہ ۱۸ کسی نے وصیت کی کہ فلاں شخص کے لئے ایک ہزار روپیہ ہے اور اس کا کچھ مال نقد ہے اور کچھ دوسروں کے ذمہ ادھار ہے، تو اگر یہ ایک ہزار روپیہ اس کے نقد مال سے نکالا جا سکتا ہے تو یہ ایک ہزار روپیہ موصٰی لہ کو ادا کر دیا جائے گا اور اگر یہ روپیہ اس کے نقد مال سے نہیں نکالا جا سکتا تو نقد مال کا ایک تہائی جس قدر رہتا ہے وہ فی الوقت ادا کر دیا جائے گا اور ادھار میں پڑا ہوا روپیہ جیسے جیسے اور جتنا جتنا وصول ہوتا جائے گا وصول شدہ روپیہ کا ایک تہائی موصٰی لہ کو دیا جاتا رہے گا تا آنکہ اس کی ایک ہزار کی رقم پوری ہو جائے جو کہ مرنے والے نے اس کے لئے وصیت کی تھی۔ [3] (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۵)

مسئلہ ۱۹ زید نے وصیت کی کہ اس کا ایک تہائی مال عمرو اور بکر کے لئے ہے اور بکر کا انتقال ہو چکا ہے خواہ اس کا علم موصی یعنی وصیت کرنے والے کو ہو یا نہ ہو، یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال عمرو اور بکر کے لئے ہے اگر بکر زندہ ہو حالانکہ وہ انتقال کر چکا ہے یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور اس شخص کے لئے ہے جو اس گھر میں ہو اور اس گھر میں کوئی نہیں ہے یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور اس کے بعد ہونے والے بیٹے کے لئے، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور بکر کے بیٹے کے لئے اور بکر کا بیٹا وصیت کرنے والے سے پہلے مر گیا تو ان تمام صورتوں میں اس کا تہائی مال پورا پورا صرف اکیلے عمرو کو ملے گا۔ [4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۵)

مسئلہ ۲۰ کسی نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے مابین تقسیم کر دیا جائے اور بکر کا اس وقت انتقال ہو چکا ہو، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے درمیان تقسیم کیا جائے اگر وہ میرے بعد زندہ ہو، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور فقیر کے مابین تقسیم ہو پھر اس کا انتقال ہو گیا اور فقیر زندہ ہے یا مر چکا یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے مابین تقسیم ہو اگر بکر گھر میں ہو اور

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج ٦، ص ١٠٠.

2 ......المرجع السابق، ص ١٠٤.　3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص ١٠٥.

وہ گھر میں نہیں ہے، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے لڑکے کے درمیان تقسیم ہو اور بکر کے یہاں لڑکا پیدا ہوا یا لڑکا موجود تھا پھر مرگیا اور دوسرا لڑکا پیدا ہوگیا، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور فلاں کے لڑکے کے مابین تقسیم ہو اگر وہ لڑکا فقیر ہو اور وہ لڑکا فقیر و محتاج نہ ہوا تھا یہاں تک کہ موصی کا انتقال ہوگیا، یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال زید اور اس کے وارث کے لئے ہے، یا زید اور اس کے دو بیٹوں کے لئے ہے اور اس کے بیٹا صرف ایک ہے تو ان تمام صورتوں میں زید کو نصف ثلث یعنی اس کے مال کا چھٹا حصہ ملے گا۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۵)

مسئلہ ۲۱ موصی (وصیّت کرنے والا) نے زید اور عمرو کے لئے اپنے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیت کی، یا یہ کہا کہ میرا ثلث مال زید اور عمرو کے مابین تقسیم کیا جائے پھر موصی کا انتقال ہوگیا اس کے بعد زید اور عمرو دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہوگیا تو جو زندہ رہا اس کو ثلث مال (تہائی مال) کا آدھا ملے گا اور آدھا مرنے والے کے وارثوں کو ملے گا یہی حکم اس وقت ہے جب موصی کے انتقال کے بعد موصیٰ لہما یعنی زید اور عمرو میں سے کسی کے وصیّت قبول کرنے سے پہلے ایک کا انتقال ہو جائے اور دوسرا جو زندہ رہا اس نے وصیّت کو قبول کرلیا تو دونوں وصیّت کے مال کے مالک ہوں گے آدھا زندہ کو اور آدھا مرنے والے کے وارثوں کو ملے گا، اور اگر ان دونوں میں سے ایک وصیّت کرنے والے سے پہلے انتقال کرگیا تو اس کا حصہ موصی کو واپس ہو جائے گا۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶ ص۱۰۵)

مسئلہ ۲۲ یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (تہائی مال) زید کے لئے ہے اور اس کے لئے جو عبد اللّٰہ کے بیٹوں میں سے محتاج وفقیر ہو پھر موصی (وصیّت کرنے والے) کا انتقال ہوگیا اور عبد اللّٰہ کے سب بیٹے اس وقت غنی اور مالدار ہیں تو اس کا ثلث مال سب کا سب زید کو مل جائے گا، اور اگر موصی کی موت سے قبل عبد اللّٰہ کے کچھ بیٹے (یعنی سب نہیں) غریب وفقیر ہوگئے تو اس کا ثلث مال زید اور عبد اللّٰہ کے غریب بیٹوں کے درمیان بحصہ مساوی ان کی تعداد کے مطابق تقسیم ہوگا اور اگر عبد اللّٰہ کے سب ہی بیٹے غریب وفقیر ہیں تو ان کو کچھ حصہ نہ ملے گا وصیّت کا کل مال زید کو مل جائے گا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۵)

مسئلہ ۲۳ ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے اپنے وارثوں میں صرف اپنا شوہر چھوڑا اور اپنے نصف مال کی وصیّت کردی کسی اجنبی شخص کے لئے، تو یہ وصیّت جائز ہے اس صورت میں شوہر کو ثلث ملے گا، اجنبی کو نصف، بچا سدس (چھٹا حصہ) وہ بیت المال میں جمع ہوگا، تقسیم اس طرح ہوگی کہ پہلے متوفیہ کے مال سے بقدر ثلث مال کے نکال لیا جائے گا کیونکہ وصیّت وراثت پر مقدم ہے، تہائی مال نکالنے کے بعد دو تہائی مال باقی بچا اس میں سے نصف شوہر کو وراثت میں دیا جائے گا جو کہ کل مال کے ایک

---

1 ……"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیة بثلث المال...إلخ، ج۶، ص۱۰۵.

2 ……المرجع السابق. 3 ……المرجع السابق.

ثلث کے برابر ہے اب باقی رہا ایک ثلث اس کا کوئی وارث ہے ہی نہیں لہٰذا متوفیہ کی باقی وصیت اس میں جاری ہوگی اور موصیٰ لہ جس کو ثلث ملا تھا اس کا نصف پورا کرنے کے لئے اس بقیہ ثلث میں سے ایک حصہ دے کر اس کا نصف پورا کر دیا جائے گا، اب باقی بچا ایک سدس (چھٹا حصہ) وہ بیت المال میں جمع ہوگا کیونکہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٥)

مسئلہ ۲۴ شوہر کا انتقال ہوا، وارثوں میں اس نے ایک بیوی چھوڑی اور اپنے کل مال کی کسی اجنبی کے لئے وصیت کر دی لیکن اس کی زوجہ نے اس وصیت کو جائز نہ کیا تو اس کا کل مال چھ حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ زوجہ کو اور پانچ حصے اجنبی کو ملیں گے جس کے حق میں کل مال کی وصیت کی تھی، مال ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ کل مال کے چھ حصے کر کے پہلے اس میں سے ایک ثلث یعنی دو حصے اجنبی کو ملیں گے کیونکہ وصیت وراثت پر مقدم ہے بقیہ چار حصوں میں سے ایک ربع یعنی ایک حصہ بیوی کو ملے گا باقی رہے تین حصے، یہ بھی اجنبی کو مل جائیں گے کیونکہ وصیت بیت المال پر بھی مقدم ہے۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٥)

مسئلہ ۲۵ یہ وصیت کی کہ میرا ثلث مال فلاں کے بیٹوں کے لئے ہے اور بوقت وصیت فلاں کے بیٹے نہیں تھے بعد میں پیدا ہوئے اس کے بعد موصی (وصیت کرنے والے) کا انتقال ہوا تو اس کا تہائی مال اس فلاں کے بیٹوں میں تقسیم ہوگا اور اگر بوقت وصیت فلاں کے بیٹے موجود تھے لیکن وصیت کرنے والے نے نہ اُن بیٹوں کے نام لئے نہ ان کی طرف اشارہ کیا۔ (یعنی اس طرح کہنا کہ ان بیٹوں کے لئے) تو یہ وصیت ان بیٹوں کے حق میں نافذ ہوگی جو موصی کی موت کے وقت موجود ہوں گے خواہ یہ بیٹے وہی ہوں جو بوقت وصیت موجود تھے یا وہ بیٹے مر گئے ہوں اور دوسرے پیدا ہوئے اور اگر بوقت وصیت فلاں کے بیٹوں میں سے ہر ایک کا نام لیا تھا یا ان کی طرف اشارہ کر دیا تھا تو یہ وصیت خاص انہی کے حق میں ہوگی، اگر ان کا انتقال موصی کی موت سے پہلے ہو گیا تو وصیت باطل ٹھہرے گی۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٥)

مسئلہ ۲۶ یہ وصیت کی کہ میرا ثلث مال عبد اللہ اور زید اور عمرو کے لئے ہے اور عمرو کو اس میں سے سو روپے دیں اور اس کا تہائی مال کل سو۱۰۰ ہی روپے ہے تو یہ کل عمرو کو ملے گا اور اگر اس کا تہائی مال ایک سو پچاس۱۵۰ روپے ہے تو اس صورت میں سو۱۰۰ روپے عمرو کو اور باقی پچاس میں آدھے آدھے عبد اللہ اور زید کو ملیں گے۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٥)

مسئلہ ۲۷ کسی کے لئے ثلث مال کی وصیت کر دی اور وصیت کرنے والے کی ملکیت میں بوقت وصیت کوئی مال ہی نہ تھا بعد میں اس نے کما لیا تو بوقت موت وہ جتنے مال کا مالک ہے اس کا ثلث موصیٰ لہ (جس کے حق میں وصیت کی) کو ملے گا جب

[1] ..."الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٥.

[2] ...المرجع السابق. [3] ...المرجع السابق. [4] ...المرجع السابق.

کہ موصٰی بہ شئے معین اور نوع معین نہ ہو۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٦)

مسئلہ ٢٨ اگر کسی نے اپنے مال میں سے کسی خاص قسم کے مال کے ثلث حصہ کی وصیّت کی مثلاً کہا کہ میری بکریوں یا بھیڑوں کا تہائی حصہ فلاں کو دیا جائے اور یہ بکریاں یا بھیڑیں موصی کی موت سے پہلے ہلاک ہو جائیں تو یہ وصیّت باطل ہو جائے گی حتیٰ کہ اس نے ان کے ہلاک ہونے کے بعد دوسری بکریاں یا بھیڑیں خریدیں تو موصٰی لہ کا ان بکریوں یا بھیڑوں میں کوئی حصہ نہیں۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٦)

مسئلہ ٢٩ وصیّت کرنے والے نے وصیّت کی کہ فلاں کے لئے میرے مال سے ایک بکری ہے اور اس کے مال میں بکری موجود نہیں تو موصٰی لہ کو بکری کی قیمت دی جائے گی اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں کے لئے ایک بکری ہے یہ نہیں کہا تھا کہ "میرے مال سے" اور اس کی ملکیت میں بکری نہیں ہے تو بقول بعض وصیّت صحیح نہیں اور بقول بعض وصیّت صحیح ہے اور اگر یوں وصیّت کی کہ فلاں کے لئے میری بکریوں میں سے ایک بکری ہے اور اس کی ملکیت میں بکری نہیں ہے تو وصیّت باطل ٹھہرے گی اسی اصول پر گائے، بھینس اور اونٹ کے مسائل کا استخراج کیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٦)

مسئلہ ٣٠ یہ وصیّت کی کہ میرے مال کا تہائی حصہ صدقہ کر دیا جائے اور کسی شخص نے وصی سے وہ مال غصب کر لیا اور ضائع کر دیا اور وصی یہ چاہتا ہے کہ وصیّت کے اس مال کو اس غاصب پر بھی صدقہ کر دے اور غاصب اس مال کا اقراری ہے تو یہ جائز ہے۔[4] (عالمگیری بحوالہ محیط السرخسی ج ٦ ص ١٠٦)

مسئلہ ٣١ وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میں نے تیرے لئے اپنے مال سے ایک بکری کی وصیّت کی تو اس وصیّت کا تعلق اس بکری سے نہ ہوگا جو وصیّت کرنے کے دن اس کی ملکیت میں تھی بلکہ اس کا تعلق اس بکری سے ہوگا جو موصی کی موت کے دن اس کی ملکیت میں ہوگی اور جب یہ وصیّت صحیح ہے تو موصی کی موت کے بعد اگر اس کے مال میں بکری ہے تو وارثوں کو اختیار ہے اگر وہ چاہیں تو موصٰی لہ کو بکری دیدیں یا چاہیں تو بکری کی قیمت دیدیں۔[5] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٦)

مسئلہ ٣٢ ایک شخص نے کہا کہ میرا سرخ رنگ کا عجمی النسل گھوڑا فلاں کے لئے وصیّت ہے تو یہ وصیّت اس میں جاری ہوگی جس کا وہ وصیّت کے دن مالک تھا نہ کہ اس میں جو وہ بعد میں حاصل کرلے ہاں اگر اس نے یہ کہا کہ میرے گھوڑے فلاں کے لئے وصیّت ہیں اور ان کی تعیین یا تخصیص نہ کی تو اس صورت میں وصیّت بوقتِ وصیّت موجود گھوڑوں اور بعد میں حاصل کئے جانے والے گھوڑوں دونوں کو شامل ہوگی۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٦)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص١٠٥.

2 ......المرجع السابق، ص١٠٦.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۳ اگر کسی نے اپنے ثلث مال کی فلاں شخص اور مساکین کے لئے وصیت کی تو اس ثلث مال کا نصف فلاں کو دیا جائے گا اور نصف مساکین کو۔ [1] (ہدایہ جلد۴ از عالمگیری ج۶ ص ۱۰۶)

مسئلہ ۳۴ کسی نے اپنے ثلث مال کی وصیت ایک شخص کے لئے کی، پھر دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے اس وصیت میں اس کے ساتھ شریک کر دیا تو یہ ثلث ان دونوں کے لئے ہے اور اگر ایک کے لئے سو روپے کی وصیت کی اور دوسرے کے لئے سو کی پھر تیسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے ان دونوں کے ساتھ شریک کیا تو اس تیسرے کے لئے ہر سو میں تہائی حصہ ہے۔ [2] (عالمگیری ج۶ ص ۱۰۶)

مسئلہ ۳۵ کسی اجنبی شخص اور وارث کے لئے وصیت کی تو اجنبی کو وصیت کا نصف حصہ ملے گا اور وارث کے حق میں وصیت باطل ٹھہرے گی، اس طرح اپنے قاتل اور اجنبی کے حق میں وصیت کی تھی تو وصیت قاتل کے حق میں باطل اور اجنبی کو نصف حصہ ملے گا۔ (عالمگیری ج۶ ص ۱۰۶) اس کے برخلاف اجنبی یا وارث کے لئے عین (نقد) یا دین کا اقرار کیا تو اجنبی کے لئے صحیح نہیں اور وارث کے لئے صحیح ہے۔ [3] (تبیین از عالمگیری ج۶ ص ۱۰۶)

مسئلہ ۳۶ متعدد کمروں پر مشتمل ایک مکان دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے ان میں سے ایک نے کسی کے لئے ایک معین کمرے کی وصیت کر دی تو مکان تقسیم کیا جائے گا پس اگر وہ معین کمرہ موصی کے حصہ میں آ گیا تو وہ موصٰی لہٗ کو دے دیا جائے گا اور اگر وہ معیّن کمرہ دوسرے شریک کے حصہ میں آیا تو موصٰی لہٗ کو بقدر کمرے کے زمین ملے گی۔ [4] (عالمگیری ج۶، ص ۱۰۷، درمختار، ردالمحتار ج۵ ص ۴۷۳)

مسئلہ ۳۷ وارث نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے فلاں کے لئے ثلث مال کی وصیت کی اور کچھ گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے باپ نے کسی دوسرے کے لئے ثلث مال کی وصیت کی تو فیصلہ گواہوں کی گواہی کے مطابق ہوگا اور وارث نے جس کے لئے اقرار کیا اسے کچھ نہ ملے گا۔ [5] (عالمگیری ج۶ ص ۱۰۷)

مسئلہ ۳۸ اگر کسی وارث نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے اپنے ثلث مال کی وصیت فلاں کے لئے کی پھر اس کے بعد کہا کہ بلکہ اس کی وصیت فلاں کے لئے کی، تو اس صورت میں جس کے لئے پہلے اقرار کیا اس کو ملے گا اور دوسرے کے لئے کچھ نہیں۔ (عالمگیری ج۶ ص ۱۰۷) اور اگر اس نے دونوں کے لئے متصلاً بلافصل اقرار کیا تو ثلث مال دونوں کے مابین نصف نصف کر دیا جائے گا۔ [6] (عالمگیری ج۶ ص ۱۰۷)

---

1 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ،ج٦،ص١٠٦.

2 ……المرجع السابق. 3 ……المرجع السابق. 4 ……المرجع السابق، ص١٠٧.

5 ……المرجع السابق. 6 ……المرجع السابق.

مسئلہ ۳۹ وارث تین ہیں اور مال تین ہزار ہے ہر وارث نے ایک، ایک ہزار پایا پھر اُن میں سے ایک نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے فلاں کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی تھی اور باقی دو وارثوں نے انکار کیا تو اقرار کرنے والا اپنے حصے میں سے ایک تہائی اس کو دے گا جس کے لئے اس نے اقرار کیا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٧)

مسئلہ ۴۰ اگر دو بیٹوں میں سے ایک نے تقسیم ترکہ کے بعد اقرار کیا کہ مرحوم باپ نے ثلث مال کی وصیّت فلاں کے لئے کی تھی تو اس کا اقرار صحیح ہے اور اس اقرار کرنے والے ہی کے حصے کے ثلث میں نافذ ہوگی۔[2] (درمختار) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس کے کئی بیٹوں میں سے ایک نے اقرار کیا ہو تو اقرار کرنے والے کے حصہ کے ثلث میں وصیّت نافذ ہوگی۔[3] (مجمع وردالمحتار ج ۵ ص ۴۷۳)

مسئلہ ۴۱ وارث دو ہیں اور مال ایک ہزار نقد ہے اور ایک ہزار ان میں سے ایک پر اُدھار ہے پھر اس وارث نے جس پر اُدھار نہیں ہے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے کسی کے حق میں ایک ثلث کی وصیّت کی تھی تو اس ایک ہزار نقد میں سے تہائی حصہ لے کر موصیٰ لہ کو دیا جائے گا اور اقرار کرنے والے کو باقی دو تہائی ملے گا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٧)

تنبیہ: موصیٰ بہ[5] سے پیدا ہونے والی کوئی بھی زیادتی جیسے بچہ، یا غلہ وغیرہ اگر موصی کی موت کے بعد اور موصیٰ لہ کے قبول وصیّت سے پہلے ہو تو وہ زیادتی اور اضافہ موصیٰ بہ میں شمار ہوگا اور ثلث مال میں شامل ہوگا لیکن اگر یہ اضافہ اور زیادتی موصیٰ لہ کے قبول وصیّت کے بعد مگر مال تقسیم ہونے سے پہلے ہو تب بھی وہ موصیٰ بہ میں شامل ہوگی۔[6] (عالمگیری بحوالہ محیط السرخسی ج ٦ ص ١٠٧) مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس چھ سو درہم اور ایک لونڈی قیمتی تین سو درہم کی ہیں اس نے کسی آدمی کے لئے لونڈی کی وصیّت کی اور مر گیا پھر لونڈی نے ایک بچہ جنا جس کی قیمت تین سو درہم کے برابر ہے پس یہ ولادت اگر تقسیم مال اور قبول وصیّت سے پہلے ہوئی تو موصیٰ لہ کو وصیّت میں وہ لونڈی ملے گی اور اس بچہ کا تہائی حصہ، اور اگر موصیٰ لہ کے وصیّت قبول کرنے کے بعد اور مال تقسیم ہو جانے کے بعد ولادت ہوئی تو بلا اختلاف موصیٰ لہ کی ملکیت ہے اور اگر موصیٰ لہ نے وصیّت قبول کر لی تھی اور مال ابھی تقسیم نہ ہوا تھا کہ لونڈی کے بچہ پیدا ہو گیا تب بھی وہ موصیٰ بہ میں شامل ہوگا جیسا کہ قبول وصیّت سے قبل

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثالث فی الوصية بثلث المال...إلخ،ج٦،ص١٠٧.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الوصايا،باب الوصية بثلث المال،ج١٠،ص٤٠١.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الوصايا،باب الوصية بثلث المال،ج١٠،ص٤٠١.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثالث فی الوصية بثلث المال...إلخ،ج٦،ص١٠٧.

5 ......جس چیز کی وصیت کی گئی۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثالث فی الوصية بثلث المال...إلخ،ج٦،ص١٠٧.

کی صورت میں وہ موصٰی بہ میں شامل کیا گیا تھا، اور اگر لونڈی نے موصی کی موت سے پہلے بچہ جنا تو وہ وصیّت میں داخل نہ ہوگا۔ [1]
(کافی از عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۸)

بیٹے کا اپنے مرض الموت میں اپنے باپ کی وصیّت کوجائز کرنے اور اپنے اوپر یا اپنے باپ کے اوپر دین (ادھار) کا اقرار کرنے کا بیان

مسئلہ ۱ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے تین ہزار روپے اور ایک بیٹا چھوڑا اور دو ہزار روپے کی کسی شخص کے لئے وصیّت کی پھر بیٹے نے اپنے مرض الموت میں اس وصیّت کو جائز کر دیا اور مر گیا اور بیٹے کا بجز اس وراثت کے اور کوئی مال بھی نہیں تو اس صورت میں موصٰی لہ ایک ہزار روپے تو بیٹے کی اجازت کے بغیر ہی پانے کا مستحق ہے اور بقیہ دو ہزار میں سے ایک ثلث اور پائے گا جو کہ بیٹے کے مال کا تہائی حصہ ہوتا ہے۔ [2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۸)

مسئلہ ۲ وارث کی طرف سے مرض الموت میں اپنے مورث کی وصیّت کو جائز کرنا بمنزلہ وصیّت کرنے کے ہے اسی طرح مرض الموت میں اپنی موت کے بعد غلام کو آزاد کرنا بھی بمنزلہ وصیّت کے ہے اور جب دو وصیّتیں جمع ہوں جن میں سے ایک عتق (آزاد کرنا) ہو تو عتق مقدم و اولیٰ ہے اور دَین (یعنی ادھار) مقدم ہے وصیّت پر۔ [3] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۸)

مسئلہ ۳ وارث نے اگر بحالت صحت و تندرستی اپنے مورث کی وصیّت کو جائز کر دیا تو وہ اولیٰ اور مقدم ہے عتق سے، اور ادھار کے اقرار سے اور وصیّت سے۔ [4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۸)

مسئلہ ۴ وارث نے اگر بحالت صحت اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کر دیا پھر اپنے باپ پر ادھار ہونے کا اقرار کیا تو پہلے باپ کی وصیّت پوری کی جائے گی اس کے بعد اگر کچھ بچے گا تو ادھار والوں کو ادا کیا جائے گا لیکن وارث کی کی صورت میں ان اُدھار والوں کے ادھار کی کامل ادائیگی کا ذمہ دار نہ ہوگا ہاں اگر وصیّت پوری کرنے کے بعد اتنا مال بچ رہا کہ ادھار کی کامل ادائیگی ہو جائے تو اُدھار کا اقرار کرنے کے بعد وہ اس کی کامل ادائیگی کا ذمہ دار ہے اور اگر وہ بچا ہوا مال قرض کی ادائیگی کے لئے پورا نہ ہو تو اقرار کرنے والا وارث اتنا ادا کرنے کا ضامن ہوگا جتنے کا اُس نے اقرار کیا ہے۔ [5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۸)

مسئلہ ۵ ایک شخص نے اپنے باپ پر دَین کا دعویٰ کیا اور موصٰی لہ نے میت کی طرف سے دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص١٠٨.
2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع فی اجازة الولد من وصية...إلخ، ج٦، ص١٠٨.
3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

باپ کی وصیّت کو جائز کر دیا ہے اور اس شخص نے ان دونوں باتوں کی تصدیق کی تو دَین کی ادائیگی مقدم ہوگی اور وہ صاحب اجازت کے لئے کسی چیز کا ذمہ دار نہ ہوگا خواہ اس نے یہ تصدیق بحالت صحت کی ہو یا بحالت مرض۔[1] (عالمگیری ج٦ ص١٠٨)

مسئلہ ٦ مریض وارث نے اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کیا پھر اس نے اپنے باپ پر دَین (اُدھار) کا اقرار کیا اور اپنی ذات پر بھی دَین کا اقرار کیا تو پہلے باپ کا دَین ادا کیا جائے گا پھر اس کا اپنا دَین ادا کیا جائے گا۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج٦ ص١٠٨)

مسئلہ ٧ وارث نے اپنے باپ کی وصیّت کی اجازت دے دی پھر اپنی ذات پر دَین کا اقرار کیا تو دین مقدم و اولیٰ ہے، پہلے دین ادا ہوگا اس کے بعد دیکھا جائے گا اگر دَین کی ادائیگی کے بعد کچھ بچ رہا تو اگر اس وارث کے ورثہ نے اس وصیّت کو جائز نہیں کیا جس کو وارث نے جائز کر دیا تھا تو بقیہ مال کا ثلث اس وصیّت میں دیا جائے گا۔[3] (محیط از عالمگیری ج٦ ص١٠٨)

مسئلہ ٨ ایک مریض جس کے پاس دو ہزار روپے ہیں اور اس کے پاس ان کے علاوہ اور کوئی مال نہیں، اس کا انتقال ہوا اس نے کسی شخص کے لئے ان میں سے ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اور ایک دوسرے شخص کے لئے بقیہ ایک ہزار کی وصیّت کر دی اور اس کے وارث بیٹے نے اس کی ان دونوں وصیّتوں کو یکے بعد دیگرے اپنی بیماری کی حالت میں جائز کر دیا اور اس وارث بیٹے کے پاس سوائے ان دو ہزار روپے کے جو وراثت میں ملے اور مال نہیں ہے تو اس صورت میں ان دو ہزار کا تہائی حصہ ان دونوں کو نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا جن کے لئے میت اول نے وصیّت کی تھی۔[4] (محیط از عالمگیری ج٦ ص١٠٨)

مسئلہ ٩ ایک شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہیں اس نے ان کی کسی شخص کے لئے وصیّت کر دی اور انتقال کر گیا اس کا وارث جو اس کے مال کا مالک ہوا اس کی ملکیت میں بھی ایک ہزار درہم تھے۔ (یعنی اس کے پاس کل دو ہزار درہم ہو گئے) پھر اس وارث نے کسی شخص کے لئے اپنے ذاتی ایک ہزار درہم کی اور ان ایک ہزار درہم کی جو وراثت میں ملے تھے دونوں کی وصیّت کر دی پھر اس وارث کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنا ایک وارث چھوڑا اس نے اپنے باپ اور اپنے دادا کی وصیّت کو اپنے مرض الموت میں جائز کر دیا اور مر گیا اور اس مرنے والے کا بجز اس ترکہ کے اور کوئی مال نہیں تو اس صورت میں پہلے والے موصیٰ لہ کو یعنی دادا کے موصیٰ لہ کو پہلے ایک ہزار درہم کا ایک ثلث وصیّت جائز کئے بغیر ہی ملے گا پھر باقی دو تہائی کو دوسرے ایک ہزار درہم میں ملا دیا جائے گا اور اس مجموعہ کا ایک ثلث موصیٰ لہ دوم کو یعنی اس میت کے باپ کے موصیٰ لہ کو ملے گا اور یہ بھی وصیّت کو جائز کئے بغیر ہی دے دیا جائے گا۔ یہ ثلث ادا کرنے کے بعد اس تیسری میّت کے بقیہ مال کو دیکھا جائے اور اسے موصیٰ لہ اول اور موصیٰ لہ دوم کے درمیان وصیّت جائز کر دینے کے بعد بقدر اپنے اپنے بقیہ حصے کے تقسیم کر دیا جائے گا۔[5] (محیط از عالمگیری ج٦ ص١٠٩)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع فی اجازة الولد من وصية... إلخ، ج٦، ص١٠٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص١٠٩.

کس حالت میں وصیّت معتبر ھے

مسئلہ ۱ مریض نے کسی عورت کے لئے دَین (اُدھار) کا اقرار کیا یا اس کے لئے وصیّت کی یا اُسے کچھ ہبہ کیا اس کے بعد پھر اس سے نکاح کرلیا اس کے بعد اس مریض کا انتقال ہوگیا تو اس کا اقرار جائز ہے اور وصیّت اور ہبہ باطل ہے۔[1] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ ۲ مریض نے اپنے کافر بیٹے یا غلام کے لئے وصیّت کی یا اسے کچھ ہبہ کیا اور اسے سونپ دیا، یا اس کے لئے دَین کا اقرار کیا، بعد میں وہ کافر بیٹا مسلمان ہوگیا یا غلام آزاد ہوگیا اور یہ مریض کی موت سے پہلے پہلے ہوگیا تو یہ وصیّت یا ہبہ یا اقرار باطل ہوجائے گا۔[2] (کافی از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ ۳ مریض نے وصیّت کی اس حالت میں کہ وہ ضعف وناطاقتی کی وجہ سے بات کرنے پر قادر نہ تھا، اس نے سر سے اشارہ کیا اور یہ معلوم ہو کہ اگر اس کا اشارہ سمجھ لیا گیا تو وہ جان لے گا کہ اس کا اشارہ سمجھ لیا گیا ہے تو اس کی وصیّت جائز ہے ورنہ نہیں۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ مریض کلام کرنے پر قدرت حاصل ہونے سے قبل ہی انتقال کرجائے کیوں کہ اس صورت میں یہ ظاہر ہوگا کہ اس کے کلام کرنے سے ناامیدی ہوگئی ہے لہٰذا وہ اخرس یعنی گونگے کی طرح ہے۔[3] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۱۰۹)

مسئلہ ۴ جس کے ہاتھ مارے گئے ہوں یا جس کے پیر مارے گئے ہوں، فالج زدہ اور تپ دق[4] کا مارا جبکہ ان کے امراض کو لمبی مدت گزر جانے اور ان مرحلوں کی وجہ سے موت کا اندیشہ نہ رہے تو یہ سب صحیح الجسم[5] کے حکم میں ہیں کہ اگر یہ اپنا تمام مال ہبہ کردیں تو یہ ہبہ کرنا صحیح ہے لیکن اگر دوبارہ ان کو مرض ہو تو وہ بمنزلہ نئے مرض کے ہے اگر اس وقت ان کی موت کا اندیشہ ہو تو یہ ان کا مرض الموت ہوگا لہٰذا ایسی صورت میں ان کا ہبہ کرنا صرف تہائی مال میں معتبر ہوگا یعنی وہ اپنا تہائی مال ہبہ کرسکتے ہیں زیادہ نہیں۔ (کافی از عالمگیری ج۶ ص۱۰۹) اگر اُسے ان امراض میں سے کوئی مرض لاحق ہوا اور وہ صاحبِ فراش ہوا تو یہ اس کا مرض الموت ہوگا اور اُس کا ہبہ ثلث مال میں جاری ہوگا۔[6] (کافی از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ ۵ کسی نے وصیّت کی پھر اس پر جنون طاری ہوگیا اگر اس کا جنون مطبق ہے (یعنی ہمہ وقت مستقل ہے) تو معاملہ قاضی کی رائے پر ہے اگر وہ اس کی وصیّت کو جائز قرار دے تو جائز ہے ورنہ باطل، اور اگر جنون سے اچھا ہونے کی

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع فی اجازة الولد...إلخ، فصل فی اعتبار حالة الوصية، ج٦، ص١٠٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......ٹی بی کا بخار۔

5 ......یعنی غیر مریض۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع فی اجازة الولد...إلخ، فصل فی اعتبار حالة الوصية، ج٦، ص١٠٩.

میعاد مقرر کرنے کی ضرورت ہو تو فتویٰ اس پر ہے کہ حق تصرفات میں جنون مطبق کی مدت ایک سال مقرر کی جاتی ہے۔ [1] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج٦،ص١٠٩)

مسئلہ ٦: جو شخص قید خانے میں محبوس ہے، قصاص میں قتل کیا جائے یا رجم (سنگسار) کیا جائے وہ مریض کے حکم میں نہیں ہے۔ (عالمگیری) لیکن جب وہ قتل کرنے کے لئے نکالا جائے اس حالت میں وہ مریض کے حکم میں داخل ہے۔ [2] (عالمگیری ج٦،ص١٠٩)

مسئلہ ٧: جو شخص میدان کارزار میں قتال کرنے والوں کی صف میں ہو وہ صحیح وتندرست کے حکم میں ہے لیکن جب وہ جنگ وقتال شروع کردے تو وہ مریض کے حکم میں ہے۔ [3] (عالمگیری ج٦،ص١٠٩)

مسئلہ ٨: جو شخص کشتی میں سفر کر رہا ہے اس کا حکم صحیح وتندرست آدمی کا ہے لیکن اگر دریا میں زبردست تموّج ہو کہ کشتی ڈوب جانے کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں وہ مریض کے حکم میں ہے۔ [4] (عالمگیری ج٦،ص١٠٩)

مسئلہ ٩: قیدی قتل کے لئے لایا گیا لیکن قتل نہیں کیا گیا قیدخانہ واپس بھیج دیا گیا یا جنگ کرنے والا جنگ کے بعد بخیریت اپنی صف میں واپس آ گیا یا دریا کا تموج ٹھہر گیا اور کشتی سلامت رہی تو ان صورتوں میں اس شخص کا حکم اس مریض جیسا ہے جو اپنے مرض سے شفا پا گیا اچھا ہو گیا اب اس کے تمام تصرفات اس کے تمام مال میں نافذ ہوں گے۔ [5] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج٦،ص١٠٩)

مسئلہ ١٠: مجذوم (کوڑھی) اور باری سے بخار والا خواہ چوتھے دن بخار آتا ہو یا تیسرے دن، یہ لوگ اگر صاحب فراش ہوں تو اس مریض کے حکم میں ہیں جو مرض الموت میں ہے۔ [6] (عینی شرح الہدایہ از عالمگیری ج٦،ص١٠٩)

مسئلہ ١١: کسی شخص پر فالج گرا اور اس کی زبان جاتی رہی یعنی بیکار ہو گئی یا کوئی شخص بیمار ہوا اور کلام کرنے پر قدرت نہیں پھر اس نے کچھ اشارے سے کہا یا کچھ لکھ دیا اور اس کا یہ مرض طویل ہوا یعنی ایک سال تک چلتا رہا تو وہ بمنزلہ گونگے کے ہے۔ [7] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج٦،ص١٠٩)

مسئلہ ١٢: عورت کو دردزہ [8] ہوا، اس حالت میں وہ جو کچھ کرے اس کا نفاذ ثلث مال میں ہوگا اور اگر وہ اس دردزہ

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازة الولد...إلخ، فصل فی اعتبار حالة الوصية، ج٦، ص١٠٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی بچے کی پیدائش کا درد۔

سے جانبر ہوگئی[1] تو جو کچھ اس نے کیا پورا پورا نافذ ہوگا۔[2] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۹)

کون سی وصیّت مقدم ہے کون سی مؤخر

مسئلہ ۱: جب متعدد وصیّتیں جمع ہوجائیں تو اس میں بہت سی صورتیں ہیں، اگر ثلث مال سے وہ تمام وصیّتیں پوری ہوسکتی ہیں تو وہ پوری کردی جائیں گی اور اگر ثلث مال میں وہ تمام وصیّتیں پوری نہیں ہوسکتیں لیکن ورثہ نے ان کو جائز کردیا تب بھی وہ تمام وصیّتیں ادا کی جائیں گی لیکن اگر ورثہ نے اجازت نہ دی تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ تمام وصیّتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں یا بعض تَقَرُّبْ اِلَی اللہ کے لئے اور بعض بندوں کے لئے یا کل وصیّتیں بندوں کے لئے ہیں، اگر کل وصیّتیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ کُل ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں یا کُل وصیّتیں واجبات سے ہیں یا کُل کی کُل نوافل سے ہیں، اگر کل وصیّتیں ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں تو پہلے وہ وصیّت پوری کی جائے گی جس کا ذکر موصی نے پہلے کیا۔[3] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۴)

مسئلہ ۲: حج اور زکوٰۃ میں اگر حج فرض ہے تو وہ زکوٰۃ پر مقدم ہے خواہ موصی نے زکوٰۃ کا ذکر پہلے کیا ہو، اور کفارۂ قتل اور کفارۂ یمین[4] میں اس کو مقدم کیا جائے گا جس کو موصی نے مقدم کیا اور ماہِ رمضان کے روزے توڑنے کے کفارہ میں اور قتل خطاء کے کفارہ میں کفارۂ قتل خطاء مقدم ہوگا۔[5] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۵)

مسئلہ ۳: حج اور زکوٰۃ مقدم ہیں کفارات پر، اور کفارات مقدم ہیں صدقۃ الفطر پر، اور صدقۃ الفطر مقدم ہے قربانی پر، اور اگر قربانی سے پہلے منذور بہ[6] کو ذکر کیا تو منذور بہ مقدم ہے قربانی پر، اور قربانی مقدم ہے نوافل پر۔ (عالمگیری) اور ان سب پر اعتاق مقدم ہے خواہ اعتاق منجز ہو یا اعتاق معلق بالموت ہو۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۵)

مسئلہ ۴: حج کی وصیّت کی اور کچھ دیگر تَقَرُّب اِلی اللہ تعالیٰ چیزوں کی وصیّت کی اور مسجد معیّن کے مصالح کے لئے اور کسی قوم کے کچھ مخصوص و مشخص[8] لوگوں کے لئے وصیّت کی اور ثلث مال میں یہ سب پوری نہیں ہوئی تو ثلث مال کو ان کے مابین

---

1. ......یعنی زندہ بچ گئی۔
2. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازة الولد...إلخ، فصل فی اعتبار حالة الوصیة، ج٦، ص١٠٩.
3. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق و المحاباة...إلخ، ج٦، ص١١٤، ١١٥.
4. ......قسم کا کفارہ۔
5. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق و المحاباة...إلخ، ج٦، ص١١٥.
6. ......جس کی منت مانی گئی۔
7. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق و المحاباة...إلخ، ج٦، ص١١٥.
8. ......معلوم و معین۔

تقسیم کردیا جائے گا، جتنا مال مشخص ومعین لوگوں کو ملے گا اس میں سے وہ اپنا اپنا حصہ لے لیں گے اور جتنا مال تَقَرُّب اِلی اللہ کے حصہ میں آئے گا اگر ان میں سوائے حج کے کوئی دوسرا واجب نہیں ہے تو حج مقدم ہے اگر یہ تمام مال حج ہی کے لئے پورا ہو گیا تو تقرُّب الی اللہ تعالیٰ کی بقیہ وصیّتیں باطل ٹھہریں گی اور اگر کچھ بچ گیا تو تقرب کی وہ وصیّت مقدم ہے جس کو موصی نے پہلے ذکر کیا۔[1] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۱۱۵)

مسئلہ ۵ کچھ وصیّتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور کچھ بندوں کے لئے تو اگر موصی نے قوم کے خاص خاص معیّن لوگوں کے لئے وصیّت کی تو وہ ثلث مال میں شریک ہیں، ان کو ثلث مال میں جو حصہ ملے گا وہ بلا تقدیم وتاخیر ان سب کے لئے ہے اور جو حصہ ثُلث مال میں سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے ملے گا اس میں فرائض مقدم ہوں گے پھر واجبات پھر نوافل۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۵)

مسئلہ ۶ اگر یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال حج، زکوٰۃ، کفارات میں اور زید کے لئے ہے اس صورت میں ثلث مال چار حصوں میں تقسیم ہوگا ایک حصہ موصیٰ لہ زید کے لئے، ایک حصہ حج کے لئے، ایک حصہ زکوٰۃ کے لئے اور ایک حصہ کفارات کے لئے۔[3] (بدائع از عالمگیری ج۶ ص۱۱۵)

مسئلہ ۷ کل وصیّتیں بندوں کے لئے ہیں اس صورت میں اقویٰ غیر اقویٰ پر مقدم ہوگی، اس کا لحاظ نہ کیا جائے گا کہ میت نے کس کا ذکر پہلے کیا تھا اور کس کا بعد میں، اگر وہ سب قوت میں برابر ہوں تو ہر ایک کو ثلث مال میں سے بقدر اس کے حق کے ملے گا اور اول وآخر کا لحاظ نہ ہوگا۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۵)

مسئلہ ۸ اگر تمام وصیّتیں از قسم نوافل ہوں اور ان میں کوئی چیز مخصوص ومعیّن نہ ہو تو ایسی صورت میں میت نے جس کا ذکر پہلے کیا وہ مقدم ہوگی۔ (ظاہر الروایہ از عالمگیری ج۶ ص۱۱۵) جیسے اس نے وصیّت کی کہ میرا نفلی حج کرا دینا یا ایک جان میری طرف سے آزاد کر دینا یا اُس نے وصیّت کی کہ میری طرف سے غیر معیَّن فقراء پر صدقہ کر دینا تو ان صورتوں میں جس کا ذکر پہلے کیا وہ پوری کی جائے گی۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۵)

مسئلہ ۹ ایک شخص نے وصیّت کی کہ سَو درہم فقراء کو دیئے جائیں اور سَو درہم اقرباء کو اور اس کی چھوٹی ہوئی نمازوں کے بدلے میں کھانا کھلایا جائے، پھر اس کا انتقال ہو گیا اور اس پر ایک ماہ کی نمازیں باقی تھیں اور اس کا ثلث مال تمام وصیّتوں کے لئے ناکافی ہے تو اس صورت میں ثلث مال کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سو درہم فقراء پر اور سو درہم اقرباء پر اور اس کی ہر نماز

---

1 ……"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا،الباب الخامس فی العتق والمحاباة...إلخ،ج۶،ص۱۱۵.

2 ……المرجع السابق. 3 ……المرجع السابق.

4 ……المرجع السابق. 5 ……المرجع السابق.

کے بدلے نصف صاع گیہوں کی جو قیمت ہو اس پر، پس جو حصہ اقرباء کو پہنچے گا وہ ان کو دیدیا جائے گا اور جو حصہ فقراء اور کھانے کا ہے اس سے کھانا کھلایا جائے اور جو کمی پڑے گی وہ فقراء کے حصہ میں آئے گی۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۱۰ حَجَّۃُ الْاِسْلَام یعنی حج فرض کی وصیت کی تو یہ حج مرنے والے کے شہر سے سواری پر کرایا جائے گا لیکن اگر وصیت کے لئے خرچ پورا نہ ہو تو وہاں سے کرایا جائے جہاں سے خرچ پورا ہو جائے اور اگر کوئی شخص حج کرنے کے لئے نکلا اور راستہ میں انتقال ہو گیا اور اس نے اپنی طرف سے حج ادا کرنے کی وصیت کی تو اس کا حج اس کے شہر سے کرایا جائے، یہی حکم اس کے لئے ہے جو حجِ بدل کرنے والا حج کے راستہ میں مر گیا وہ حجِ بدل پھر اُس کے شہر سے کرایا جائے۔[2] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

اقارب و ہمسایہ وغیرھم کے لئے وصیّت کا بیان

مسئلہ ۱ اقارب کے لئے وصیّت کی تو وہ اس کے ذی رحم محرم میں سے درجہ بدرجہ زیادہ قریب کے لئے ہے اور اس میں والدین داخل نہیں اور یہ وصیّت ایک سے زیادہ کے لئے ہے۔[3] (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس سلسلہ میں چھ چیزوں کا اعتبار فرمایا ہے۔ پہلی یہ کہ اس لفظ کے مستحق موصی کے ذی رحم محرم ہیں، دوسری یہ کہ ان کے باپ اور ماں کی طرف سے ہونے میں کوئی فرق نہیں، تیسری یہ کہ وہ وارثوں میں سے نہ ہوں، چوتھی یہ کہ زیادہ قریب مقدم ہوگا اور اَبْعَدْ[4] اَقْرَبْ[5] سے محجوب (محروم) ہو جائے گا، پانچویں یہ کہ مستحق دو یا دو سے زیادہ ہوں، اور چھٹی یہ کہ اس میں والد اور ولد[6] داخل نہیں۔[7] (ہدایہ مع الکفایہ ج ۴ و درمختار)

مسئلہ ۲ اقارب کے لئے وصیّت کی تو اس میں دادا اور پوتا داخل نہیں۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶ و ہدایہ مع الکفایہ ج ۴)

مسئلہ ۳ اقارب کے لئے وصیّت کی تو اگر دو چچا اور دو ماموں ہیں اور وہ وارث نہیں کہ مرنے والے کا بیٹا موجود ہے تو اس صورت میں یہ وصیّت دونوں چچاؤں کے لئے ہے، دونوں ماموؤں کے لئے نہیں۔[9] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

---

1. ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق و المحاباۃ... إلخ، ج ۶، ص ۱۱۵.
2. ......المرجع السابق، ص ۱۱۶.
3. ......"الھدایۃ"، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للأقارب وغیرھم، ج ۲، ص ۵۳۰.
4. ......دور کا رشتہ دار جس کے بیچ میں کسی رشتے کا فاصلہ ہو مثلاً باپ کے ہوتے ہوئے دادا۔
5. ......قریب کا رشتہ دار جس کے بیچ میں کسی رشتے کا فاصلہ نہ ہو مثلاً باپ۔
6. ......بیٹا۔
7. ......"الکفایۃ" علی ھامش "الفتح القدیر"، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للأقارب وغیرھم، ج ۹، ص ۴۰۱.
8. ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للأقارب... إلخ، ج ۶، ص ۱۱۶.
9. ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴ اقارب کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو چچا کو ثلث کا نصف ملے گا اور نصفِ آخر دونوں ماموؤں کو۔ (ہدایہ ج۴، عالمگیری ج۶ ص۱۱۶ و بدائع) اور اگر فقط ایک ہی چچا ہے اور ذی رحم محرم میں سے کوئی اور نہیں تو چچا کو نصف ثُلث اور باقی نصف ثلث ورثہ پر رد ہوگا۔[1] (بدائع)

مسئلہ ۵ اقارب کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور ایک پھوپھی، ایک ماموں اور ایک خالہ چھوڑے تو یہ وصیّت چچا اور پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم کی جائے گی۔[2] (ہدایہ ج۴ و عالمگیری ج۶ ص۱۱۶)

مسئلہ ۶ اپنے ذی قرابت یا اپنے ذی رحم کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور ایک ماموں چھوڑے تو اس صورت میں اکیلا چچا کل وصیّت کا مالک ہوگا۔[3] (محیط السرخسی و ہدایہ ج۴ از عالمگیری ج۶ ص۱۱۶)

مسئلہ ۷ اپنے اہل بیت کے لئے وصیّت کی تو اس میں اس کے مورث اعلیٰ (اقصی الاب فی الاسلام) کی تمام اولاد شامل ہوگی حتیٰ کہ اگر موصی علوی ہے تو اس کی وصیّت میں ہر وہ شخص شامل ہوگا جو اپنے باپ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منسوب ہے۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۶)

مسئلہ ۸ اپنے نسب یا حسب کے لئے وصیّت کی تو وہ اس کے ہر اس رشتہ دار کے لئے ہے جس کا نسب اس کے مورث اعلیٰ (اقصیٰ الاب) سے ثابت ہے۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۶)

مسئلہ ۹ اپنے ثلث مال کی وصیت کی اپنے اہل کے لئے یا کسی[6] کے اہل کے لئے کی تو یہ خاص طور سے زوجہ کے لئے ہے مگر استحساناً تمام گھر والوں کے لئے ہے جو اس کی عیال داری میں ہیں[7] اور جن کے نفقہ کا وہ کفیل ہے لیکن اس میں اس کے غلام شامل نہیں۔ (عالمگیری ج۶ ص۱۱۶) اور اگر اُس کے اہل دو شہروں میں یا دو گھروں میں رہتے ہیں وہ بھی اس وصیّت میں داخل ہیں۔[8] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج۶ ص۱۱۷)

مسئلہ ۱۰ کسی نے یہ کہا کہ میں نے اپنے ثلث مال کی وصیّت اپنے قرابت داروں اور غیر کے لئے کی تو یہ کل وصیّت قرابت داروں کے لئے ہے۔[9] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۷)

---

1 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الوصایا، وصایا اهل الذمة، ج٦، ص٤٥٣.

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٦.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......بہارشریعت میں اس مقام پر "دونوں کے اہل کے لئے" لکھا ہوا ہے، جبکہ فتاوی عالمگیری کے مطابق عبارت یوں ہونی چاہئے "یا کسی کے اہل کے لئے"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

7 ......یعنی پرورش میں ہیں۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٧.

9 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۱ اپنے بھائیوں کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو ان تمام بھائیوں کو ملے گی جو اس کے بھائیوں کی حیثیت سے مشہور ہیں اور اس کی طرف منسوب ہیں۔[1] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷)

مسئلہ ۱۲ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے زوجہ چھوڑی اور اس زوجہ کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں، اس نے کسی اجنبی کے لئے اپنے تمام مال کی وصیّت کی اور اپنی زوجہ کے لئے جمیع مال کی وصیّت کی تو اس صورت میں اجنبی کو پہلے اس کے تمام مال کا ثلث حصہ مل جائے گا بقیہ دوثلث کا ربع (چوتھائی) میراث میں بیوی کو ملے گا جو کہ کل کا چھٹا حصہ بنتا ہے باقی رہ گیا نصف مال تو وہ اس بیوی اور اجنبی میں برابر برابر آدھا آدھا تقسیم ہوگا۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷) مثال کے طور پر موصی نے بارہ روپے چھوڑے اس میں سے ایک ثلث یعنی چار روپے تو اجنبی کو بلا منازعت پہلے ہی مل جائیں گے باقی رہے دوثلث یعنی آٹھ روپے اس کا ربع یعنی دو روپے بیوی کو میراث میں مل جائیں گے جو کہ کُل کا چھٹا حصہ ہے، اب باقی رہا نصف مال یعنی چھ روپے تو یہ اجنبی اور بیوی کے مابین آدھے آدھے تقسیم ہوں گے اس طرح بیوی کو اس کے مال سے پانچ حصے اور اجنبی کو سات حصے ملیں گے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۱۳ عورت کا انتقال ہوا اس نے اپنے تمام مال کی شوہر کے لئے وصیّت کی اور اس کا کوئی دوسرا وارث نہیں اور کسی اجنبی کے لئے بھی تمام مال کی وصیّت کی یا دونوں کے لئے نصف نصف مال کی وصیّت کی اس صورت میں اجنبی کو پہلے کل مال کا ایک ثلث ملے گا بقیہ دوثلث میں سے آدھا میراث میں شوہر کو ملے گا باقی رہا ایک ثلث، اس کے تین حصے کئے جائیں گے اُن میں سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصے شوہر کو ملیں گے۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷) اس صورت میں اس کا کل مال اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگا، پہلے اجنبی کو چھ حصے یعنی ایک تہائی ملے گا، باقی رہے دوتہائی یعنی بارہ حصے اس میں سے آدھا یعنی چھ حصے شوہر کو ملیں گے باقی رہے چھ حصے جو کہ کل مال کا ایک ثلث ہیں اس میں سے اجنبی کو ایک ثلث یعنی دو۲ حصے اور شوہر کو دوثلث یعنی چار حصے ملیں گے، اس طرح شوہر کو بیوی کے کل مال میں سے دس۱۰ حصے اور اجنبی کو آٹھ۸ حصے ملیں گے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۱۴ اولادِ فُلاں کے لئے وصیّت کی اور فلاں کے لئے کوئی صلبی اولاد ہی نہیں تو اس وصیّت میں اس کے بیٹوں کی اولاد داخل ہوگی۔[4] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۸)

مسئلہ ۱۵ فلاں کے ورثہ کے لئے وصیّت کی تو وصیّت اس طرح تقسیم ہوگی کہ مذکر کو دو حصے اور مونث کو ایک حصہ۔[5] (ہدایہ، عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۸)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج ٦، ص ١١٧.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق، ص ١١٧، ١١٨.

5 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۶ فلاں کی بیٹیوں (بنات) کے لئے وصیّت کی اور اس کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہیں تو وصیت خاص طور سے بیٹیوں کے لئے ہے اور اگر اس کے بیٹے ہیں اور پوتیاں ہیں تو وصیّت پوتیوں کے لئے ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۸)

مسئلہ ۱۷ فُلاں فُلاں کے آباء کے لئے وصیت کی اور ان کے آباء واُمّہات[2] دونوں ہیں تو یہ دونوں وصیّت میں داخل ہیں لیکن اگر ان کے آباء اور اُمّہات نہیں بلکہ دادا اور دادیاں ہیں تو یہ وصیّت میں داخل نہیں۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۸)

مسئلہ ۱۸ آلِ فُلاں کے لئے وصیّت کی تو یہ اس کے تمام گھر والوں کے لئے ہے۔[4] (ہدایہ، جلد ۴) مگر اس میں بیٹیوں اور بہنوں کی اولاد داخل نہیں نہ ہی ماں کے قرابت دار داخل ہیں۔[5] (زیلعی از حاشیہ ہدایہ)

مسئلہ ۱۹ اپنے پڑوسیوں کے لئے وصیّت کی تو اس میں امام اعظم رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اس کے گھر سے ملے ہوئے ہوں لیکن صاحبین کے نزدیک وہ تمام لوگ شامل ہیں جو محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔[6] (درمختار ج ۵ ص ۴۷۶)

مسئلہ ۲۰ اپنے پڑوسیوں کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی اگر وہ گنتی کے ہیں تو یہ ثلث مال ان کے اغنیاء وفقراء دونوں میں تقسیم کیا جائے گا یہی حکم اس وصیّت کا ہے جو اہل مسجد کے لئے کی جائے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۹)

مسئلہ ۲۱ بنی فلاں کے یتامٰی (یعنی فلاں خاندانوں کے یتیموں) کے لئے وصیّت کی اور وہ گنتی کے ہیں تو وصیّت صحیح ہے، ان سب پر خرچ کی جائے گی۔ یہی حکم اس وقت ہے جب یہ کہے کہ میں نے اس گلی کے یتامٰی یا اس گھر کے یتامٰی کے لئے وصیّت کی، اگر وہ گنتی کے ہیں تو غنی وفقیر دونوں پر خرچ ہوگی اور اگر وہ ان گنت ہیں تو وصیّت جائز ہے اس صورت میں صرف فقراء پر خرچ ہوگی۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۹) کتنی تعداد کو ان گنت کہیں گے، بعض علماء نے اس کو رائے قاضی پر رکھا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، امام محمد (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں کہ سَو سے زیادہ تعداد تو لاتحصٰی (ان گنت) ہے اور یہ سہل ہے۔[9] (فتاوٰی قاضی خاں)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس في الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٨.

2 ......یعنی باپ اور مائیں۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس في الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٨.

4 ......"الهداية"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٢، ص٥٣١.

5 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٧، ص٤١٢، ٤١٣.

6 ......"الدر المختار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤٠٧.

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس في الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٩.

8 ......المرجع السابق.

9 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الوصايا، فصل في مسائل متفرقة، ج٢، ص٤٢٩.

مسئلہ ۲۲ فلاں خاندان کی بیواؤں کے لئے وصیّت کی وہ خواہ گنتی کی ہوں یا ان گنت ہوں دونوں صورتوں میں وصیت جائز ہے، اگر گنتی کی ہیں تو وصیّت اُن پر خرچ ہوگی اور اگر ان گنت ہیں تو جو مل جائیں ان پر خرچ ہوگی۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۹)

مسئلہ ۲۳ اپنے پڑوس یا فلاں کے پڑوسی کے لئے وصیّت کی اور وہ پڑوسی ان گنت ہیں تو وصیّت باطل ہے ایسے ہی اگر اس نے اہل مسجد کے لئے وصیّت کی یا اہل جیل خانہ (قیدیوں) کے لئے وصیّت کی وہ اَن گنت ہیں تو وصیت باطل ہے۔[2] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج۶ ص۱۱۹)

مسئلہ ۲۴ فلاں خاندان کے اندھوں کے لئے وصیّت کی یا فلاں خاندان کے لُنجوں (یعنی اعضا سے اپاہج) کے لئے وصیّت کی یا قرض دار یا مسافرین یا قیدیوں کے لئے، اگر وہ قابلِ شمار ہیں تو غنی اور فقیر دونوں شامل ہوں گے اور اگر بے شمار ہیں تو صرف فقراء کے لئے مالِ وصیّت خرچ ہوگا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۹)

مسئلہ ۲۵ اپنے اصہار یعنی سسرال والوں کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت اس کی بیوی کے ہر ذی رحم محرم کے لئے ہے، اسی طرح اُس میں اس کے باپ کی بیوی کے ذی رحم محرم بھی داخل ہوں گے اور اُس کے ہر ذی رحم محرم کی زوجہ بھی داخل ہے، یہ سب اس وقت داخل ہوں گے جب موصی کی موت کے دن یہ اس کے صہر ہوں۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۰)، یعنی موصی کی زوجہ اس کی زوجیت میں ہو، طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظہ سے عدّت میں نہ ہو، اگر طلاقِ رجعی سے عدّت میں ہے تو وہ زوجیت میں داخل ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار ج۵ ص۴۷۳)

مسئلہ ۲۶ اپنے اَختان یعنی دامادوں کے لئے وصیّت کی تو اس میں اس کے ہر ذی رحم محرم کا شوہر داخل ہے، جیسے بیٹیوں کے شوہر، بہنوں کے شوہر، پھوپھیوں کے شوہر اور خالاؤں کے شوہر۔ (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۲۰) بیوی کی لڑکی جو اس کے شوہر اول سے ہے اس کا شوہر موصی کے دامادوں میں شامل نہیں۔[6] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج۶ ص۱۲۰)

مسئلہ ۲۷ اولادِ رسول پاک علیہ الصلوۃ والسّلام کے لئے وصیّت کی تو اس وصیّت میں صرف اولادِ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما داخل ہوگی۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۰)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص١٢٠.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤٠٨.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١٢٠.

7 ......المرجع السابق، ص١٢١.

مسئلہ ۲۸ علویوں[1] کے لئے وصیت کی تو یہ وصیت جائز نہیں کیونکہ وہ بے شمار ہیں اور وصیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو فقیر وحاجت مندی کا اشارہ کرے، ہاں اگر فقراء علویوں کے لئے وصیت کی تو جائز ہے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢١)

مسئلہ ۲۹ فقہاء کے لئے وصیت کی تو جائز نہیں اور اگر ان کے فقراء کے لئے وصیت کی تو جائز ہے اسی طرح اگر طلبائے علم کے لئے وصیت کی تو ناجائز اور اگر ان کے فقراء کے لئے کی تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢١)

مسئلہ ۳۰ کسی شہر کے اہل علم کے لئے وصیت کی، اس میں اہل فقہ اور اہل حدیث شامل ہیں، لیکن اہل منطق و اہل فلسفہ شامل نہیں، نہ ہی اس میں علم کلام پڑھنے والے داخل ہیں۔ حضرت ابو القاسم فقیہ سے روایت ہے کہ کتبِ کلام کتبِ علم نہیں۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢١)

مسئلہ ۳۱ اپنے ثلث مال کی وصیت کی کہ میرا ثلث مال فلاں کے لئے ہے اور مسلمانوں میں سے ایک شخص کے لئے، تو نصف ثلث فُلاں کو دیا جائے گا اور اس شخص کے لئے کچھ نہیں۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢١)

مسئلہ ۳۲ قبر کو لیپنے پوتنے کی[6] وصیت کی اگر یہ حفاظتِ قبر کے لئے ہے تو جائز اور اگر تزئین کے لئے[7] ہے تو ناجائز، اور یہی حکم مزارات پر قبہ[8] بنانے کا ہے خصوصاً اولیاء اللہ کے مزارات پر بہ نیتِ آسائش زائرین[9] و تحصینِ قبر[10]۔
[11](فتاویٰ رضویہ ج ١١ ص ١٥١ بحوالہ درمختار، عالمگیری و بزازیہ)

مسئلہ ۳۳ اپنی قبر پر قرآن شریف پڑھنے کی وصیت کی یہ وصیت جائز ہے مگر اجرت پر جائز نہیں۔[12] (درمختار، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۸۵)

مسئلہ ۳۴ وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں تو یہ وصیت باطل ہے کہ یہ خاص ہے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسّلام کے لئے، امت کے حق میں مشروع نہیں۔[13] (فتاویٰ رضویہ ج ١١ ص ١٥٢ بحوالہ خلاصہ، بزازیہ، تاتارخانیہ وہندیہ)

---

1 ...... علوی کی جمع، حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بطن مبارک سے نہ ہو۔

2 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١٢١.

3 ...... المرجع السابق

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... یعنی پلستر وغیرہ کرنے کی۔

7 ...... سجاوٹ وخوبصورتی کے لیے۔

8 ...... گنبد۔

9 ...... یعنی زیارت کرنے والوں کے سکون وآرام کے لیے۔

10 ...... یعنی حفاظت قبر کے لیے۔

11 ...... "الدرالمختار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤١٩.
و"الفتاوى الرضوية"، كتاب الوصاية، ج٢٥، ص٤٢٤.

12 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤٢٠.

13 ...... "الفتاوى الرضوية"، كتاب الوصاية، ج٢٥، ص٤٢٥.

مکان میں رہنے اور خدمت کرنے، درختوں کے پھلوں، باغ کی آمدنی اور زمین کی آمدنی اور پیداوار کی وصیّت کا بیان

مسئلہ ۱ گھر کے کرایہ کی آمدنی کی وصیّت کی تو موصٰی لہ کو اس میں رہنے کا حق نہیں اور اگر زید کے لئے ایک سال تک اپنے دار (گھر) میں سکونت کی وصیّت کی اور دار کے موصی کا اور کچھ مال نہیں ہے تو زید اس میں سے تہائی دار میں رہے گا اور ورثہ دو تہائی دار میں، ورثہ کو اختیار نہیں کہ وہ اپنا مقبوضہ فروخت کردیں۔[1] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲)

مسئلہ ۲ یہ کہا یہ بھوسا فُلاں کے جانوروں کے لئے ہے، تو یہ وصیت باطل ہے اور اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کے جانوروں کو کھلایا جائے تو وصیّت جائز ہے۔[2] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲)

مسئلہ ۳ کسی شخص کے لئے اپنے گھر میں رہنے کی وصیّت کی اور مدت اور وقت مقرر نہیں کیا تو یہ وصیّت تاحیاتِ موصٰی لہ ہے۔[3] (المنتقٰی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲)

مسئلہ ۴ کسی شخص کے لئے اپنے گھر میں رہنے کی وصیّت کی تو اسے اس گھر کو کرایہ پر دینے کا حق نہیں۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲)

مسئلہ ۵ کسی نے اپنے باغ کے محاصل و پیداوار کی وصیّت کی تو موصٰی لہ کے لئے اس کے موجودہ محاصل و پیداوار ہیں اور جو کچھ آئندہ ہوں۔[5] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲) ملحوظ رہے کہ عربی زبان میں بستان اس باغ کو کہتے ہیں جس کی چار دیواری بنی ہو، اس چہار دیواری کے اندر جو درخت یا زراعت ہو وہ سب بستان میں شامل ہے اور باغ سے ان مسائل میں مراد ایسا ہی باغ ہے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۶ کسی کے لئے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیّت کی تو اس کی دو صورتیں ہیں یا یہ کہا کہ ہمیشہ کے لئے یا ہمیشہ کا لفظ نہیں کہا۔ اگر ہمیشہ کا لفظ نہیں کہا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر اس کے باغ میں اس کی موت کے دن پھل لگے ہیں تو موصٰی لہ کے لئے اس کے ثلث مال میں سے صرف ان ہی پھلوں سے دیا جائے گا اور اس کے بعد جو پھل آئیں گے موصٰی لہ کا ان میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور اگر موصی کی موت کے دن باغ میں پھل نہیں لگے تھے تو قیاس یہ ہے کہ یہ وصیّت باطل مگر استحسان میں وصیت باطل نہیں بلکہ موصٰی لہ کو اس کی تاحیات اس باغ کے پھل ملتے رہیں گے بشرطیکہ وہ بستان اس کے ثلث مال سے زائد نہ ہو، یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب موصی نے وضاحت نہیں کی اور اگر اس نے وضاحت کردی اور یوں کہا کہ میں نے تیرے لئے ہمیشہ کے واسطے اپنے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰى...إلخ، ج۶، ص۱۲۲.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰى...إلخ، ج۶، ص۱۲۲.

باغ کے پھلوں کی وصیّت کی تو اسے موجودہ پھل بھی ملیں گے اور جو بعد میں پیدا ہوتے رہیں وہ بھی۔[1] (عالمگیری ج٦ص١٢٢)

مسئلہ ٧: اپنے باغ کے پھلوں و پیداوار کی ہمیشہ کے لئے کسی کے لئے وصیّت کی پھر اس کے کھجور کے درختوں کی جڑوں سے اور درخت پیدا ہوگئے تو ان کی پیداوار اور محاصل بھی وصیّت میں داخل ہوں گے۔[2] (المنتقٰی از عالمگیری ج٦ص١٢٢)

مسئلہ ٨: اپنے باغ کے پھلوں کے ثلث کی وصیّت کی اور موصی کا اور کوئی مال سوائے اس بستان (باغ) کے نہیں ہے تو یہ وصیّت جائز ہے اور موصٰی لہ اس کا ثلث پانے کا مستحق ہے اگر موصٰی لہ نے باغ کا تہائی حصہ ورثہ سے تقسیم کرلیا پھر اس حصہ سے آمدنی ہوئی جو موصٰی لہ کے پاس آیا اور ورثہ کے حصے میں آمدنی نہیں ہوئی یا ورثہ کے حصہ میں آمدنی ہوئی اور موصٰی لہ کے حصہ میں آمدنی نہیں ہوئی تو دونوں صورتوں میں وہ ورثہ اور موصٰی لہ ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔[3] (عالمگیری، ج٦، ص١٢٢)

مسئلہ ٩: کسی کے لئے ثلث بستان کی وصیّت کی تو ورثہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے حصہ کا دو ثلث بستان فروخت کردیں، ایسی صورت میں دو ثلث کا خریدار موصٰی لہ کے ساتھ شریک ہوجائے گا۔[4] (عالمگیری ج٦، ص١٢٣)

مسئلہ ١٠: ایک شخص نے کسی کے لئے اپنی زمین کی پیداوار کی وصیّت کی اور اس زمین میں کھجور کے درخت ہیں اور نہ اور کوئی درخت ہے اور موصی کا اس کے سوا اور مال بھی نہیں ہے تو اس کو کرایہ پر اٹھایا جائے گا اور اس کرایہ کا ایک ثلث موصٰی لہ کو دیا جائے گا اور اگر اس میں کھجور کے درخت ہیں اور اور بھی درخت ہیں تو ان درختوں کی پیداوار کا ثلث موصٰی لہ کو ملے گا۔[5] (عالمگیری ج٦، ص١٢٣)

مسئلہ ١١: وصیّت کرنے والے نے کسی کے لئے اپنی بکریوں کی اُون کی یا اپنی بکریوں کے بچوں کی یا ان کے دودھ کی ہمیشہ کے لئے وصیّت کی تو ان تمام صورتوں میں موصٰی لہ کو ان بکریوں کا وہی اون ملے گا جو وصیّت کرنے والے کی موت کے دن ان کے جسم پر ہے اور وہی بچے ملیں گے جو موصی کی موت کے دن ان کے پیٹوں میں ہیں اور وہی دودھ ملے گا جو موصی کی موت کے دن ان کے تھنوں میں ہے خواہ موصی نے وصیّت میں ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا۔[6] (ہدایہ از عالمگیری ج٦، ص١٢٣)

مسئلہ ١٢: کسی شخص نے اپنے بستان (باغ) کی پیداوار کی وصیت کی پھر موصٰی لہ نے میت کے ورثہ سے غلہ کے عوض پورا باغ خرید لیا تو یہ جائز ہے اس صورت میں وصیّت باطل ہوجائے گی اسی طرح اگر ورثہ نے باغ اس کو فروخت نہیں کیا لیکن انھوں نے کچھ مال دے کر موصٰی لہ کو اپنے حصہ کے غلّہ سے بری ہونے پر راضی کرلیا تو یہ بھی جائز ہے۔[7] (عالمگیری ج٦، ص١٢٣)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰي...إلخ، ج٦، ص١٢٢، ١٢٣.

2 ......المرجع السابق، ص١٢٣. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۳ اپنے گھر کے کرایہ کی مساکین میں تقسیم کرنے کی وصیّت کی تو یہ اس کے ثلث مال میں سے جائز ہے اور اگر مساکین کے لئے اپنے گھر میں رہنے یا اپنی سواری پر سوار ہونے کی وصیّت کی تو یہ جائز نہیں مگر یہ کہ موصیٰ لہ معلوم ہو۔[1] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۴ مساکین کے لئے اپنے انگور کے باغ کی بہار کی تین سال تک کے لئے وصیّت کی اور مرگیا اور تین سال تک اس کے انگور کے باغ میں انگور کی بہار نہ آئی تو بعض کے قول پر یہ باغ موقوف رہے گا جب تک اس کی تین سال کی بہار مساکین پر صدقہ نہ کردی جائے، فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا یہ قول ہمارے اصحاب کے مطابق ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۵ اپنے جسم کے لباس کی وصیّت کی تو یہ جائز ہے اور موصیٰ لہ کو اس کے جُبّے، قمیص، چادریں اور پاجامے ملیں گے، اس کی ٹوپیاں، موزے، جرابیں اس میں شامل نہ ہوں گے۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۶ یہ وصیّت کی کہ یہ کپڑے صدقہ کردو تو یہ جائز ہے کہ وہ کپڑے فروخت کرکے ان کی قیمت صدقہ کردیں یا چاہیں تو کپڑے فروخت نہ کریں رکھ لیں اور ان کی قیمت دے دیں۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۷ کسی آدمی کو یہ وصیّت کی کہ میری زمین سے دس جریب (گھٹ) زمین ہر سال کاشت کرے اس صورت میں بیج، خراج (مالگذاری) اور آبپاشی[5] موصیٰ لہ[6] کے ذمہ ہوگی اور اگر وصیّت میں یہ کہا کہ ہر سال میری دس جریب زمین میرے لئے کاشت کرے اس صورت میں بیج، مالگذاری اور آبپاشی متوفی موصی کے مال سے دیئے جائیں گے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۱۸ کسی شخص کے لئے کھجور کے باغ کی کھجوروں کی وصیّت کی جو کہ تیار تھیں یا کاشت کی وصیّت کی جو کاٹے جانے کے قریب تھیں لیکن فصل کاٹی نہیں گئی تھی تو مالگزاری موصیٰ لہ پر ہے لیکن اگر باغ کے پھل توڑ لئے گئے اور کھیتی کاٹ لی گئی تو متوفی موصیٰ لہ کے مال سے مالگزاری دی جائے گی۔[8] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۱۹ موصی نے کسی کے لئے اپنی تلوار کی وصیّت کی تو اس میں تلوار کا پرتلہ[9] اور حمائل[10] داخل ہے۔[11] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰى... إلخ، ج ٦، ص ١٢٣.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... یعنی زمین کو پانی دینا۔ 6 ...... جس کے لیے وصیت کی۔

7 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰى... إلخ، ج ٦، ص ١٢٤.

8 ...... المرجع السابق.

9 ...... وہ پیٹی یا تسمہ جس میں تلوار لٹکی رہتی ہے۔ 10 ...... وہ پرتلا جو شانے پر ترچھا پڑتا ہے۔

11 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰى... إلخ، ج ٦، ص ١٢٤.

مسئلہ ۲۰ کسی کے لئے مصحف (قرآن پاک) کی وصیّت کی اور مصحف کا غلاف بھی ہے تو اس کو مصحف ملے گا غلاف نہیں۔[1] (قدوری از عالمگیری ج ٦، ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۱ سرکہ کے مٹکے کی وصیّت کی تو اس میں مٹکا شامل ہے اور اگر جانوروں کے گھر (یعنی وہ گھر جس میں جانور رکھے جاتے ہیں) کی وصیّت کی تو وصیّت دار (گھر) کی ہے اس میں جانور شامل نہیں، ایسے ہی کھانے کی کشتی (ٹرے) کی وصیّت کی تو اس میں کا کھانا دیا جائے گا کشتی (ٹرے) نہیں۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦، ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۲ کسی کے لئے میزان (ترازو) کی وصیّت کی تو اس میں اس کا عمود (ڈنڈی) پلڑے اور اس کی ڈسیں[3] شامل ہیں، باٹ، بٹہ[4] اور مٹھیہ (علاق)[5] شامل نہیں لیکن اگر ترازو معین کردی تو اس میں باٹ اور علاق بھی شامل ہوں گے۔[6] (عالمگیری ج ٦، ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۳ اپنی بکریوں میں سے کسی کے لئے ایک بکری کی وصیّت کی اور یہ نہیں کہا کہ میری ان بکریوں میں سے، پھر وارثوں نے اسے وہ بکری دی جس نے موصی کی موت کے بعد بچہ جنا تو یہ بچہ بکری کے ساتھ شامل نہ ہوگا یعنی فقط بکری ملے گی۔[7] (عالمگیری ج ٦، ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۴ اور اگر یہ کہا کہ میں نے فلاں کے لئے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیّت کی اور وارثوں نے اس موصٰی لہ کو وہ بکری دی جس نے موصی کی موت کے بعد بچہ دیا تو وہ بچہ اس بکری کا تابع ہوگا یعنی بکری مع بچہ کے موصٰی لہ کو دی جائے گی اور اگر وارثوں نے بکری معیّن کرنے سے پہلے پہلے بچہ کو ضائع کردیا یعنی ہلاک کردیا تو ان پر اس کا ضمان نہیں۔[8] (عالمگیری ج ٦، ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۵ دار (گھر) کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کی بنیاد کی دوسرے کے لئے، یا یہ کہا کہ یہ انگوٹھی فلاں کے لئے ہے اور اس کا نگینہ دوسرے کے لئے یا یہ کہا کہ یہ کنڈیا (زنبیل)[9] فلاں کے لئے اور اس میں کے پھل فلاں کے لئے، تو ان تمام صورتوں میں اگر اس نے متصلاً بلافصل کہا تو ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وصیّت اس کے لئے کی اور اگر متصلاً نہیں کہا بلکہ

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٢٤.

2 ......المرجع السابق.

3 ......ترازو کی ڈوریاں۔

4 ......اشیاء تولنے کے لیے ترازو پر رکھا جانے والا پتھر وغیرہ۔

5 ......موٹھ جہاں سے ترازو کو پکڑتے ہیں۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٢٤.

7 ......المرجع السابق.

8 ......المرجع السابق.

9 ......پھلوں کی ٹوکری۔

فصل کیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اصل (یعنی دار یا انگوٹھی یا کنڈیا) تنہا پہلے کو ملے گی اور تابع میں دونوں شریک ہوں گے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٥ بحوالہ کافی) یعنی اس صورت میں گھر تنہا پہلے کو ملے گا بناء مشترک ہوگی، کنڈیا پہلے کو ملے گی پھل مشترک ہوں گے اور انگوٹھی پہلے کو ملے گی اور نگینہ مشترک ہوگا۔

مسئلہ ٢٦ اور اگر یہ وصیّت کی کہ یہ گھر فلاں کے لئے ہے اور اس میں رہائش فلاں کے لئے یا یہ درخت فلاں کے لئے ہے اور اس کا پھل فلاں کے لئے یا یہ بکری فلاں کے لئے اور اس کی اُون فلاں کے لئے تو جس کے لئے جو وصیّت کی اس کو بلا اختلاف وہی ملے گا خواہ اس نے یہ متصلاً کہا ہو یا درمیان میں فصل کیا ہو۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٤)

مسئلہ ٢٧ کسی شخص کے لئے اپنے دار (مکان) کی وصیّت کی اور اس میں بنے ہوئے ایک خاص بیت (کمرہ) کی وصیّت کسی دوسرے کے لئے کی تو وہ خاص بیت ان دونوں کے درمیان بقدر ان کے حصہ کے مشترک ہوگا۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٥)

مسئلہ ٢٨ کسی کے لئے معینہ ایک ہزار درہم کی وصیّت کی اور ان میں سے ایک سو درہم کی دوسرے کے لئے وصیّت کی تو ایک ہزار والے کو نو سو درہم ملیں گے اور سو درہم دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٥)

مسئلہ ٢٩ اگر ایک شخص کے لئے مکان کی وصیّت کی اور اس کی بناء[5] کی دوسرے کے لئے تو بناء ان دونوں کے درمیان حصۂ رسدی[6] تقسیم ہوگی۔[7] (بدائع از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٥)

مسئلہ ٣٠ موصی نے اپنے جانور کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کی سواری اور منفعت کی دوسرے کے لئے وصیّت کی تو ہر موصٰی لہ کے لئے وہی ہے جس کی اس کے لئے وصیّت کی۔[8] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٥)

مسئلہ ٣١ ایک شخص کے لئے اپنے گھر کے کرایہ کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس میں رہنے کی وصیّت کی اور تیسرے شخص کے لئے اس کے رقبہ کی وصیّت کی اور یہ ایک ثلث ہے پس کسی شخص نے موصی کی موت کے بعد اس کو منہدم کر دیا تو جتنا اس نے گرایا ہے اس کی قیمت کا تاوان اُس پر ہے پھر اس قیمت سے مکان بنائے جائیں جیسے بنے ہوئے تھے اور کرایہ پر دیا جائے، تو جس کے لئے کرایہ کی وصیّت کی اسے کرایہ اور جس کے لئے سکونت کی وصیّت کی اسے حق سکونت ملے گا، یہی حکم بستان (باغ) کی وصیّت کا ہے کہ اس نے ایک شخص کے لئے بستان کی پیداوار کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس کے رقبہ کی، پھر کسی شخص نے اس میں سے درخت کاٹ لئے تو اس پر درختوں کی قیمت کا تاوان ہے اس قیمت سے

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٥.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......بنیاد۔

6 ......جو حصے میں آتا ہے اس کے مطابق۔

7 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٥.

8 ......المرجع السابق، ص١٢٦.

درخت خرید کر لگائے جائیں گے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۷)

مسئلہ ۳۲ موصی نے ایک شخص کے لئے اپنے باغ کی آمدنی کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے باغ کے رقبہ کی وصیّت کی اور یہ اس کا ثلث مال ہے تو باغ کا رقبہ اس کے لئے ہے جس کے واسطے رقبہ کی وصیت کی اور اس کی آمدنی اس کے لئے جس کے واسطے اس کی آمدنی کی وصیّت کی جب تک موصٰی لہ زندہ ہے اور اس صورت میں باغ کی آبپاشی، مال گذاری اور اس کی اصلاح ومرمت آمدنی والے پر ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۷)

مسئلہ ۳۳ موصی نے ہمیشہ کے لئے اپنی بکریوں کی اُون کی یا ان کے دودھ کی یا ان کے گھی کی یا ان کے بچوں کی کسی کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت صرف اس اون میں جاری ہوگی جو موصی کی موت کے دن ان بکریوں کی پیٹھوں پر ہے یا وہ دودھ جو ان کے تھنوں میں ہے یا وہ گھی جو ان کے تھنوں کے دودھ سے برآمد ہو یا وہ بچے جو ان کے پیٹ میں ہوں جس دن کہ موصی کی موت ہوئی، اس کی موت کے بعد پھر جو کچھ پیدا ہوگا اس میں وصیّت جاری نہ ہوگی۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۷)

مسئلہ ۳۴ موصی نے کسی کے لئے ہمیشہ کے واسطے اپنے کھجوروں کے باغ کے محاصل (آمدنی) کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس باغ کے رقبہ کی وصیّت کی اور اس باغ میں بہار (پھل) نہیں آئی تو اس صورت میں اس کی آبپاشی اور اس کی اصلاح کا خرچہ ومرمت صاحب رقبہ پر ہے پھر جب اس پر پھل آجائیں تو یہ خرچہ آمدنی لینے والے پر ہے اور اگر ایک سال پھل آئے پھر نہ آئے تب بھی اس کی اصلاح وخرچہ کی ذمہ داری آمدنی لینے والے پر ہے، اگر آمدنی لینے والے نے خرچہ نہ کیا اور صاحب رقبہ نے خرچہ کیا یہاں تک کہ باغ میں پھل آگئے تو صاحب رقبہ اس سے اپنا خرچہ وصول کرے گا۔[4] (مبسوط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۷)

مسئلہ ۳۵ یہ وصیّت کی کہ ان تِلوں کا تیل فلاں کے لئے اور اس کی کَھلی[5] دوسرے کے لئے ہے تو تیل نکالنے کی ذمہ داری اس کی ہے جس کے لئے تیل کی وصیّت کی۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۷)

مسئلہ ۳۶ انگوٹھی کے حلقہ[7] کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کے نگینہ کی دوسرے کے لئے تو یہ وصیّت جائز ہے اگر اس کا نگ نکالنے میں انگوٹھی کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو دیکھا جائے گا اگر حلقہ کی قیمت نگ سے زیادہ ہے تو حلقہ والے سے کہا جائے گا کہ وہ نگ والے کو نگ کی قیمت ادا کرے اور اگر نگ کی قیمت زیادہ ہے تو نگ والے سے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......تیل نکالنے کے بعد تلوں کا بچا ہوا پھوک۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٧.

7 ......نگینے کے علاوہ دھات کی بقیہ انگوٹھی۔

کہا جائے گا کہ وہ انگوٹھی کے حلقہ کی قیمت ادا کرے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٧: ایک شخص نے کسی کے لئے اپنے بستان (باغ) کے ان پھلوں کی وصیّت کی جو اُس میں موجود ہیں اوراس نے اس کے لئے اس کے پھلوں کی ہمیشہ کے لئے بھی وصیت کی، اس کے بعد موصی کا انتقال ہوگیا اور موصی کا اس کے سوا اور مال نہیں ہے اور باغ میں پھل سو روپے کی قیمت کے ہیں اور پورے باغ کی قیمت تین سو روپے کے مساوی ہے، اس صورت میں موصٰی لہ کے لئے باغ میں موجود پھلوں کا تہائی حصہ ہے اور آئندہ جو پھل آئیں گے ان میں سے ہمیشہ اس کو ایک ثلث ملتا رہے گا۔[2] (عالمگیری ج ٦، ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٨: یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں شخص پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں تو اس کے مال کا ایک ثلث رکھ لیا جائے گا تاکہ موصٰی لہ پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جاتے رہیں جیسا کہ موصی نے وصیّت کی ہے۔[3] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٨)

مسئلہ ٣٩: ایک شخص نے دو آدمیوں کے لئے وصیّت کی کہ ان میں سے ہر ایک پر میرے مال سے اتنا اتنا خرچ کیا جائے تو اس کا ایک ثلث مال ان دونوں پر خرچ کے لئے رکھ لیا جائے گا پھر اگر وارثوں نے ان میں سے کسی ایک سے کچھ دے کر مصالحت کر لی اور وہ وصیّت سے دستبردار ہوگیا تو اس صورت میں موصی کا کل ثلث مال دوسرے پر خرچ کرنے کے لئے رکھ لیا جائے گا اور وارثوں کے حق میں دستبرداری دینے والے کا حق وارثوں کو نہ ملے گا۔[4] (محیط از عالمگیری ج ٦، ص ١٢٧)

مسئلہ ٤٠: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مال میں سے فلاں شخص پر اس کی تاحیات ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں اور ایک دوسرے شخص کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو اس صورت میں اس کا مال چھ حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ موصٰی لہ ثلث[5] کو ملے گا اور باقی پانچ حصے محفوظ رکھے جائیں گے ان میں سے پانچ درہم والے پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں گے اور اگر یہ شخص جس کے لئے پانچ درہم ہر ماہ خرچ کرنے کی وصیّت کی تھی اپنے حصہ کا محفوظ روپیہ خرچ ہونے سے پہلے ہی مرگیا تو جس کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی تھی اس کا ثلث پورا کیا جائے گا اور یہ ثلث مال اس دن کے حساب سے لگایا جائے گا جس دن کہ موصی کی[6] موت ہوئی لیکن اگر مال کا دو ثلث حصہ سے زیادہ خرچ ہو چکا تھا اور اب جو باقی بچا اس سے موصٰی لہ ثلث کا ثلث پورا نہیں ہوتا تو اس صورت میں اس مرنے والے کے حصہ میں سے جو نفقہ بچا ہے وہ اسے دے دیا جائے گا اور اس کا ثلث پورا نہیں کیا جائے گا اور اگر مال اتنا بچ گیا تھا کہ موصٰی لہ ثلث کا ثلث پورا ہوکر بچ گیا تو جو باقی بچا وہ موصی کے ورثہ کو ملے گا نہ کہ اس کے ورثہ کو جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ خرچ کرنے کی وصیّت کی تھی۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٨)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٢٧.

2 ...... المرجع السابق.　3 ...... المرجع السابق، ص١٢٨.　4 ...... المرجع السابق.

5 ...... یعنی جس کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہے۔　6 ...... وصیت کرنے والے کی۔

7 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٢٨.

مسئلہ ۴۱　اگر دوآدمیوں کے لئے یہ وصیّت کی کہ ان دونوں پر ان کی تاحیات میرے مال سے ہر ماہ دس درہم خرچ کئے جائیں اور ایک تیسرے کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیت کی تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دی تو اس کا مال چھ حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ورثہ نے اجازت نہ دی تو دو برابر حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ان دونوں آدمیوں سے جن کے لئے تاحیات دس درہم ماہانہ کی وصیت کی تھی ایک آدمی کا انتقال ہوگیا تو اس کا حصہ اس کو نہیں ملے گا جس کے لئے ثلث مال کی وصیت کی تھی بلکہ جو کچھ ان دوآدمیوں کے لئے محفوظ رکھا تھا وہ ویسے ہی محفوظ رہے گا اور اسے اس ایک پر خرچ کیا جائے گا جو ان دونوں میں سے زندہ باقی ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۸، کتاب الوصایا)

مسئلہ ۴۲　اگر میت نے یہ وصیّت کی کہ میں نے فلاں کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیت کی اور فلاں کے لئے اس پر تاحیات ہر ماہ پانچ درہم خرچ کرنے کی وصیت کی اور ایک دوسرے کے لئے تاحیات اُس کی اُس پر پانچ درہم خرچ کرنے کی وصیّت کی تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو اس کا مال نو حصوں میں منقسم ہوگا، جس کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی اس کو ایک حصہ اور بقیہ بعد والے دونوں موصٰی لہما کے لئے چار چار حصے محفوظ رکھے جائیں گے اور ان پر ہر ماہ خرچ ہوں گے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۸)

مسئلہ ۴۳　اگر میت نے وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں پر اس کی تاحیات پانچ درہم ماہانہ خرچ کیا جائے اور فلاں اور فلاں پر ان کی تاحیات دس درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں، ہر ایک کے لئے پانچ درہم، اور ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو مال موصٰی لہ اور موصٰی لہما کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اس طرح کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیّت کی اسے ایک نصف اور جن دو کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی انھیں دوسرا نصف، اس طرح نصف مال پہلے ایک کے لئے اور نصف مال دوسرے دو کے لئے محفوظ رکھا جائے گا اور ان پر ماہ بماہ خرچ ہوگا۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۸) اور اگر اس ایک کا انتقال ہوگیا جس ایک کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی تو جو کچھ بچا وہ ان دو پر خرچ ہوگا جن دو کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی اور اگر ان دونوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا جن کے لئے ایک ساتھ دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی اور پانچ درہم والا زندہ رہا تو اس صورت میں مرنے والے کا حصہ اس کے شریکِ وصیّت کے لئے محفوظ رکھا جائے گا اور اس پر خرچ کیا جائے گا، یہ اس صورت میں ہے جب ورثہ نے اجازت دے دی اور اگر ورثہ نے اجازت نہیں دی تو میت کا ثلث مال نصف نصف دو برابر حصوں میں تقسیم ہوگا، نصف ثلث اس کو ملے گا جس ایک کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیّت کی اور نصف ثلث ان دونوں کو ملے گا جن دونوں کو ایک ساتھ ملا کر ان کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۹)

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج٦، ص١٢٨.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق، ص١٢٩.　4 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۴ ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فلاں کے لئے رکھا جائے اور اس پر اس میں سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں جب تک کہ وہ زندہ رہے اور میں نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فلاں فلاں کے لئے ہے ان دونوں پر ہر ماہ تا حیات ان کی دس درہم خرچ کئے جائیں تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو چار درہم والے کو اس میت کے مال کا کامل ثلث (پورا تہائی حصہ) ملے گا وہ جو چاہے کرے اور دس درہم والے دونوں کو اس میت کے مال کا دوسرا ثلثِ کامل ملے گا اور یہ ثلث ان دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا اور محفوظ کچھ نہ رکھا جائے گا، اور اگر ان تینوں موصیٰ لہم (جن کے لئے وصیّت کی گئی) میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کے حصہ کا مال اس انتقال کر جانے والے کے وارثوں کو ملے گا اور اگر ورثہ نے میت کی اس وصیّت کو جائز نہیں کیا تو اس صورت میں چار درہم والے کو نصف ثلث (تہائی مال کا آدھا) ملے گا اور ان دونوں کو جن کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی نصف ثلث ملے گا اور یہ نصف ثلث ان دونوں کے مابین آدھا آدھا بٹے گا۔[1] (بحوالہ جامع الصغیر از عالمگیری ج۶ ص۱۲۹)

مسئلہ ۴۵ میت نے کہا میں نے فلاں کے لئے ایک ثلث مال کی وصیّت کی اس پر اس میں سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں اور میں نے فلاں فلاں کے لئے وصیّت کی کہ فلاں پر پانچ درہم ماہانہ اور فلاں پر تین درہم، پس اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو چار درہم والے کو ماہانہ اس کے کل مال کا ایک ثلث ملے گا اور بقیہ دو کو دو ثلث ملیں گے اور یہ دو ثلث ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے، یہ لوگ اپنے اپنے حصہ کو جیسے چاہیں استعمال کریں، اور اگر ورثہ نے اس کی اس وصیّت کو جائز نہ کیا تو چار درہم والے کو نصف ثلث ملے گا اور بقیہ دو کو دوسرا نصف ثلث ملے گا اور یہ ان کے مابین آدھا آدھا بٹ جائے گا اور اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کو میراث میں ملے گا۔[2] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۲۹)

مسئلہ ۴۶ میت نے وصیّت کی کہ فلاں پر میرے مال سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں اور ایک دوسرے پر ہر ماہ پانچ درہم میرے بستانی (چہار دیواری والا باغ) کی آمدنی سے خرچ کئے جائیں اور میت نے بجز بستان کے اور کوئی مال نہیں چھوڑا تو اس صورت میں میت کا ثلث (تہائی) بستان ان دونوں کے لئے نصف نصف ہے پھر بستان (باغ) کی ثلث پیداوار فروخت کی جائے گی اور اس کی قیمت وصی کے قبضہ میں یا اگر وصی نہیں ہے تو کسی ایماندار و ثقہ آدمی کے قبضہ میں دے دی جائے گی، وہ وصی اور ثقہ ان دونوں پر حصہ رسدی ماہ بماہ خرچ کرے گا اور اگر ان دونوں کا انتقال ہوگیا تو جو کچھ رہے گا وہ موصی کے ورثہ کو ملے گا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۹)

مسئلہ ۴۷ یہ وصیّت کی کہ فلاں شخص پر میرے مال سے چار روپے ماہانہ خرچ کئے جائیں اور فلاں پر پانچ

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنی...إلخ، ج۶، ص۱۲۹.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

روپے ماہانہ تو اس صورت میں تنہا ایک کے لئے مال وصیّت کا چھٹا حصہ اور دوسرے دونوں کے لئے، دوسرا چھٹا حصہ خرچ کرنے کے لئے محفوظ رکھا جائے گا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠) یعنی میت کا مال بارہ حصوں میں تقسیم ہوگا اس میں سے ایک ثلث یعنی چار حصے وصیّت میں دیے جائیں گے باقی دو ثلث یعنی آٹھ حصے ورثہ کو ملیں گے پھر ثلث مال کی وصیت کے ان چار حصوں میں سے دو حصے تنہا پہلے موصٰی لہ کے لئے اور دوسرے دو حصے دوسرے دونوں موصٰی لہما کے لئے، اور ان پر ہر ماہ خرچ ہوگا۔

مسئلہ ۴۸ میت نے اپنی آراضی کی پیداوار کی کسی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور دوسرے شخص کے لئے اس آراضی کے رقبہ کی وصیّت کی اور وہ ثلث مال میں ہے پھر اس کو صاحبِ رقبہ نے (یعنی جس کے لئے رقبہ کی وصیّت کی تھی) فروخت کردیا اور اس شخص نے اس بیع کو تسلیم کرلیا جس کے لئے پیداوار کی وصیّت کی تھی تو بیع جائز ہوگئی، اور پیداوار کی وصیّت جس کے لئے تھی وہ وصیّت باطل ہوگئی اب اس کا اس پیداوار کی قیمت میں بھی کوئی حصہ نہیں۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۴۹ مریض نے اپنے بستان کی پیداوار کی وصیّت کسی کے لئے کی اور موصی کی موت سے قبل کئی سال اس میں پیداوار ہوئی پھر موصی کا انتقال ہوگیا تو موصٰی لہ کا اس پیداوار میں حصہ ہے جو موصی کی موت کے وقت یا اس کے بعد پیدا ہو۔[3] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠) جو پیداوار موصی کی موت سے پہلے ہوئی اس میں کوئی حصہ نہیں۔

مسئلہ ۵۰ یہ کہا کہ میں نے ان ایک ہزار کی فلاں کے لئے وصیّت کی اور میں نے فلاں کے لئے اس میں سے ۱۰۰ سَو کی وصیّت کردی ہے تو یہ رجوع نہیں ہے، اس صورت میں ۹۰۰ نوسَو پہلی وصیّت والے کے لئے ہیں اور ۱۰۰ سَو میں دونوں آدھے آدھے کے شریک ہیں۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۵۱ مریض نے کہا کہ میرا ثلث مال فلاں اور فلاں کے لئے اور فلاں کے لئے اس میں سے ایک سو ہے اور اس کا ثلث مال کل ۱۰۰ سترہ درہم ہی ہے تو یہ کل ثلث اسی کو ملے گا جس کے لئے ۱۰۰ سَو مقرر کئے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۵۲ یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال عبداللّٰہ کے لئے زید و عَمْرو کے لئے اور عمرو کے لئے اس میں سے ۱۰۰ سَو روپے، اور اس کا ثلث مال کل ۱۰۰ سَو روپے ہی ہے تو یہ ۱۰۰ سَو روپے عَمْرو کو ملیں گے اور اگر اس کا ثلث مال ڈیڑھ ۱۵۰ سَو روپے تھے تو عمرو کو سو روپے ملیں گے اور جو بچا اس میں عبد اللّٰہ اور زید نصف نصف کے شریک ہیں۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٢٩.

2 ......المرجع السابق، ص١٣٠.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٣٠.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۵۳ یہ وصیّت کی کہ یہ ایک ہزار فلاں اور فلاں کے لئے، فلاں کے لئے اس میں سے ننّو۹۰ روپے، تو وہ اس طرح تقسیم ہوں گے فلاں کو ننّو۹۰ روپے اور دوسرے کو نو سو روپے، اگر اس میں سے کچھ ضائع ہوگئے تو باقی کے دس حصے کر کے ایک حصہ ننّو۹۰ والے کو اور باقی نو حصے دوسرے کو دیئے جائیں گے۔ (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠) اور اگر اس نے ایک تیسرے شخص کے لئے دیگر ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اور اس کا ثلث مال کل ایک ہزار روپے ہے تو اس صورت میں نصف ہزار تیسرے موصیٰ لہ کو ملے گا اور نصف ہزار پہلے دو موصیٰ لہما کو دیا جائے گا اور وہ دس حصوں میں تقسیم ہو کر پہلے کو ایک حصہ اور دوسرے کو نو۹ حصے ملیں گے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۵۴ اگر کہا کہ یہ ایک ہزار فلاں اور فلاں کے لئے، اس میں سے پہلے فلاں کے لئے سو روپے اور دوسرے کے لئے مابقی یعنی نو سو روپے، تو پہلے والے کو سو روپے ملیں گے اور اگر تقسیم سے پہلے ہزار میں سے نو سو ہلاک ہو گئے تو پہلے کے لئے سو روپے ہیں اور دوسرے کے لئے کچھ نہیں اور اگر یہ کہا کہ میں نے اپنے ثلث مال سے فلاں کے لئے سو روپے کی وصیّت کی اور فلاں کے لئے بقیہ کی اور میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اس صورت میں بقیہ والے کو کچھ نہ ملے گا اور میت کا ثلث مال پہلے والے موصیٰ لہ اور تیسرے والے موصیٰ لہ میں گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ پہلے والے کو اور دس حصے ایک ہزار والے کو یعنی تیسرے والے کو ملیں گے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۵۵ یہ کہا کہ میں نے اس ایک ہزار کی فلاں فلاں کے لئے وصیّت کی اور فلاں کے لئے سات سو اور فلاں کے لئے چھ سو تو اس صورت میں یہ ایک ہزار ان دونوں کے درمیان تیرہ حصوں میں تقسیم ہوگا، سات حصے سات سو والے کو اور چھ حصے چھ سو والے کو ملیں گے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣١ محیط السرخسی)

مسئلہ ۵٦ یہ کہا کہ فلاں کے لئے اس ایک ہزار میں سے ہزار اور فلاں کے لئے ہزار، تو اس صورت میں یہ ایک ہزار ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٣١)

مسئلہ ۵۷ یہ کہا کہ میں نے اس ایک ہزار کی فلاں اور فلاں کے لئے وصیّت کی فلاں کے لئے اس میں سے ایک ہزار، تو اس صورت میں ایک ہزار سب کے سب دوسرے موصیٰ لہ کو ملیں گے۔[5] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٣١)

مسئلہ ۵۸ ایک شخص نے کچھ لوگوں کے لئے کچھ وصیّتیں کیں، اُن میں سے کوئی آیا اور اس نے اپنے لئے وصیّت کا ثبوت پیش کیا اور یہ چاہا کہ اس کا حصہ اسے دے دیا جائے تو اس کا حصہ اسے دے دیا جائے اور باقی لوگوں کا حصّہ محفوظ رکھا جائے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنی...إلخ، ج٦، ص ١٣٠.

2 ......المرجع السابق۔ 3 ......المرجع السابق۔ 4 ......المرجع السابق۔ 5 ......المرجع السابق۔

پس اگران باقی لوگوں کا حصہ صحیح وسالم رہا تو وہ ان کو دے دیا جائے گا اور اگر ضائع ہوگیا تو یہ سب اس کے حصہ میں شریک ہوں گے جس نے اپنا حصہ لے لیا تھا اور اس کو حصہ دے دینا بقیہ لوگوں کے لئے تقسیم کا حکم نہیں رکھتا۔[1] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۵۹ کسی نے وصیّت کی کہ فلاں شخص کو ایک ہزار درہم دے دیئے جائیں جن سے وہ قیدیوں کو خرید لے پس اگر وہ شخص روپے لینے سے قبل ہی انتقال کرگیا تو حاکم کو یہ روپیہ دے دیا جائے گا وہ اس کام کے لئے لوگوں میں سے کسی کو ولی بنا دے گا تا کہ وہ اس روپے سے قیدیوں کو خرید لے۔[2] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۶۰ ایک شخص نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھر فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت سے دس بوجھا گیہوں (مثلاً دس کوئنٹل) اور ایک ہزار من روٹیاں خریدی جائیں۔ (من ۶ ۱/۲ ۷ تولہ کا ایک پیمانہ تھا،[3] فتاویٰ رضویہ ج۴) اور اس نے کچھ اور وصیّتیں بھی کیں، پس اس کا گھر فروخت کیا گیا اور اس کی قیمت مذکورہ مقدار گیہوں اور روٹیوں کے لئے پوری نہیں ہوئی اور اس گھر کے علاوہ اس کا اور بھی مال ہے تو اگر اس کا ثلث مال اس کی تمام وصیّتوں کے لئے گنجائش رکھتا ہو تو وہ تمام وصیّتیں اس کے ثلث مال سے پوری کردی جائیں گی۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۶۱ ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں اس کے ورثہ کو معلوم ہوا کہ ان کے باپ نے کچھ وصیّتیں کی ہیں، لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس چیز کی ہیں انھوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے جس چیز کی وصیّت کی ہم نے اس کو جائز کیا تو ان کی یہ اجازت صحیح نہیں، صرف اس صورت میں اجازت صحیح ہوگی جب کہ انھیں علم ہو جائے۔[5] (المنتقی از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۶۲ ایک شخص نے کسی آدمی کے لئے کچھ مال کی وصیّت کی اور فقراء کے لئے کچھ مال کی وصیّت کی اور موصیٰ لہ محتاج ہے تو اس کو فقراء کا حصہ بھی دیا جاسکتا ہے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۶۳ ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں پھر کہا اور باقی فقراء پر صدقہ کیا جائے پھر اپنی کچھ وصیّتوں سے رجوع کرلیا جن کے لئے وصیّتیں کی تھیں (موصیٰ لہم)، یا ان میں سے بعض موصیٰ لہم موصی کی موت سے پہلے ہی مرگئے تو باقی مال فقراء پر صدقہ کیا جائے گا اگر اُس نے فقراء کے لئے وصیّت سے رجوع نہیں کیا ہے۔[7] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص ١٣١.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الرضوية"، ج١٠، ص٢٩٨.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص ١٣١.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

متفرق مسائل

مسئلہ ۱ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی وصیّت نہیں کرے گا پھر اس نے اپنے مرض الموت میں کوئی چیز ہبہ کی یا اس نے اس حالت میں اپنا غلام بیٹا خریدا جو کہ آزاد ہو گیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹی اور وہ حانث نہیں ہوا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٢)

مسئلہ ۲ ایک مریض نے کچھ وصیّتیں کیں لیکن یہ الفاظ نہیں کہے کہ اگر میں اپنے اس مرض سے مرجاؤں یا یہ کہ اگر میں اس مرض سے اچھا نہ ہوں تو میری یہ وصیّتیں ہیں، وصیّتیں کرنے کے بعد وہ اس مرض سے اچھا ہو گیا اور کئی سال زندہ رہا تو مرض سے اچھا ہونے کے بعد اس کی وصیّتیں باطل ہو جائیں گی۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٣)

مسئلہ ۳ مریض نے کہا اگر میں اسی بیماری سے مرجاؤں تو میرے مال سے فلاں کو اتنا روپیہ اور میری طرف سے حج کرایا جائے پھر اپنی بیماری سے اچھا ہو گیا پھر دوبارہ بیمار ہو گیا اور اس نے ان گواہوں سے جن کو پہلی وصیّت پر گواہ بنایا تھا، کہا یا دوسرے لوگوں سے کہا: ''تم گواہ ہو جاؤ کہ میں اپنی پہلی وصیّت پر قائم ہوں'' تو یہ استحساناً جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٣)

مسئلہ ۴ کسی نے وصیّتیں کیں اور دستاویز لکھ دی اور اچھا ہو گیا پھر اس کے بعد بیمار ہوا اور کچھ وصیّتیں کیں اور دستاویز لکھ دی، اگر اس نے اس دوسری دستاویز میں یہ واضح نہیں کیا کہ اس نے پہلی وصیّتوں سے رجوع کر لیا ہے تو ایسی صورت میں دونوں وصیّتوں پر عمل کیا جائے گا۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٣)

مسئلہ ۵ ایک شخص نے وصیّت کی پھر اسے وسوسوں اور وہم نے گھیر لیا اور فاتر العقل ہو گیا اور ایک زمانہ تک اسی حالت پر رہا پھر انتقال ہو گیا تو اس کی وصیّت باطل ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٣)

مسئلہ ۶ ایک شخص نے کسی کو ایک ہزار روپیہ دیا اور کہا کہ یہ فلاں کے لئے ہے جب میں مرجاؤں تو اُس کو دے دینا، پھر مر گیا تو وہ شخص میت کی وصیّت کے مطابق وہ ایک ہزار روپے فلاں شخص کو دے گا اور اگر مرنے والے نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ روپے فلاں کے لئے ہیں صرف اتنا کہا کہ اس کو دے دینا پھر وہ مر گیا، اس صورت میں یہ روپیہ فلاں شخص کو نہیں دیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٣)

مسئلہ ۷ ایک شخص نے کہا کہ یہ روپے یا کپڑے فلاں کو دے دو اور یہ نہیں کہا کہ یہ اس کے لئے ہیں نہ یہ کہا کہ یہ اس کے لئے وصیّت ہے تو یہ باطل ہے، یہ نہ وصیّت ہے نہ اقرار۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٣)

---

1 ......''الفتاوی الهندیة''، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج٦، ص ١٣٢.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص ١٣٣. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۸ ایک شخص نے کچھ وصیتیں کیں، لوگوں نے اس کی وصیتیں کھوٹے اور ردی درہموں سے پوری کر دیں اس صورت میں اگر وصیّت معین لوگوں کے لئے تھی اور وہ علم واطلاع کے باوجودان کھوٹے درہموں سے راضی ہیں تو جائز ہے اور اگر غیر معین فقیروں کے لئے وصیّت تھی تب بھی جائز ہے۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ ۹ ایک شخص نے کچھ وصیتیں کیں اور مختلف سکوں کا چلن ہے تو خرید وفروخت میں جن سکوں کا چلن غالب ہے ان سکوں سے وصیتوں کو پورا کیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ ۱۰ مریض سے لوگوں نے کہا کہ تو وصیت کیوں نہیں کر دیتا، اس نے کہا کہ میں نے وصیّت کی کہ میرے ثلث مال سے نکالا جائے پھر ایک ہزار روپیہ مسکینوں پر صدقہ کر دیا جائے اور ابھی کچھ زیادہ نہ کہہ پایا تھا کہ مرگیا اور اس کا ثلث مال دو ہزار روپے ہے، اس صورت میں صرف ایک ہزار روپیہ صدقہ کیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ ۱۱ مریض نے اگر یہ کہا کہ میں نے وصیّت کی کہ میرے ثلث مال سے نکالا جائے اور کچھ نہ کہہ پایا تو اس کا کل تہائی مال فقیروں پر صدقہ کیا جائے گا۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ ۱۲ مریض نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی جو ایک ہزار ہے لیکن ثلث ایک ہزار سے زیادہ ہے تو امام حسن بن زیاد کے نزدیک موصٰی لہ کو ثلث مال ملے گا وہ جتنا بھی ہو۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ ۱۳ ایسے ہی اگر یہ کہا کہ میں نے اس گھر سے اپنے حصہ کی وصیّت کی اور وہ تہائی ہے پھر دیکھا تو اس کا حصہ نصف تھا تو موصٰی لہ کو نصف گھر ملے گا اگر نصف گھر میت کے کل مال کا تہائی حصہ یا اس سے کم ہے۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ ۱۴ اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کی اور وہ میرے مال کا دسواں حصہ ہے تو موصٰی لہ کو صرف ایک ہزار روپیہ ملے گا اس کے مال کا دسواں حصہ کم ہو یا زیادہ۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ ۱۵ یہ کہا کہ اس تھیلی میں جو کچھ ہے میں نے فلاں کے لئے وصیّت کی اور وہ ایک ہزار درہم ہیں اور یہ ایک ہزار درہم آدھا ہے جو اس تھیلی میں ہے پھر دیکھا تو تھیلی میں تین ہزار درہم ہیں تو موصٰی لہ کو صرف ایک ہزار ملیں گے اور اگر تھیلی میں ایک ہزار ہی ہیں تو وہ کل موصٰی لہ کو ملیں گے، اور اگر تھیلی میں صرف پانچ سو درہم تھے تو موصٰی لہ کو یہی ملیں گے اس کے علاوہ نہیں، اور اگر تھیلی میں درہم نہیں ہیں بلکہ جواہرات اور دینار ہیں تو مناسب ہے کہ موصٰی لہ کو اس سے ایک ہزار روپے دیئے

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٣.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

جائیں۔[1] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٤)

مسئلہ ١٦ مریض نے کہا کہ جو کچھ اس گھر میں ہے میں نے اس تمام کی وصیّت کی اور وہ ایک پیمانہ کھانا ہے پھر دیکھا تو اس میں کئی پیمانے کھانا ہے اور اس میں گیہوں اور جو بھی ہیں تو یہ سب موصیٰ لہ کے لئے ہیں اگر ثلث مال کے اندر اندر ہیں۔[2] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٤)

مسئلہ ١٧ اگر کسی نے مخصوص اور معیّن ایک ہزار درہم صدقہ کرنے کی وصیّت کی اور وصی نے ان کے بدلے متوفی موصی کے مال سے دوسرے ایک ہزار درہم صدقہ کردیئے تو جائز ہے لیکن اگر وصی کے صدقہ کرنے سے پہلے ہی وہ پہلے والے معیّن درہم ضائع ہوگئے اور وصی نے موصی کے اور مال سے ایک ہزار درہم صدقہ کردیئے تو وصی ایک ہزار درہم کا ورثہ کے لئے ضامن ہے اور اگر موصی نے ایک ہزار معیّن درہم صدقہ کرنے کی وصیّت کی پھر وہ ہلاک ہوگئے تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٤)

مسئلہ ١٨ ایک آدمی نے وصیّت کی کہ اُس کے مال میں سے کچھ حاجی فقیروں پر صرف کیا جائے تو اگر وہ مال حاجی فقیروں کے سوا دوسرے فقیروں پر صدقہ کردیا جائے تو جائز ہے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٤)

مسئلہ ١٩ ایک آدمی نے اپنے ثلث مال کو صدقہ کرنے کی وصیّت کی پھر وصی سے کسی نے اس مال کو غصب کرلیا چھین لیا اور اس مال کو ہلاک کردیا اب وصی یہ چاہتا ہے کہ وہ اس مال کو اس غاصب پر ہی صدقہ کردے اور غاصب یعنی مال چھیننے والا بھی غریب وتنگدست ہے تو یہ جائز ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٤)

مسئلہ ٢٠ ایک شخص کو حرام مال ملا اس نے وصیّت کی کہ اسے مال کے مالک کی طرف سے صدقہ کردیا جائے اگر مال کا مالک معلوم ہے تو یہ مال اسے واپس کیا جائے گا اور اگر معلوم نہیں تو اس کی طرف سے صدقہ کردیا جائے گا اور اگر موصی کے ورثہ نے اس کے اس اقرار کو (یہ حرام مال ہے) جھٹلایا اور نہ مانا تو وصیّت کے مطابق اس میں سے ایک تہائی صدقہ کردیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٤)

مسئلہ ٢١ ایک آدمی نے اپنے ثلث مال کی مسکینوں کے لئے وصیّت کی اور وہ اپنے وطن سے باہر کسی دوسرے شہر میں ہے اگر مال اس کے ساتھ ہے تو جس شہر میں وہ ہے وہ مال اسی شہر کے مسکینوں پر خرچ کیا جائے گا اور اس کا جو مال اس کے وطن میں ہے وہ وطن کے فقیروں ومسکینوں پر خرچ ہوگا۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٤)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج٦، ص ١٣٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۲ اگر کسی نے وصیّت کی کہ اس کا ثلث مال فقرائے بلخ پر صدقہ کیا جائے تو افضل یہ ہے کہ ان پر ہی خرچ کیا جائے اور اگر وہ مال ان کے علاوہ دوسروں پر صدقہ کر دیا تو جائز ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک اسی پر فتوٰی ہے۔ [1] (شرنبلالیہ خلاصہ درمختار از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۳ یہ وصیّت کی کہ اس کا مال دس دن میں خرچ کر دیا جائے اس نے ایک ہی دن میں خرچ کر دیا تو جائز ہے۔ [2] (نوازل از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۴ اگر یہ وصیّت کی کہ ہر فقیر کو ایک درہم دیا جائے، وصی نے ہر فقیر کو آدھا درہم دیا پھر آدھا درہم اور دے دیا اور اس وقت تک فقیر نے آدھا خرچ کر لیا تھا تو جائز ہے وصی ضامن نہ ہوگا۔ [3] (نوازل وخلاصہ از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۵ موصی نے وصیّت کی کہ میری طرف سے کفارہ میں دس مسکین کھلا دیئے جائیں، وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر دسوں مر گئے تو وصی دوسرے دس کو صبح وشام کا کھانا کھلائے گا اور اس پر ضمان نہیں، اور اگر اس نے یہ کہا کہ میری طرف سے دس مسکینوں کو صبح وشام کا کھانا کھلا دیا جائے کفارہ کا ذکر نہیں کیا اور وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا تھا کہ وہ مر گئے تو اس صورت میں بھی مفتیٰ بہ یہی ہے کہ وصی دوسرے دس مسکینوں کو صبح وشام کا کھانا کھلائے گا اور پہلے دس کے کھلانے کا تاوان نہ دے گا۔ [4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲۶ ایک آدمی نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد تین سو قفیز گیہوں صدقہ کیا جائے (قفیز گیہوں ناپنے کے ایک پیمانہ کا نام ہے) وصی نے موصی کی زندگی ہی میں دو سو قفیز گیہوں صدقہ میں تقسیم کر دیئے تو وصی اس کا ضامن ہوگا موصی کے مرنے کے بعد حاکم کے حکم سے تقسیم کرے، اگر اس نے موصی کی موت کے بعد بغیر حاکم کے حکم تقسیم کر دیئے تب بھی وہ تاوان دینے سے نہ بچے گا اور اگر موصی کے انتقال کے بعد وصی نے ورثہ کے حکم سے تقسیم کئے تو اگر ورثہ میں نابالغ بھی ہیں تو ان کا حکم کرنا جائز نہیں، اگر سب بالغ ہیں تو حکم صحیح ہے اگر تقسیم کر دے گا تو اس پر تاوان نہیں، اگر ورثہ میں نابالغ بھی ہیں اور بالغ ورثہ نے گیہوں تقسیم کرنے کا حکم دیا تو یہ بالغوں کے حصہ میں صحیح اور نابالغوں کے حصہ میں صحیح نہ ہوگا۔ [5] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲۷ یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے گیہوں اور روٹی خریدی جائے اور انھیں مسکینوں پر صدقہ کیا جائے تو اگر موصی نے گیہوں اور روٹی اٹھا کر لانے والے حمالوں (بوجھ برداروں) کی اُجرت دینے کی بھی وصیّت کی تو وہ متوفی موصی کے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٤.
2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.
4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص١٣٥.

مال سے دی جائے گی اور اگر موصی نے اپنی وصیّت میں اس اُجرت کے دینے کونہیں کہا تو ایسی صورت میں وصی کے لئے مناسب ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے اٹھوا کر لائے جو بغیر اُجرت کے اٹھالائیں پھر اس گیہوں اور روٹی میں سے بطور صدقہ کچھ دے دے اور اگر موصی نے یہ وصیّت کر دی تھی کہ ان کو مساجد میں لے جایا جائے تو اس کی اُجرت متوفی موصی کے مال سے ادا کی جائے گی۔[1] (عالمگیری ج٦ ص١٣٥)

مسئلہ ٢٨ موصی نے ایک شخص کو وصیّت کی اور اسے اپنا ثلث مال صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اگر اس شخص نے وہ مال خود ہی رکھ لیا تو جائز نہیں لیکن اگر اس نے اپنے بالغ بیٹے کو دیا یا ایسے چھوٹے بیٹے کو دیا جو قبضہ کرنا جانتا ہے تو جائز ہے اور اگر وہ چھوٹا بیٹا قبضہ کرنا نہیں جانتا تو جائز نہیں۔[2] (عالمگیری ج٦ ص١٣٥)

مسئلہ ٢٩ بادشاہ کے عامل (محاصل وصول کرنے والے) نے وصیّت کی کہ فقیروں کو اس کے مال سے اتنا اتنا دے دیا جائے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا مال اس کا نہیں دوسرے کا ہے تو اس کا لینا حلال نہیں اور اگر اس کا مال دوسرے کے مال سے ملا جلا ہے تو اس کا لینا جائز ہے بشرطیکہ متوفی موصی کا بقیہ مال اس قدر ہو کہ اس سے دعویداروں کے مطالبات ادا ہوجائیں۔[3] (عالمگیری ج٦ ص١٣٥)

مسئلہ ٣٠ ایک شخص نے اپنے ثلث مال کی فقراء کے لئے وصیّت کی اور وصی نے وہ مال لاعلمی میں اغنیاء کو دے دیا تو یہ جائز نہیں وصی فقراء کو اتنا مال دینے کا ضامن ہے۔[4] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج٦ ص١٣٥)

مسئلہ ٣١ ایک شخص کے پاس سَو درہم نقد ہیں اور سَو درہم کسی اجنبی پر ادھار ہیں اس نے ایک آدمی کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو موصیٰ لہ نقد مال کا ثلث لے لے گا۔[5] (ظہیریہ از عالمگیری ج٦ ص١٣٦)

مسئلہ ٣٢ ایک شخص کا کسی آدمی پر ادھار تھا اس نے وصیّت کی کہ اسے ثواب کے کاموں میں صرف کیا جائے تو اس وصیّت کا تعلق صرف ادھار سے ہے اگر موصی نے اپنے ادھار میں سے کچھ حصہ مقروض کو ہبہ کر دیا تو جس قدر ہبہ کر دیا اتنے مال میں وصیّت باطل ہے۔[6] (فتاویٰ الفضلی از عالمگیری ج٦ ص١٣٦)

مسئلہ ٣٣ اپنے جسم کے سامان کی وصیّت کی تو اس میں ٹوپی، موزے، لحاف، بستر، قمیص، فرش اور پردے شامل ہیں۔[7] (سیر از عالمگیری ج٦ ص١٣٦)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج٦، ص١٣٥.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق، ص١٣٦. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۴ حریر کے جُبّہ کی وصیت کی اور موصی کا ایک جُبّہ ہے جس کا بالائی کپڑا بھی حریر ہے اور استر بھی حریر ہے تو وہ وصیّت میں شامل ہے اور اگر بالائی حصہ حریر ہے اور استر غیر حریر تب بھی وصیت میں داخل ہے اور اگر استر حریر ہے اور بالائی کپڑا حریر نہیں تو موصیٰ لہ کو نہیں ملے گا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٦)

مسئلہ ۳۵ اگر زیورات کی وصیّت کی تو اس میں ہر وہ چیز داخل ہے جس پر زیور کا لفظ بولا جائے خواہ یاقوت[2] وزمرد[3] سے جڑاؤ ہو یا نہ ہو، اور یہ سب موصیٰ لہ کو ملے گا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٦)

مسئلہ ۳۶ زیور کی وصیّت کی تو اس میں سونے کی انگوٹھی داخل ہے اور اس میں چاندی کی وہ انگوٹھی بھی داخل ہے جو عورتیں پہنتی ہیں لیکن اگر چاندی کی انگوٹھی ایسی ہے جس کو مرد پہنتے ہیں وہ اس میں داخل نہیں اور اگر لُؤلُؤ اور زمرد وغیرہ چاندی سونے کے ساتھ مرکب ہیں تو یہ بھی زیور میں داخل ہیں ورنہ نہیں۔[5] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٦)

وصی اور اس کے اختیارات کا بیان

آدمی کو وصیّت قبول کرنا مناسب بات نہیں کیونکہ یہ خطرات سے پُر ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: پہلی بار وصیت قبول کرنا غلطی ہے دوسری بار خیانت اور تیسری بار سرقہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: وصیّت میں نہیں داخل ہوتا ہے مگر بے وقوف اور چور۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

وصی: اس شخص کو کہتے ہیں جس کو وصیّت کرنے والا (موصی) اپنی وصیّت پوری کرنے کے لئے مقرر کرے۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وصی وہ ہے جو امانت دار ہو اور وصیّت پوری کرنے پر قادر ہو، قاضی کے لئے اس کو معزول اور برطرف کرنا جائز نہیں۔ (۲) دوسرا وصی وہ ہے جو امانت دار تو ہو مگر عاجز ہو یعنی وصیّت کو پورا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، قاضی اس کی مدد کے لئے کوئی مددگار مقرر کردے گا۔ (۳) تیسرا وصی وہ ہے جو فاسق و بدعمل ہو یا کافر ہو یا غلام ہو، قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اسے برطرف اور معزول کردے اور اس کی جگہ کسی دوسرے امانت دار مسلمان کو مقرر کرے۔[7] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ۱ ایک شخص نے کسی کو اس کے سامنے اپنا وصی بنایا یا موصٰی الیہ یعنی وصی نے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو اس کا

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٦.

2 ......ایک قیمتی پتھر جو سرخ، نیلا، زرد، یا سفید ہوتا ہے۔ 3 ......ایک قیمتی پتھر جو سبز رنگ کا ہوتا ہے۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٦.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٣٦.

7 ......المرجع السابق.

انکار اور رد کرنا صحیح ہے اور وہ وصی نہیں ہوگا پھر اگر موصی نے موصی الیہ سے یہ کہا کہ میرا خیال تمہارے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تم قبول نہ کرو گے اس کے بعد موصی الیہ نے کہا: ''میں نے وصیّت قبول کی'' تو یہ جائز ہے اور اگر وہ موصی کی حیات میں خاموش رہا، نہ قبول کیا نہ انکار پھر موصی کا انتقال ہوگیا تو اسے اختیار ہے چاہے تو اس کی وصیّت قبول کرلے یا ردّ و انکار کر دے۔[1] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٢ موصی نے کسی کو وصی بنایا، وہ غائب (موجود نہ) تھا اسے موصی کی موت کے بعد یہ خبر پہنچی، اس نے کہا مجھے قبول نہیں پھر کہا قبول کرلیا میں نے، اگر بادشاہ نے ابھی اسے وصی ہونے سے خارج نہیں کیا تھا اور اس نے پہلے ہی قبول کرلیا تو جائز ہے۔[2] (السراج الوہاج از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٣ موصی نے کسی کو وصیّت کی اس نے موصی کی زندگی میں قبول کرلیا تو اس کے لئے وصی ہونا لازم ہوگیا اب اگر وہ موصی کی موت کے بعد اس سے نکلنا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں اور اگر اس نے موصی کی زندگی میں اس کے علم میں لاکر قبول کرنے سے انکار کر دیا تو صحیح ہے اور اگر انکار کر دیا مگر موصی کو اس کا علم نہیں ہوا تو صحیح نہیں۔[3] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٤ کسی کو وصیّت کی اور یہ اختیار دیا کہ جب وہ چاہے وصی ہونے سے نکل جائے تو یہ جائز ہے اور وصی کو یہ حق ہے کہ جس وقت چاہے اور جب چاہے وصی ہونے سے نکل جائے۔[4] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٥ کسی کو وصیّت کی، اس نے کہا میں قبول نہیں کرتا پھر موصی خاموش ہوگیا اور انتقال کرگیا پھر موصی الیہ یعنی اس شخص نے جس کو وصیّت کی تھی کہا کہ میں نے قبول کیا تو صحیح نہیں، اور اگر موصی الیہ نے سکوت اختیار کیا اور موصی کے سامنے یہ نہ کہا کہ میں قبول نہیں کرتا پھر اس کی پس پشت موصی کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد ایک جماعت کی موجودگی میں کہا کہ میں نے قبول کرلیا تو اس کا قبول کرنا جائز ہے اور یہ وصی بن جائے گا خواہ اس کا یہ قبول کرنا قاضی کے سامنے ہو یا اس کی عدم موجودگی میں، اور اگر قاضی نے اسے اس کے یہ کہنے کے بعد کہ میں قبول نہیں کرتا، وصی ہونے سے خارج کر دیا پھر اس نے کہا میں قبول کرتا ہوں تو یہ قبول کرنا صحیح نہیں۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٦ موصی نے کسی کو وصی بنایا اس نے موصی کی عدم موجودگی میں کہا کہ میں قبول نہیں کرتا اور اس انکار کی اطلاع کے لئے اس نے موصی کے پاس قاصد بھیجا یا خط بھیجا اور وہ موصی تک پہنچ گیا پھر اس نے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٣٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

تو یہ قبول کرنا صحیح نہیں۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٧ موصی الیہ (وصی) نے موصی کے سامنے وصیّت کو قبول کرلیا پھر جب وصی چلا گیا، موصی نے کہا گواہ رہو میں نے اسے وصیّت سے خارج کردیا تو یہ اخراج صحیح ہے اور اگر وصی نے موصی کی عدم موجودگی میں وصی بننے کو رد کردیا قبول نہیں کیا تو اس کا یہ رد کرنا باطل ہے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٨ موصی نے کسی شخص کو اپنا وصی بنایا اور اسے اپنا وصی ہونا معلوم نہیں پھر اس وصی نے موصی کی موت کے بعد اس کے ترکہ سے کوئی چیز فروخت کی تو اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور اسے وصی ہونا لازم ہوگیا۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٩ موصی نے دو آدمیوں کو وصیّت کی ایک نے قبول کرلیا، دوسرا خاموش رہا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے سکوت کرنے والے سے کہا کہ موصی کی میت کے لئے کفن خرید لے اس نے خرید لیا یا کہا "ہاں اچھا" تو یہ صورت وصیّت قبول کرنے کی ہے۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ١٠ وصی نے وصیّت قبول کرلی پھر اس نے ارادہ کیا کہ وصیّت سے نکل جائے، یہ بغیر حاکم کی اجازت کے جائز نہیں موصی الیہ یعنی وصی کو جب وصیّت لازم ہوگئی پھر وہ حاکم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کیا تو حاکم معاملہ پر غور کرے گا اگر وہ وصی امانت دار اور وصیّت نافذ کرنے پر قادر ہے تو اسے وصی ہونے سے نہیں نکالے گا اور اگر وہ عاجز ہے اور اس کے مشاغل کثیر ہیں تو نکال دے گا۔[5] (السراج الوہاج از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ١١ کسی فاسق کو وصی بنایا جس سے اس کے مال کو خطرہ ہے تو یہ وصیّت یعنی اس کو وصی بنانا باطل ہے یعنی اُسے قاضی وصی ہونے سے خارج کردے گا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ١٢ فاسق کو وصی بنایا تو قاضی کو چاہیے کہ اس کو وصی ہونے سے خارج کردے اور اس کے غیر کو وصی بنادے، اگر یہ قاضی وصی ہونے کے لائق نہیں ہے اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا اور اس فاسق وصی نے اس سے پہلے کہ قاضی اسے وصی ہونے سے خارج کردے، میت کے دَین (اُدھار) کو ادا کردیا اور بیع و شریٰ کی تو اس نے جو کچھ کردیا جائز ہے اور اگر اسے قاضی نے نہیں نکالا تھا کہ اس فاسق نے توبہ کی اور صالح ہوگیا تو قاضی اسے بدستور وصی بنائے رکھے گا۔[7] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ١٣ اگر قاضی کو معلوم نہ تھا کہ میت کا کوئی وصی ہے اور پہلے وصی کی موجودگی میں اس نے ایک دوسرے شخص کو

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصی وما يملكه، ج٦، ص١٣٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص١٣٨. 7 ......المرجع السابق.

وصی مقرر کر دیا پھر پہلے وصی نے وصیّت میں داخل ہونا چاہا یعنی وصیّت کو نافذ کرنا چاہا تو اسے اس کا حق ہے اور قاضی کا یہ فعل اسے وصی ہونے سے خارج نہیں کرتا ہے۔[1] (فتاویٰ خلاصہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۴ قاضی کو علم نہ تھا کہ میت کا وصی ہے اور وصی غائب ہے قاضی نے کسی اور شخص کو وصی بنا دیا تو قاضی کا بنایا ہوا یہ وصی میت ہی کا وصی ہوگا قاضی کا نہیں۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۵ مسلمان نے حربی کافر کو خواہ وہ مستامن ہے یا غیر مستامن اپنا وصی بنایا تو یہ باطل ہے یہی حکم مسلمان کا ذمی کو وصی بنانے کا ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۶ حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اس نے کسی مسلمان کو اپنا وصی بنایا تو یہ جائز ہے۔[4] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۷ مسلم نے حربی کو وصی بنایا پھر حربی اسلام لے آیا تو وہ بدستور وصی رہے گا اور یہی حکم مرتد کا بھی ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۸ عاقل کو وصی بنایا پھر اس عاقل کو جنونِ مطبق ہوگیا (جنون مطبق یہ ہے کہ وہ کم از کم ایک ماہ تک مسلسل پاگل رہے) تو قاضی کو چاہیے کہ اس کی جگہ کسی اور کو وصی مقرر کر دے اگر قاضی نے ابھی کسی دوسرے کو وصی مقرر نہیں کیا تھا کہ اس کا پاگل پن جاتا رہا اور صحیح ہوگیا تو یہ بدستور وصی بنا رہے گا۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۹ اگر کسی نے بچے کو یا معتوہ (پاگل) کو وصی بنایا تو یہ جائز نہیں خواہ بعد میں وہ اچھا ہو جائے یا نہ ہو۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۲۰ کسی شخص نے عورت کو یا اندھے کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے، اسی طرح تہمتِ زنا میں سزا یافتہ کو بھی وصی بنانا جائز ہے۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۲۱ نابالغ بچہ کو وصی بنایا تو قاضی اس کو وصی ہونے سے خارج کر دے گا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا وصی بنا دے گا اگر قاضی کے اس کو وصی ہونے سے خارج کرنے سے قبل اس نے تصرف کر دیا تو نافذ نہ ہوگا۔[9] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۲۲ کسی شخص کو وصی بنایا اور کہا کہ اگر تو مرجائے تو تیرے بعد فلاں شخص وصی ہے پھر پہلا وصی جنون مطبق (لمبا پاگل پن) میں مبتلا ہوگیا تو قاضی اس کی جگہ دوسرا وصی مقرر کر دے گا اور جب یہ پاگل مرجائے تب وہ فلاں شخص وصی بنے گا

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٣٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق. 9 ......المرجع السابق.

جس کو موصی نے پہلے کے بعد نامزد کیا تھا۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۲۳: کسی شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو وصی بنایا تو قاضی اس کے لئے دوسرے کو وصی مقرر کرے گا، جب یہ نابالغ لڑکا بالغ ہو جائے تو اسے وصی بنا دے گا اور اگر چاہے تو اس کو خارج کر دے جسے لڑکے کی نابالغی کی وجہ سے وصی بنا دیا تھا لیکن وہ بغیر قاضی کے نکالے ہوئے نکل نہیں سکتا۔[2] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۲۴: وصی امین ہے اور تصرّف کرنے پر قادر ہے تو قاضی اسے معزول نہیں کر سکتا اور اگر سب وارثوں نے یا بعض نے قاضی سے وصی کی شکایت کی تو قاضی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اسے معزول کر دے جب تک قاضی پر اس کی خیانت ظاہر نہ ہو جائے اگر خیانت ظاہر ہو جائے تو معزول کر دے۔[3] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۲۵: اگر قاضی کے نزدیک وصی متہم ہو جائے[4] تو قاضی اس کے ساتھ دوسرے کو مقرر کر دے گا یہ امام اعظم کے نزدیک ہے لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک قاضی اس متہم کو وصیّت سے نکال دے گا۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۹)

مسئلہ ۲۶: وقف کے لئے وصی تھا یا میت کے ترکہ کے لئے وصی تھا وہ ترکہ میں میت کی وصیّت پوری کرنے میں یا وقف کا انتظام قائم رکھنے میں عاجز رہا تو حاکم ایک اور قیم مقرر کرے گا پھر وصی نے کچھ دنوں کے بعد کہا کہ اب میں ان چیزوں کو قائم کرنے پر قادر ہو گیا ہوں جو موصی نے میرے سپرد کی تھیں تو وہ بدستور وصی ہے، حاکم کو دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں۔[6] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۹)

مسئلہ ۲۷: موصی نے دو آدمیوں کو اپنا وصی بنایا تو دونوں میں سے ایک تنہا تصرف نہیں کر سکتا اور اس کا تصرف بغیر دوسرے کی اجازت کے نافذ نہیں ہوگا لیکن چند چیزوں میں ہو سکتا ہے جیسے میت کی تجہیز و تکفین، میت کے دَین کی ادائیگی، ودِیعت (امانت) کی واپسی اور غصب کردہ چیز کی واپسی، حقوق میت سے متعلق مقدمات، نابالغ وارث کے لئے ہبہ قبول کرنا اور جس چیز کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اسے فروخت کرنا، لیکن وہ تنہا میت کی ودیعت (امانت) پر قبضہ نہیں کر سکتا نہ میت کا دَین وصول کر کے قبضہ کر سکتا ہے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۹)

مسئلہ ۲۸: موصی نے وصیّت کی اور دو آدمیوں کو وصی بنایا کہ اس کا اتنا اتنا مال اس کی طرف سے صدقہ کر دیں اور کسی فقیر کو معین نہیں کیا تو دونوں میں سے کوئی وصی اکیلے صدقہ نہیں کرے گا اور اگر موصی نے فقیر کو معین کر دیا تھا تو ایک وصی اکیلے ہی

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکه، ج٦، ص١٣٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص١٣٩.

4 ......یعنی اس پر خیانت کی تہمت لگے۔

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکه، ج٦، ص١٣٩.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

صدقہ کرسکتا ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ٢٩ موصی نے دو آدمیوں کو وصی بنایا اور کہا کہ تم دونوں میں سے ہر ایک پورا پورا وصی ہے تو ہر ایک کے لئے تنہا تصرف کرنا جائز ہے۔[2] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ٣٠ ایک شخص نے ایک آدمی کو کسی مخصوص و معیّن شے میں وصی بنایا اور دوسرے آدمی کو کسی دوسری قسم کی چیز میں وصی بنایا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تجھے اپنے قرضوں کی ادائیگی میں وصی بنایا اور دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنے امورِ مالیہ کے قیام میں وصی بنایا تو ان میں سے ہر وصی تمام کاموں میں وصی ہے۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ٣١ کسی آدمی کو اپنے بیٹے پر وصی بنایا اور ایک دوسرے آدمی کو اپنے دوسرے بیٹے پر وصی بنایا یا اس نے ایک وصی بنایا اپنے موجودہ مال میں، اور دوسرے کو وصی بنایا اپنے غائب مال میں تو اگر اس نے یہ شرط لگادی تھی کہ ان دونوں میں سے کوئی اس معاملہ میں وصی نہیں ہوگا جس کا وصی دوسرا ہے تو جیسی اس نے شرط لگائی بالاتفاق ایسا ہی ہوگا اور اگر یہ شرط نہیں لگائی تھی تو اس صورت میں ہر وصی پورے پورے معاملات میں وصی ہوگا۔[4] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ٣٢ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا پھر ایک وصی کا انتقال ہوگیا تو زندہ باقی رہنے والا وصی اس کے مال میں تصرف نہیں کرے گا وہ معاملہ قاضی کے سامنے لے جائے گا اگر قاضی مناسب خیال کرے گا تو تنہا اس کو وصی بنادے گا اور تصرف کا اختیار دے دے گا یا اگر مناسب سمجھے گا تو اس کے ساتھی مرنے والے وصی کے بدلہ میں کوئی دوسرا وصی مقرر کرے گا۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ٣٣ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا تو ان دونوں وصیوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے ساتھی سے یتیم کے مال سے کچھ خریدے، اسی طرح دو یتیموں کے لئے دو وصی تھے ان میں سے کسی کو یتیم کا مال خریدنا جائز نہیں۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ٣٤ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے دو وصی بنائے تھے پھر ایک شخص آیا اور اس نے میت پر اپنے دَین (قرض) کا دعویٰ کیا دونوں وصیوں نے بغیر دلیل قائم ہوئے اس کا دَین ادا کردیا پھر ان دونوں وصیوں نے قاضی کے پاس جا کر اس دعوائے ادھار پر شہادت دی تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور جو کچھ انھوں نے مدعی کو دیا ہے وہ اس کے ضامن ہیں اور اگر انھوں نے اس کا دین (ادھار) ادا کرنے سے پہلے شہادت دی پھر قاضی نے انھیں دَین ادا کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے ادا کردیا تو اب ان پر ضمان نہیں۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٣٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص١٤٠. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۵ میت کے وصی نے میت کا دَین شاہدوں کی شہادت کے بعد ادا کیا تو جائز ہے اور اس پر ضمان نہیں اور اگر بغیر قاضی کے حکم کے بعض کا دَین ادا کر دیا تو میت کے قرض خواہوں کے لئے ضامن ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے ادا کیا تو ضامن نہیں۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ۳٦ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا ان میں سے ایک کا انتقال ہوا پھر مرتے وقت اس نے اپنے ساتھی کو وصی بنا دیا تو یہ جائز ہے اور اب اس کو تنہا تصرف کرنے کا حق ہے۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ۳۷ وصی جب مرنے کے قریب ہو تو اس کو حق ہے کہ وہ دوسرے کو وصی بنا دے چاہے موصی نے اسے وصی بنانے کا اختیار نہ دیا ہو۔[3] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ۳۸ ایک شخص نے وصیّت کی اور انتقال کر گیا اور اس کے پاس کسی کی ودیعتیں (امانتیں) رکھی ہیں پھر ایک وصی نے دوسرے وصی کی اجازت کے بغیر میت کے گھر سے امانتیں قبضہ میں کر لیں یا کسی ایک وارث نے دونوں وصیوں کی اجازت کے بغیر یا بقیہ وارثوں کی اجازت کے بغیر ان ودیعتوں پر قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ میں آ کر وہ مال امانت ہلاک ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ۳۹ دو وصی ہیں ان میں سے ایک نے قبرستان تک جنازہ اٹھانے کے لئے مزدور کرایہ پر لئے اور دوسرا وصی بھی موجود ہے لیکن خاموش رہا تو یہ جائز ہے، یہ اجرت میت کے مال سے ادا کی جائے گی۔ (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠) یا وارثوں میں سے کسی نے دونوں وصیوں کی موجودگی میں جنازہ اٹھانے کے لئے مزدور کرایہ پر لئے اور دونوں وصی خاموش ہیں تو جائز ہے ان کی مزدوری میت کے مال سے دی جائے گی۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ٤٠ میت نے دو وصیوں کو جنازہ اٹھانے سے قبل فقراء کو گندم صدقہ کرنے کی وصیّت کی ان میں سے ایک وصی نے گندم صدقہ کر دیا، اگر یہ گندم میت کے مال متروکہ میں موجود تھا تو جائز ہے اور دوسرے وصی کو منع کرنے کا حق نہیں، اگر خرید کر صدقہ کیا تو خود اس کی طرف سے ہوگا، یہی حکم کپڑے اور کھانے کا ہے۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ٤١ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا اور ان سے کہا کہ میرا ثلث مال جہاں چاہو دیدو یا جس کو چاہو دیدو پھر ان میں سے ایک وصی کا انتقال ہو گیا تو یہ وصیّت باطل ہو جائے گی اور یہ ثلث مال ورثہ کو مل جائے گا اور اگر یہ وصیّت کی تھی کہ میں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٤٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص١٤٠، ١٤١.

نے ثلث مال مساکین کے لئے کردیا پھر ایک وصی کا انتقال ہوگیا تو قاضی اس کی جگہ اگر چاہے تو دوسرا وصی بنادے اگر چاہے تو زندہ رہنے والے وصی سے کہے، تو تنہا اس کو تقسیم کردے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۲ دو نابالغوں کے گھروں کے بیچ میں ایک دیوار ہے اس دیوار پر ان کا اپنا اپنا حمولہ (بوجھ) یعنی وزنی سامان ہے اور دیوار کے گرنے کا اندیشہ ہے اور ہر نابالغ کے لئے ایک وصی ہے ان میں سے ایک کے وصی نے دوسرے کے وصی سے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کردیا تو قاضی امین کو بھیجے گا کہ اگر دیوار کو اسی حالت میں چھوڑ دینے سے نقصان کا خطرہ ہے تو انکار کرنے والے وصی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ دوسرے وصی کے ساتھ مل کر دیوار کی مرمت کرائے۔[2] (عالمگیری ج٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۳ کسی شخص کو یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال جہاں تو پسند کرے رکھ دے تو اس وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس مال کو اپنی ذات کے لئے کرے اور اگر یہ وصیّت کی تھی کہ جس کو چاہے دیدے تو اس صورت میں وہ یہ مال خود کو نہیں دے سکتا۔[3] (محیط السرخسی از عالمگیری ج٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۴ ایک شخص نے کسی کو وصی بنایا اس سے کہا کہ تو فلاں کے علم کے ساتھ عمل کر، تو وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ فلاں کے علم کے بغیر ہی عمل کرے، اور اگر یہ کہا تھا کہ کوئی کام نہ کر مگر فُلاں کے علم کے ساتھ تو وصی کے لئے جائز نہیں کہ وہ فلاں کے علم کے بغیر عمل کرے۔[4] (عالمگیری ج٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۵ اگر میت نے وصی سے یہ کہا کہ فلاں کی رائے سے عمل کر یا کہا عمل نہ کرنا مگر فلاں کی رائے سے تو پہلی صورت میں صرف وصی مخاطب ہے وہ تنہا وصی رہے گا اور دوسری صورت میں وہ دونوں وصی ہیں۔[5] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۶ کسی شخص نے اپنے وارث کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے اگر یہ وصی اپنے مورث کی موت کے بعد مر گیا اور ایک شخص سے یہ کہا تھا کہ میں نے تجھے اپنے مال میں وصی بنایا اور اس میت کے مال میں وصی بنایا جس میں میں وصی ہوں تو یہ دوسرا وصی دونوں کے مال میں وصی ہوگا۔[6] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۷ ایک شخص نے کسی کو اپنا وصی بنایا پھر ایک اور شخص نے اس موصی کو اپنا وصی بنادیا پھر یہ دوسرا موصی انتقال کر گیا تو موصی اول اس کا وصی ہے، پھر اس کے بعد اگر موصی اول بھی مر جائے تو اس کا وصی ان دونوں مرنے والوں کا وصی ہوگا، مثال کے طور پر زید نے خالد کو اپنا وصی بنایا اور کلیم نے زید کو اپنا وصی بنایا پھر دوسرا موصی یعنی کلیم انتقال کر گیا تو زید اس کا وصی ہے

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص ١٤١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

اور موصیٰ اول زید بھی اس کے بعد انتقال کرگیا تو اس کا وصی خالد ان دونوں کا وصی ہوگا۔[1] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ٤٨: مریض نے ایک جماعت کو مخاطب کرکے کہا کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کرنا، اگر انھوں نے قبول کرلیا تو وہ سب وصی بن گئے، اور اگر خاموش رہے پھر اس کے مرنے کے بعد بعض نے قبول کرلیا تو اگر قبول کرنے والے دو یا زیادہ ہیں تو وہ اس کے وصی بن جائیں گے اور انھیں اس کی وصیت نافذ کرنے کا حق ہے لیکن اگر قبول کرنے والا ایک ہے تو وہ بھی وصی بن جائے گا لیکن اسے تنہا وصیّت نافذ کرنے کا اختیار نہیں تاوقتیکہ وہ حاکم سے رجوع نہ کرے، حاکم اس کے ساتھ ایک اور وصی مقرر کرے گا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ٤٩: دو وصیوں میں اس امر میں اختلاف ہوا کہ مال کس کے پاس رہے گا تو اگر مال قابل تقسیم ہے تو دونوں کے پاس آدھا آدھا رہے گا اور اگر قابل تقسیم نہ ہو تو اگر دونوں چاہیں تو کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دیں اور چاہیں تو دونوں میں سے کسی ایک کے پاس رہے، سب صورتیں جائز ہیں۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

مسئلہ ٥٠: یتیموں کے لئے دو وصی تھے ان میں سے ایک نے مال تقسیم کرلیا تو جائز نہیں جب تک دونوں ایک ساتھ موجود نہ ہوں یا جو غائب ہے اس کی اجازت حاصل ہو۔ (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢) یہی حکم نابالغ کے مال کے فروخت کرنے کا ہے کہ دونوں وصی حاضر ہوں تو فروخت کرنا جائز ہے، اگر ایک غائب ہے تو دوسرا اس سے اجازت لئے بغیر فروخت نہیں کرسکتا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

مسئلہ ٥١: وصی نے میت کی زمین فروخت کی تا کہ اس کا دین ادا کردے اور وصی کے قبضہ میں اتنا مال ہے کہ اس سے میت کا ادھار بیباق کردے[5]، اس صورت میں بھی یہ بیع جائز ہے۔[6] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

مسئلہ ٥٢: باپ کی طرف سے مقرر کردہ وصی نابالغ کے لئے مال کا مقاسمہ کرسکتا ہے چاہے مال منقولہ جائداد ہو یا جائداد غیر منقولہ، اس میں اگر معمولی گڑ بڑ ہو (یعنی معمولی غبن ہو) تب بھی جائز ہے لیکن اگر غبن فاحش ہے (بڑا غبن ہے) تو جائز نہیں، اس قسم کے مسائل میں اصل وقاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کو فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسے اس میں مقاسمہ کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔[7] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومایملكه، ج٦، ص١٤١.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق، ص١٤٢.　4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی ادا کردے۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومایملكه، ج٦، ص١٤٢.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۵۳ وصی کے لئے جائز ہے کہ موصٰی لہ کے حصہ کی تقسیم کر دے سوائے عقار کے[1] اور نابالغوں کا حصہ روک لے اگرچہ بعض بالغ اور غائب ہوں۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١۴٢)

مسئلہ ۵۴ وصی نے ورثہ کے لئے موصی کا مال تقسیم کیا اور ترکہ میں کسی شخص کے لئے وصیّت بھی ہے اور موصٰی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم غائب موصٰی لہ پر جائز نہیں موصٰی لہ اپنی وصیّت میں ورثہ کا شریک ہوگا اور اگر تمام ورثہ نابالغ ہیں اور وصی نے موصٰی لہ سے مال تقسیم کیا اور اسے ثلث مال دے کر دو ثلث ورثہ کے لئے روک لیا تو یہ جائز ہے اب اگر وصی کے پاس سے وہ مال ہلاک ہوگیا تو ورثہ موصٰی لہ کے حصہ میں شریک نہ ہوں گے۔[3] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١۴٢)

مسئلہ ۵۵ قاضی نے یتیم کے لئے ہر چیز میں وصی مقرر کرلیا پھر اس نے جائداد غیر منقولہ میں اور سامان میں تقسیم کی تو جائز ہے جبکہ قاضی نے ہر چیز میں وصی مقرر کیا ہو لیکن اگر اسے یتیم کے نفقہ اور کسی خاص شے کی حفاظت کے لئے وصی مقرر کیا تو اسے تقسیم کرنا جائز نہیں۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١۴٢)

مسئلہ ۵٦ کسی نے ایک ہزار درہم کے ثلث کی وصیّت کی، ورثہ نے یہ قاضی کے حوالہ کردیئے قاضی نے اس کو تقسیم کیا اور موصٰی لہ غائب ہے تو قاضی کی تقسیم صحیح ہے یہاں تک کہ اگر موصٰی لہ کے حصہ کے یہ درہم ہلاک ہوگئے بعد میں موصٰی لہ حاضر ہوا تو ورثہ کے حصہ میں وہ شریک نہ ہوگا۔[5] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ١۴٣)

مسئلہ ۵۷ دو۲ یتیموں کے لئے ایک وصی ہے اس نے یتیموں کے بالغ ہوجانے کے بعد ان سے کہا کہ میں تم دونوں کو ایک ہزار درہم دے چکا ہوں ان میں سے ایک نے وصی کی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی اور انکار کیا تو اس صورت میں انکار کرنے والا اپنے بھائی سے ڈھائی سو درہم لینے کا حقدار ہے اور اگر دونوں نے وصی کی بات تسلیم کرنے سے انکار کردیا تو وصی پر ان کے لئے کچھ نہیں، اور اگر وصی نے یہ کہا تھا کہ میں نے تم میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو درہم علیحدہ علیحدہ دیئے تھے اور ان میں سے ایک نے تصدیق کی دوسرے نے انکار کیا تو اس صورت میں انکار کرنے والا وصی سے ڈھائی سو درہم لے لے گا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١۴٣)

مسئلہ ۵۸ ایک شخص نے دو چھوٹے لڑکے چھوڑے اور ان کے لئے وصی بنادیا، انھوں نے بالغ ہونے کے بعد وصی سے اپنی میراث طلب کی، وصی نے کہا کہ تمہارے باپ کا کل ترکہ ایک ہزار درہم تھا اور میں تم میں سے ہر ایک پر پانچ پانچ سو درہم خرچ کرچکا ہوں۔ ان دونوں بیٹوں میں سے ایک نے وصی کی تصدیق کی اور دوسرے نے انکار کیا تو انکار کرنے والا تصدیق

1 ......یعنی غیر منقولہ جائداد کے علاوہ۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی و مايملكه، ج٦، ص١٤٢.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص١٤٣. 6 ......المرجع السابق.

کرنے والے سے ڈھائی سودرہم لے لے گا وصی سے کچھ نہیں۔[1] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٣)

مسئلہ ۵۹ جو وصی بچہ کی ماں نے مقرر کیا وہ اس بچہ کے لئے اس کی وہ منقولہ جائداد تقسیم کرنے کا حقدار ہے جو بچہ کو اس کی ماں کی طرف سے ملی ہے، یہ حق اس وقت ہے جب بچہ کا باپ زندہ نہ ہو اور نہ باپ کا وصی، لیکن ان دونوں میں سے اگر ایک بھی ہے تو ماں کے وصی کو تقسیم کا حق نہیں لیکن ماں کا وصی کسی حال میں بھی بچہ کے لئے اس کی جائداد غیر منقولہ[2] تقسیم نہیں کرسکتا اور نہ اسے اس جائداد کی تقسیم کا اختیار ہے جو بچہ کی ماں کے علاوہ کسی اور سے ملی چاہے وہ جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔یہی حکم نابالغ کے بھائی کے وصی اور اس کے چچا کے وصی کا ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٣)

مسئلہ ٦٠ باپ کے وصی نے باپ کے ترکہ سے کچھ فروخت کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ میت پر دَین نہ ہو اور نہ وصیّت ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ میت پر دین ہو یا اس نے وصیّت کی ہو تو پہلی صورت میں حکم یہ ہے۔(کتاب الصغیر میں ہے) وصی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ہر چیز فروخت کرسکتا ہے خواہ وہ زمین ہو یا اسباب جبکہ ورثہ نابالغ ہوں، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت پر دَین ہے اور پورے ترکہ کے برابر ہے تو کل ترکہ فروخت کرنا بالاجماع جائز ہے۔اگر دَین پورے ترکہ کے برابر نہیں تو بقدرِ دَین ترکہ فروخت کرے گا۔[4] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٥)

مسئلہ ٦١ اگر وصی نے اپنے مال سے میت کو کفن دیا تو وہ میت کے مال سے لے گا اور یہی حکم وارث کا بھی ہے۔[5] (عقود الدریہ بزازیہ برہامش ہندیہ ج ٦ ص ٤٤٦)

مسئلہ ٦٢ اگر وصی یا وارث نے میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا تو وہ میت کے مال سے لینے کا مستحق ہے۔[6] (عقود الدریہ بزازیہ برہامش ہندیہ ج ٦ ص ٤٤٦)

مسئلہ ٦٣ باپ کی طرف سے چھوٹے بچہ کے لئے جو وصی مقرر ہے اسے بچہ کی جائیداد غیر منقولہ صرف اس صورت میں فروخت کرنے کا اختیار و اجازت ہے جب میت پر دَین ہو جو صرف زمین کی قیمت سے ہی ادا کیا جاسکتا ہے یا بچہ کے لئے زمین کی قیمت کی ضرورت ہو یا کوئی خریدار زمین کی دوگنی قیمت ادا کرنے کو تیار ہو۔[7] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٥)

---

1. ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی ومایملکه،ج٦،ص١٤٣.
2. ......وہ جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکے۔
3. ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی ومایملکه،ج٦،ص١٤٣.
4. ......المرجع السابق.
5. ......"البزازیة"علی هامش "الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا،الفصل السادس فی تصرفات الوصی،ج٦،ص٤٤٦.
6. ......المرجع السابق.
7. ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی ومایملکه،ج٦،ص١٤٤.

مسئلہ ۶۴ وصی نے یتیم کے لئے کوئی چیز خریدی اگر اس میں غبنِ فاحش ہے یعنی کھلی بے ایمانی ہے تو یہ خریداری جائز نہیں۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١۴۵)

مسئلہ ۶۵ ورثہ اگر بالغ وحاضر ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر وصی کو میت کے ترکہ سے کچھ فروخت کرنا جائز نہیں اگر بالغ ورثہ موجود نہیں ہیں تو ان کی عدم موجودگی میں وصی کو جائیداد غیر منقولہ کو فروخت کرنا جائز نہیں، جائیداد غیر منقولہ کے علاوہ اور چیزوں کی بیع جائز ہے، جائیداد غیر منقولہ کو صرف اس صورت میں وصی کو فروخت کرنا جائز ہے جب کہ اس کے ضائع و ہلاک ہونے کا خطرہ ہو۔ اگر میت نے وصیّت مرسلہ (مطلقہ) کی تو وصی بقدر وصیّت بیع کرنے کا بالاتفاق مالک ہے اور امام اعظم کے نزدیک کل کی بیع کرسکتا ہے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١۴۵)

مسئلہ ۶٦ اگر ورثہ میں کوئی نابالغ بچہ ہے اور باقی سب بالغ ہیں اور میت پر کوئی دَین اور اس کی کوئی وصیّت بھی نہیں اور ترکہ سب ہی از قسم مال واسباب ہے (یعنی جائیداد غیر منقولہ نہیں) تو وصی نابالغ بچہ کا حصہ فروخت کرسکتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وہ وصی باقی ماندہ بڑوں کے حصہ کو بھی بیع کرسکتا ہے اور اگر وہ کل کی بیع کرے گا تو اس کی بیع جائز ہوگی۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١۴۴)

مسئلہ ۶۷ ماں کا انتقال ہوا اس نے نابالغ بچہ چھوڑا اور اس کے لئے وصی بنایا تو اس وصی کو بجز جائیداد غیر منقولہ اس کے ترکہ سے ہر چیز بیع کرنا جائز ہے اور اس وصی کو اس بچہ کے لئے کھانے کپڑے کے علاوہ کوئی اور چیز خریدنا جائز نہیں۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١۴۴)

مسئلہ ۶۸ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے اپنے نابالغ بچے چھوڑے اور اپنے باپ کو چھوڑا اور کسی کو اپنا وصی نہیں بنایا اس صورت میں میت کا باپ (یعنی بچوں کا دادا) بجائے وصی متصور ہوگا اسے بچوں کی حفاظت اور مال میں ہر قسم کے تصرفات[5] کا اختیار ہے لیکن اگر میت پر دَین کثیر ہو تو اس میت کے باپ کو دین کی ادائیگی کے لئے اس کا ترکہ فروخت کرنے کا اختیار نہیں۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١۴۵)

مسئلہ ۶۹ میت کے وصی نے دیون کی[7] ادائیگی کے لئے اس کا ترکہ فروخت کیا اور دین ترکہ کو محیط نہیں ہے تو جائز ہے لیکن اگر ترکہ میں دین نہیں ہے اور وارثوں میں چھوٹے بچے بھی ہیں اور قاضی نے کل ترکہ فروخت کردیا تو یہ بیع

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا،الباب التاسع في الوصي ومايملکه، ج٦، ص١٤٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......معاملات، لین دین۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا،الباب التاسع في الوصي ومايملکه، ج٦، ص١٤٥.

7 ......یعنی قرضوں کی۔

نافذ ہو جائے گی۔[1] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۰: میت نے باپ چھوڑا اور وصی بھی چھوڑا تو وصی زیادہ مستحق ہے باپ سے اگر اس نے وصی نہیں بنایا تھا تو باپ مستحق ہے اور باپ بھی نہیں تو دادا پھر دادا کا وصی پھر قاضی کی طرف سے مقرر کیا ہوا وصی۔[2] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۱: بچہ ماں کا وارث ہوا اور اس کا باپ نہایت فضول خرچ ہے اور وہ ممنوع التصرف ہونے کے لائق ہے[3] تو اس صورت میں اس باپ کو اس کے مال میں ولایت نہیں۔[4] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۴۶) یعنی وہ بچہ کے مال میں تصرف کا مالک نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۷۲: قاضی نے یتیم بچہ کے لئے وصی مقرر کیا تو قاضی کا یہ وصی اس کے باپ کے وصی کی جگہ ہوگا اگر قاضی نے اسے تمام معاملات میں وصی عام بنایا ہے اور اگر قاضی نے اسے کسی خاص معاملہ میں وصی بنایا تو وہ اس معاملہ کے ساتھ خاص رہے گا دوسرے معاملات میں اسے کچھ اختیار نہیں بخلاف اس وصی کے جس کو باپ نے مقرر کیا کہ اسے کسی معاملہ کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا یعنی اگر اس نے کسی کو ایک معاملہ میں وصی بنایا تو وہ ہر معاملہ میں وصی رہے گا۔[5] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ۶، ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۳: وصی نے میت کے ترکہ سے کوئی چیز ادھار فروخت کی اگر اس میں یتیم کے نقصان کا اندیشہ ہو مثلاً یہ کہ خریدار قیمت دینے سے انکار کردے یا میعاد مقررہ پر اس سے قیمت وصول نہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں یہ بیع جائز نہیں اور اگر اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔[6] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۴: یتیم کا ایک گھر ہے ایک شخص نے اسے آٹھ روپے ماہانہ پر کرایہ پر لینا چاہا اور دوسرا اسے دس روپے ماہانہ کرایہ پر لینا چاہتا ہے لیکن آٹھ روپے ماہانہ دینے والا مالدار و قادر ہو (یعنی کرایہ دیتا رہے گا) تو گھر اس کو دیا جائے گا دس روپے ماہانہ والے کو نہیں جب کہ اس سے کرایہ نہ دینے کا اندیشہ ہو۔[7] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۵: وصی نے یتیم کے مال میں سے کوئی چیز صحیح قیمت پر فروخت کی، دوسرا اس سے زیادہ دے کر لینا چاہتا ہے تو قاضی یہ معاملہ ایماندار ماہرینِ قیمت کے سپرد کردے گا، اگر ان میں سے دو صاحبِ امانت لوگوں نے کہہ دیا کہ وصی نے اسے صحیح قیمت پر فروخت کیا ہے اور اس کی قیمت یہی ہے تو قاضی زیادہ قیمت دینے والے کی طرف توجہ نہ کرے گا یہی حکم مال وقف کو اجارہ پر دینے کا ہے۔[8] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶، ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۶: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ثلث مال کی وصیّت کی اور مختلف قسم کی جائیداد غیر منقولہ چھوڑیں اب وصی ان میں سے کسی ایک جائیداد کو میت کی وصیّت پوری کرنے کے لئے فروخت کرنا چاہتا ہے تو ورثہ کو یہ حق ہے کہ وہ صرف اس

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج ٦، ص ١٤٦.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی معاملات، لین دین وغیرہ کرنے کے قابل نہیں۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج ٦، ص ١٤٦.

5 ......المرجع السابق.　6 ......المرجع السابق.　7 ......المرجع السابق.　8 ......المرجع السابق.

صورت میں اپنی رضا مندی دیں جب میت کی ہر قسم کی جائیداد غیر منقولہ میں سے ایک ثلث فروخت کیا جائے، اگر اس کی ہر جائیداد میں سے اس کا ثلث فروخت کرنا ممکن ہو۔[1] (فتاویٰ ابی اللیث از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٧٧ ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے وصیّت کی کہ میرا مال ومتاع فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت کا ثلث (تہائی حصہ) فقراء پر خرچ کیا جائے، اس کے بالغ ورثہ بھی ہیں اب وصی نے چاہا کہ اس کا تمام ساز وسامان فروخت کردے، ورثہ نے انکار کیا اور بقدرِ مقدارِ وصیّت فروخت کرنے کو کہا اگر ثلث مال کی خریداری میں نقص وخرابی ہے اور اس سے ورثہ اور اہل وصیّت (موصیٰ لہم) کو نقصان پہنچتا ہے تو وصی کو کل مال فروخت کردینے کا اختیار ہے ورنہ نہیں، صرف اتنا فروخت کرے گا جس میں وصیّت پوری کی جاسکے۔[2] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٧٨ وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنا جائز ہے۔[3] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٧٩ وصی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یتیم یا میت کے مال سے اپنی ذات کے لئے تجارت کرے اگر اس نے تجارت کی اور منافع ہوا تو وہ یتیم یا میت کے اصل مال کا ضامن ہوگا اور منافع کو صدقہ کرے گا۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٨٠ وصی مال یتیم سے یتیم کو فائدہ پہنچانے کے لئے تجارت کرسکتا ہے۔[5] (المبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٨١ وصی نے میت کے ترکہ کا کچھ حصہ طویل مدت کے لئے اجارہ پر دیا تاکہ اس سے میت کا دَین (ادھار) ادا کردے تو یہ جائز نہیں۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٨٢ ایک شخص کا انتقال ہوا وہ مدیون ہے (یعنی اس پر اُدھار ہے) اس نے وصی بنایا اور وصی غائب ہے، کسی وارث نے اس کا ترکہ[7] فروخت کیا اور اس کا دین[8] ادا کردیا اور اس کی وصیّتوں کو نافذ کردیا تو یہ بیع فاسد ہوگی لیکن اگر قاضی کے حکم سے بیع کیا تھا تو بیع جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ پورا ترکہ دین میں مستغرق ہو[9]، اگر ترکہ دین میں مستغرق نہیں ہے تو وارث کا تصرف صرف اسی کے حصہ میں نافذ ہوگا۔[10] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧) مگر یہ کہ مبیع[11] اگر بیت معین[12]

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصی وما يملكه، ج٦، ص١٤٦.
2 ...... المرجع السابق، ص١٤٧.
3 ...... المرجع السابق.
4 ...... المرجع السابق.
5 ...... المرجع السابق.
6 ...... المرجع السابق.
7 ...... یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال۔
8 ...... قرض، ادھار۔
9 ...... یعنی قرض میں گھرا ہوا ہو۔
10 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصی وما يملكه، ج٦، ص١٤٧.
11 ...... بیچی گئی چیز۔
12 ...... یعنی مخصوص گھر۔

ہوتو اس صورت میں وارث کا تصرف اُسی کے حصہ میں ہی نافذ ہوگا۔

مسئلہ ۸۳ بالغ وارث نے میت کے ترکہ سے یا اس کی غیر منقولہ جائیداد سے کچھ فروخت کیا پھر بھی میت پر دین اور وصیتیں باقی رہ گئیں وصی نے چاہا کہ وارث کی بیع کو رد کردے تو اگر وصی کے قبضہ میں اس کے علاوہ بھی میت کا کچھ مال ہے جسے فروخت کرکے وہ میت کا قرضہ اور وصیتیں بے باق کرسکتا ہے تو وہ وارث کی بیع کو رد نہیں کرے گا۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷)

مسئلہ ۸۴ وصی اگر یتیم کا مال کسی کو قرض دینا چاہے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔[2] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷) اگر قرض دے گا تو ضامن ہوگا۔

مسئلہ ۸۵ میت کے وصی یا باپ نے یتیم کا مال اپنے دَین (ادھار) میں رہن کردیا تو یہ استحساناً جائز ہے اگر وصی نے یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کیا تو جائز نہیں اگر باپ نے ایسا کیا تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷)

مسئلہ ۸۶ وصی نے بچہ کو کسی عمل خیر کے لئے اجرت پر رکھا تو یہ جائز ہے۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۸۷ وصی نے یتیم کے لئے کوئی اجیر اس سے زیادہ اجرت پر لیا جو اس کی ہے تو یہ اجارہ جائز ہے لیکن اسے اتنی ہی اجرت دی جائے گی جو اس کی ہوتی ہے اور جو زیادہ ہے وہ اس یتیم بچہ کو واپس کردی جائے گی۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۸۸ وصی نے نابالغ بچہ کا مکان اس سے کم کرایہ پر دیا جتنا کرایہ اس کا لینا چاہیے تھا تو مستاجر کو یعنی مکان کرایہ پر لینے والے کو اس کا پورا کرایہ دینا لازم ہے (یعنی اتنا کرایہ جتنے کرایہ کا اس جیسا مکان ملتا ہے) لیکن اگر کم کرایہ لینے میں یتیم کا فائدہ ہے تو کم کرایہ پر مکان دینا واجب ہے۔[6] (ذخیرہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۸۹ وصی اپنی ذات کو نابالغ یتیم کا آجر[7] نہیں بنا سکتا لیکن باپ یعنی یتیم کا دادا اجیر[8] بن سکتا ہے اور اس یتیم کو اپنا اجیر بنا سکتا ہے۔[9] (قدوری از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۰ وصی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یتیم کے مال کو بالمعاوضہ یا بلا معاوضہ ہبہ کرے باپ کے لئے بھی یہی حکم ہے۔[10] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص١٤٨.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......اجرت پر کام لینے والا۔ 8 ......اجرت پر کام کرنے والا، مزدور، ملازم۔

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤٧.

10 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۹۱ وصی نے نابالغ یتیم کا مال خود اپنے ہاتھ فروخت کیا یا اپنا مال یتیم نابالغ کے ہاتھ فروخت کیا تو اگر ان سودوں (خرید وفروخت) میں یتیم کے لئے کھلا ہوا نفع ہے تو جائز ہے اور اگر منفعتِ ظاہر (کھلا ہوا نفع) نہیں ہے تو جائز نہیں منفعتِ ظاہر کی تشریح بعض مشائخ علماء نے یہ کی ہے کہ یتیم کا سَو کا مال سوا سَو (۱۲۵) میں فروخت کرے یا اپنا سَو کا مال پچھتر (۷۵) روپے میں یتیم کو دیدے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۲ دو یتیموں کے ایک وصی نے ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کو فروخت کیا تو یہ جائز نہیں۔[2] (ذخیرہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۳ میت کے باپ نے یا اس کے وصی نے نابالغ کو تجارت کی اجازت دیدی تو صحیح ہے اور اس نابالغ کے خرید وفروخت کرتے وقت ان کا سکوت بھی اجازت ہے اور اگر نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے میت کے باپ کا یا وصی کا انتقال ہوگیا تو ان کی اجازت باطل ہو جائے گی۔ اگر نابالغ بالغ ہوگیا اور باپ یا وصی زندہ ہے تو اجازت باطل نہیں ہوگی۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۴ نابالغ کا مال فروخت کرنے کے لئے باپ نے یا وصی نے وکیل بنایا پھر باپ کا انتقال ہوگیا یا نابالغ بالغ ہوگیا تو وکیل معزول ہو جائے گا۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۵ قاضی نے نابالغ کو یا کم سمجھ کو تجارت کی اجازت دیدی تو صحیح ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۶ قاضی نے نابالغ کو تجارت کی اجازت دیدی اور باپ یا وصی نے منع کیا تو ان کا منع کرنا باطل ہے اور ایسے ہی اگر اجازت دینے والے قاضی کا انتقال ہوگیا تو یہ اجازت اس وقت تک ممنوع نہ ہوگی جب تک دوسرا قاضی ممنوع نہ قرار دے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۷ وصی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ یتیم کے مال سے اس کا صدقۂ فطر ادا کردے یا اس کے مال سے اُس کی طرف سے قربانی کرے جب کہ یتیم مالدار ہو۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۸ وصی کو اختیار نہیں کہ وہ میت کے قرضداروں کو بَری کردے[8] یا ان کے ذمہ قرض میں سے کچھ کم کردے یا

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٤٨.

2 ......المرجع السابق، ص١٤٨، ١٤٩.　3 ......المرجع السابق، ص١٤٩.　4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.　6 ......المرجع السابق.　7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی ان کے قرض ادا کردے۔

قرض کی ادائیگی کے لئے میعاد[1] مقرر کرے جب کہ وہ دَین میت کے خود اپنے کئے ہوئے معاملہ کا ہو اور اگر معاملہ وصی نے کیا تھا اس کا دین ہے تو وصی کو مدیون[2] کو بری کرنے یا دین کو کم کرنے یا اس کی مدّت مقرر کرنے کا اختیار ہے لیکن اس کے نقصان کا ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ج٦ ص١٤٩)

مسئلہ ٩٩ وصی نے میت کے کسی قرضدار سے میت کے دَین میں مصالحت کرلی، اگر میت کی طرف سے اس دَین کا ثبوت ہے یا قرضدار خود اقراری ہے یا قاضی کو اس کے حق کا علم ہے تو ان تمام صورتوں میں وصی کی یہ مصالحت جائز نہیں، اگر اس حق (دین) پر دلیل وبیّنہ قائم نہیں ہے تو وصی کا مصالحت کرلینا جائز ہے لیکن اگر وصی نے اس دَین میں صلح کی جو میت پر واجب تھا یا یتیم پر تھا تو اگر مدعی کے پاس دلیل وبیّنہ ہے یا قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ کردیا تو وصی کا صلح کرلینا جائز ہے اور اگر مدعی کے لئے اس کے حق میں دلیل نہیں ہے اور نہ قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ دیا تو صلح کرنا جائز نہیں۔[4] (عالمگیری ج٦ ص١٤٩)

مسئلہ ١٠٠ وصی یتیم کا مال لے کر کسی ظالم وجابر کے پاس سے گزرا اور اُسے اندیشہ ہے کہ اگر اس نے اس کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا یعنی اسے کچھ نہ دیا تو یہ سب مال اس کے قبضہ سے نکل جائے گا۔ اس نے یتیم کے مال سے اس کو کچھ دیدیا تو استحساناً جائز ہے یہی حکم مضارب کے لئے ہے مال مضاربت میں۔[5] (عالمگیری ج٦ ص١٥٠)

مسئلہ ١٠١ وصی نے قاضی کی عدالت میں مقدمات پر خرچ کیا اور بطور اجارہ کچھ دیا تو وصی اس کا ضامن نہیں لیکن بطور رشوت کچھ خرچ کیا ہے تو اس کا ضامن ہے، فقہاء فرماتے ہیں اپنی جان اور مال سے رفع ظلم کے لئے[6] مال خرچ کرنا اس کے حق میں رشوت دینے میں داخل نہیں لیکن اگر دوسرے پر کوئی حق ہے اس حق کو نکلوانے میں مال خرچ کرنا رشوت ہے۔[7] (عالمگیری ج٦ ص١٥٠)

مسئلہ ١٠٢ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے اپنی عورت کو وصی بنایا اور نابالغ بچے اور ترکہ چھوڑا[8] پھر اس کے گھر ظالم حکمراں آیا، اس وصی عورت سے کہا گیا اگر تو اس کو کچھ نہیں دے گی تو یہ گھر اور جائیداد غیر منقولہ[9] پر قبضہ اور غلبہ کرے گا اس

---

1 ......مدت۔ 2 ......مقروض۔

3 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی ومایملکه،ج٦،ص١٤٩.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق،ص١٥٠.

6 ......یعنی اپنی جان ومال کو ظلم سے بچانے کے لئے۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی ومایملکه،ج٦،ص١٥٠.

8 ......یعنی مال وجائیداد چھوڑا۔ 9 ......وہ جائیداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکے۔

وصی عورت نے جائیداد غیر منقولہ سے اسے کچھ دیدیا تو یہ معاملہ صحیح ہے۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠)

مسئلہ ١٠٣ وصی نے یتیم کا مال یتیم کی تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کیا، اگر بچہ اس کی (یعنی تعلیم ادب کی) صلاحیت رکھتا تھا تو جائز ہے بلکہ وصی ثواب پائے گا اور اگر بچہ میں علم حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں تو بقدر ضرورتِ نماز قرآن مجید کی تعلیم دلائے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠، درمختار ج ٥ ص ٥٠٤ علی ہامش ردالمحتار)

مسئلہ ١٠٤ وصی کو چاہیے کہ وہ بچہ کے نفقہ میں وسعت کرے[3]، نہ فضول خرچی کرے نہ تنگی، یہ وسعت بچے کے مال اور حال کے لحاظ سے ہوگی، وصی بچہ کے مال اور حال کو دیکھ کر اس کے لائق خرچہ کرے گا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠)

مسئلہ ١٠٥ وصی اگر یتیم کے کاموں کے لئے جائے گا اور یتیم کے مال سے سواری کرایہ پر لے گا اور اپنے اوپر خرچ کرے گا تو استحساناً یہ اس کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ خرچہ ضروری و ناگزیر ہو۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠، درمختار علی ردالمحتار ج ٥ ص ٥٠٤)

مسئلہ ١٠٦ وصی نے میت کے ترکہ سے اگر کوئی چیز اپنے لئے خریدی اور میت کا چھوٹا بڑا کوئی وارث نہیں تو جائز ہے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠)

مسئلہ ١٠٧ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کے پاس مختلف لوگوں کی ودیعتیں (امانتیں) تھیں اس نے ترکہ میں مال چھوڑا لیکن اس پر دَین ہے جو اس کے پورے مال کو محیط ہے اور وصی نے میت کے گھر سے تمام ودیعتوں پر قبضہ کرلیا تاکہ وہ ودیعت رکھنے والوں کو واپس کردے یا اس نے میت کے تمام مال پر قبضہ کرلیا تاکہ اس سے میت کا دَین ادا کردے پھر وہ مال یا ودیعتیں وصی کے قبضہ میں ہلاک ہوگئیں تو وصی پر کوئی ضمان نہیں، اسی طرح اگر میت پر دین نہ تھا اور وصی نے میت کے تمام مال کو قبضہ میں لیا پھر وہ مال ہلاک ہوگیا تو بھی وصی پر کوئی ضمان نہیں۔[7] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٥١)

مسئلہ ١٠٨ ایک شخص نے اپنا مال کسی کے پاس امانت رکھا اور کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ مال میرے بیٹے کو دیدینا اور اس نے وہ مال بیٹے کو دیدیا اور اس کے دوسرے وارث بھی ہیں تو وصی وارث کے حصہ کا ضامن ہوگا اور ان الفاظ سے وہ وصی نہیں بن جائے گا۔[8] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥١)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٥٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی خرچ میں میانہ روی کرے۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٥٠.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق، ص١٥٠، ١٥١.

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٥١.

مسئلہ ۱۰۹ مریض کے پاس اس کے عزیز و اقارب ہیں جو اس کے مال سے کھا پی رہے ہیں اگر مریض ان کی آمدورفت کا اپنے مرض میں محتاج ہے اور وہ اُس کے اور اُس کے عیال کے ساتھ بغیر اسراف کے کھاتے پیتے ہیں تو استحساناً ان پر کوئی ضمان نہیں، اگر مریض ان کا محتاج نہیں ہے تو اگر وہ مریض کے حکم سے کھاتے پیتے ہیں تو جو اُن میں سے وارث ہیں اُن پر اُن کے کھانے پینے کے خرچہ کا ضمان ہے اور جو وارث نہیں ان کا خرچہ میت کے ثلث مال میں محسوب ہوگا[1] اگر مریض نے اس کا حکم دیا تھا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥١، ردالمحتار بحوالہ بزازیہ کتاب الوصایا ص ۴۵۷)

مسئلہ ۱۱۰ وصی نے دعویٰ کیا کہ میت کے ذمہ میرا دَین ہے تو قاضی اس کے دَین کی ادائیگی کے لئے ایک وصی مقرر کرے گا جو ثبوت قائم ہونے کے بعد اس کا دَین ادا کردے گا اور قاضی میت کے وصی کو وصی ہونے سے خارج نہیں کرے گا اسی پر فتویٰ ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥١)

مسئلہ ۱۱۱ میت نے اپنی بیوی کو وصی بنایا اور مال چھوڑا اور بیوی کا میت پر مَہر ہے تو اگر میت نے اس کے مَہر کے برابر سونا چاندی چھوڑا ہے تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس سونے چاندی سے اپنا مہر لے لے، اور اگر میت نے سونا چاندی نہیں چھوڑا ہے تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو فروخت کردے جو فروخت کرنے کے لئے زیادہ مناسب ہے اور اس کی قیمت سے اپنا مہر لے لے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٣)

مسئلہ ۱۱۲ میت پر دَین ہے اور جس کا دَین ہے وہ اس کا وارث یا وصی ہے تو اس کو یہ حق ہے کہ وارثوں کے علم میں لائے بغیر اپنا حق لے لے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٣)

مسئلہ ۱۱۳ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے نابالغ بچے چھوڑے اور کسی کو وصی نہیں بنایا پھر قاضی نے کسی شخص کو وصی مقرر کیا پھر ایک آدمی نے میت پر اپنے دین کا یا ودیعت کا دعویٰ کیا اور بیوی نے اپنے مہر کا دعویٰ کیا اس صورت میں دَین یا ودیعت کی ادائیگی تو ثبوت ہوجانے کے بعد کی جائے گی لیکن نکاح اگر معروف ہے تو مہر کے بارے میں عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ مہر مثل کے اندر ہے، وہ مہر عورت کو ادا کیا جائے گا۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٤)

مسئلہ ۱۱۴ وصی نے میت کی وصیّت اپنے مال سے ادا کردی اگر یہ وصی وارث ہے تو میت کے ترکہ سے لے لے گا

---

1 ......یعنی تہائی مال میں شمار ہوگا۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٥١.

3 ......المرجع السابق، ص١٥٣.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق، ص١٥٣، ١٥٤.

ورنہ نہیں۔(عالمگیری ج٦ ص١٥٥)اور فتویٰ یہ ہے کہ وصی ہر حال میں میت کے ترکہ سے اپنا مال لے لے گا۔[1]

مسئلہ ١١٥ وصی نے اقرار کیا کہ میں نے میت کا دین جو لوگوں پر تھا قبضہ کرلیا پھر ایک مقروض آیا اور وصی سے کہا کہ میں نے تجھے میت کے دین کا اتنا اتنا روپیہ دیا، وصی نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ بھی نہیں لیا اور نہ مجھے علم ہے کہ تجھ پر میت کا قرضہ تھا تو اس صورت میں وصی کا قول قسم لے کر تسلیم کرلیا جائے گا۔[2] (محیط از عالمگیری ج٦ ص١٥٤)

مسئلہ ١١٦ وصی نے نابالغ بچوں کے لئے کپڑا خریدا یا جو کچھ ان کا خرچ ہے وہ خریدتا رہتا ہے اپنے مال سے تو وہ یہ روپیہ میت کے مال اور ترکہ سے لے لے گا یہ وصی کی طرف سے تطوّعًا یا احسان کے طور پر نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ج٦ ص١٥٥)

مسئلہ ١١٧ کوئی مسافر کسی آدمی کے گھر آیا اور اس کا انتقال ہوگیا اس نے کسی کو وصی بھی نہیں بنایا اور جو کچھ روپے چھوڑے تو معاملہ حاکم کے سامنے پیش ہوگا اور اس کو حاکم کے حکم سے درمیانی درجہ کا کفن دیا جائے گا اور اگر حاکم نہ ملے تو بھی درمیانی درجہ کا کفن دیا جائے گا اور اگر اس میت پر دَین ہے تو یہ شخص اس کے مال کو دین کی ادائیگی کے لئے فروخت نہ کرے گا۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج٦ ص١٥٥)

مسئلہ ١١٨ عورت نے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور کسی کو اپنا وصی بنادیا، اس وصی نے اس کی کچھ وصیّتوں کو نافذ کردیا اور کچھ ورثہ کے قبضہ میں باقی رہ گئیں اگر ورثہ دیانتدار ہیں اور وصی کو ان کی دیانت کا علم ہے کہ وہ میت کے ثلث مال سے ان باقی ماندہ وصیّتوں کو پورا کردیں گے تو اس کو ان کے لئے چھوڑ دینا جائز ہے اور اس کا علم اس کے خلاف ہے تو وصی ان کے لئے نہ چھوڑے گا بشرطیکہ وہ ورثہ سے مال برآمد کرسکتا ہو۔[5] (عالمگیری ج٦ ص١٥٥)

مسئلہ ١١٩ وصی نے یتیم سے کہا کہ میں نے تیرا مال تیرے نفقہ میں خرچ کردیا، فلاں فلاں چیز میں فُلاں فُلاں سامان میں، اگر اتنی مدت میں اتنا مال نفقہ میں خرچ ہوجاتا ہے تو وصی کی تصدیق کردی جائے گی زیادہ میں نہیں، نفقہ مثل کا مطلب یہ ہے کہ بین بین ہو نہ اسراف نہ تنگی۔[6] (محیط از عالمگیری ج٦ ص١٥٥)

مسئلہ ١٢٠ وصی نے دعویٰ کیا کہ اس نے یتیم کو ہر ماہ سَو روپے دیئے اور یہ مقررہ تھا اور یتیم نے اس کو ضائع کردیا پھر میں نے اسے اسی ماہ دوسرے سو روپے دیئے، اس صورت میں وصی کی تصدیق کی جائے گی جب تک وصی سراسر اور کھلی ہوئی غلط بات نہ کہے مثلاً یہ کہے کہ میں نے اس یتیم کو ایک ماہ میں بہت بار سَو سَو روپے دیئے اور اس نے ضائع کردیئے تو ایسی بات وصی کی

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصی وما يملكه، ج٦، ص١٥٤، ١٥٥.

2 ......المرجع السابق، ص١٥٤. 3 ......المرجع السابق، ص١٥٥.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

نہیں مانی جائے گی۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٦)

مسئلہ ١٢١ وصی نے یتیم سے یہ کہا کہ تو نے اپنے چھٹپن[2] میں اس شخص کا اتنا اتنا مال ہلاک کردیا پھر میں نے اپنی طرف سے ادا کردیا یتیم نے اس کی تکذیب کی اور نہیں مانا تو یتیم کی بات قبول کرلی جائے اور وصی اتنے مال کا ضامن ہوگا۔[3] (نوازل از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٦)

مسئلہ ١٢٢ میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت کا فلاں شخص پر جتنا واجب تھا وہ تمام میں نے پورا وصول پایا اور وہ سو روپے تھے، جس پر دَین تھا اس نے کہا مجھ پر اس کا ایک ہزار روپے کا دَین تھا اور وہ تو نے لے لیا تو قرضدار اپنے تمام دَین سے بری ہے اب وصی اس سے کچھ بھی نہیں لے سکتا اور وصی ورثہ کے لئے اتنے ہی کا ذمہ دار ہوگا جتنے کے وصول کرنے کا اس نے اقرار کیا ہے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٧)

مسئلہ ١٢٣ قرضدار نے اولاً ایک ہزار روپے قرض ہونے کا اقرار کیا پھر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ اس پر قرض تھا وہ میں نے پورا وصول پالیا اور وہ ایک سَو روپے تھے اس صورت میں قرضدار بری ہوگیا اور وصی ورثہ کے لئے باقی نوسو روپے کا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٧)

مسئلہ ١٢٤ وصی نے اقرار کیا کہ اس نے فلاں شخص سے سو روپے پورے وصول کرلئے اور یہ کل قیمت ہے، مشتری یعنی خریدار نے کہا کہ نہیں بلکہ قیمت ڈیڑھ سو روپے ہے تو وصی کو حق ہے کہ وہ بقیہ پچاس روپے اس سے اور طلب کرے۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٧)

مسئلہ ١٢٥ وصی نے اقرار کیا کہ اُس نے میت کے گھر میں جو کچھ مال و متاع اور میراث تھی اس پر قبضہ کرلیا، پھر کہا کہ وہ کل سو روپے اور پانچ کپڑے تھے اور وارثوں نے دعویٰ کیا کہ اس سے زیادہ تھا اور ثبوت دیدیا کہ جس دن میت کا انتقال ہوا اس کی میراث اس دن اس گھر میں ایک ہزار روپے اور سَو کپڑے تھی تو وصی کو اتنا ہی دینا لازم ہے جتنے کا اس نے اقرار کیا ہے۔[7] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٨)

مسئلہ ١٢٦ وصی نے میت پر دَین کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں۔[8] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٨)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملکه، ج٦، ص١٥٦.

2 ...... بچپن۔

3 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملکه، ج٦، ص١٥٦.

4 ...... المرجع السابق، ص١٥٧.   5 ...... المرجع السابق.   6 ...... المرجع السابق.

7 ...... المرجع السابق، ص١٥٨.   8 ...... المرجع السابق.

وصیّت پر شہادت کا بیان

مسئلہ ۱ دو وصیّوں نے گواہی دی کہ میت نے ان کے ساتھ فلاں کو وصی بنایا ہے اور خود وہ بھی وصی ہونے کا دعویدار ہے تو یہ شہادت قبول کرلی جائے گی اور اگر وہ فلاں دعویدار نہیں ہے تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔[1] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۸)

مسئلہ ۲ میت کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ان کے باپ نے فلاں کو وصی بنایا اور وہ فلاں بھی اس کا مدعی ہے تو یہ شہادت استحساناً قبول کرلی جائے گی لیکن اگر وہ فلاں مدعی نہیں ہے بلکہ انکاری ہے اور باقی ورثہ اس کے وصی ہونے کا دعوٰی نہیں کررہے تو ان (بیٹوں) کی شہادت مقبول نہیں۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۸)

مسئلہ ۳ دو آدمیوں نے جن کا میت پر قرضہ ہے گواہی دی کہ میت نے فلاں کو وصی بنایا ہے اور اس نے وصی ہونا قبول کرلیا ہے اور فلاں بھی اس کا مدعی ہے تو یہ شہادت استحساناً مقبول ہے لیکن اگر وہ مدعی نہیں ہے تو یہ شہادت قبول نہ ہوگی۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۴ ایسے دو آدمیوں نے جن پر میت کا قرضہ ہے گواہی دی کہ میت نے فلاں کو وصی بنایا ہے اور وہ فلاں بھی مدعی ہے تو استحساناً ان کی گواہی مقبول ہے اور اگر وہ فلاں مدعی نہیں تو مقبول نہیں۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۵ وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ فلاں نے ہمارے باپ کو وصی بنایا ہے اور وصی بھی دعویدار ہے لیکن ورثہ اس کے مدعی نہیں ہیں تو یہ شہادت نامقبول ہے قاضی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کو وصی مقرر کرے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۶ دو وصیّوں میں سے ایک وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی بنایا اور ساتھ ہی فلاں کو بھی وصی بنایا تو اگر باپ اس کا مدعی ہے تو اُن کی شہادت نہ باپ کے حق میں قابلِ قبول ہے نہ اجنبی کے حق میں قابلِ قبول، ہاں اگر باپ وصی ہونے کا مدعی نہیں بلکہ دعوٰی ورثہ کی طرف سے ہے اس صورت میں اُن کی شہادت قبول کرلی جائے گی۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۷ دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس شخص کو وصی بنایا اور اس سے رجوع کرکے اس دوسرے کو وصی بنایا تو یہ شہادت قبول کرلی جائے گی۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشهادة علی الوصیة، ج٦، ص١٥٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص١٥٩.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۸ دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس شخص کو وصی بنایا پھر وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ موصی نے ان کے باپ کو معزول کر دیا اور فلاں کو وصی بنا دیا تو ان دونوں بیٹوں کی گواہی مقبول ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۹ دو گواہوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ میت نے جمعرات کے دن وصیّت کی اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اس نے جمعہ کے دن وصیّت کی تو یہ شہادت مقبول ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۱۰ دو وصیوں نے نابالغ وارث کے حق میں شہادت دی کہ میت نے اُن کے لئے اپنے کچھ مال کی وصیّت کی ہے یا کسی دوسرے کے کچھ مال کی وصیّت کی ہے تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی یہ شہادت باطل ہے، اگر انھوں نے یہ شہادت بالغ وارث کے حق میں دی تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک میت کے مال میں نامقبول ہے اور غیر کے مال میں قبول کر لی جائے گی، اور صاحبین[3] کے نزدیک دونوں قسم کے مال میں شہادت جائز ہے۔[4] (ہدایہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۱۱ موصٰی لہ معلوم ہے لیکن موصٰی بہ معلوم نہیں، گواہوں نے موصٰی لہ کے لئے اس کی وصیّت کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول ہے اور موصٰی بہ کی تفصیل ورثہ سے معلوم کی جائے گی۔[5] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۱۲ دو شخصوں نے دوسرے دو آدمیوں کے حق میں گواہی دی کہ اُن کا میت پر ایک ہزار روپے دَین ہے اور ان دونوں نے پہلے دو شخصوں کے حق میں گواہی دی کہ ان کا میت پر ایک ہزار روپے دَین ہے تو ان دونوں فریقوں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کر لی جائے گی لیکن اگر ان دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے لئے ایک ایک ہزار کی وصیّت کی گواہی دی تو اس صورت میں اُن کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔[6] (عالمگیری ج ۶ کتاب الوصایا ص ۱۵۹)

ذمی کی وصیّت کا بیان

مسئلہ ۱ یہودی یا نصرانی نے صومعہ[7] یا کنیسہ[8] بحالت صحت بنایا پھر اس کا انتقال ہو گیا تو وہ میراث ہے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔[9] (جامع الصغیر از ہدایہ ج ۴ و عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب العاشر في الشهادة على الوصية، ج٦، ص١٥٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دو مشہور شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کو صاحبین کہتے ہیں۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب العاشر في الشهادة على الوصية، ج٦، ص١٥٩.

5 ......المرجع السابق.　6 ......المرجع السابق.

7 ......یہودیوں کی عبادت گاہ۔　8 ......نصرانیوں کی عبادت گاہ۔

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن في وصية الذمي والحربي، ج٦، ص١٣٢.

مسئلہ ۲ یہودی یا عیسائی نے بوقت موت اپنے گھر کو گرجا بنانے کی متعین ومعدود لوگوں کے لئے وصیّت کر دی تو اس کی یہ وصیّت اس کے ثلث حصہ میں جاری ہوگی۔[1] (جامع الصغیر و عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۳ اگر اس نے اپنے گھر کو غیر محصور و غیر معدود لوگوں کے لئے کنیسہ بنانے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز ہے۔[2] (جامع صغیر از ہدایہ ج ۴)

مسئلہ ۴ ذمی کی وصیّت کی چار قسمیں ہیں ① ایک یہ کہ وہ ایسی شے کی وصیّت کرے جو اس کے اعتقاد میں قربت و عبادت ہو اور مسلمانوں کے نزدیک قُربت و عبادت نہ ہو جیسے کہ ذمی وصیّت کرے کہ اس کے خنزیر کاٹے جائیں اور مشرکوں کو کھلائے جائیں تو اگر وصیّت متعین ومعدود لوگوں کے لئے ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، ② دوسرے یہ کہ ذمی ایسی چیز کی وصیّت کرے جو مسلمانوں کے نزدیک قربت و عبادت ہو اور خود ذمیوں کے نزدیک عبادت نہ ہو جیسے وہ حج کرنے کی وصیّت کرے یا مسجد تعمیر کرانے کی وصیّت کرے یا مسجد میں چراغ روشن کرنے کی وصیّت کرے تو اس کی یہ وصیّت بالاجماع باطل ہے لیکن اگر مخصوص و متعین لوگوں کے لئے ہو تو جائز ہے، ③ تیسرے یہ کہ ذمی ایسی چیز کی وصیّت کرے جو مسلمانوں کے نزدیک بھی عبادت و قربت ہو اور ان کے نزدیک بھی جیسے بیت المقدس میں چراغ روشن کرنے کی وصیّت کرے تو یہ وصیّت جائز ہے، ④ چوتھے یہ کہ وہ ایسی چیز کی وصیّت کرے جو نہ مسلمانوں کے نزدیک قربت و عبادت ہو اور نہ ذمیوں کے نزدیک جیسے وہ گانے بجانے والی عورتوں یا نوحہ گر عورتوں کے لئے وصیّت کرے تو یہ وصیّت جائز نہیں۔[3] (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶، کتاب الوصایا ص ۱۳۱)

مسئلہ ۵ فاسق فاجر بدعتی جس کا فسق و فجور حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو وصیّت کے معاملہ میں بمنزلہ مسلمانوں کے ہے اور اگر اس کا فسق و فجور کفر کی حد تک ہے تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے جو حکم مرتد کی وصیّت کا ہے وہی اس کی وصیّت کا ہے کہ اس کی وصیّت موقوف رہے گی، اگر اس نے اپنے کفر وارتداد سے توبہ کرلی تو وصیت نافذ ہوگی ورنہ نہیں۔[4] (ہدایہ ج ۴ و عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۱)

مسئلہ ۶ حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اور اس نے اپنے کل مال کی وصیّت کسی مسلمان یا ذمی کے لئے کی تو اس کی وصیّت کل مال میں جائز ہے۔[5] (جامع صغیر از ہدایہ و عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۷ حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اور اس نے اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیّت کسی مسلمان یا ذمی کے لئے کی تو یہ وصیّت جائز ہے اس کا بقیہ مال اس کے ورثہ کو واپس دیا جائے گا۔[6] (ہدایہ ج ۴ و محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن في وصية الذمي والحربي، ج ٦، ص ١٣٢.
2 ......"الهداية"، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي، ج ٢، ص ٥٣٦.
و"الجامع الصغير"، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي ببيعة او كنيسة، ص ٥٢٨.
3 ......"الهداية"، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي، ج ٢، ص ٥٣٦.
4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن في وصية الذمي والحربي، ج ٦، ص ١٣٢.
5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص ١٣٢.

مسئلہ ۸ حربی مُستامن کے لئے کسی مسلمان یا ذمی نے وصیّت کی تو یہ جائز ہے۔[1] (ہدایہ) مستامن اس شخص کو کہتے ہیں جو امان لےکر دارالاسلام میں داخل ہوا۔

مسئلہ ۹ ذمی نے اپنے ثلث مال سے زیادہ میں وصیّت کی یا اپنے بعض وارثوں کے لئے وصیت کی تو جائز نہیں۔[2] (ہدایہ) اوراگراپنے غیرمذہب والے کے لئے وصیّت کی تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۱۰ مسلمان یا ذمی نے دارالاسلام میں ایسے کافر حربی کے لئے وصیت کی جو دارالاسلام میں نہیں ہے تو یہ وصیت جائز ہے۔[4] (ہدایہ ج ۴ و مستصفٰی از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۱۱ اگرمسلمان مرتد ہوگیا (معاذ اللہ) پھر وصیّت کی، امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ موقوف رہے گی، اگراسلام لے آیا اور وصیّت اسلام میں صحیح ہے تو جائز ہے اورجو اسلام کے نزدیک صحیح نہیں وہ باطل ہوجائے گی۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۲)

☆☆☆☆☆

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ بہارشریعت کے انیسویں حصّہ کی تالیف مورخہ ۲۹ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۸۰ء یوم چہارشنبہ اختتام کو پہنچی مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس میں اپنی کم علمی کی وجہ سے اگر کچھ خامیاں ہوں تو مجھے معاف فرمائے اوراس کتاب کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

میں اس سلسلہ میں ہدیہ شکرپیش کرتا ہوں حضرت مولانا قاری رضاء المصطفٰے صاحب خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کو، جن کی محبت اور خلوص نے مجھ سے دین کی یہ خدمت لے لی۔ بلاشبہ اگراُن کے مخلصانہ اصرار کا زبردست دباؤ نہ ہوتا تو شاید میں دین کی اِس خدمت سے محروم رہتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ماجور فرمائے اورسعادتِ دارین سے سرفراز فرمائے۔

الفقیر الی اللہ الصّمد ظہیر احمد بن سیّد دائم علی زیدی

ازساداتِ قصبہ نگینہ ضلع بجنور

وائس پرنسپل مسلم یونیورسٹی سٹی ہائی اسکول علی گڑھ

غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَشَائِخِهٖ وَاَسَاتِذَتِهٖ وَاِخْوَانِهٖ وَاَوْلَادِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

---

1 ......"الهداية"، كتاب الوصايا، باب وصية الذمی، ج۲، ص۵۳۷.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن فی وصية الذمی والحربی، ج٦، ص۱۳۲.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن فی وصية الذمی والحربی، ج٦، ص۱۳۲.

5 ......المرجع السابق.

ارتسام

اسلافِ کرام اور سابق عُلماء مصنفین اصحاب نفوس قدسیہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی تصنیفات میں حمد وثناء وصلوۃ وسلام کے بعد خطبۃ الکتاب میں اپنا تعارف کراتے ہیں اس لئے کہ قارئین صرف کتاب ہی نہیں پڑھتے بلکہ کتاب لکھنے والے سے بھی واقف ہونا چاہتے ہیں اور یوں بھی کلام کی عظمت اوراس کی تاثیر متکلم ومصنف کی عظمت اوراس کے صالح کردار کے تابع ہے۔ اگر مصنف ومتکلم صاحبِ فکر ونظر، صاحب عقل وتدبیر، صاحبِ علم وفضل اور صاحبِ عمل صالح ہے تو اس کی تصنیف کی قوتِ تاثیر اتنی ہی زیادہ ہوگی اور پڑھنے والوں پراس بات کے گہرے اثرات ہوں گے۔

یہ کم علم وبے بضاعت اگرچہ ان بزرگوں کے شمار وقطار میں تو کجا ان کی گردِ پا بھی نہیں ہے مگر ان کا عقیدت مند ہے اور ان سے روحانی تعلق رکھتا ہے اوران کے فیوض وبرکات سے مستفید ہے۔ان کے اس طریقہ کی اتباع میں مناسب خیال کیا کہ اپنے نام ونسبت سے قارئین کو روشناس کرے اِس اُمید کے ساتھ کہ اِس کتاب کو پڑھنے والے اِس گنہگار کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔اہلِ علم سے عاجزانہ گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ بہ نظر غائر فرمائیں اور مخلصانہ اصلاح وعفوودرگزر سے نوازیں۔

اس ناچیز کا نام ظہیر احمد زیدی ابن سید دائم علی زیدی ابن سید عالم علی زیدی رحمہم اللہ تعالٰی ہے۔حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فقیر کا نام ظہیر الدین احمد فرماتے تھے۔آبائی وطن قصبہ نگینہ ضلع بجنور (یوپی) حال متوطن شہر علی گڑھ محلّہ دودھ پور بیت السادات۔دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ سے درسِ نظامیہ سے فراغت حاصل کی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی شعبہ دینیات میں تدریس کی خدمت انجام دی اور پھر اسی کو وطن بنالیا۔

فقیر کے دامن میں اگر کچھ فضل وکمال، علمی جاہ وجمال یا کچھ مکارم ومحاسن ہوں تو ان کا اظہار حقیقت پسندی وصداقت شعاری سے کیا جائے مگر یہاں تو تہی دامانی اپنا طرۂ امتیاز بن گیا ہے۔دارالعلوم ریاست دادوں میں سرتاج علماء، منبع الاساتذہ، صدر الشریعۃ، ابُو الْمَجدِ وَالْعُلٰی حضرت مولانا امجد علی علیہ الرحمہ صاحبِ بہارِ شریعت سے علم وفضل کا جوخزانہ ملا تھا مسلم یونیورسٹی کی مخصوص تدریسی بے قرار فضاؤں میں اس کا بہت سا حصہ تحلیل ہوگیا۔اب کیا رہا کہ پیش کیا جائے اور بے اصل وغیر واقعی اور خلافِ حقیقت ستائش سخت مذموم بلکہ ممنوع، رب فرماتا ہے۔

﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۸۸) ﴾

ہرگز نہ سمجھنا انہیں جوخوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے ان کی تعریف ہو، ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔(پ۴، آل عمران آیت ۱۸۸)

اسی لئے میں ڈاکٹر مولوی یحیٰی انجم ریڈر فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز ہمدرد یونیورسٹی نئی دھلی نے جب اپنی محبت وحسن خلوص میں میرے بارے میں کچھ لکھنا چاہا تو میں نے سختی کے ساتھ ہدایت کی کہ وہ ہرگز کسی مبالغہ یا غیر واقعی ستائش سے کام نہ لیں۔اور لفظ ''علامہ'' بھی استعمال نہ کریں۔ان کا وہ مقالہ کتاب بہارِ شریعت حصہ انیسویں میں شائع ہوگیا ہے۔اس ناچیز کو اگر کچھ حاصل ہے تو چند عظیم واعظم نسبتیں ہیں جن پر مجھے فخر ہے ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں سربلند رکھیں گی۔

(۱) پہلی نسبت تو مجھے باعث تخلیق کائنات، افضل الخلق، رحمۃ للعالمین، سیدالانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفٰے صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ کی ذات اقدس واطہر سے ہے اور یہ نسبت نسبی ہے۔بلاشبہ میں اپنے اسلاف ومشائخ کے واسطے سے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایہ رحمت وعاطفت میں ہوں اور اس جناب کی بارگاہِ منبعِ علم وقاسمِ نعمت سے مجھے اپنے رب کی نعمتیں وبرکتیں بے شمار حاصل ہیں جو بیان نہیں کی جاسکتی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا

(۲) دوسری نسبت اس ناچیز کو سیدالفقہاء والعلماء، صاحب الاخلاص والاحسان والعمل، استاذی واستاذ علماء برصغیر، صدرالشریعۃ حضرت مولانا الحاج ابوالعلیٰ امجد علی اعظمی رضوی طَابَ اللّٰهُ ثَرَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ سے ہے جن کے نورِ علم سے ہندوپاک کی سرزمین منور وروشن ہے اور جن کی تصنیف بہارِ شریعت نے دِین سے شغف رکھنے والوں کے لئے چمنستانِ علم وفقہ کے دریچے کھول دیئے ہیں اس ذاتِ گرامی سے مجھے شرفِ تلمذ حاصل ہے اور یہ تصنیف انہیں کا کرم انہیں کا فیضان اور انہیں کی عطا ہے۔

(۳) تیسری نسبت مجھے سیدالاصفیاء، صاحب الصدق والصفا، مظہر حسن مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء سیدی وسندی شیخ العلماء وحجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ سے ہے جن کو آقائے نعمت، سیدالکونین، نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰه، سلطان الکائنات، قدسی صفات، صاحبِ اَعْظَمِ الْمُعْجِزَات، مِنَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْمُؤمِنِيْن، شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ حسن وجمال سے وہ حصہ ملا تھا کہ دل ان کی طرف کھنچتے تھے اور نگاہیں ان سے آسودہ ہوتی تھیں اور نفوس ان سے روحانی راحت وسکون حاصل کرتے تھے۔حسن وجمال وشیریں مقال، صاحبِ فضل وکمال، مرشد ملکوتی خصال، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، راحَةُ الطَّالِبِيْن، هادِى الْمُرِيْدِيْن، یہ تمام خصائص وکمالات آپ کو بارگاہِ قاسمِ نعمت محبوبِ ربّ العالمین علیہ التحیۃ والسلام سے حاصل تھے۔اس فقیر کو ایسے شیخ کامل سے بیعت وارادت کی سعادت حاصل ہے۔

(۴) چوتھی نسبت مجھے قطب الارشاد، سیدالاتقیاء والزھاد، مختار العباد، افضل الامجاد، شانِ جمال مصطفائی، عکس کمال مرتضائی، سیدی ومولائی، صدر نشین منصب افتاء، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الحاج مصطفٰی رضا علیہ الرحمہ سے ہے جن کے ظاہری وباطنی فیوض وبرکات سے ہندوپاک کے تشنگانِ مئے طریقت وشریعت سیراب ہورہے ہیں اور ہزاروں ہزار نفوس داخلِ سلسلہ ہوکر آپ سے فیضیاب ہیں اس خادم کو ایسی پاکیزہ ومقرب بارگاہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

(۵) پانچویں نسبت راقم السطور کو شہ ضیا، حاضر دربار مصطفٰی، حضرت مولانا الحاج ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے حاصل ہے جو مدینۃُ الرسول وجوار روضۂ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم میں بعمر ۱۸ سال حاضر ہوئے اور تقریباً بہتّر حج ادا کئے۔ سوائے زمانہ حج ادا کرنے کے مدینہ منورہ کی پاک زمین سے باہر قدم نہ رکھا۔ قریب قریب بہتّر۷۲ سال بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر رہے اور آپ کے فیوض و برکات اور رحمتوں سے حصہ پاتے رہے نہایت درجہ صالح العمل اور صاحبِ تقویٰ وطہارت اور پاکیزہ صورت وسیرت تھے سعودی حکومت انہیں مرعوب نہ کرسکی۔ ان کی نگاہِ کرم نے مجھے بھی اِجازت وخلافت کے لئے انتخاب فرمایا۔

اب میرے پاس ان عظیم مقدس اور مُطَہَّر نسبتوں کے سوا کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ ان کے فیوض و برکات سے ہے۔ یہ انہیں کا فیضانِ کرم ہے کہ اہلِ سنت کے علمی حلقوں میں اس ذرہ بے مقدار کو معرفت حاصل ہے اور اہلِ علم و دانش نگاہِ احترام سے دیکھتے ہیں۔ جملہ اصحاب علم ومعرفت سے دعائے مغفرت کا طالب ہوں۔ یہی نسبتیں میری دنیا وآخرت کی فلاح ونجات کا مستحکم سہارا ہیں۔

ایک واقعہ کا اظہار اپنے لئے باعثِ رحمت و سعادت تصور کرتا ہوں۔ آج مورخہ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ یوم جمعۃ المبارک ہے، گزشتہ شب یعنی ۲۰ و ۲۱ جمادی الاولیٰ کی درمیانی رات یعنی شبِ جمعۃ المبارک میں ۴ بجے شب کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک ایسے مقام پر ہوں جہاں اعمال کا حساب ہورہا ہے، بہت سے لوگ ہیں اور میں بھی اپنے نمبر کا منتظر ہوں کہ مجھے میرے اعمال کا حساب لینے کے لئے طلب کیا گیا، میں حاضر ہوا لیکن حساب لینے والی ذات نظر نہیں آرہی تھی۔ تھوڑی دیر میں حساب لے کر مجھے حکم ہوا کہ ''جاؤتم جنت میں'' میں وہاں سے رخصت ہوا تو میں نے دیکھا کہ جنت میں جانے والے کچھ اور لوگ بھی اس جگہ بیٹھے ہیں جو جنت میں جانے والوں کے لئے ہے، میں بھی ان ہی کے پاس چلا گیا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس خواب سے مجھے کافی روحانی سرور حاصل ہوا اور میں نے دعا کی کہ ''اے رب العالمین اگر یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے تو مجھے اس کے مکروفریب سے اپنی حفاظت میں رکھ اور میرے ایمان و یقین کو سلامت رکھ اور ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رکھ اور اگر یہ خواب تیری جانب سے ایک بشارت ہے تو مجھے توفیق توبہ و انابت عطا فرما اور زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِ نَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن

خادمُ العلماو الفقراء

الفقیر ظہیر احمد زیدی ابن سید دائم علی زیدی غفر لھما

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ یوم جمعۃ المبارک ۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء

بیت السادات دودھ پور علی گڑھ۔ انڈیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ

بِاسْمِهٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی جَلَّ وَ عَلَا فَلَهُ الْحَمْدُ وَالثَّنَاءُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّهٖ صَاحِبِ الشَّفَاعَةِ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِی الصِّدْقِ وَالصَّفَا.

سید الفقہاء، استاذ العلماء، افضل الاصفیاء، صدر الشریعۃ ابو العُلیٰ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالی مصنفِ ''بہارِشریعت'' نے بہ توفیقِ الٰہی عزم فرمایا کہ جملہ ابوابِ فقہ کو بہ شمول عقائد اسلام علمِ دین سے شغف رکھنے والوں کے لئے ان کی مادری زبان میں منتقل فرما کر مرتب فرمادیں۔ ابھی آپ نے ابوابِ فقہ میں سے کل سترہ ابواب کے مسائل ضروریہ عامۃ الورود کو مکمل فرمایا تھا کہ سفرِ آخرت کا دعوت نامہ مل گیا اور آپ اپنے رب سے واصل ہوگئے۔ باقی ابوابِ فقہ تشنۂ تکمیل رہ گئے جن کے بارے میں آپ نے اپنے تلامذہ سے توقع فرمائی کہ ان میں سے کوئی سعادت مندان کی تکمیل کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے یہ اس بندۂ ناچیز کی خوش نصیبی ہے کہ ''بہارِشریعت'' کے انیسویں حصہ ''باب الوصیۃ'' کی تالیف وترتیب کی سعادت میرے حصہ میں آئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (رب تعالیٰ قبول فرمائے)

''بہارِشریعت'' وہ منفرد اور عجوبہ روزگار کتاب ہے جس میں جملہ ابواب فقہ کے مسائل ضروریہ کو اردو داں مسلمانوں کے لئے ان کی مادری زبان میں منتقل کردیا گیا ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں پر حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا یہ وہ احسان ہے جس کا شکر وہ تا صبح قیامت ادا نہیں کرسکتے۔ رب کریم مصنف علیہ الرحمہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ (آمین)

وجہ تالیف

۱۹۸۰ء میں جب میں نے ''بہارِشریعت'' کے انیسویں حصہ کا کام شروع کیا اس وقت ذہن میں یہ بات اِلقاء ہوئی کہ ''بہارِشریعت'' کو اب یہ مقام حاصل ہوگیا ہے کہ ملت کے نوجوان علماء جو مدارس عربیہ سے تحصیل علم کی فراغت کرکے نکلتے ہیں وہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق فتویٰ ''بہارِشریعت'' کے مطالعے سے لکھتے ہیں۔ صرف تحقیقی اور دشوار طلب مسائل میں اکابرین سابق اور مستند علماء فقہ کی تصانیف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی لئے مناسب ہے کہ نوخیز علماء کو فتویٰ نویسی کے آداب وقواعد سے متعارف کرایا جائے اور ''بہارِشریعت'' کی طرح وہ بھی مادری زبان اردو میں ہو۔ چنانچہ انیسویں حصہ کی تالیف سے فراغت کے بعد فتویٰ نویسی سے متعلق قواعد وضوابط اور اس سے متعلق مفتی کے لئے ضروری اور اہم اُمور کی معلومات کی تالیف کا کام شروع کردیا اور قواعد فقہیہ واُصول کلیہ میں سے بھی کچھ اُصول وضوابط بیان کئے جو دورِ جدید کے مفتیانِ کرام کی

معلومات میں اضافہ کریں اور انہیں ان قواعد و اُصول کی روشنی میں فتویٰ لکھنے میں سہولت ہو۔ بارگاہِ حق تعالیٰ میں دست بدُعا ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس کو علماء و طلباء و عوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

بلا شک اس سے دینی رجحان رکھنے والے عامۃ المسلمین بھی اپنے علم میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ اور اپنے دینی جذبے اور علم کی تشنگی کو تسکین دے سکتے لیکن مسائل کے احکام بیان کرنے اور فتویٰ دینے کا حق صرف ان ہی علماء کو حاصل ہے جنہوں نے علوم دینیہ عربیہ مستند صحیح العقیدہ علماء سے معیاری مدارس عربیہ میں حاصل کیے ہوں۔ قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنے اور یاد کر لینے سے یا احادیث کا ترجمہ اردو زبان میں پڑھ لینے سے عام مسلمان احکام کی روح اور مسائل کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ مسعود و مبارک میں بھی مخصوص افراد صحابہ و تابعین میں سے ایسے تھے جن سے مسائل کے احکام معلوم کرنے میں رجوع کیا جاتا تھا۔ ہر صحابی یا ہر تابعی کو یہ مقام حاصل نہ تھا۔ اس لئے احکامِ شرعیہ کو حاصل کرنے میں اور دوسروں کو بتلانے میں فقہی کتابوں کے مطالعے کے ساتھ صاحبِ فہم و اِدراک صحیح العقیدہ دینی عالم سے رجوع کرنا بہرحال ضروری ہے غیر عالم عامۃ المسلمین کے لئے قرآن کریم کا یہی حکم ہے۔ فرمایا: ﴿ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَۙ(۴۳) ﴾ (1)

دنیائے علم کے عجائبات میں سب سے بڑا اعجوبہ فقہ الاسلام ہے

تعلیمات اسلام کی روشنی میں علماء اسلام نے دنیا کو جن علوم سے آشنا کیا ان میں سے علم حدیث، علم اسماء الرجال اور علم فقہ وہ علوم ہیں جن کی کوئی مثال و نظیر نہیں۔ ان علوم کی تدوین میں محققین اسلام نے جو محنتیں، کاوشیں کیں، دور دراز سفر کی جو مشقتیں برداشت کیں اور جس طرح خدمتِ دین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور خالصاً لوجہ اللہ دن رات اسی میں لگے رہے یہ بھی اپنی نظیر آپ ہے۔

احکامِ فقہیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہیں۔ افعال و اعمال انسانی کا کوئی فعل ایسا نہیں ہے جس کے لئے فقہ اسلام میں جواز یا عدم جواز کا حکم نہ بیان کیا گیا ہو۔ اگر کسی مسئلہ اجنبی سے متعلق صراحۃً حکم نہ ملے تو ایسے اصول وقواعد ضرور ملیں گے جن کے ذریعہ حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔ فقہ اسلام نے اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ عالمی تمدن و معاشرت پر بھی گہرے نقوش قائم کئے ہیں اور ایک بہتر صالح اور فلاحی معاشرہ قائم کیا ہے اور دنیا کی اس کی طرف راہ نمائی کی ہے۔ بہت سے غیر مسلم محققین بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اور انہوں نے اس کی جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف بھی کیا ہے۔ جن غیر مسلم اہل علم اور قانون داں محققین نے فقہ اسلامی کی عظمت، جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف کیا ہے ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

(۱) فرانسیسی پروفیسر لامبیر (۲) پروفیسر لیوی اوکان یہ پیرس کے کالج میں استاد تھے (۳) ڈاکٹر انتر یکوانسایا (۴)

---

(1) ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (پ ۱۴، النحل: ۴۳)

پروفیسر بیوار کا زیللی (۵) عظیم عیسائی رہنما فارس الخوری (۶) مشہور مستشرق سانتیلانا (۷) لبنان کے عیسائی عالم سلیم باز (۸) جرمن کے مشہور قانون داں جوزف کوسلر (۹) وائنا یونیورسٹی کے لاء کالج کے پرنسپل شپرل (۱۰) پروفیسر ومبری (۱۱) امریکن ہارورڈ یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر ہوکنگ اپنی کتاب میں ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''میں اپنے آپ کو حق وصداقت پر محسوس کرتا ہوں جب یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ اسلامی شریعت میں وہ تمام اصول ومبادیات موجود ہیں جو ترقی کے لئے ضروری ہیں۔'' یہ کتاب عربی میں ترجمہ ہوکر ''روح السیاسة العالیه'' کے نام سے شائع ہوئی۔ (فقہ الاسلام مصنفہ حسن احمد الخطیب باب ہفتم فصل ہفتم)

کیا اسلامی فقہ رومی قوانین سے متاثر یا ماخوذ ہے

بعض مستشرقین نے اسلام دشمنی کے اندھے تعصب کا شکار ہوکر یہ الزام تراشا کہ ''اسلامی فقہ رومی قانون سے ماخوذ ہے۔'' اس قسم کے خیالات کا اظہار گولڈز یہر، سانتیلانا، شیرمان اور ایموس کی تحریروں میں کیا گیا بعد میں دیگر غیر مسلم عیسائی مصنفوں نے بھی اس کو ہوا دی۔ اور اس دعویٰ کو دوراز کار، بے سروپا دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی انہوں نے اس سے یہ تو فائدہ حاصل کیا کہ عیسائی رائے عامہ کو گمراہ کیا لیکن کاغذ کی ناؤ دیر تک باقی نہیں رہ سکتی اور دیر تک چل نہیں سکتی۔ بہت جلد اس دعویٰ کی قلعی کھل گئی اور حقیقت صادقہ صاف صاف سامنے آ گئی۔

(۱) رومی قوانین بقول پروفیسر گبن اپنے دورِ اول میں صرف بارہ تختیوں کی تدوین پر مشتمل تھے۔ پھر یہ وقتاً فوقتاً شہنشاہوں کی خواہشات کے مطابق مختلف ادوار میں تبدیل ہوتے رہے ارتقاء رومی قانون کے مورخین نہایت صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رومی شہنشاہِ جستنیان کے دور میں اس پر زوال آیا اور اس شہنشاہ کی وفات ۵۶۵ء کے بعد تو یہ بدترین اضمحلال کا شکار ہوا اور پھر اس کا چراغ ہی بجھ گیا۔ اس کے بعد یہ رومی قانون کلیساؤں میں محدود ہوکر رہ گیا خود اہل یورپ بھی اس سے آشنا نہ رہے تقریباً ساڑھے چار سو سال کے بعد پھر اس کی نشاۃِ ثانیہ ہوئی۔ (کتاب مبادی قانون روما) یعنی قانون روما چھٹی صدی عیسوی کے نصف آخر سے لے کر گیارھویں صدی کے ربع اول تک گوشۂ گمنامی میں رہا جب کہ فقہ اسلامی کی ابتداء ساتویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی سے ہوئی اور دسویں صدی عیسوی تک اپنے عروج کو پہنچ کر مکمل ہوگئی اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ جو زمانہ رومی قانون کے اضمحلال اور گوشہ گمنامی میں رہنے کا ہے۔ عین وہی زمانہ فقہ اسلامی کی ابتداء، نشوونما اور عروج وکمال تک پہنچنے کا ہے۔ لہٰذا فقہائے اسلام کا رومی قانون سے واقف ہونے اور اِستفادہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ایسے تاریخی شواہد موجود ہیں کہ رومی قانون کے علماء نے اس کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں فقہ اسلامی سے استفادہ کیا اور اس کی چھاپ رومی قانون میں صاف دکھائی دیتی ہے۔ جرمن مورخ موسیہم اپنی کتاب ''تاریخ کلیساء'' میں لکھتا ہے کہ ''پاپائے روم ہربرٹ فرانسیسی اپنی تعلیم میں اُندلس کے عربوں کی کتابوں اور ان کے مدارس کا مرہونِ منت ہے۔ وہ ۱۰۳۵ء میں علم حاصل کرنے کے لئے ہسپانیہ گیا

اور وہاں قرطبہ اور اشبیلیہ میں عرب علماء کا شاگرد رہا۔'' تفصیلات بیان کرتے ہوئے وہ آگے لکھتا ہے: ''لہٰذا انہوں نے یعنی پوپ ہربرٹ اور اس کے ساتھ اندلس میں عرب علماء سے علم حاصل کرنے والے عیسائیوں نے اس وقت جو دیوانی یا فوجداری قوانین فقہ اسلامی سے اَخذ کئے یہ وہی قوانین تھے جنہیں انہوں نے جدید رومی قانون سے موسوم کیا تھا۔'' (فقہ اسلام بحوالہ تاریخ کلیساء)

(۲) ''ہدایہ'' کی شرح ''النہایہ'' کے حواشی میں ابوالولید عبد اللّٰہ نے جو بیان کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے کہ رومی قوانین فقہ اسلامی سے مستفاد ہیں۔ ابوالولید اس حاشیہ میں بیان کرتے ہیں کہ یورپ کے طلباء جو اندلس کے شہر غرناطہ میں تحصیل علم کے لئے آتے تھے فقہ اسلامی کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کے لئے بہت سرگرمی کا اظہار کرتے تھے کیونکہ چوتھی و پانچویں صدی ہجری میں ان کے ملکی قوانین بہت خراب تھے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ اسلامی قوانین ان کے ممالک میں رائج ہوں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے فقہ اسلامی کو اپنے طور پر مرتب کرلیا تھا اور اپنے ملک کے حالات کے مطابق اس میں تبدیلی کرلی تھی۔ (فقہ الاسلام ۵۲۸)

(۳) مِلَل و اَدیان کا تقابلی مطالعہ کرنے والے عُلماء مذاہب عالم، مورخین اور اہل دانش خوب جانتے ہیں کہ قانون روما کوئی مکمل قانون نہیں ہے۔ دورِاوّل میں وہ صرف بارہ تختیوں پر تحریر تھا۔ گیارھویں صدی کی چوتھی دہائی کے بعد اس کی نشاۃ ثانیہ میں اسلامی اثرات سے اس میں توسیع کی گئی رفتہ رفتہ اس کی ضخامت میں اضافہ ہوا پھر بھی وہ جملہ حقوق انسانی اور اس کی قانونی ضرورتوں کا کفیل نہ ہوسکا نہ آج تک اس میں اتنی وسعت پیدا ہوسکی کہ وہ انسانی معاشرہ کی جملہ انواع واقسام اور عدل و انصاف کے جملہ تقاضوں کو پورا کرسکے اور انفرادی واجتماعی حقوق انسانی کا تحفظ کرسکے۔ وہ ایک محدود دائرے میں محدود ہے جس میں انسانی زندگی کی وسیع تر ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اس کے مقابلے میں فقہ اسلامی ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے جس میں انسانی زندگی کے جملہ امور ومعاملات خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی و جماعتی حیات سے متعلق ہوں یا موت سے، صحت وتندرستی سے متعلق ہوں یا امراض واسقام اور ادویات ومعالجات سے، حکومت ومملکت سے متعلق ہوں یا رعایا اور محکوموں سے، جنگوں سے متعلق ہوں یا صلح وامن سے، مفاد عامہ سے ان کا تعلق ہو یا شخصی وذاتی مفاد سے یا طہارت جسم، طہارت نفس اور طہارتِ فکر و خیال سے، غرض ہر شے کے فقہ اسلامی میں احکام بیان کئے گئے ہیں اور کسی بھی چیز کو چھوڑا نہیں گیا ہے۔ یہ خصوصیت و امتیاز قوانین روما کو کہاں حاصل ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن وحدیث کی اپنی ایک زبان ہے۔ اپنا مخصوص اندازِ بیان ہے۔ اپنی اصطلاح ہے جو کسی دوسرے سے نہ مستعار ہے نہ مستفاد۔ رومی قوم قانون اور قوانین کا لفظ استعمال کرتی ہے جب کہ قرآن وحدیث اس لفظ کو

استعمال نہیں کرتے قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں کہیں یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس کی بجائے وہ اپنی اصطلاح استعمال کرتا ہے اور وہ ہے احکام، امرونہی، حرام وحلال، اثم ومعصیت اور حدود وشعائر وشرائع وغیرھا، فقہ اسلامی نے بھی قرآن و احادیث کی ان ہی اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔ یہ سب کچھ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ فقہ اسلامی قوانینِ روما سے قطعاً مستفاد نہیں۔ یہ مستشرقین کا خودساختہ خیال ہے اوراس خیال کے پردے میں وہ اپنی چوری اور کمزوری کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

کتاب لکھنے کا مقصد

(۱) میں نے اس کتاب میں کوشش کی ہے کہ میں علماء فقہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کروں کہ انہیں مسائل بیان کرتے وقت اور کسی استفتاء کا جواب لکھنے میں کن کن اُمور کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور یہ کہ مسائل شرعیہ بیان کرنے اورفتویٰ نویسی کے لئے معیارِعلم کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہیں اُن اکابر فقہاء ومجتہدین کی عظیم شخصیتوں کی معرفت بھی حاصل ہونی چاہئے جن کے اقوال وتصنیفات مستند اور مُفتیٰ بہا ہیں اور جن پر اعتماد کیا جاتا ہے اس سلسلے میں مَیں نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی عظمت وفضائل کو خاص طور سے بیان کیا ہے اوران کے مُعتَمَد تلامذہ اوران کی مستند تصنیفات سے بھی روشناس کرادیا ہے۔

(۲) قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ ﴿ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ﴾ [1] ہے یعنی اس میں ہر شے کا بیان ہے اور یہ کہ دین ودنیا کی تمام خشک وتر چیزوں کا بیان قرآنِ مبین میں ہے۔ ﴿ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ(۵۹) ﴾ [2]

اس سلسلہ میں، میں نے کوشش کی ہے کہ اس امر کی وضاحت کروں کہ ہمارے اکابر فقہائے کرام خصوصاً مجتہدین فقہ نے فقہ اسلام مدون ومرتب فرما کر قرآن مجید کے اس دعویٰ کو بقدرِاستطاعت ثابت کردیا ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں طاقت بشری کے مطابق شمار واندازہ سے زیادہ اتنے مسائل واحکام بیان کردیئے ہیں کہ کوئی چیز بیان کرنے سے رہ نہیں گئی ہے۔ انہوں نے مسائل شرعیہ وفقہیہ میں اتنی کثیر تعداد میں اور اتنی ضخیم اور جامع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن کی صحیح تعداد بھی شمار میں نہیں پھران میں اتنے کثیر مسائل بیان فرمادیئے ہیں جن کا نہ کوئی شمار نہ حدونہایت، اُمتِ مسلم ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ فَجَزٰهُمُ اللّٰهُ خَيرَ الْجَزَا صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ اور جدید مسائل کا حکمِ شرعی معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم اوراحادیث شریفہ کی روشنی میں کچھ ایسے اصول کلیہ مرتب فرمادیئے جن سے علمائے دین جدید مسائل کا علم حاصل کرسکیں۔ ان کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے میں نے علمائے فقہ کے لئے اُن میں سے

---

1 ......ترجمۂ کنزالایمان: (اس قرآن پاک میں) ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (پ ۱۴، النحل: ۸۹)

2 ......ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (پ ۷، الانعام: ۵۹)

کچھ بیان کئے ہیں تا کہ ہمارے علماء کو سہولت ہو اور یہ سب کچھ فیضان ہے میرے اساتذہ خصوصاً حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اور میرے اَکابر کا جن کے فیوض و برکات سے میں اس قابل ہو سکا کہ یہ تصنیف پیش کر سکوں ورنہ ''من آنم کہ من دانم''۔ (3)

اصحابِ علم و علمائے کرام سے گزارش ہے کہ اس تصنیف میں میری کم مائیگی اور بے بضاعتی کی وجہ سے جو کوتاہیاں اور خامیاں ہوں از راہ کرم ان پر مجھے مطعون نہ کریں اور ہدف ملامت نہ بنائیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اصلاح فرما دیں اور میرے لئے دعائے خیر و استغفار فرمائیں ربّ کریم انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ اِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَاِلَيْهِ مَآبُ

وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِىْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

وَعَلٰى جَمِيْعِ عُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ آمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط

اَلْفَقِيْرُ الْعَبْدُ اِلَى اللّٰهِ الصَّمَد

العبد الضعیف ظہیر احمد زیدی القادری

ابن السید دائم علی زیدی غفرلہ ولوالدیہ

متوطن قصبہ نگینہ ضلع بجنور محلّہ سیدواڑہ ساکن حال

بیت السادات دودھ پور علی گڑھ

مورخہ ۷ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۱ء یوم چہار شنبہ

---

1 ......فارسی محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ ''میں اپنے بارے میں جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔''

جنتی اعرابی

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ ایک اَعرابی نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)! ایسے عمل کی طرف میری راہنمائی فرمائیے کہ جب میں وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں؟'' تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالٰی کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور فرض نماز ادا کرو اور زکوۃ ادا کیا کرو اور رمضان کے روزے رکھا کرو۔'' یہ سن کر اعرابی نے کہا ''اس ذات پاک کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر زیادتی نہ کروں گا۔'' پھر جب وہ اَعرابی لوٹا تو نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: ''جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، الحدیث: ۱۳۹۷، ج ۱، ص ۴۷۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ:

اسلام اور علم کی اہمیت

دنیا کے تمام مِلَل و اَدیان میں صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس کو یہ فخر وشرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے ہر ماننے والے کے لئے علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔ سب سے پہلی وحی جو رسول کل وسید الکائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم پر غارِ حرا میں نازل ہوئی اس کا پہلا لفظ یہی ہے۔ اقرأ (پڑھو) یعنی علم حاصل کرو۔ پہلی وحی یہ ہے۔

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ ﴿۵﴾ ﴾[1]

ترجمہ: پڑھو اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا فرمایا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا پڑھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھا دیا جو نہ جانتا تھا۔

آیتِ کریمہ کا ایک ایک لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ اسلام میں علم کی اہمیت کس درجہ ہے کہ ایک ہی مقام پر دوبار علم حاصل کرنے کا حکم دیا پھر اس احسان کا اظہار فرمایا کہ یہ اس کا کرم ہے اس نے انسان کو علم بھی عطا فرمایا اور لکھنا بھی سکھایا۔ علم حاصل کرنے کا حکم دینے کے بعد قرآن نے دیگر جگہ علم حاصل کرنے والوں اور اہلِ علم کی عظمت وفضیلت بیان فرمائی اور جہالت کی سخت مذمت بیان فرمائی صاف صاف الفاظ میں فرمادیا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ فرمایا:

﴿ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ ﴾[2]

کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔

مطلب یہ کہ ہرگز ہرگز عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ جاہل تو کُندۂ ناتراش ہے اور علماء کو کتابِ الٰہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث بنایا گیا ہے۔

---

1 ...... "صحیح البخاری"، کتاب التفسیر، سورۃ (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ)، باب ۱، الحدیث: ۴۹۵۳، ج۳، ص ۳۸۴.
پ ۳۰، العلق: ۱۔۵.

2 ...... پ ۲۳، الزمر: ۹.

قرآن فرماتا ہے:

﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَاۚ ﴾[1]

ترجمہ: پھر ہم نے اپنے منتخب اور چنیدہ بندوں کو قرآن کا وارث بنایا۔

یعنی کہ اولاً کتاب ہم نے اپنے پیارے رسول اور حبیب علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل فرمائی اور انہیں ما کان و ما یکون کا علم[2] عطا فرمایا۔ پھر آپ کے بعد ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ'' بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی ان کی وراثت تو علم الٰہی اور علم دین ہے تو جو اِسے پالے گا وہ علم کا بڑا حصہ پالے گا۔[3]

ایک اور مقام پر قرآن پاک میں فرمایا۔

﴿ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ ﴾[4]

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان لانے والوں کو اور ان ایمان والوں کو جو تم میں سے علم دیئے گئے درجوں بلند فرماتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایمان لانے کا دارومدار بھی علم و معرفت ہی پر ہے اور پھر ایمان لانے کے بعد مزید علم حاصل کرنا درجوں بلند ہونے کا سبب ہے یہ رفعت و بلندی، یہ عظمت و فضیلت ہر گز کسی جاہل، بے علم و بے شعور کا نصیب نہیں ہوسکتی۔

ان آیاتِ کریمہ کی تشریح میں علم کی اہمیت کے اِظہار کے لئے نیز ایک مسلمان کو سچا اور پختہ مسلمان ہونے کے لئے رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ[5] وَمُسْلِمَةٍ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرضِ عین ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَی اللَّحْدِ[6] علم حاصل کرو پیدائش سے لے کر قبر میں جانے تک۔

اور فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ[7]

---

1 ...... پ ۲۲، فاطر: ۳۲.

2 ...... یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کا علم۔

3 ...... ''جامع الترمذی''، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه ... إلخ، الحدیث: ۲۶۹۱، ج ٤، ص ۳۱۲.

4 ...... پ ۲۸، المجادلة: ۱۱.

5 ...... ''سنن ابن ماجه''، کتاب السنة، باب فضل العلماء إلخ، الحدیث: ۲۲٤، ج ۱، ص ۱٤٦.

6 ...... ہمیں یہ روایت بطور حدیثِ رسول کہیں بھی نہیں ملی، البتہ روح البیان میں ''وارد ہوا ہے'' کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے، لیکن ''وارد ہوا ہے'' کے الفاظ سے حدیث کا اشارہ نہیں ملتا لہٰذا اسے حدیثِ رسول نہ کہا جائے۔۔۔ **علمیه**

''روح البیان''، الجزء الخامس عشر، سورة الکهف، تحت الآیة: ٦٦، ج ٥، ص ۲۷٤.

7 ...... ''الجامع الصغیر''، الحدیث: ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ص ۷۲.

علم حاصل کرو چاہے تمہیں اس کے لئے چین تک جانا پڑے۔

ان تمام آیات اور احادیث سے بلاشک وشبہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے علم حاصل کرنے کو ہر چیز پر ترجیح دی ہے اور اسلام قطعاً یہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی بھی مسلمان خود کو علم سے محروم رکھے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا علم ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا گیا ہے اور جس کو حاصل کرنے کا پیدائش سے لے کر موت تک حکم دیا گیا ہے اور اگر اس کے حصول میں چین جیسے دور دراز ملک میں جانے کی مشقت اور تکلیف بھی اٹھانا پڑے تو ضرور اٹھائے مگر علم حاصل کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تمام علوم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ کیونکہ اول تو علوم کی تعداد ہی شمار سے باہر ہے پھر ہر علم کی وسعت اس قدر ہے کہ اس کا احاطہ ناممکن، تو اگر تمام علوم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا جائے تو یہ تکلیف مالایطاق ہوگی، یعنی یہ ایسا حکم ہوگا جس کا پورا کرنا انسان کی طاقت وقدرت سے باہر ہوگا اور شریعت ہرگز ہرگز کوئی ایسا حکم نہیں دیتی جو انسان کی قوت واستطاعت سے باہر ہو۔ نہ ہی اس حکم کا یہ مطلب ہے کہ علم حاصل کرو خواہ وہ کوئی سا بھی علم ہو کیونکہ بہت سے علم ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا شریعت حرام یا ناجائز قرار دیتی ہے۔ بلکہ بعض علم ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا کفر ہے۔ یعنی جو علوم انسان کو گمراہی کی طرف لے جائیں فسق و فجور اور معصیت الٰہی میں مبتلا کریں، ان کا حاصل کرنا سخت حرام ہے اور جو علوم انکار خدا اور کفر والحاد وغیرہ میں مبتلا کردیں، ان کا حاصل کرنا کفر ہے۔ تو حدیث پاک میں جس علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دیا ہے اس سے مراد نہ کلی علوم ہیں اور نہ یہ کہ کوئی سا بھی علم حاصل کرو تو لازمی طور سے اس علم سے وہی علم مراد ہوسکتا ہے جو انسان کو حق وصداقت کی طرف لے جائے۔ شرک وکفر اور ہر قسم کی گمراہی سے بچائے اور اللّٰہ کا فرمانبردار اور اطاعت شعار بندہ بنائے کیونکہ اسلامی تعلیمات اور بعثت و رسالت کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے، اس کی وحدانیت کا اقرار کرے، کفر وشرک اور ہر قسم کی گمراہی ومعصیت سے بچے، اپنے رب کے احکام سے واقفیت حاصل کرے تاکہ ان پر عمل کرکے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے اور انسانی معاشرت کو پاک وصاف بنائے اور ایسا علم سوائے علم شریعت وعلم دین کے کوئی دوسرا علم نہیں ہوسکتا۔ اس تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے وہ صرف علمِ دین ہے باقی علوم فرض کا درجہ نہیں رکھتے۔ اگر وہ گمراہی کی طرف نہیں جاتے تو ان کا حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ علمِ دین حاصل کرنے والوں کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں۔ ''مشتے نمونہ از خروارے'' یہ چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا:

---

1 ...... یعنی علم کی فضیلت میں احادیث بہت کثرت سے وارد ہوئی ہیں لیکن یہاں بطورِ نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقًا إِلَی الْجَنَّةِ

جس نے تلاش علم کی راہ اختیار کی اللّٰہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرمادے گا۔ رواہ مشکوٰۃ [1]

حضرت ابودرداء کی روایت میں اس حدیث میں مزید تفصیل ہے اس میں مذکورہ بالا حدیث کے ساتھ یہ بھی روایت ہے کہ ''ملائکہ علم حاصل کرنے والے کی رضا اور خوشی کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے زمین وآسمان کی ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی تہہ کی مچھلیاں بھی اس کے لئے دعائے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی عظمت اور علومرتبت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے ماہِ تمام کو باقی تمام ستاروں پر۔ [2]

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِيْ عَلٰی أَدْنَاکُمْ

عالم کو عابد پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی مجھے تمہارے کمتر درجے کے آدمی پر۔ رواہ مشکوٰۃ [3]

ابوداوٗد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللّٰہ بن عَمْرو [4] رضی اللّٰہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ آیَةٌ مُّحْکَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِیْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَاسِوٰی ذٰلِکَ فَهُوَ فَضْلٌ [5]

یعنی یہ کہ علم دین تین چیزیں ہیں: (۱) قرآن پاک کی آیات محکمہ جو منسوخ نہیں ہیں (۲) صحیح وثابت شدہ احادیث (۳) وہ احکام جو قیاس واجتہاد سے مستنبط ہوں اور جو ان کے علاوہ علوم ہیں وہ مدزائد ہیں۔ یعنی علم دین اور علم شریعت تو یہی تین علوم ہیں۔ رہے دیگر علوم تو ان کا حاصل کرنا اگر جائز بھی ہو وہ علمِ شریعت میں داخل نہیں مدزائد میں شامل ہیں کہ اگر کسب معاش کے لئے کوئی علم حاصل کیا جائے اور اس کا حاصل کرنا شرعاً ممنوع نہ ہو اور وہ حاصل کیا جاتا ہے، وہ ایک مدزائد ہے۔ ان تفصیلات سے ان حضرات کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیے کہ حدیث: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ [6] میں طلب العلم سے مراد کوئی سا بھی علم حاصل کرنا ہے اگر ایسا ہو تو پھر قرآنِ پاک کا نزول اور رسول پاک صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم

1 ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة،باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم،الحدیث۲۲۳،ج۱،ص۱٤۵.

2 ......"جامع الترمذی"،کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العباد،الحدیث:۲٦۹۱،ج٤،ص۳۱۲.

3 ......المرجع السابق،الحدیث:۲٦۹٤،ج٤،ص۳۱۳.

4 ......بہارشریعت میں اس مقام پر "عبداللّٰہ بن عمر" رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ "ابوداوٗد اور ابن ماجہ" میں "عبداللّٰہ بن عَمْرو" رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

5 ......"سنن ابن ماجه"،کتاب السنة، باب إجتناب الرأی والقیاس،الحدیث:٥٤،ج۱،ص٤۱.

و"سنن ابی داؤد"،کتاب الفرائض،باب(ماجاء)فی تعلیم الفرائض،الحدیث:۲۸۸٥،ج۳،ص۱٦٤.

6 ......"المعجم الکبیر"،الحدیث:۱۰٤۳۹،ج۱۰،ص۱۹٥.

و"روح البیان"،الجزء الحادی عشر،سورة التوبة،تحت الآیة۱۲۲،ج۳، ص٥۳٦.

کے ارشادات یعنی ذخیرۂ حدیث بے مقصد ہو کررہ جائیں گے کیونکہ نزول قرآن کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچیں ارشادات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم ان کی تشریح وعملی تفسیر بیان کریں تاکہ امت ان کا علم حاصل کرے اوران پر رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے عمل پیرا ہو۔

فقہ کیا ہے؟

لغت میں فقہ کے معنی ہیں کسی شے کا جاننا پھر یہ لفظ علم الشریعہ کے ساتھ خاص ہوگیا۔علماء اُصول کی اصطلاح میں علم فقہ کی تعریف یہ ہے کہ فقہ وہ علم ہے جس میں احکامِ شرعیہ فرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا جائے اور فقہاء کے یہاں علم فقہ کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ علم فقہ نام ہے احکامِ شرعیہ اور مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرکے ان کو حفظ کرلینا اور اہل حقیقت ومعرفت نے علم فقہ کی تعریف ان لفظوں میں بیان فرمائی ہے کہ علم فقہ کا مطلب ہے علم احکام شریعت کو عمل میں لانا۔بقول سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے فقیہ تو وہی ہے جو دنیا سے اعراض کرے اور آخرت کی طرف راغب ہو اور اپنے عیوب پر نظر رکھے۔[1] (درمختار وردالمختار)

فقہ کی ضرورت

فقہ کی تعریف سے یہ امر واضح ہوگیا کہ فقہ کا مطلب احکام ومسائل شریعت سے واقفیت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت فقہ ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔سید الکل، ختم الرسل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقاصد بعثت ہی میں اللہ عزوجل نے اس طرف اشارہ فرمایا:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ ﴾[2]

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین پر یہ احسان عظیم فرمایا کہ ان میں انہیں کے نفوس میں سے ایک عظمت والا رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے (یعنی احکامِ الٰہیہ بیان کرتا ہے) اور ان کا تزکیۂ نفس فرماتا ہے اور ان کو کتاب (یعنی قرآنِ پاک) اور حکمت ودانائی کی تعلیم دیتا ہے۔

مطلب یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم خاص سے مومنین پر یہ انعام واحسان فرمایا کہ اپنے احکام ومرضیات اور اپنی کتاب وحکمت کی تعلیم کے لئے اپنا ایک عظمت والا رسول بھیجا تاکہ وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام بیان فرمائے اور

---

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، ج ١، ص ٩٧، ١٠٠.

2 ...... پ ٤، آل عمران: ١٦٤.

ان پرعمل کراکے تمہارے نفوس کو پاکیزہ تر بنائے۔اوراحکامِ الٰہیہ کے جاننے کا نام ہی فقہ ہے اس آیتِ کریمہ میں اللّٰہ عزوجل نے مقصدِ رسالت کی وضاحت کے ساتھ آپ کی مقدس ذات کی عظمت ورفعت کو بھی بیان فرمایا جس کا اظہار لفظ ''مَنَّ'' سے ہوتا ہے۔

دوسری آیت میں تمام امت کو یہ حکم دیا کہ ﴿ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ ﴾ [1]

جو کچھ تمہیں عظمت والے رسول دیں وہ لے لو(یعنی اس پر عمل کرو) اور جس چیز سے یہ تمہیں روکیں منع فرمائیں اس سے باز رہو(یعنی اس پر عمل نہ کرو اس سے رک جاؤ)۔

اس آیت سے بھی مراد احکام الٰہی ہی ہیں اورانہیں کا دوسرا نام علم فقہ ہے۔ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کرکے فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗؕ ﴾ [2]

اے رسول(صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم)!جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے تمہارے رب کی طرف سے تم اس کی تبلیغ کردو یعنی دوسروں تک پہنچادو اور اگر تم نے یہ نہ کیا اور پیغام الٰہی کو امت تک نہ پہنچایا تو تم نے کاررسالت کو[3] انجام نہ دیا۔''

خلاصہ کلام یہ کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سید الکائنات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی بعثت وتشریف آوری کو احسانِ عظیم قرار دیا اور احکامِ الٰہی اور کتاب وحکمت کی تعلیم اور ان پر عمل کرکے تزکیۂ نفس کرنا مقصدِ رسالت بیان فرمایا۔امت کو حکم دیا کہ وہ آپ کی تعلیمات کو حاصل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہے پھر جو ان احکام الٰہیہ پر عمل کرے آپ کی اتباع اور اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس کے لئے فوز عظیم کی خوشخبری سنائی،فرمایا:

﴿ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا(۷۱) ﴾ [4]

اور جو اللّٰہ جل وعلا اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کرے تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم فقہ حاصل کیے بغیر نہ اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاسکتی ہے نہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری اور اتباع کی جاسکتی ہے نہ حکمت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ تزکیۂ نفس،اس لئے علم فقہ تمام امت کے لئے ایک لازمی ضرورت ہے جو اسے حاصل کرے گا وہ فائز المرام ہوگا اور جو اس سے جاہل ونابلد رہے گا اسے اپنے ایمان کو قائم رکھنا اور اس کی

1 ......پ۲۸،الحشر:۷.

2 ......پ٦،المآئدہ:٦٧.

3 ......یعنی رسالت کے کام کو۔

4 ......پ۲۲،الأحزاب:۷۱.

حفاظت کرنا بھی مشکل ہے۔اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ لازمی طور پر فقہ کا علم حاصل کرے کُل نہ سہی تو بقدر ضرورت ہی فقہ کا علم حاصل کرے تاکہ اپنے ایمان کا تحفظ تو کر سکے۔

علم فقہ کی فضیلت

علماء کرام فرماتے ہیں کہ کتب فقہ کا مطالعہ کرنا قیام اللیل سے [1] بہتر ہے۔[2] (خلاصہ از درمختار) صاحب ملتقط نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ انسان کو سب سے پہلے حلال وحرام اور احکام شرعیہ ومسائل فقہیہ کا علم حاصل کرنا چاہیے اس کے مقابلے میں اسے دیگر علوم کو ترجیح نہیں دینی چاہیے صرف ان ہی میں انہماک مناسب ہے۔[3]

تمام علوم میں علم فقہ ہی اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ اشرف واعلیٰ ہے۔کسی صاحبِ ذوق نے کیا خوب کہا ہے ؎

إِذَا مَا اعْتَزَّ ذُوعِلْمٍ بِعِلْمٍ　　فَعِلْمُ الْفِقْهِ أَوْلٰى بِاعْتِزَازٍ

فَكَمْ طِيبٍ يَّفُوحُ وَلَا كَمِسْكٍ　　وَكَمْ طَيْرٍ يَّطِيرُ وَلَا كَبَازِي[4]

مطلب:

جب کوئی ذی علم کسی علم سے عزوشرف حاصل کرنا چاہے تو صرف علم فقہ ہی کو یہ عظمت حاصل ہے کہ اس سے عزوشرف حاصل کیا جائے کیونکہ خوشبوئیں تو ساری مہکتی ہیں لیکن مشک جیسی کوئی خوشبو نہیں اور پرندے تو سب ہی اڑتے ہیں لیکن ہر ایک کا اڑنا باز جیسا نہیں ہے۔

علم فقہ کی عظمت وفضیلت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی اور اس کو لفظ ''خیر'' سے تعبیر فرمایا جو کسی شے کی مدح میں ایک جامع اور وسیع المفہوم لفظ ہے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾[5]

یعنی جس کو حکمت دی گئی اسے یقیناً خیر کثیر عطا کی گئی۔ارباب تفسیر نے لفظ حکمت کی تفسیر فقہ سے فرمائی ہے اس تفسیر کی روشنی

---

1 ......یعنی رات کی عبادت سے۔

2 ......''الدرالمختار''،المقدمۃ،ج۱،ص۱۰۱.

3 ......''الملتقط''،کتاب المخارج،باب الفوائد والحکایات،ص۴۵۹.

4 ......''الدرالمختار''، المقدمۃ، ج ۱،ص ۱۰۳.

5 ...... پ ۳، البقرہ : ۲۶۹.

میں علم فقہ خیر کثیر ہے اور فقہائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر سے نوازا ہے حضور شافع یوم النشور، شارع علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: مَن یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ[1] اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔

علامہ ابن نجیم ''الاشباہ والنظائر'' میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بندوں سے ہر شے کے بارے میں سوال کیا جائے گا لیکن علم نافع جو موصل اِلَی اللّٰه ہو اور حسن نیت اور اخلاص عمل کے ساتھ آفات نفس سے بچنے کے لئے حاصل کیا گیا اور اس کے بارے میں کوئی سوال نہ ہوگا کیونکہ وہ خیر محض ہے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو اٹھائے گا پھر علماء کو اٹھائے گا پھر فرمائے گا: اے علماء میں نے تمہیں اپنا علم نہیں دیا مگر اس لئے کہ میں تمہیں جانتا تھا اور میں نے تمہیں اپنا علم اس لئے نہیں دیا کہ میں تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا۔[3]

یہ وہ لوگ ہیں جن کا علم و عمل خالصتاً لوجہ اللہ ہے اور جنہوں نے ﴿وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ﴾[4] کے مقتضٰی کو سمجھا اور اس پر عمل فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایسے علماء صالحین سے قیامت میں ان کے علم سے متعلق سوال اس لئے بھی نہ ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کو دعا کرنے کا حکم دیا ﴿رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾[5] اے رب تو مجھے علم عظیم عطا فرما کر درجات بلند فرما۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب سے اور آپ کی اتباع میں آپ کی امت سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کا طالب ہے اس لئے یہ اس کی شان کرم نہیں ہے کہ یہ حکم دینے کے بعد پھر علماء سے ان کے علم کے بارے میں سوال کرے۔ اس لئے فقہ کی مدح وثناء اور اس کی فضیلت میں کہا گیا ہے۔

وَخَیْرُ عُلُوْمٍ عِلْمُ فِقْهٍ لِاَنَّهٗ یَکُوْنُ اِلٰی کُلِّ الْعُلُوْمِ تَوَسُّلا

فَاِنَّ فَقِیْهًا وَّاحِدًا مُّتَوَرِّعًا عَلٰی اَلْفِ ذِیْ زُهْدٍ تَفَضَّلَ وَاعْتَلٰی[6]

ترجمہ: تمام علوم کے مقابلہ میں علم فقہ ہی سب سے بہتر علم ہے کیونکہ یہی علم تمام عظمتوں اور بلندیوں کے لئے وسیلہ و

---

1 ......''صحیح البخاری''، کتاب العلم، باب من یرداللّٰه بہ...إلخ،الحدیث:٧١،ج١،ص٤٢.

2 ......''الأشباہ والنظائر''،الفن الثالث:الجمع والفرق، فائدہ:کل شیئ یسأل عنہ...إلخ،ص٣٣٨.

3 ......''المعجم الأوسط''، الحدیث:٤٢٦٤،ج٣،ص١٨٤.

و''إحیاء علوم الدین''،کتاب العلم،الباب الأول فی فضل العلم...إلخ،ج١،ص٢٢،

4 ......پ٣٠،البینۃ:٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے۔

5 ...... پ١٦، طٰہٰ:١١٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

6 ......''الدرالمختار''،المقدمۃ،ج١،ص١٠٣.

ذریعہ ہے بلاشبہ ایک صاحب ورع وتقوی فقیہ ہزار عابدوں، زاہدوں پر فضیلت وبلندی رکھتا ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو علم ومعرفت کی عظمتوں کے حامل ہیں:

مَـا الْـفَـضْـلُ إِلَّا لِأَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ — عَـلَـى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى أَدِلَّاءُ

وَوَزْنُ كُلِّ امْرِئٍ مَّا كَانَ يُحْسِنُهُ — وَالْجَاهِلُوْنَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَعْدَاءُ

فَفُزْ بِعِلْمٍ وَّلَا تَجْهَلْ بِهٖ أَبَداً — اَلنَّاسُ مَوْتٰى وَأَهْلُ الْعِلْمِ أَحْيَاءُ[1]

مطلب:

فضل وشرف تو صرف علمائے شریعت کے لئے ہی ہے کیونکہ یہی علماء رشد وہدایت چاہنے والوں کی ہدایت کے راہ نما ہیں۔ ہر شخص کی قدر وقیمت اس کے حسن عمل سے ہے اور جاہل وبے علم لوگ اہلِ علم کے دشمن ہیں۔ پس تم حصول علم میں کامیابی حاصل کرو اور جہالت سے ہمیشہ بچتے رہو کیونکہ اہلِ علم حیات اَبدی پاتے ہیں اور جاہل عوام بحالت زندگی بھی مردہ ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ''حکمت (یعنی تَفَقُّه فِي الدِّيْن) اہل شرف کے شرف کو بڑھاتی ہے غلام کا درجہ بلند کرتی ہے اور اسے شاہوں کی مجلسوں میں بٹھا دیتی ہے۔''[2] اور یہ بھی ایک مشہور مقولہ ہے: لَوْلَا الْعُلَمَاءُ لَهَلَكَ الْأُمَرَاءُ[3] اگر علماء نہ ہوتے تو امراء ہلاک ہوجاتے۔ مطلب یہ کہ امراء جب اپنی انانیت، امارت اور حکومت کے زعم میں اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کی نافرمانی اور خواہش نفس کی پیروی میں کفر وضلالت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اس وقت علماء حق ہی انہیں اس سے روکتے ہیں اور عذاب آخرت سے انہیں بچاتے ہیں۔

شرعی اور فقہی اعتبار سے علم کی اقسام

شرعی نقطہ نگاہ سے حصولِ علم کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم تو وہ علم ہے جس کا حاصل کرنا شریعت میں ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے جیسے عقائد اسلام کا علم کہ اگر وہ اسلام کے ضروری عقائد کو نہ جانے گا جو کہ اسلام کی بنیاد ہیں تو وہ کس طرح اسلام پر قائم رہے گا اور جیسے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج جو اسلام کے پانچ ارکان سے ہیں ان پر عمل کرنے کے لئے ان کے فرائض وواجبات اور ضروری مسائل کا علم، یہ علم کہ شریعت میں حلال کیا ہے اور اس چیز کا علم کہ کن کن چیزوں سے دین ختم اور برباد ہوجاتا ہے تاکہ ایسی چیزوں سے بچے اور دور رہے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی صحیح طریقہ سے انجام دے اور متشابہات میں مبتلا نہ ہو

1 ...... ''الدرالمختار''، المقدمة، ج ۱، ص ۱۰۵۔

2 ......''احياء علوم الدين''، كتاب العلم، الباب الأول فى فضل العلم...إلخ، ج ۱، ص ۲۰۔
و''حلية الأولياء''، الحديث: ۸۲۳۵، ج ۶، ص ۱۸۵۔

3 ......''الدرالمختار''، المقدمة، ج ۱، ص ۱۰۶۔

جیسا کہ ''تبیین'' میں ہے کہ ''بلا شک وشبہ اسلام کے بنیادی ارکان خمسہ کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور علم الاخلاص کا حاصل کرنا بھی کیونکہ عمل کے صحت وثواب کا دارومدار اسی پر ہے اسی طرح حلال وحرام اور ریاء وسمعہ کا علم بھی کیونکہ اگر عمل میں ریاء شامل ہوجائے تو ہر عبادت بے روح اور عابد ثواب سے محروم ہوجاتا ہے اور عجب[1] وغرور اور حد کا علم حاصل کرنا بھی فرض عین کیونکہ یہ چیزیں بھی اعمال کو سوخت اور ضائع کردیتی ہیں اور بیع وشرا کا علم،[2] نکاح وطلاق اور دیگر معاملات کا علم ان لوگوں کو حاصل کرنا ضروری ہے جو ان معاملات سے متعلق ہوں اور محرمات الفاظ کا علم اور کفریہ کلمات کا علم بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔'' فرماتے ہیں: بخدا یہ اہم ترین چیز ہے اس زمانے میں محرمات الفاظ اور مُکَفَّر کلمات کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ اب عوام بلا خوف وبلا جھجک ایسے الفاظ اور ایسے جملے بے تکلف بول دیتے ہیں جو انہیں دائرہ اسلام سے خارج کردیتے ہیں اور وہ اپنی غفلت، لاعلمی اور بے توجہی سے ان کی خطرناکی کو نہیں سمجھتے اور اپنا ایمان ضائع کر بیٹھتے ہیں اس لئے احتیاط کا تقاضا ہے کہ وہ روزانہ ہی اپنے ایمان کی تجدید کرلیا کریں کہ کہیں لاعلمی میں کوئی کفری کلمہ یا کفری عمل کا صدور تو نہیں ہوگیا۔[3]

دوسری قسم:

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا شریعت میں فرض کفایہ ہے یعنی جس کا حاصل کرنا اور بجالانا ضروری تو ہو مگر ہر فرد پر نہیں یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر آدمی کرے بلکہ اگر کچھ لوگ بھی اسے کرلیں گے تو مقصود حاصل اور فرض کی ادائیگی ہوجائے گی، باقی لوگ گنہگار اور تارک فرض نہ ہوں گے۔ ''تبیین'' میں فرض کفایہ کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ فرض کفایہ وہ علم ہے کہ انسانی معاشرت اور امور دنیا کو قائم رکھنے میں اس سے استغناوصرف نظر نہ کیا جاسکے جیسے علم طب، علم لغت، علم قراءت، اسناد احادیث کا علم، وصایا وراثت کی تقسیم، کتابت، معانی وبدیع وبیان، معرفت، ناسخ ومنسوخ اور علم عام، خاص، نص اور ظاہر کا، یہ علوم تفسیر وحدیث کے لئے ضروری ہیں۔ ایسے ہی علم الاثار والاخبار، علم اسماء الرجال،[4] علم اسماء صحابہ ان کے فضائل اور ان کے عدالت فی الروایۃ، ان کی عمریں اور علوم صنعت وحرفت، فلاحت وکاشت وغیرہا یہ تمام علوم فرض کفایہ میں داخل ہیں۔[5]

تیسری قسم:

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا شرعاً مندوب ومستحسن ہے اور وہ ہے فقہ میں تبحر ومہارت پیدا کرنا اور اس پر عبور حاصل کرنا، اور علم القلب میں مہارت پیدا کرنا۔ تبحر فی الفقہ کا مطلب یہ ہے کہ فقہ میں اس کی معلومات زیادہ سے زیادہ ہوں اور اس کی

---

1 ...... خود پسندی۔ 2 ...... یعنی خرید وفروخت کا علم۔

3 ...... ''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: فی فرض الکفایۃ وفرض العین، ج۱، ص۱۰۷۔۱۰۸.

4 ...... احادیث کے راویوں کے بارے میں جاننے کا علم۔

5 ...... ''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: فی فرض الکفایۃ وفرض العین، ص ۱۰۸.

گہرائیوں اور باریکیوں پر نظر رکھتا ہو اور اس سے متعلق دیگر علوم شرعیہ میں بھی اسے مہارت تامہ اور ملکہ حاصل ہو۔ علم القلب سے مراد علم الاخلاق ہے اور علم الاخلاق کا مطلب ہے کہ انواع فضائل اخلاق کون کون سی ہیں اور ان فضائل کو حاصل کرنے کے کیا طریقے ہیں اور رذائل اخلاق کی قسمیں کیا کیا ہیں اور ان سے بچنے اور محفوظ رہنے کے راستے کون کون سے ہیں۔ [1]

چوتھی قسم:

علم کی وہ ہے جو حرام ہے جیسے فلسفہ کا وہ حصہ جس میں عالَم کے قدیم ہونے، خدا کا انکار کرنے، آسمانوں کے وجود کا انکار کرنے اور دیگر کفریات ومحرمات کی تعلیم دی جاتی ہو لیکن اگر کوئی شخص اپنے اسلام کی پختگی کے ساتھ ان کا رد کرنے کے لئے اور لوگوں کو اس علم کی گمراہی سے بچانے کے لئے اس کا علم حاصل کرے تو یہ جائز ہے۔ شعبدہ بازی، سحر، کہانت اور منطق کے علم کا وہ حصہ جس سے ضلالت وگمراہی پیدا ہو ان سب کا حاصل کرنا حرام ہے اسی طرح علم تَنْجِیْم [2] بھی ہے کہ اگر اس علم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے ماہ وسال، اوقات صلوٰۃ وسمتوں اور موسموں کی اقسام کا حال معلوم کیا جائے اور زکوۃ وحج کے اوقات کو جانا جائے تو مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور اگر علم تنجیم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے آنے والے حوادث کو معلوم کیا جائے اور غیبی امور بتانے کے لئے استعمال کیا جائے اور ستاروں کی گردش کے دنیا پر اثرات ظاہر کرنے کے لئے حاصل کیا جائے تو حرام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نجوم کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم اپنے بحری وبری سفر میں راستوں کی شناخت کر سکو اس سے زیادہ نہیں۔'' علم نجوم اگرچہ آسمانی علم ہے جو سیّدنا حضرت ادریس علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور وہ ان کا معجزہ تھا اس میں ظن وتخمین [3] یا حسابیات کو دخل نہ تھا وہ ایک روحانی قوت تھی جو منجانب اللہ عطا کی گئی تھی وہ علم باقی نہیں رہا بعد میں لوگوں نے ظن وتخمین اور حسابیات سے کام لینا شروع کر دیا اور ستاروں کے اثرات کو موثر بالذات مان لیا جو اسلام کے قطعاً منافی ہے۔ [4]

علم رمل [5] بھی انہیں علوم میں شامل ہے جن کا حاصل کرنا حرام ہے علامہ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں بیان فرماتے ہیں کہ ''اس علم کا سیکھنا سخت حرام ہے کیونکہ اس علم سے عوام کے دماغوں میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اس علم کا جاننے والا اللہ عالم الغیب کا شریک ہے۔'' [6]

علم سحر، علم کہانت، علم الحروف اور علم الموسیقی وغیرہ بھی علوم محرمات میں داخل ہیں اور علم طبیعی کا وہ حصہ حرام علم میں داخل

---

1 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: فرض العين افضل من فرض الكفاية، ج ١، ص ١٠٨.

2 ...... یعنی علم نجوم۔

3 ...... یعنی گمان واندازہ۔

4 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار" المقدمة، ج ١، ص ١٠٩ ـ ١١٠.

5 ...... ایک علم جس میں ہندسوں اور خطوط وغیرہ کے ذریعہ سے غیب کی بات دریافت کرتے ہیں۔

6 ...... "الفتاوى الحديثية"، مطلب: ماحكم علم الرمل، ص ١٦٠.

ہے جو فلاسفہ کے باطل نظریات کے مطابق ہو جو اسلامی اعتقادات کو فاسد کرتے ہوں۔ جیسے عالَم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کہ یہ سراسر باطل اور کفر ہے۔[1]

پانچویں قسم:

علم کی وہ ہے جو مکروہ ہے جیسے شعراء مولدین کے وہ عشقیہ اشعار جن میں عورتوں اور نوخیز نوجوانوں کے حسن، ناز و ادا، ان کے ہجر و وصال اور شراب و کباب کی باتیں ہوں یا لغوگوئی اور کذب بیانی ہو یا ان میں مسلمان کی ہجو کی گئی ہو جیسا کہ صاحب فتح القدیر علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا، ایسے ہی اشعار کے لئے حدیث پاک میں ہے: ''لأن يَّمْتَلِيءَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَن يَّمْتَلِيءَ شِعْراً '' یعنی تمہارے پیٹ میں قے بھری ہو وہ بہتر ہے اس سے کہ شعر بھرے ہوں۔''

عربی شعراء بلغا اور خطباء کے عربی ادب میں چھ طبقات بیان کیے گئے ہیں:

(۱)اَلْجَاهِلِيَّةُ الاولٰی (۲)اَلْمُخضَرَمُوْنَ (۳)اَلْإِسلامِيُّوْنَ (۴)اَلْمُوَلَّدُوْن (۵)اَلْمُحدَثُوْنَ اور (۶)اَلْمُتَأَخِّرُوْنَ

ان میں سے پہلے تین طبقات کے بارے میں فقہائے اسلام فرماتے ہیں کہ ان تین طبقات کا کلام چونکہ عربی ادب میں سند کی حیثیت رکھتا ہے اور فصاحت و بلاغت اور جزالت[2] میں اس کا وہ مقام ہے کہ قواعد زبان عربی انہیں کے کلام سے مرتب کیے گئے اور قواعد عربیہ پر ہی قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو سمجھنے کا دار و مدار ہے اس لئے ان تینوں طبقات کے اشعار کی روایت اور ان کے ادب و لغت کی معرفت فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں۔'' کلام جاہلیت کے معانی و مفاہیم اور مطالب ناپسندیدہ لغو اور خلاف شریعت اگر ہوں بھی تاہم الفاظ و تراکیب میں لسانی اعتبار سے کوئی غلطی نہیں ہے اہلِ زبان کے نزدیک وہ نہایت فصیح و بلیغ اور مستند ہیں۔''[3] (ردالمحتار، ج۱، مقدمہ)

چھٹی قسم:

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا مباح ہے جیسے شعراء کے وہ اشعار جن میں نہ کسی مسلمان کی ہجو ہو نہ اس کی عزت و آبرو پر حملہ ہو نہ اس کا استخفاف یا تذلیل ہو اور وہ تمام علوم جن کے حصول میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو مباح علم کے زمرے میں آتے ہیں۔[4]

بہرحال ان تمام علوم کی شرعی حیثیت ہمیں علم فقہ سے معلوم ہوئی اور یہ صرف علم فقہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم کسی بھی علم کے

---

1 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار" المقدمة، ج ۱، ص ۱۱۰، ۱۱٤.

2 ...... فصاحت، روانی۔

3 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: في الكلام على إنشاد الشعر، ج۱، ص۱۱٤ ـ ۱۱٦.

و"فتح القدير"، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، ج٦، ص٤٨٢.

و"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب مايكره أن يكون الغالب على الإنسان...إلخ، الحديث ٦١٥٤، ج٤، ص١٤٢.

4 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: في الكلام على إنشاد الشعر، ج۱، ص۱۱٦.

جائز یا ناجائز ہونے کو معلوم کر سکتے ہیں اور یہ ہمارے فقہاء کرام ہیں جنھوں نے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں افعالِ مکلفین کے ہر ہر فعل کے جواز یا عدم جواز کو بیان فرما دیا ہے۔

ان کی فقہی خدمات نے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ایک ہمہ گیر اور جامع نظام زندگی ہے جو انسانی حیات کے ہر پہلو کی اصلاح کرتا ہے اور قرآن پاک کا یہ فرمان: ﴿ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴾[1] یعنی قرآن کریم میں ہر شے کا بیان ہے ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی صداقت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ یہ ہے فقہ کی عظمت وفضیلت ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور فقیہ کا اجر وثواب محدث سے کم نہیں ہے۔[2] بلکہ درحقیقت فقیہ قرآن، حدیث تفسیر اور فقہ کا جامع ہوتا ہے۔ ''اشباہ'' میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام کے علاوہ کوئی دوسرا انسان یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ جب اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اسے کیا اور کتنا ثواب دے گا اور اللہ اسے کیا کیا صفات حمیدہ عطا فرمائے گا کیونکہ ارادہ الٰہی مغیبات میں سے ہے مگر فقہائے کرام اس ارادہ کو جانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔[3]

شارح مسلم شریف امام نووی فرماتے ہیں ''حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا تمام علم ان چھ حضرات میں تھا سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت عمر، سیدنا حضرت ابی بن کعب، سیدنا حضرت ابودرداء، حضرت زید اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم[4] (تقریب از ردالمحتار ج ۲/۳۴)

علماء محققین فرماتے ہیں، فقہ کی کاشت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی، حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آبیاری کی۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کھیتی کو کاٹا، حضرت حماد علیہ الرحمۃ نے اس کا دانہ جدا کیا، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کو باریک پیسا، حضرت امام ابو یوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی روٹیاں پکائیں اب تمام اُمت ان روٹیوں سے شکم سیر ہو رہی ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی عظمت اور جلالت علم ان کی تصانیف سے ظاہر ہے جیسے جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات اور النوادر وغیرہ۔

ایک روایت کے مطابق فقہ میں امام محمد علیہ الرحمۃ کی تصنیفات کی تعداد نو سو ننانوے ۹۹۹ ہے آپ کے ہی تلامذہ میں سے

---

1 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (پ۷، الانعام: ۵۹)

2 ...... ''الأشباہ والنظائر''، الفن الثالث: الجمع والفرق، ص ۳۳۰.

3 ...... ''الأشباہ والنظائر''، الفن الثالث: الجمع والفرق، ص ۳۳۷.

و''صحیح البخاری''، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ ...إلخ، الحدیث: ۷۱، ج۱، ص ۴۲.

4 ...... ''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول ...إلخ، ج۱، ص ۱۲۱.

امام شافعی علیہ الرحمہ ہیں۔ آپ نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیوہ ماں سے عقد کرلیا تھا اور امام شافعی علیہ الرحمہ ہی کو اپنا تمام مال اور کتب خانہ دے دیا تھا۔ امام شافعی کے فقیہ و مجتہد ہونے کا سب سے بڑا اور حقیقی سبب یہی ہے خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص علم فقہ حاصل کرنا چاہے اسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ واصحاب (رحمہم اللہ تعالٰی) کا دامن تھام لینا چاہیے کیونکہ حقائق ان پر منکشف کردیئے گئے ہیں اور معانی، مفاہیم تک رسائی ان کے لئے سہل بنادی گئی ہے پھر فرمایا واللہ میں ہرگز فقیہ نہ ہوتا اگر میں محمد بن الحسن شیبانی کا دامن نہ تھام لیتا اور ان کی کتابیں میرے پاس نہ ہوتیں۔

حضرت اسمٰعیل بن ابی رجاء فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو خواب میں دیکھا میں نے سوال کیا کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالٰی نے میری مغفرت فرمادی اور فرمایا اگر میں تجھے عذاب دینے کا ارادہ رکھتا تو یہ علم تجھے نہ دیتا۔ حضرت اسماعیل نے دوسرا سوال کیا کہ ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کہاں ہیں جواب میں فرمایا ہم سے دو درجہ اوپر، پھر میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں سوال کیا فرمایا: وہ تو بہت ہی بلند اعلٰی علیین میں ہیں۔

صاحبِ درمختار علامہ علاؤالدین الحصکفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا اعلٰی علیین میں ہونا قطعاً تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ آپ اس درجہ عابد و زاہد، متقی اور صاحب ورع تھے کہ چالیس سال تک آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی اور آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے اپنے رب (عزوجل) کا سو بار خواب میں دیدار فرمایا، آپ نے اپنے آخری بار حج میں حِجَبَۃُ الْکَعْبَہ (محافظین کعبہ) سے کعبہ کے اندر داخل ہوکر اندرون عمارت کعبہ نماز ادا کرنے کی اجازت چاہی آپ اندر داخل ہوئے اور دوستونوں کے درمیان عالَمِ شوق میں صرف داہنے پیر پر کھڑے ہوکر بایاں پیر سیدھے پیر کے اوپر رکھ لیا یہاں تک کہ اسی حالت میں قرآن پاک نصف پڑھ لیا پھر رکوع وسجدہ کیا دوسری رکعت میں بائیں پیر پر کھڑے ہوکر داہنا پیر اٹھا کر بائیں پیر پر رکھا اور نصف آخر قرآن پاک ختم فرمایا، جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو بے ساختہ روتے ہوئے اپنے رب (عزوجل) سے مناجات کی اور عرض کیا: اے میرے معبود! اس کمزور وضعیف بندے نے تیرا کچھ بھی حقِ عبادت ادا نہیں کیا لیکن تیری معرفت حاصل کرنے میں حق معرفت ادا کیا پس تو اس کے حقِ عبادت کی ادائیگی میں نقصان کو اس کے کمال معرفت کے بدلے بخش دے۔ اس وقت خانہ کعبہ کے ایک گوشہ سے یہ غیبی آواز آئی: اے ابوحنیفہ! بے شک تو نے حقِ معرفت ادا کیا اور ہماری عبادت کی اور بہترین عبادت کی یقیناً ہم نے تیری مغفرت فرمادی اور اس کی بھی جس نے تیری اتباع کی اور جس نے تیرا مسلک اختیار کیا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ حضرت امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ تعالٰی) سے کسی نے سوال کیا کہ آپ اس بلند مقام پر کیسے پہنچے آپ (رحمہ اللہ تعالٰی) نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں کبھی بخل نہیں کیا اور جو مجھے نہیں آتا تھا اس میں دوسروں سے استفادہ کرنے سے میں کبھی نہیں رکا۔ (1)

(1)......"الدرالمختار"، المقدمة، ج۱، ص۱۲۰۔۱۲۷.

امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی روایت یہ ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے علم کا یہ درجہ کس طرح حاصل کیا۔ آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے فرمایا کہ میں نے علم حاصل کرنے میں سخت محنت کی اور بیش از بیش شکر الٰہی ادا کیا کہ جب بھی مجھے کسی چیز کی فہم ملی اور علم وحکمت حاصل ہوا تو میں نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالٰی میرا علم زیادہ فرماتا رہا۔ (1)

مسافر بن کرام یا بقول امام شامی مسعر بن کدام کہتے ہیں جس نے امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کو اپنے اور اللہ (عزوجل) کے درمیان میں لے لیا مجھے اُمید ہے کہ پھر اسے کوئی خوف نہ رہے گا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے مجھ پر فخر فرمایا اور میں اپنی اُمت میں سے ایک شخص پر فخر کروں گا جس کا نام نعمان اور اس کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام مجھ پر فخر کریں گے اور میں ابو حنیفہ پر فخر کروں گا جو اس سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا (تقدمہ شرح مقدمہ ابی اللیث) علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ موضوع حدیث ہے۔ لیکن "اَلضِّیَاءُ الْمَعْنَوِی" میں ابن جوزی کے اس قول کو تعصّب پر محمول کیا ہے کیونکہ یہ حدیث متعدد اور مختلف طریقہ پر روایت کی گئی ہے۔ (2)

علامہ ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "اَلْخَیْرَاتُ الْحِسَان فِیْ تَرْجَمَةِ أَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَان" میں فرمایا: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے حالات، کرامات اور اخلاق وسیرت جو اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں جو شخص بھی ان کا مطالعہ کرے گا وہ جان لے گا کہ آپ کی عظیم بلند شخصیت اس امر سے بے نیاز ہے کہ آپ کے فضائل میں موضوع احادیث کا سہارا لے۔ نیز فرمایا کہ جو چیز آپ کی عظمت شان اور علومرتبت کے لئے استدلال کا کام دیتی ہے وہ یہ حدیث ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ۱۵۰ھ میں زینت دنیا اٹھائی جائے گی۔ شمس الائمہ کردری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات پر محمول ہے کیونکہ آپ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ (3)

علامہ ابن حجر مکی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں کہ اور احادیث صحیحہ بھی آپ کی شان میں وارد ہیں جو آپ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی، اور شیرازی وطبرانی قیس بن سعد بن عبادہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر علم ثریا کے پاس معلق ہوتا تو بھی

❶......"ردالمحتار"،المقدمة، مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ،ج١،ص١٢٧.

❷......"الدرالمختار"،المقدمة،ج١،ص١٢٧-١٢٩.

❸......"مسندأبي يعلى"،مسند عبدالرحمن بن عوف،الحديث:٨٤٨،ج١،ص٣٥٢.

و"الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان"،المقدمة الثالثة،ص٢٥.

ابنائے فارس اسے حاصل کرلیتے۔[1] اور طبرانی کے لفظ بروایت قیس یہ ہیں کہ عرب اسے نہ پائیں گے ابنائے فارس ضرور حاصل کرلیں گے۔[2] روایت مسلم ابو ہریرہ سے ہے: اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو بھی ابنائے فارس جاتے حتیٰ کہ اسے حاصل کرلیتے۔[3] اور روایت شیخین میں[4] حضرت ابو ہریرہ (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) سے ہے: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر دین ثریا پر معلق ہوتا تو بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کرلیتا۔[5] اور فارس سے مراد اس کے مشہور شہر نہیں ہیں بلکہ عجمی قوم مراد ہے اور وہ فارس کے لوگ ہیں کیونکہ دیلمی کی روایت ہے، "خَیْرُ الْعَجَمِ فَارِسٌ"[6] اور امام ابوحنیفہ کے دادا فارس ہی سے تھے، اکثر علماء کی یہی تحقیق ہے[7]

علامہ حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ حدیث جس کی امام بخاری نے روایت کی ہے اصل ہے صحیح ہے اس پر اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشارہ حضرت امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمۃ) کی طرف ہے اور "حاشیہ شَبْرَامَلِّسِیُّ عَلَى الْمَوَاهِبُ" میں علامہ شامی جو کہ حافظ سیوطی کے تلمیذ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کا یہ جزم کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمۃ) مراد ہیں یہ وہ جزم و یقین ہے کہ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ابنائے فارس میں آج تک کوئی فرد بھی علم کی اس بلندی اور مقام پر نہیں پہنچا جس پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔[8] علامہ جرجانی امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کے فضائل ومناقب میں بحوالہ سند حضرت سہل بن عبد اللہ التستری (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: اگر امت موسٰی اور عیسٰی میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) جیسے ہوتے تو ان کی اُمت یہود اور نصاریٰ نہ بن سکتی۔[9]

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنہم، باب فضل فارس، الحدیث: ۲۳۰ ـ (۲۵٤٦)، ص۱۳۷۸.
و "کنزالعمال"، کتاب الفضائل، القبائل وذکرهم، الحدیث: ۳٤۱۲٦، ج۱۲، ص ٤۲.

2 ......"المعجم الکبیر"، ما أسند قیس بن سعد، الحدیث: ۹۰۰، ج۱۸، ص۳۵۳.
و "کنزالعمال"، کتاب الفضائل، القبائل وذکرهم، الحدیث: ۳٤۱۲٤، ج۱۲، ص٤۲.

3 ......"صحیح مسلم"، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنہم، باب فضل فارس، الحدیث: ۲۳۰، ۲۳۱ ـ (۲۵٤٦)، ص۱۳۷۸.

4 ......یعنی بخاری ومسلم میں۔

5 ......"صحیح مسلم"، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنہم، باب فضل فارس، الحدیث: ۲۳۰ ـ (۲۵٤٦)، ص ۱۳۷۸.
و "کشف الخفاء"، حرف الواو، الحدیث: ٦۲۲۹، ج۲، ص۳۱۳.

6 ......"فردوس الاخبار"، الحدیث ۲۷۱٤، ج۱، ص ۳٦٦.

7 ......"الخیرات الحسان"، فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان، المقدمة الثالثة، ص۲۳ـ۲٤.

8 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱، ص۱۳۰.

9 ......"الدر المختار"، المقدمة، ج۱، ص۱۳۱.

یعنی اُن کی امت میں اس طرح کے عقائد ضالہ باطلہ داخل نہ ہوسکتے اگر ان امتوں میں امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) جیسا روشن دماغ، صاحبِ فہم وادراک، صاحبِ عقل وبصیرت، علوم دینیہ کا ماہر وکامل، صاحبِ صدق وصفا اور عارف بالحق ہوتا تو وہ ان کے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ ضالہ کا رد کرتا اور ان امتوں کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے روک دیتا۔ [1]

امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے فضائل ومناقب اور کمالات احاطہ شمار سے زیادہ ہیں سبط ابن جوزی نے دو بڑی جلدوں میں ان مناقب کو بیان کیا ہے اور ان کا نام "اَلا نتِصَار لِإمَامِ آئِمَّةِ الأ مْصَار" رکھا۔ [2] جن علماء عظام نے آپ کے فضائل ومناقب میں تصنیفات کیں اور آپ پر حاسدوں کی طرف سے کئے جانے والے (اعتراضات کے) [3] جوابات دیئے ان میں علامہ سیوطی علیہ الرحمہ ہیں۔انہوں نے "تَبْيِيْضُ الصَّحِيْفَة" تصنیف کی اور علامہ ابن حجر المکی الشافعی نے جو کتاب لکھی اس کا نام "خَيْرَاتُ الْحِسَان" رکھا جس کا ذکر کچھ ہی پہلے کیا جاچکا ہے۔اسی موضوع پر علامہ یوسف ابن عبدالہادی کی کتاب "تَنْوِيْرُ الصَّحِيْفَة" ہے اس میں علامہ یوسف بن عبدالہادی نے ابن عبدالبر کا یہ قول بیان کیا: "حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی شان میں کوئی برا لفظ ہرگز نہ کہا جائے اور نہ کسی ایسے شخص کی تصدیق یا موافقت کی جائے جو آپ کی شان میں بدگوئی کرے بخدا میں نے آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے زیادہ افضل، متورّع اور آپ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔ آگے چل کر مزید فرمایا کہ کوئی شخص خطیب کے کلام سے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے خلاف لکھا ہے، دھوکہ نہ کھائے کیونکہ خطیب تو بہت سے علماء کے خلاف شدید عصبیت کا شکار ہیں، نہ ان کی عصبیت سے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) محفوظ رہے، نہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نہ ان کے اصحاب، انہوں نے سب ہی پر بھرپور حملے اور تنقیدیں کی ہیں۔ خطیب کی ان تحریروں اور تنقیدوں کے جوابات بھی لکھے گئے اور "اَلسَّهْمُ الْمُصِيْبُ فِيْ كَبِدِ الْخَطِيْب" نام کا رسالہ خطیب بغدادی کے جواب ہی میں ہے۔ رہا معاملہ ابن الجوزی کا، انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) پر طعن وتنقید میں جو کچھ کہا وہ خطیب بغدادی کی آواز بازگشت ہے خود ابن الجوزی کے پوتے نے اپنی کتاب "مِرْآةُ الزَّمَان" میں اپنے دادا کے کلام پر حیرت کا اظہار کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ علامہ خطیب بغدادی اگر طعن کرتے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ انہوں نے بہت سے علماء پر طعن کیا ہے، (گویا یہ ان کی عادت ہے) تعجب تو اپنے جد محترم ابن الجوزی پر ہے کہ انہوں نے خطیب کا اسلوب وطریقہ کیوں اختیار کیا اور اتنی بڑی بات کہی۔ سبط ابن الجوزی فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے تعصب رکھنے والوں میں دار قطنی اور ابو نعیم (صاحب الدلائل) بھی ہیں کیونکہ انہوں نے کتاب "حلیه" میں ان علماء کا ذکر کیا جو حضرت امام اعظم

---

1 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ،ج۱،ص۱۳۱.

2 ......"الدر المختار"،المقدمة،ج۱،ص۱۳۱،۱۳۲.

3 ......اس بریکٹ کی عبارت، تقاضۂ عبارت کی وجہ سے لکھ دی گئی۔...علمیه

(رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں کمتر ہیں لیکن امامِ اعظم (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا ذکر نہیں کیا۔[1]

علامہ تاج السبکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جن لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ انہیں رشد وہدایت حاصل ہوجائے انہیں چاہیے کہ وہ تمام ائمہ سابقین کے ساتھ ادب واحترام کا طریقہ اپنائیں اور ان کے باہمی مکالمات کی طرف توجہ نہ دیں مگر جب کہ ان ائمہ میں سے کسی کا کلام کسی واضح اور مضبوط دلیل کا حامل ہو۔ پھر بھی اگر تم ان اقوال میں کوئی بہتر تاویل اور حسنِ ظن قائم کرسکتے ہوتو اسی پر محمول کرو بصورت دیگر اسے نظر انداز کردو (یعنی ان کی مذمت ومنقصت نہ کرو اور انہیں مطعون نہ کرو) ہرگز ہرگز تم ان مکالمات کی طرف کان نہ لگاؤ جو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے درمیان وقوع پذیر ہوئے یا حضرت امام مالک اور حضرت ابن ابی الذئب (رحمہما اللہ تعالٰی) کے درمیان ہوئے یا حضرت امام احمد بن صالح[2] اور امام نسائی یا امام احمد اور حضرت حارث المحاسبی کے مابین ہوئے (رحمہم اللہ تعالٰی)۔[3]

علامہ تاج السبکی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کے بعد حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ پر تنقید کرنے والوں اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ پر ابن معین کے اعتراض وکلام کو ذکر کرکے فرمایا کہ ایسے ایسے ائمہ کرام اور اکابرین پر اعتراض کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نادان پہاڑ کے پتھروں سے اپنا سر ٹکرائے۔ ظاہر ہے کہ نقصان خود اس کے سر کا ہوگا پتھر کا کچھ نہ بگڑے گا۔

جیسا کہ حسن بن ہانی نے کہا ہے۔

يَانَاطِحَ الْجَبَلِ الْعَالِي لِيَكْلِمَهُ أَشْفِقْ عَلَى الرَّأْسِ لا تُشْفِقْ عَلَى الْجَبَلِ[4]

ترجمہ: ''اے پہاڑ سے سر ٹکرانے والے تاکہ پہاڑ کو پھوڑ دے اپنا سر پھٹ جانے سے ڈر پہاڑ کی فکر نہ کر۔''

ائمہ سلف نے اور علمائے متأخرین نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں اور آپ کے علم وفضل، فہم وفراست، عقل ودرایت، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت اور احتیاط وخشیت الٰہی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ایک عظیم ذخیرہ ہے اسے اگر مرتب کیا جائے تو صدہا کتابیں مولف ہوجائیں۔ علامہ تاج السبکی نے اس کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے خلاف لکھا ہے یہ قطعاً غلط ہے اس کی تردید کے لیے یہ کافی ہے کہ حضرت امام غزالی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے اپنی مشہور ومستند کتاب ''احیاء العلوم'' میں جہاں ائمہ اربعہ کے تراجم وحالات بیان فرمائے ہیں وہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے الفاظ یہ ہیں: ''آپ نہایت درجہ

---

1. ......''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ،ج١،ص١٣٢،١٣٣.
2. ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر''امام احمد ابن ابی صالح'' لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل میں یہ''امام احمد بن صالح'' ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیہ
3. ......''ردالمحتار''،المرجع السابق،ص١٣٤.
4. ......المرجع السابق،ص١٣٤،١٣٥.

عابد وزاہداور عارف باللہ تھے،اللہ (عزوجل) سے ڈرنے والے اور اللہ (عزوجل) کی خوشنودی اور رضا چاہنے والے تھے۔[1]

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر بزرگانِ سلف باہم ایک دوسرے کے بارے میں کوئی کلام یا اعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات ہے، نہ قابلِ اعتراض اور قابلِ مواخذہ جیسا کہ ہمارے مقتدیٰ وذوالاحترام صحابہ (رضوان اللہ تعالٰی علیہم) کے درمیان واقعات پیش آئے کیونکہ وہ سب ہی مجتہدین کے درجہ اور مقام میں تھے، اس لئے یہ فطری امر ہے کہ وہ اپنے مخالف قول پر گرفت کریں اور اسے ناپسند خیال فرمائیں خاص طور سے اس صورت میں جبکہ ان کے پاس دوسرے کے خطا پر ہونے کی دلیل بھی ہو اس سے ان کا حقیقی مقصد دین کی خیر خواہی اور دین کی مدد ہی ہوتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ لوگ اس زمانے میں بھی (چھوٹا منہ بڑی بات) سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور ان کے تلامذہ واصحاب پر زبان طعن دراز کرنے سے باز نہیں آتے حالانکہ ان کے پاس علم ہے نہ عمل اور اپنے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور معمولات زندگی میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کی تقلید پر خواہی نہ خواہی مجبور بھی ہیں۔ ان لوگوں کی مثال اس مکھی کی سی ہے جو گھوڑے کی دم سے جنگ کرتی ہے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ خود ان مخالفین کے اکابر اور ان کے امام مذہب نے سیدنا امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی جلالت علم، عظمت شان ان کی مدح وتوصیف اور ادب واحترام میں کیا فرمایا کس طرح ان کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کیا ہے۔ محققین علماء کرام نے اپنی تالیفات میں آئمہ ثلثہ اور دیگر علماء کے وہ اقوال بیان کردیئے ہیں جو انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف میں کہے ہیں خاص طور سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شان بلند نشان میں اظہارِ عقیدت ومحبت۔ بے شک نیک وکامل سے نیکی وکمال کا ہی ظہور ہوتا ہے اور ناقص وبداعمال سے نقص وبدی ہی کا ظہور ہوگا۔ معترض اور بدخواہ کے لئے یہی سزا کافی ہے کہ وہ اس کامل کے فیوض وبرکات سے محروم ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں ہر محرومی سے محفوظ رکھے۔[2] آمین۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا بارگاہِ امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمہ) میں ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز نفل ادا کرتا ہوں اور ان کی قبر کے قریب آکر اس کے حل کے لئے اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہوجاتی ہے۔[3] (ردالمحتار) اور ایک مستند روایت یہ ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے نماز فجر امام اعظم علیہ الرحمہ کی قبر کے نزدیک ادا کی تو اس میں قنوت نہیں کیا۔ جبکہ شوافع کے یہاں قنوت نماز فجر میں پڑھی جاتی ہے کسی نے آپ سے سوال کیا کہ حضور

---

1 ......"ردالمحتار"،المقدمۃ،مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ،ج۱،ص۱۳۵.
و"إحیاء علوم الدین"،کتاب العلم،الباب الثانی فی العلم المحمود...إلخ،القسم الثانی،ج۱،ص٤٤.

2 ......"ردالمحتار"،المقدمۃ،مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ،ج۱،ص۱۳۵.

3 ......المرجع السابق.

یہ کیا گیا، آپ نے فجر میں قنوت نہیں کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ صاحبِ قبر کا ادب واحترام ہے۔ [1]

حضرت سیدنا علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: آئمہ مجتہدین کے متبعین پر ضروری ولازم ہے کہ وہ ہر اس عالم کی تعظیم واحترام کریں جس کی مدح وتوصیف ان کے امام مذہب نے کی ہے تقلید واتباع اور اعتماد کا تقاضا تو یہی ہے۔ [2]

علامہ سبط ابن الجوزی کے علاوہ بھی دیگر علمائے عظام نے حضرت امام اعظم (علیہ رحمۃ اللہ اکبر) کی ذاتِ مقدسہ کی توصیف وتکریم میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے امام طحاوی، الحافظ الذہبی اور علامہ کردری رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الکل، فخر الرسل، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے آپ کے بارے میں پہلے ہی خبر دے دی تھی جیسا کہ ہم نے ان احادیث میں بیان کردیا ہے جو اس سے قبل تحریر کی ہیں۔ [3] جس طرح علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث:

لَا تَسُبُّوْا قُرَیْشًا فَإِنَّ عَالِمَهَا یَمْلأُ الارْضَ عِلْماً [4]

قریش کو بُرا نہ کہو کیونکہ ان میں کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر محمول کی جاتی ہے اور ایک اور حدیث حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر محمول کی جاتی ہے۔ جس میں فرمایا گیا:

یُوْشِکُ أَنْ یَّضْرِبَ النَّاسُ أَکْبَادَ الْإِبِلِ یَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلا یَجِدُوْنَ أَحداً أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِیْنَةِ [5]

یعنی عنقریب لوگ طلبِ علم کے لئے لمبے لمبے سفر کریں گے لیکن وہ مدینہ منورہ کے عالم کے مقابلہ میں زیادہ علم والا کہیں اور نہ پائیں گے۔

علماء فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث کا اشارہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کی طرف اور دوسری حدیث کا اشارہ امام مالک علیہ الرحمۃ کی طرف ہے لیکن اس میں احتمال غیر بھی ہے مگر وہ حدیثیں جو سیدنا امام ابوحنیفہ امام الائمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کی گئی ہیں ان میں مراد حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں۔ ان میں احتمال غیر نہیں ہے کیونکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بلاشک وشبہ بہت بلند اور افضل ہیں کیونکہ وہ صحابی رسول علیہ الصلوۃ والسلام ہیں لیکن یہ بھی

---

1 ...... "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج ١، ص ١٣٥.

2 ...... المرجع السابق، ص ١٣٦.

3 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج ١، ص ١٣٦.

4 ...... "حلیة الأولیاء"، الحدیث: ١٣١٥٤، ج ٩، ص ٧٣.

5 ...... "جامع الترمذی"، کتاب العلم، باب ماجاء فی عالم المدینة، الحدیث ٢٦٨٩، ج ٤، ص ٣١١.

مُسَلَّمَات میں سے ہے کہ ان کا مقامِ علم، اِجتہاد، نشرِ دین اور تدوینِ احکامِ شرعیہ میں امامِ اعظم جیسا نہیں اور یہ اللہ (عزوجل) کا فضل ہے کہ وہ مفضول کو وہ مقام عطا فرمادے جو افضل کو نہ ملے۔[1]

آپ کے مناقب وفضائل کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا مسلک و مذہب اس درجہ شائع وذائع ہے کہ دنیا کے تمام ممالک، بلادو اَمصار میں پھیلا ہوا ہے بعض ممالک اور علاقے ایسے ہیں جہاں آپ کے مسلک کو ماننے والے بھاری اکثریت میں ہیں اور دیگر ائمہ ثلاثہ کے متبعین کی تعداد اقل قلیل ہے نیز علمائے احناف کی کثرت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ علاقہ ماوراء النہراور سمرقند میں ایک ایسا قبرستان تھا جس میں فقہ حنفی کے ماہر علماء جن میں سے ہر ایک کا نام محمد تھا چار سو کی تعداد میں دفن ہوئے اس قبرستان کا نام ہی "تُربَةُ الْمُحَمَّدِين" تھا اسی لئے جب صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی کا وصال ہوا تو وہاں کے لوگوں نے انہیں "تُربَةُ الْمُحَمَّدِين" میں دفن نہیں ہونے دیا کیونکہ آپ کا نام محمد نہیں تھا حالانکہ آپ اپنے وقت کے جلیل القدر اور ماہر و کامل عالم تھے، مجبوراً آپ کو اسی قبرستان کے قریب دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جن علماء نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے مسلک و مذہب کو نقل کیا اور پھیلایا ان کی تعداد چار ہزار ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے تلامذہ اور روایت کرنے والے ان کی تعداد بھی اس قدر ہے اس سے بھی فقہ حنفی کی عظمت ومقبولیت اور اس کے علماء کی کثرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔[2]

علامہ ابن حجر مکی[3] فرماتے ہیں کہ کچھ ائمہ کرام نے فرمایا کہ اسلام کے مشہور ترین ائمہ میں سے کسی سے اس درجہ دین کی خدمت نظر نہیں آتی جتنی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب وتلامذہ نے کی اور جس درجہ علم کے فیوض وبرکات اور دین کا نفع علماء اور عوام نے آپ سے اور آپ کے تلامذہ سے حاصل کیا کسی دوسرے سے حاصل نہیں ہوا۔ اس معاملے میں کوئی بھی حضرت امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا مثیل ونظیر نہیں ہے۔ بعض علماء نے فقہ حنفی کے تقریباً آٹھ سو ماہرین کے تراجم (حالاتِ زندگی) اپنی کتاب میں بیان فرمائے ہیں جن میں ان کے نام اور نسب تک محفوظ کر دیئے ہیں۔[4] اور یہ اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ واقعۃً آپ کی ذات سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک عظیم معجزہ ہے آپ کے مسلک و مذہب کو اللہ جل وعلا نے وہ فضیلت و عظمت اور قبولیت عطا فرمائی کہ صدیوں تک عہدۂ قضا اَحناف ہی کے پاس رہا بلکہ ایسی مثالیں شاذ ونادر ملیں گی کہ عہدۂ قضا کسی غیر حنفی عالم کو ملا ہو، حکومت عباسیہ کے پورے دور میں یہ عہدہ حنفی علماء کے پاس ہی رہا حالانکہ بنی عباس مسلکاً حنفی نہ تھے۔

1 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱،ص۱۳۶.

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱،ص۱۳۷.

3 ......بہار شریعت میں اس مقام پر "شارح بخاری" لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہیں نہ کہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، اسی وجہ سے ہم نے متن میں "مکی" لکھ کر تصحیح کر دی ہے۔... **علمیہ**

4 ......"الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان"، الفصل الثامن، ص۳۷.

پھران کے بعد سلاطینِ سلجوقی اورخوارزمی کے زمانے میں بھی عہدۂ قضا پرعلماء احناف ہی مقرر تھے اوران کے بعد سلاطین آل عثمان نے بھی عہدۂ قضاء پرحنفی علماء ہی کو مقرر کیا۔ ہندوستان میں بھی اسلامی حکومت کے پورے دور میں حنفی علماء ہی اس عہدہ پر رہے اور یہ پورا زمانہ ہزار سال پر مشتمل ہے۔اس کے بعد تو حکومتِ اسلام اِنتشار کا شکار ہوگئی صرف ایک مصر کا علاقہ ایسا تھا جس میں عہدۂ قضا شافعی المسلک علماء کے ساتھ خاص رہا وہ بھی سلطان بیبرس کے زمانے تک۔ [1] (ردالمحتار)

فقہ حنفی کی فضیلت میں بعض علماء کا ایک قول یہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس مذہب کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فقہ حنفی کے پیرو ہوں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآنی احکام کا استفادہ براہِ راست حضرت خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمائیں گے، کیونکہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی خلیفہ ہوں گے لیکن حنفی مسلک اس اِستفادہ کے عین مطابق ہوگا۔ اسی طرح سیدنا حضرت امام مہدی شرفہ اللہ تعالٰی جب ظہور فرمائیں گے تو چونکہ وہ خود مجتہد مطلق ہوں گے اس لیے وہ خود مسائل کا استنباط فرمائیں گے،لیکن ان کا استنباط بھی فقہ حنفی پر مُنطَبِق ہوگا۔ یہ تمام اُمور اس امر کے شاہد ہیں کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے جمیع علماء اسلام میں آپ کو وہ فضیلت وشرافت اور وہ امتیاز وخصوصیت عطا فرمائی تھی جو آپ کے سوا کسی دوسرے امام کو نہ ملی۔ [2]

آپ (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) نے فقہ حنفی کی تدوین کی اوراس کو ایک مستقل علم کی شکل عطا فرمائی اورقرآن کریم اوراحادیث نبویہ کے اصولوں پراس کے احکام کو مُتفرَّع کیا اورقیامت تک کے لئے امت کو بے نیاز کردیا۔بعض علماء نے آپ کو اس فضیلت میں سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح وہ اول شخص ہیں جنہوں نے بمشورہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قرآن پاک کوایک جگہ جمع فرمادیا،اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے سب سے پہلے قرآن وحدیث سے اصول مستخرج فرمائے پھران پراحکامِ شرعیہ متفرع کرکے فقہ کی تدوین کی اوراس علم کی بنیاد قائم کی بالیقین حضرت امام ابوحنیفہ کو خود اس پر عمل کرنے ،فقہ کی تدوین کرنے اور مسائل متفرع کرنے کا اجر ملے گا اوراس کو بھی قیامت تک اجر ملتا رہے گا جس نے اس کی تدوین وتفریع میں تالیفات کیں اورمسائل کا استخراج کیا تاکہ امت بہ سہولت مسائل شرعیہ سے آگاہی حاصل کرکے اس پر عمل کرے۔ [3] حدیث شریف میں ہے: جس نے نیک اوراچھا راستہ ایجاد کیا اسے اس کا اجر ہے اور جو اس پرعمل کرے گا اس کا بھی اجر ہے اور یہ اجرا سے قیامت تک ملتا رہے گا بغیر اس کے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی ہو اور جس نے برا راستہ

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،المقدمة،مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ،ج۱،ص۱۳۷.

2 ......"الدرالمختار"،المقدمة،ج۱،ص۱۳۸۔۱۳۹.

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،المقدّمة، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ،ج۱،ص۱۳۹۔۱۴۰.

نکالا تو اس پر اس کا گناہ ہے اور جو اس برے راستہ پر چلے اس کا گناہ ہے بغیر اس کے کہ بعد میں اس پر چلنے والوں کے گناہ میں کمی ہو۔[1] نیز حدیث پاک ہے کہ جو شخص خیر کی طرف رہنمائی کرے اس کو بھی اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس پر عمل کرنے والے کو[2] یہ حدیثیں دراصل قواعد شرعیہ اسلامیہ کی بنیاد ہیں جن سے بڑی تعداد میں مسائل متفرع ہوتے ہیں جو نص، سنت، قیاس اور اجماع سے ثابت نہیں ہیں۔[3] (عمدۃ المرید للقانی)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مذہب کی ایک عظیم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس مسلک کو اولیاء کرام کی بہت بڑی تعداد نے اختیار فرمایا جو اپنے سخت مجاہدہ میں ثابت قدم رہے اور مشاہدہ حق سے سرفراز ہوئے جیسے حضرت ابراہیم ابن ادھم بن منصور البَلخی، شقیق البَلخی بن ابراہیم الزاہد تلمیذ امام ابو یوسف القاضی متوفی ۱۹۴ھ، حضرت معروف الکرخی بن فیروز استاذ سری السقطی متوفی ۲۰۰ھ (یہ وہ بزرگ ہیں جن کی قبر سے بارانِ رحمت طلب کیا جاتا تھا)، ابی یزید بسطامی آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ ہے آپ کے دادا مجوسی سے مسلمان ہوئے متوفی ۱۶۱ھ، فضیل بن عیاض الخراسانی متوفی ۱۸۷ھ، یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور حضرت امام شافعی کے استاذ ہیں اور بخاری و مسلم نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت داؤد طائی ابن نصر بن نصیر بن سلیمان الکوفی تلمیذ امام اعظم متوفی ۱۶۰ھ، خلف بن ایوب تلمیذ حضرت امام محمد و زفر علیہما الرحمہ متوفی ۲۱۵ھ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کو عطا فرمایا (جتنا چاہا) آپ سے وہ علم صحابہ کو منتقل ہوا، پھر تابعین کو، ان کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اب جو چاہے خوش ہو اور جو چاہے وہ ناخوش و ناراض۔ ابی حامد اللفاف ان کا نام احمد بن خضرویہ البلخی ہے متوفی ۲۶۰ھ، کبار مشائخ خراسان سے ہیں۔ عبد اللہ بن المبارک، آپ نہایت عابد و زاہد، فقیہ اور محدث تھے۔ ادب و نحو، لغت اور فصاحت و بلاغت میں بھی ماہر و کامل تھے۔ آئمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے اساتذہ میں سے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی الکوفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) صائم الدھر تھے، ہر رات ایک بار ختم قرآن فرماتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت امام شافعی کے شیوخ میں ہیں ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ ابوبکر الوراق ان کا نام محمد بن عَمْرو الترمذی ہے، اولیاء کرام سے ہیں، ان اَکابر اولیاء کرام کے علاوہ حاتم اصم اور سید محمد الشاذلی بکری حنفی صاحب کشف و کرامت ہیں۔[4]

غرض ساڑھے بارہ سو سال میں مسلک احناف کے جس قدر اولیائے کرام گزرے ان کا شمار کرنا مشکل ہے ان میں سے

---

1. ...... "صحیح مسلم"، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ...إلخ، الحدیث ۶۹۔(۱۰۱۷)، ص ۵۰۸.
2. ...... "صحیح مسلم"، کتاب الإمارۃ، باب فضل إعانۃ الغازی...إلخ، الحدیث ۱۳۳۔(۱۸۹۳)، ص ۱۰۵۰.
3. ...... "ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج ۱، ص ۱۴۰.
4. ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج ۱، ص ۱۴۰۔۱۴۴.

ہر ایک صاحبِ علم وفضل تھے اور صاحبِ زہد وتقویٰ بھی اور صاحبِ مجاہدہ وریاضت بھی اور صاحبِ کشف وکرامت بھی۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾[1] اگر ان حضرات کاملین کو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مذہب میں ذرا بھی شک وشبہ ہوتا کہ اس کی کوئی بات بھی جادۂ حق کے خلاف ہے تو اپنے کشف وکرامت کے ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز اس مذہب کو اختیار نہ فرماتے۔

علامہ ابوالقاسم قشیری (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) حالانکہ نہایت درجہ شافعی المذہب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابوعلی الدقاق (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے طریقت ومعرفت ابو القاسم النصر أباذی سے حاصل کی، ابوالقاسم فرماتے ہیں مَیں نے اس کو شبلی رحمۃ اللّٰہ علیہ سے حاصل کیا اور انہوں نے سری سقطی (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) سے اور انہوں نے حضرت معروف کرخی (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) سے اور انہوں نے داوٗد طائی (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) سے اور داوٗد طائی نے یہ علم وطریقت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ سے حاصل کیا جو کہ اس میدان کے شہسوار ہیں کیونکہ علم حقیقت کا مبنٰی علم شریعت اور عمل بالشریعہ اور تہذیب و تصفیہ نفس ہے اور تمام بزرگانِ اسلاف نے اعتراف کیا ہے کہ امام اعظم علم شریعت وطریقت اور تہذیب وتزکیہ نفس میں کامل تھے۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) علم، ورع اور زہد وایثار کے اس مقام پر تھے جہاں تک کسی کی رسائی نہیں۔'' عبداللّٰہ بن مبارک (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کے مقابلہ میں کسی کو یہ حق نہیں کہ اس کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ نہایت متورّع، متقی، پاکیزہ تر اور عالم وفقیہ تھے آپ نے علم میں وہ انکشاف کئے جو دوسروں کی دسترس سے باہر تھے۔ امام ثوری (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) نے اس شخص سے جو امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کے پاس ہوکر آیا تھا فرمایا کہ بلاشبہ تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے جو تمام روئے زمین میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہے۔[2]

غرض تمام ہی علماء اصفیاء عرفاء نے آپ کی مدح سرائی کی ہے اور آپ کے فضل کا اقرار کیا ہے پس جو لوگ حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ پر اعتراض کرتے ہیں ان کے لیے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ اگر آپ کی ذاتِ اقدس اس قدر کامل، افضل، اعلم اور اتقٰی نہ ہوتی تو یہ عارفین کاملین اور ماہرین علم شریعت وطریقت کس طرح آپ کے جلالت علم، کمال تفقہ، زہد وورع اور فضیلت وشرف کا اقرار کرتے اور کیوں آپ کی قصیدہ خوانی کرتے اور آپ کی ذاتِ مقدسہ کو صد باعث افتخار سمجھتے اور آج تک آپ کی عظمت وجلالت کا اقرار پوری ملت اسلامیہ کو ہے۔ یقیناً آپ اپنے فضل وکمال میں منفرد ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں جو مدحیہ اشعار کہے اور ان میں جن خیالات کا اظہار کیا اس میں انہوں نے قطعاً مبالغہ نہیں کیا بلکہ فی الحقیقت وہ امام اعظم (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کی مدح کا حق ادا نہ کر پائے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے صحابہ (رضوان اللّٰہ تعالٰی علیہم) سے روایت کی یا نہیں، تاریخ ابن خلکان

---

1 ......ترجمہ کنز الایمان: یہ اللّٰہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ پ ٦، المائدۃ: ٥٤.

2 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول... إلخ، ج ١، ص ١٤٤، ١٤٦.

میں بروایت خطیب حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پوتے کا بیان ہے کہ میں اسمٰعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان ابناء فارس سے ہوں اور احرار میں سے ...... ہم کبھی غلام نہیں رہے۔ میرے جدِمحترم امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ثابت بن النعمان بن المرزبان حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت وہ (یعنی ثابت) صغیرُالسِّن تھے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ (یعنی ثابت) کے لئے دعائے خیر و برکت دی اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا کی، ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں وہ دعا قبول فرمائی۔ [1]

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور کچھ اور صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کا زمانہ بھی پایا لیکن ان سے روایت نہیں کی اور ان کی رویت سے مشرف ہوئے، جن صحابہ کا زمانہ آپ نے پایا ان سے عدم سماع (یعنی روایت نہ کرنے) کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ابتداءً اس علم کی طرف متوجہ نہ تھے بلکہ اپنے کسبِ معاش میں مشغول رہتے تھے۔ جب حضرت علامہ شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی ذہانت وفطانت اور ذکاوت طبع کو دیکھا تو علامہ موصوف نے آپ کو علمِ دین کے حصول کی طرف متوجہ کیا اس وقت غالباً صحابہ کی وہ جماعت باقی نہ رہی ہوگی یا ان سے ملاقات نہ ہوسکی کہ آپ ان سے احادیث کا سماع کرتے۔ [2] (ردالمحتار ۴۴ ج۱)

سیدنا امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بغداد کے جیل خانے میں ہوئی جس میں آپ کو خلیفہ منصور عباسی نے اس جرم میں قید کردیا تھا کہ آپ نے اس کے حکم کی خلاف ورزی کی اور عہدۂ قضاء قبول نہ فرمایا۔ روزانہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو قید خانے سے باہر لایا جاتا، کوڑے لگائے جاتے، سربازار گشت کرایا جاتا۔ ایک دن آپ کو اتنا مارا گیا کہ کمر سے خون کے فوارے چھوٹ گئے اور سخت ترین اذیت پہنچائی گئی خورد ونوش بھی بند کردیا گیا۔ آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور اس کے پانچ دن بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ منصور کی موجودگی میں آپ کو زہر کا پیالہ پینے کے لیے دیا گیا آپ نے انکار فرمایا کہ میں اپنے نفس کو خود قتل نہ کروں گا۔ پھر زبردستی آپ کے حلق میں انڈیل دیا گیا جب آپ کو اپنی موت کا یقین ہوگیا آپ نے نماز ادا فرمائی اور بحالتِ سجدہ آپ کا وصال ہوا۔ [3] اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخوں غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را [4]

---

1 ......"وفيات الأعيان"، أبو حنيفة (٧٦٥)، ج٤، ص٥٧٧.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: فيما إختلف فيه من رواية...إلخ، ج١، ص١٤٧-١٥٣.

3 ......المرجع السابق، مطلب: يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٥٦-١٥٧.

4 ......ترجمہ: ایک اچھی رسم کی بنیاد ڈال کر خاک وخون میں لتھڑ گئے، اللہ عزوجل ان عاشق بزرگ ہستیوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

آپ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی وفات ۱۵۰ھ میں عمر مبارک ۷۰ سال تھی۔ باقی آئمہ ثلاثہ کی تاریخ ولادت ووفات بالترتیب یہ ہے۔ حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللّٰہ علیہ کی ولادت ۹۰ھ میں ہوئی اوروفات ۱۷۹ھ میں، نواسی سال عمر مبارک ہوئی۔ حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور وفات ۲۰۴ھ میں، چوّن ۵۴ سال عمر مبارک پائی۔ سیدنا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللّٰہ علیہ کی ولادت ۱۶۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۴۱ھ میں، ستتر سال عمر مبارک ہوئی۔ [1]

امام صاحب اور آپ کے تلامذہ میں اختلاف کی وجہ:

سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ اور آپ کے اصحاب وتلامذہ کے مابین اختلاف کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ ایک راستہ سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک کم سن بچہ کیچڑ میں کھیل رہا ہے آپ نے ازراہ تَلَطُّف فرمایا: کہیں گر نہ جانا۔ اس بچہ نے برجستہ جواب دیا: آپ بچئے کہیں آپ پھسل کر گر نہ جائیں کیونکہ اگر آپ گریں گے تو عــالَم کے گر جانے کا اندیشہ ہے۔ کم سن بچہ کے اس معنی خیز جواب سے آپ متاثر ہوئے اور آپ نے اپنے اصحاب وتلامذہ سے فرمایا: اگر تمہیں مسائل شرعیہ میں میرے قول کے خلاف کوئی قوی دلیل ملے تو اسے اختیار کرلو۔ آپ کی اس ہدایت کے بعد آپ کے تلامذہ میں سے ہر ایک آپ ہی کی روایت سے مسائل اخذ کرتا تھا۔ [2] اس طرح آپ کے اصحاب کا کوئی قول ایسا نہیں ہے جو امام اعظم (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کے قول سے باہر ہو۔ "ولو الجیہ" کتاب الجنایات میں ہے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: میں نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس میں، مَیں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کی مخالفت کی ہو۔ میں نے وہی بات کہی جو آپ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) نے فرمائی تھی۔ حضرت امام زُفر علیہ الرحمہ سے بھی یہی منقول ہے کہ میں نے کبھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ علیہ کی مخالفت نہیں کی مگر یہ کہ قولِ امام بیان کیا پھر آپ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) نے اس سے رجوع فرمایا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اصحابِ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) آپ کے طریقہ کے خلاف نہیں گئے بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ اجتہاداً وررائے اور قیاس سے کہا اور اسی قول کا اتباع کیا جو ان کے استاد نے فرمایا۔'' [3]

''اَلْحَاوِیُ الْقُدْسِی'' کے اواخر میں ہے: جب اصحاب امام اعظم (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) میں سے کسی کے قول کو اخذ کیا جائے تو یقین سے جان لینا چاہیے کہ ان کا یہ قول امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کے تمام اکابر تلامذہ سے یہی روایت ہے (جیسے امام ابو یوسف، امام محمد، امام زُفر اور امام حسن رحمھم اللّٰہ تعالٰی) کہ ہم نے کسی مسئلہ میں وہی قول کیا ہے

---

1 ......"ردالمحتار" المقدمۃ، مطلب: فی مولدالآئمۃ...إلخ، ج۱، ص۱۵۷.

2 ......"الدرالمختار"، المقدمۃ، ج۱، ص۱۵۸.

3 ......"ردالمحتار" المقدمۃ، مطلب: فی مولدالآئمۃ...إلخ، ج۱، ص۱۵۹.

جو ہم نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے روایت کیا ہے اور یہ بات انہوں نے بڑی یقین دہانی کے ساتھ بیان کی ہے لہٰذا فقہ میں کوئی مسئلہ اور مذہب، مذہب امام کے علاوہ نہیں ہے اور جس قول کی نسبت کسی دوسرے کی طرف ہے وہ مجازاً ہے اور ظاہر میں ہے فی الحقیقت وہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہی ہے۔[1] خصوصاً جب امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب کسی مسئلہ پر تمہیں اقویٰ دلیل مل جائے اسے اختیار کرلو۔ تو اگرچہ یہ الفاظ اپنے قول سے رجوع کرنا ثابت کرتے ہیں، تاہم چونکہ آپ کے اصحاب نے قوی دلیل سے مسئلہ کے علم کو انہیں اصول وقواعد سے ثابت کیا ہے جو آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے خود مقرر فرمادیئے ہیں اس لئے درحقیقت آپ کے اصحاب کا وہ قول بھی امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا قول ہی مانا جائے گا اور وہ مرجوع عنہ نہ ہوگا۔

علامہ بیری نے اپنی کتاب ''شرح الاشباہ'' میں بیان کیا ہے کہ کوئی حدیث ایسی ملے جو مذہب امام کے خلاف ہو تو حدیث ہی پر عمل کیا جائے اور یہی حدیث امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا مذہب ہے کیونکہ صحیح روایت سے آپ سے مروی ہے۔ ''اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ'' حدیث اگر صحیح ہے تو یہی میرا مذہب ہے۔[2]

حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اختلاف روایت کی وجوہات:

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اصحاب وتلامذہ نے ایک ہی مسئلہ میں آپ سے مختلف روایات بیان کی ہیں اور یہی ایک وجہ ان کے مابین مسائل میں اختلاف حکم کی ہے امام ابوبکر البلیغی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ''درر'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اختلاف روایت کئی وجوہات سے ہوسکتا ہے: **اوّل** یہ کہ سامع کو سننے میں غلطی ہوگئی ہو۔ **دوم** یہ کہ امام نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا ہو کسی نے یہ رجوع خود اپنے کانوں سے سن لیا اور کسی نے نہیں سنا تو اسے رجوع کا علم نہ ہوا۔ **سوم** یہ کہ امام نے ایک قول علی وجہ القیاس فرمایا اور دوسرا قول بروجہ استحسان فرمایا تو جس نے جو سنا روایت کردیا۔ **چہارم** یہ کہ کسی مسئلہ کے مختلف پہلو تھے آپ نے ایک پہلو سامنے رکھ کر ایک جواب دیا اور دوسرے پہلو کو مدنظر رکھ کر دوسرا جواب دے دیا، ان کے علاوہ بھی علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ ''شرح عقود رسم المفتی المنظوم'' میں کچھ اور صورتیں بھی اختلاف روایات کی وجوہ میں بیان فرمائی ہیں۔[3] (رسائل ابن عابدین شرح عقود رسم المفتی المنظوم ۲۳)

---

1 ......''الحاوی القدسی''، کتاب الحیل، فصل اذا إختلف الروایات...إلخ، ص۱۸۱.

2 ......''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: صح عن الإمام أنہ قال...إلخ، ج۱، ص۱۵۹، ۱۶۰.

3 ......''مجموعۃ رسائل ابن عابدین''، الرسالۃ الثانیۃ: شرح ''عقود رسم المفتی''، ج۱، ص۲۲.

آداب الافتاء

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتب فقہیہ میں اس کا مطالعہ وسیع ہو، اُصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ سے واقف ہو، اس کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام، احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور تفسیر پر بھی اس کی نگاہ ہو، نیز استدلال اور روایت و درایت سے بھی اسے حصہ ملا ہو کیونکہ بغیر علم شریعت فتویٰ لکھنا سراسر جہالت ہے اس لئے ضروری ہے کہ مفتی کو یہ علم حاصل ہو کہ طبقاتِ مسائل کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں نیز طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں اس لئے سب سے پہلے ہم ان دونوں کو بیان کریں گے اس کے بعد آداب الافتاء پر روشنی ڈالیں گے۔

طبقات مسائل:

علماء احناف کے نزدیک مسائل تین طبقات پر ہیں۔

(۱) مسائل الاصول: ان کو ظاہر الروایۃ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب المذہب سے مروی ہیں۔ یعنی سیدنا حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالٰی وغیرہ اور وہ حضرات جنہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ، سیدنا حضرت امام ابو یوسف، سیدنا امام محمد علیہم الرحمۃ والرضوان سے روایت کی، لیکن مشہور واغلب ظاہر الروایہ کے بارے میں یہ ہے کہ ظاہر الروایہ حضرت امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمہ کے اقوال ہی کو کہتے ہیں اور ظاہر الروایہ کا اطلاق جن کتابوں پر ہے وہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ چھ کتابیں ہیں:

(۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر۔ ان کو ظاہر الروایہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کتابیں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں اس لئے یہ آپ سے بہ تواتر ثابت یا مشہور ہیں۔[1]

(۲) مسائل نوادر:

یہ وہ مسائل ہیں جن کے راوی تو مذکورہ بالا اصحاب ہی ہیں لیکن یہ مسائل مذکورہ بالا چھ کتابوں میں نہیں ہیں جن کو ظاہر الروایہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ یہ مسائل یا تو امام محمد علیہ الرحمہ کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جیسے کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات اور رقیات۔ ان کتابوں کو غیر ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتابیں امام محمد علیہ الرحمۃ سے ایسی روایات صحیحہ ثابتہ اور ظاہرہ سے مروی نہیں ہیں جیسی کہ پہلی چھ کتابیں ہیں یا پھر وہ مسائل ان کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جیسے حسن بن زیاد کی ''اَلْمُجَرَّد'' وغیرہا اور کتب الامالی جو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے املاء کرائی تھیں۔[2]

1 ......"ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: رسم المفتی، ج ۱، ص ۱۶۳.

2 ......المرجع السابق.

(۳) الواقعات:

طبقات مسائل کی یہ تیسری قسم ہے۔یہ وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے مرتب و مولف فرمایا(1) جو کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں ان کی بہت بڑی تعداد ہے صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد) کے تلامذہ میں عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعۃ، ابوسلیمان جرجانی، ابوحفص البخاری وغیرہم ہیں اور ان کے بعد کا گروہ محمد بن مسلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحییٰ، ابوالنصر القاسم بن سلام وغیرہم پر مشتمل ہے کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان حضرات نے اپنے قوی دلائل واسباب کی بناء پر اصحاب مذہب کے خلاف کسی مسئلہ کو ثابت کیا ہے ان کے فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے منظر عام پر آئی وہ کتاب **النوازل** ہے جو فقیہ ابواللیث سمرقندی کی ہے ان کے بعد دیگر فقہاء نے بہت سے مجموعے مرتب فرمائے جیسے **مجموع النوازل**، **واقعات الناطفی** اور **واقعات صدر الشہید** وغیرہا۔ پھر بعد کے فقہاء نے ان کے مسائل کو مخلوط و غیر متمیز طور پر بیان فرمایا جیسا کہ "**فتاوی قاضی خان**" اور "**الخلاصہ**" وغیرہما میں ہیں اور بعض فقہاء نے ان کو ترتیب و تمیز کے ساتھ بیان فرمایا جیسے رضی الدین السرخی کی کتاب "**المحیط**" انہوں نے اس کی ترتیب میں اولاً مسائل الاصول بیان فرمائے پھر نوادر پھر فتاویٰ کو ذکر کیا۔ یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مسائل اصول میں الحاکم الشہید کی تصنیف کتاب "**الکافی**" نقل مذہب میں بڑی معتمد کتاب ہے اس کو قبول عام حاصل ہوا اور بڑے بڑے اکابر علماء، فقہاء نے اس کی شرحیں لکھیں جیسے امام شمس الائمہ السرخسی کی "**مبسوط سرخسی**" اس کے بارے میں علامہ طرسوسی کا بیان ہے کہ "مبسوط سرخسی" کا مقام یہ ہے کہ اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے اور اس کے خلاف پر عمل نہیں کیا جاتا۔ کتب مذہب میں ایک اور کتاب "**اَلْمُنْتَقٰی**" بھی ہے یہ بھی انہیں کی ہے لیکن اس کا وہ مقام نہیں، اس میں کچھ نوادر بھی ہیں "**المبسوط**" جو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے اس کے متعدد نسخے ہیں ان میں سب سے بہتر وہ نسخہ ہے جو ابوسلیمان جوزجانی سے مروی ہے متاخرین علماء فقہ نے مبسوط کی بہت سی شروح لکھی ہیں۔ (2)

امام محمد علیہ الرحمہ کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ صغیر لگا ہوا ہے اس میں وہ مسائل ہیں جن کی روایت حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ کے شاگرد امام محمد نے بواسطہ حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن جن مسائل کی روایت امام محمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بلا واسطہ اور براہ راست حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے کی ان کے ساتھ "کبیر" کا لفظ لگایا گیا۔ (3)

اسی طرح نوادران مسائل کے لئے استعمال کیا گیا جن کی روایت امام محمد علیہ الرحمۃ نے ان مذکورہ چھ کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے کی ان کو "**الکیسانیات**"، "**الھارونیات**"، "**الجرجانیات**"

---

1 ...... یعنی استنباط کیا۔

2 ......"ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: رسم المفتی، ج۱، ص۱۶۴۔۱۶۶.

3 ......المرجع السابق، ص۱۶۷.

اور ”الـرقیات“ سے موسوم کیا[1] اورنوازل ان مجموعہ مسائل کوکہا گیا ہے جن مسائل کومشائخ مجتہدین مذہب سے دریافت کیا گیااورانہوں نے ان مسائل میں کوئی نص نہ پائی اوراپنے اجتہاد سے ان مسائل کی تخریج کی اوران کے احکام بیان فرمائے۔[2]

صاحب البحر نے فرمایا: محمد بن الحسن کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ” صـغیـر“ لگا ہوا ہے اس میں امام محمد اور امام ابویوسف(رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیھما) متفق ہیں بخلاف اس تصنیف کے جس میں لفظ”کبیر“لگاہواہے وہ امام ابویوسف (علیہ الرحمہ) پر پیش نہیں کی گئی۔[3] (مبحث التشھد)

(امام محمدعلیہ الرحمۃ کی) کتاب ”اصــل“ کا نام اس لئے اصل رکھا گیا کہ امام محمدعلیہ الرحمہ نے اسے سب سے پہلے تصنیف فرمایااس کے بعد ”الجامع الصغیر“ پھر ”الجامع الکبیر“ ،[4] صاحب البحر نے فرمایا کہ ” الجامع الصغیر“ کوامام محمد علیہ الرحمۃ نے ”اصل“ کے بعدتصنیف فرمایااس میں جو کچھ ہے وہ معتمدعلیہ ہے۔[5] (باب الصلوۃ)

کتاب الجامع الصغیرکی وجہ تصنیف:

اس کتاب کی وجہ تصنیف یہ ہے کہ حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ نے امام محمد علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ تم میرے لئے وہ تمام روایات ایک کتاب میں جمع کردو جوتم نے امام اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ سے کی ہیں۔اس حکم کی تعمیل میں حضرت امام محمدعلیہ الرحمہ نے وہ تمام مرویات ایک جگہ جمع فرمادیں اوران کوحضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے سامنے پیش کیا جن کوانہوں نے بے حد پسند فرمایا یہ کتاب (یعنی الجامع الصغیر) ۱۵۳۲ پندرہ سوبتّیس مسائل پر مشتمل ایک مبارک کتاب ہے، بقول علامہ بزدوی: امام ابویوسف (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) اپنے جلالت علم وعظمت کے باوجوداس کتاب کوہمیشہ سفروحضرمیں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔علی الرازی فرماتے ہیں: جس شخص نے اس کتاب کوسمجھ لیاوہ ہمارے تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ صاحبِ فہم ماناجاتا ہے۔اس دور میں کسی شخص کواس وقت تک قاضی نہیں بنایا جاتا جب تک اسے پرکھ نہ لیاجائے کہ وہ الجامع الصغیرکوسمجھتاہےاور پڑھتاہے۔[6]

وجہ تصنیف ”السیر الکبیر“:

امام شمس الائمہ سرخسی”السیر الکبیر“کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ”السیر الکبیر“امام محمدعلیہ الرحمہ کی آخری تصنیف ہے

1 ......”مجموعۃ رسائل ابن عابدین“، الرسالۃ الثانیۃ:شرح ”عقود رسم المفتی“،ج۱،ص۱۶،۱۷.

2 ......”ردالمحتار“،المقدمۃ،مطلب:رسم المفتی،ج۱،ص۱۶۴.

3 ......”البحرالرائق“،کتاب الصلاۃ،باب صفۃ الصلاۃ،ج۱،ص۵۷۹.

4 ......”النھرالفائق“،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ العیدین،ج۱،ص۳۶۶.

5 ......”البحرالرائق“،کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین،ج۲،ص۲۷۶.

6 ......”مجموعۃ رسائل ابن عابدین“، الرسالۃ الثانیۃ:شرح”عقود رسم المفتی“،ج۱،ص۱۹.

اس کی وجہ تصنیف یہ تھی کہ آپ کی کتاب "السیر الصغیر" اہل شام کے ایک جلیل القدر عالم حضرت عبدالرحمٰن بن عَمْرُو الاوزاعی کے پاس پہنچی۔ انہوں نے پوچھا یہ کس کی تصنیف ہے بتایا گیا کہ امام محمد بن الحسن عراقی کی برجستہ ان کی زبان سے نکلا ''اہلِ عراق کواس موضوع میں تصنیف سے کیا لگاؤ وہ علم السیر اور مغازی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کو کیا جانیں کیونکہ غزوات زیادہ تر شام میں ہوئے۔ غزوات کا علم وہاں کے لوگوں کو زیادہ ہے اور حجاز کے لوگوں کو، نہ کہ عراق والوں کو۔ امام اوزاعی کی یہ بات جب امام محمد علیہ الرحمۃ کو پہنچی آپ کو بہت شاق گزری اور اس کا عملی جواب دینے کے لئے ''السیر الکبیر'' تصنیف فرمائی۔ آپ کی یہ کتاب جب عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی نے مطالعہ فرمائی تو وہ حیرت زدہ رہ گئے اور فرمایا: اگر اس کتاب میں احادیث صحیحہ نہ ہوتیں تو میں کہہ دیتا کہ وہ من گھڑت علم سے کام لیتے ہیں بے شک اللہ تعالٰی نے آپ کی رائے کو صحیح جواب کے لئے متعین فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت نے صحیح فرمایا ﴿ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝ ﴾[1] اس کتاب کو تصنیف فرمانے کے بعد حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو ساٹھ جلدوں (دفتروں) میں لکھوایا اور اس کو خلیفہ وقت کے دربار میں بھجوایا۔ خلیفہ وقت نے اسے بے حد پسند کیا اور اس کو اپنے زمانۂ حکومت کا عظیم اور قابلِ فخر کارنامہ قرار دیا۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین، ج۱)[2]

طبقات الفقهاء

ایک مفتی کے لئے جس طرح طبقات المسائل اور معتبر و مستند کتب فقہیہ اور فتاویٰ کا علم ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کے علم میں یہ بات بھی ہونی چاہیے کہ طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کس فقیہ کا درجہ کیا ہے تا کہ اسے یہ معلوم ہوسکے کہ کس فقیہ کا قول معتبر اور قابلِ اِستناد ہے اور کون درجہ اعتبار میں نہیں اس لئے ہم طبقات الفقہاء کا بیان کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ علمائے ماہرین فقہ و شریعت نے فقہاء کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں۔

۱ ـ طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الشَّرْعِ:

جیسے ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) اور وہ لوگ جو قواعد اصول کی تاسیس میں نیز اَدِلۂ اربعہ (قرآن پاک، احادیث، قیاس اور اجماع) سے احکام فرعیہ کے استنباط میں اصول و فروع میں بغیر کسی اور کی تقلید کے ان ہی ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہی رہے۔[3]

---

1 ......پ ۱۳، یوسف: ۷٦.

2 ......"مجموعة رسائل ابن عابدین"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتي"، ج۱، ص۱۹، ۲۰.

3 ......المرجع السابق، ص ۱۱.

۲۔ طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِی الْمَذْهَب:

جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور جملہ تلامذہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم، یہ حضرات اس امر کی قدرت رکھتے تھے کہ ادلۂ اربعہ سے اپنے استاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مستخرجہ قواعد واُصول کے مطابق احکام شرعیہ کا استخراج کرسکیں۔ (1)

۳۔طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِی الْمَسَائِل:

یہ وہ حضرات ہیں جو ایسے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحبِ المذہب سے نہیں ملتی اپنے آئمہ کرام کے مقرر کردہ قواعد واُصول کے مطابق کرتے ہیں جیسے علامہ خصاف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ متوفی ۲۶۱ھ، علامہ ابوجعفر الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، حضرت ابوالحسن الکرخی متوفی ۳۴۰ھ، حضرت شمس الائمہ الحلوانی متوفی ۴۵٦ھ، حضرت شمس الائمہ السرخسی متوفی ۵۰۰ھ، حضرت فخر الاسلام بزدوی متوفی ۴۸۲ھ، علامہ فخر الدین قاضی خان متوفی ۵۹۳ھ وغیرہم، یہ حضرات نہ اصول میں نہ فروع میں کسی میں بھی اپنے امام کی مخالفت نہیں کرسکتے۔ (2)

۴۔طَبَقَةُ اَصْحَابِ التَّخْرِيْجِ مِنَ الْمُقَلِّدِيْنَ:

جیسے امام رازی متوفی ۳۷۰ھ وغیرہ یہ حضرات اجتہاد پر بالکل قادر نہیں لیکن چونکہ یہ جملہ قواعد واُصول کا پورا علم اور مسائل وقواعد کے ماخذ سے پوری واقفیت رکھتے تھے اس لئے ان میں یہ صلاحیت تھی کہ ایسے اُمور کی تفصیل بیان کردیں جہاں امام مذہب سے ایسا قول مروی ہو جو مجمل ہے اور اس میں دوصورتیں نکل رہی ہوں یا کوئی ایسا قول جو دو چیزوں کا محتمل ہے اور وہ صاحبِ مذہب سے یا ان کے تلامذۂ مجتہدین میں سے کسی ایک سے مروی ہے اس کی تشریح وتفصیل اُصول وقیاس اور امثال و نظائر کی روشنی میں بیان کردیں صاحبِ ہدایہ نے جہاں کہیں کہا ہے کذا فی تخریج الکرخی یا کذا فی تخریج الرازی، اس کا یہی مطلب ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔ (3)

۵۔طَبَقَةُ اَصْحَابِ التَّرْجِيْحِ مِنَ الْمُقَلِّدِيْنَ:

جیسے ابوالحسن قدوری متوفی ۴۲۸ھ، صاحب الہدایہ متوفی ۵۹۳ھ وغیرہما۔ان کا مقام یہ ہے کہ یہ حضرات بعض روایات کو بعض پر تفضیل دینے کی اہلیت رکھتے تھے جیسے وہ کسی روایت کی تفضیل میں فرماتے ہیں: هذا أولٰی یا هذا أصح یا هذا أوضح یا هذا أوفق للقیاس وغیرها۔ (4)

---

(1) ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتي"، ج۱، ص۱۱.

(2) ......المرجع السابق، ص۱۲.

(3) ......المرجع السابق، ص۱۲.

(4) ......المرجع السابق.

٦ ـ طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِيْنَ الْقَادِرِيْنَ عَلَى التَّمْيِيْزِ:

جیسے صاحب کنز، صاحب المختار، صاحب الوقایہ، اور صاحب المجمع اور اصحاب المتون المعتبرۃ۔ ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی کتابوں میں ضعیف ومردود اقوال بیان نہیں کرتے اور روایات میں قوی، اقویٰ، ضعیف، ظاہر الروایۃ، ظاہر المذہب اور روایت نادرہ میں امتیاز وتمیز کرنے کے اہل ہیں۔ [1]

٧ ـ طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِيْنَ الَّذِيْنَ لَايَقْدِرُوْنَ عَلَى مَا ذُكِرَ:

یہ حضرات کھرے کھوٹے، کمزور وقوی اور دائیں بائیں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انہیں جہاں سے بھی جو کچھ مواد مل جاتا ہے اسے جمع کرتے ہیں اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں یہ لوگ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے یا ان سے مسائل میں رجوع کیا جائے۔ [2] (شرح عقود رسم المفتی المنظوم لابن عابدین ۱۱، ردالمحتار ۱/۵۱۔۵۲ ج۱)

تنبیہ:

۱۔ احکامِ شریعت کا علم حاصل کرنے کے لئے افتاء ایک لازمی اور ضروری امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ﴿ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [3] اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں یعنی اہل علم سے پوچھ لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک طبقہ ملت کا ایسا ہوگا جسے علمِ دین پر عبور حاصل نہ ہوگا اور ایک طبقہ ایسا ہوگا جو صاحبِ علم وفضل ہوگا اور اسے علمِ دین میں بصیرت حاصل ہوگی چونکہ ہر مسلمان کے لئے وہی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسندیدہ راستہ ہے اس لئے ہر شخص کو اپنا ہر عمل اسلام کے احکام کے مطابق رکھنا چاہیے اور اگر کسی کو کسی معاملہ میں شریعت کا حکم معلوم نہیں ہے تو اسے اہلِ علم کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ان سے سوال کرکے حکم شرعی معلوم کرنا چاہئے اسی اُصول کے مطابق زمانۂ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اگر انہیں کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا علم نہیں ہے تو انہوں نے بلا تامل اہل علم سے اس کا حکمِ شرعی معلوم کرلیا ہے ہر زمانہ میں لوگ علمائے شریعت کی طرف مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا اور اب وہ یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ مفتی کون ہے۔

صاحب فتح القدیر شارح ہدایہ فرماتے ہیں: ''اصولیین مضبوطی کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مفتی کا درجہ صرف مجتہد

---

1 ...... "مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتي"، ج۱، ص۱۲.

2 ...... المرجع السابق.

و "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: في طبقات الفقهاء، ج۱، ص۱۸۱۔۱۸۴.

3 ...... پ ۱٤، النحل: ٤٣.

کوحاصل ہوتا ہے۔ جوشخص خود مجتہد نہیں ہے لیکن اسے مجتہد کے اقوال زبانی یاد ہیں وہ مفتی نہیں ہے اس سے جب مسئلہ دریافت کیا جائے تو اسے بطورِنقل وحکایت کسی مجتہد کا قول جواب میں بتانا چاہئے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے زمانے میں (یعنی زمانہ مصنف فتح القدیر میں) جوعلماء فتویٰ دیتے ہیں حقیقت میں وہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ اصل میں کسی مجتہد مفتی کا قول ہے جو نقل کردیا گیا ہے تاکہ مُستَفتی اس پر عمل کرے۔ مجتہد سے اس کا قول نقل کرنے کے دوطریقے ہیں **اول** یہ کہ یا تو وہ قول اس کے پاس کسی صحیح سند سے پہنچا ہو۔ **دوم** یہ کہ اس نے مجتہد کا وہ قول کسی ایسی مشہور کتاب سے لیا ہو جو دیگر علماء کے ہاتھوں میں رہتی ہو جیسے امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کتابیں اور ایسے ہی دوسری کتب فقہیہ جو اپنی روایت واسناد کے اعتبار سے خبر متواتر یا خبر مشہور کے درجہ میں ہیں۔[1] (ردالمحتار۷۴ ج۱)

۲۔ آداب الافتاء کے سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ علمائے احناف روایات ظاہرہ میں جن مسائل پر متفق ہیں فتویٰ یقیناً انہیں پر ہوگا لیکن اگر روایات ظاہرہ میں ہمارے علماء کا اتفاق نہیں ہے تو واضح یہ ہے کہ فتویٰ علی الاطلاق امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول پر ہوگا لیکن اگر حضرت امام اعظم رحمۃاللہ تعالٰی علیہ سے اس مسئلہ میں کوئی روایت نہ ملے تو پھر فتویٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر دیا جائے گا اور اگر ان سے بھی کوئی قول نہ ملے تو پھر فتویٰ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر دیا جائے۔[2]

''سراجیہ'' میں ہے: ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) ایک جانب اور آپ کے صاحبین دوسری جانب ہوں تو مفتی کو اختیار ہے کہ وہ جس قول کو چاہے اختیار کرے اور اگر مفتی مجتہد نہ ہو تو اول قول اصح ہے۔[3] ان تینوں کے بعد پھر امام زُفر رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور پھر امام حسن بن زیاد کے قول پر[4] (درمختار) اور ''الحاوی القدسی'' میں اس امر کی تصحیح فرمائی ہے کہ اگر ان میں سے کسی کے قول کی تائید میں قوۃ مدرکہ یعنی قوی دلیل موجود ہے تو ایسی صورت میں وہ قول اختیار کیا جائے ورنہ یہی ترتیب قائم رکھی جائے گی۔[5] اسی وجہ سے علمائے احناف کبھی کبھی حضرت امام اعظم رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کے بعض اصحاب کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ اس کی تائید میں دلیل قوی موجود ہو جیسے کہ سترہ ۱۷ مسائل[6] میں علماء نے امام زُفر رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے لہٰذا وہ ہمارے لئے بھی قابل ترجیح ہیں کیونکہ وہ دلیل

---

1 ...... "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب : رسم المفتي ، ج ۱، ص ۱۶۲.
و"فتح القدير"، كتاب أدب القاضي، ج۶، ص ۳۶۰.

2 ...... "الدرالمختار"، المقدمة ، ج ۱، ص ۱۶۲۔۱۶۹ .

3 ...... "الفتاوى السراجية"، كتاب أدب المفتي والتنبيه على الجواب، ص ۱۵۷.
تفصیلات کے لیے ''فتاوی رضویہ'' (مُخَرَّجہ)، ج۱، حصہ الف، ص۱۰۵ تا ۱۰۸ ملاحظہ فرمالیں۔

4 ...... "الدرالمختار"، المقدمة ، ج ۱، ص ۱۶۹.

5 ...... "الحاوي القدسي"، كتاب الحيل، فصل إذا اختلف الروايات...إلخ، ص ۱۸۱.
و"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتي"، ج ۱، ص ۲۶.

6 ...... یہاں ۱۷ مسائل کا ذکر ہے جبکہ علامہ شامی رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے ردالمحتار، ج ۵ ص ۳۳۸، میں ۲۰ ایسے مسائل کی صراحت ذکر کی ہے جہاں امام زفر رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کے قول پر فتوی ہے۔...علمیہ

میں گہری نظر رکھتے ہیں۔[1] (مجموعہ رسائل ابن عابدین)

۳۔جب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کسی مسئلہ میں روایات مختلف ہوں یا اس مسئلہ میں آپ سے یا آپ کے اصحاب سے کوئی روایت نہ ملے تو پہلی صورت میں جو روایت حجت و دلیل کے اعتبار سے اقوی ہواُسے اختیار کیا جائے اور دوسری صورت میں یعنی جبکہ امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے اس مسئلہ میں کوئی روایت ہی موجود نہ ہو دیکھے کہ متأخرین کا اس میں کیا قول ہے اگر متأخرین ایک ہی قول پر متفق ہیں تو اس قول کو اختیار کرے اور اگر متأخرین میں اختلاف ہے تو جس قول پر اکثر ہیں، پھر اسے اختیار کرے جس پر کہ مشہور اکابرین نے اعتماد کیا ہو جیسے امام ابو حفص، امام ابو جعفر، ابو اللیث اور امام طحاوی وغیرہم، اگر مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی نص نہیں ملتی، نہ قولِ مجتہد، نہ اقوال متأخرین، تو پھر مفتی خود ہی اس پر علم شریعت کی روشنی میں غور وفکر کرے اور تدبّر سے کام لے اور حتی الوسع کوشش کرے کہ اس کا حکم نکل آئے تا کہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو۔لیکن جزاف یعنی اٹکل اور بے تکی باتوں سے کام نہ لے،[2] اللہ (عزوجل) سے ڈرتا رہے اور گہرا غور وفکر کرے کیونکہ یہ نہایت عظیم ذمہ داری ہے اس میں جزاف کی جسارت وہی کرسکتا ہے جو جاہل اور بد بخت ہے[3] (ردالمحتار ۴۸ ج۱)

فائدہ :

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''علماء کرام نے بیان فرمایا ہے عبادات کے مسائل میں فتویٰ مطلقاً قول امام اعظم پر ہے۔مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ قول امام محمد پر ہے اور مسائل قضا میں فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہے جیسا کہ ''قنیہ'' اور ''بزازیہ'' میں مذکور ہے اور ''شرح بیری'' میں مزید یہ ہے کہ مسائل شہادت میں بھی فتوی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر ہے اور صرف سترہ ۱۷ مسائل[4] میں فتویٰ قول امام زفر پر ہے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔[5]

۴۔جب کسی مسئلہ میں قیاس ہو اور استحسان ہو تو معدودے چند مسائل کو چھوڑ کر عمل استحسان پر ہوگا۔

۵۔جب کوئی مسئلہ ظاہر الروایۃ میں مذکور نہ ہو بلکہ کسی دوسری روایت سے ثابت ہو تو اس کا حوالہ دینا چاہئے۔

۶۔حضرت امام نسفی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے ''مُستَصفٰی'' میں بیان فرمایا ہے جب فقہاء کسی مسئلہ میں تین اقوال بیان فرمائیں تو ان میں راجح قول اول ہے یا قول آخر، درمیانی قول راجح نہ ہوگا ''شرح المنیہ'' میں ہے کہ اگر روایت درایت کے مطابق ہے تو اس سے عدول نہ کیا جائے۔[6] (ردالمحتار ۴۹)

---

1 ......''مجموعة رسائل ابن عابدين''، الرسالة الثانية:شرح''عقود رسم المفتي''، ج۱،ص۲۸.

2 ......بہار شریعت میں اس مقام پر ''بے تکی باتوں سے کام لے'' لکھا ہوا تھا، جو واضح کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

3 ......''ردالمحتار''،المقدمة، مطلب:إذا تعارض التصحيح،ج۱،ص۱۷۰.

4 ......اس کی وضاحت کے لئے گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۶ ملاحظہ فرمائیں۔...علمیه

5 ......''ردالمحتار''،المرجع السابق،ص۱۷۰،۱۷۱.

6 ......المرجع السابق،ص۱۷۱.

۷۔ ''بحر'' کے باب الوقف میں ہے جب مسئلہ میں دو قول ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو ان میں سے کسی بھی ایک کو افتاؤ قضاء کے لئے اختیار کیا جاسکتا ہے[1] بشرطیکہ دونوں قول برابر حیثیت کے ہوں لیکن اگر ایک قول لفظ اصح سے موکد ہو[2] تو اسے اختیار کیا جائے۔[3]

۸۔ جب فتویٰ ایک قول پر ہو اور تصحیح دوسرے قول کی تو اولیٰ یہ ہے کہ وہ قول اختیار کیا جائے جو متون کے موافق ہو۔[4] (بحر) اور اگر ایک قول شروح میں ہے اور اس کے خلاف دوسرا قول فتاویٰ میں تو وہ قول اختیار کیا جائے جو شروح میں ہے کیونکہ فقہائے کرام کی تصریح ہے کہ متون مقدم ہیں (شروح پر اور شروح مقدم ہیں)[5] فتاوی پر، یہ صورت اسی وقت اختیار کی جائے گی جب ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہو یا دونوں میں سے کسی کی بھی تصحیح منقول نہ ہو لیکن اگر مسئلہ متون میں ہے (اور اس کی تصحیح بالتصریح نہیں کی گئی بلکہ اس کے مقابل)[6] کی تصحیح بالتصریح کی گئی ہے تو وہ ہی مسئلہ اختیار کیا جائے جس کی تصحیح بالتصریح کی گئی ہے کیونکہ تصحیح بالتصریح تصریح التزامی پر مقدم ہے اگرچہ متون میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ وہ مذہب صحیح ہی بیان کریں گے تاہم یہ تصحیح سے کم تر درجہ ہے اور اگر ایک مسئلہ میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح کی گئی ہے تو اگر ان میں سے ایک قولِ امام ہے اور دوسرا قول کسی اور مجتہد کا، تو مفتی کو قولِ امام ہی اختیار کرنا چاہئے اس لئے کہ دونوں تصحیح متعارض ہوکر ساقط ہوجائیں گی پھر اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اصل یہ ہے کہ قولِ امام مقدم ہے۔[7] (ردالمحتار ۴۹)

۹۔ وہ الفاظ جو فقہائے کرام فتویٰ دینے میں استعمال فرماتے ہیں:

(۱) وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰی (۲) وَبِهٖ يُفْتٰی (۳) وَبِهٖ نَأْخُذُ (۴) وَعَلَيْهِ الْاِعْتِمَادُ (۵) وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْيَوْمِ اَیْ عَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ الْحَاضِرِ (۶) عَلَيْهِ عَمَلُ الْأُمَّةِ (۷) وَهُوَ الصَّحِيْحُ (۸) وَهُوَ الْاَصَحُّ (۹) وَهُوَ الْاَظْهَرُ (۱۰) وَهُوَ الْاَشْبَهُ بِالْمَنْصُوْصِ رِوَايَةً وَالرَّاجِحُ دِرَايَةً فَيَكُوْنُ عَلَيْهِ الْفَتْوٰی (۱۱) وَهُوَ الْأَوْجَهُ (۱۲) وَهُوَ الْمُخْتَارُ (۱۳) وَبِهٖ جَرَی الْعُرْفُ

---

1 ...... ''البحرالرائق''، کتاب الوقف، ج ۵، ص ۳۳۷.

2 ...... یعنی دونوں قول صحیح ہوں لیکن ایک قول اصح (زیادہ صحیح) ہو۔

3 ...... ''الدرالمختار'' و ''ردالمحتار''، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحیح، ج ۱، ص ۱۷۱.

4 ...... ''البحرالرائق''، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج ۲، ص ۱۵۲.

5 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر '' متون مقدم ہیں فتاوی پر '' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اصل عبارت اس طرح ہے (متون مقدم ہیں شروح پر اور شروح مقدم ہیں فتاوی پر) اسی وجہ سے بریکٹ میں اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔... علمیه

6 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر (اور اس کی تصحیح بالتصریح نہیں کی گئی بلکہ اس کے مقابل)، لکھنے سے رہ گیا تھا جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لہٰذا بریکٹ میں اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔... علمیه

7 ...... ''ردالمحتار''، المقدمة، مطلب: اذا تعارض التصحیح، ج ۱، ص ۱۷۱.

(۱۴) وَھُوَ الْمُتَعَارِفُ (۱۵) وَبِہٖ اَخَذَ عُلَمَاءُ نَا۔

مندرجہ بالا الفاظ سے بقول صاحب الفتاویٰ الخیریہ للشیخ الرَّمْلِی: بعض الفاظ بعض پر فضیلت رکھتے ہیں مثلاً لفظ فتویٰ زیادہ موکد وجاندار ہے، لفظ صَحِیح، أَصَحُّ اور اَشْبَہُ وغیرھا سے اور لفظ وَبِہٖ یُفْتٰی زیادہ موکد وباوزن ہے لفظ "اَلْفَتْوٰی عَلَیْہِ" سے اور لفظ اَصَحُّ، صحیح کے مقابلہ میں زیادہ قوت والا ہے اور اَلاحوط زیادہ موکد ہے اَلاِحْتِیَاطُ سے۔[1] (ردالمختار ۵۰ ج ۱)

۱۰۔ اگر ائمہ ترجیح میں سے دو اماموں کے اقوال متعارض ہوں ایک نے اپنے قول کو "ھُوَ الصَّحِیْحُ" سے تعبیر کیا اور دوسرے نے اپنے قول کو "ھُوَ الأَصَحُّ" سے۔ اس صورت میں "ھُوَ الصَّحِیْحُ" والے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ صحیح پر دونوں متفق ہیں اور أصح میں اختلاف ہے تو متفق قول کو اختیار کرنا بہتر ہے۔[2]

۱۱۔ صاحب درمختار نے "رسالہ آداب المفتی" سے نقل فرمایا کہ "جب کوئی قول یا روایت کسی معتبر کتاب میں أَصَحُّ، اَوْلٰی، اَوْفَقُ اور اسی قسم کے کسی لفظ سے مخصوص کی جائے تو مفتی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس قول یا روایت کو اختیار کرے یا اس کے مقابل قول کو، لیکن اگر وہ قول یا روایت صحیح یا الماخوذ بہ یا بہ یفتٰی سے مزین ہے تو مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اسی قول کو اختیار کرے، مخالف قول کو اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں صحت اسی قول میں محصور ہے اور پہلی صورت میں جبکہ کسی روایت یا قول کو أَصَحُّ کہا تو اس کا مطلب ہے کہ مخالف قول بھی صحیح ہے اس لئے مفتی کو اختیار ہے کہ وہ أصح پر فتوی دے یا صحیح پر۔[3]

۱۲۔ علامہ علاء الدین الحصکفی مؤلف درمختار شیخ قاسم کی کتاب "اَلتَّصْحِیْحُ وَالتَّرْجِیْحُ" کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ مفتی اور قاضی میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ مفتی احکام شریعت بیان کرتا ہے اور قاضی احکامِ شریعت کو لازم و نافذ کرتا ہے اور یہ کہ قولِ مرجوح پر فتویٰ دینا سخت جہالت ہے اور خلافِ اجماع ہے اور یہ کہ حکم ملفق (یعنی باطل سے مزین) بِالْاِجْماع باطل ہے اور یہ کہ عمل کرنے کے بعد تقلید سے رجوع کرنا بالاتفاق باطل ہے۔[4]

۱۳۔ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس فقیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دے رہا ہے اس سے کَمَا حَقُّہٗ واقف ہو کہ اس فقیہ کا روایت و درایت میں کیا درجہ اور مقام ہے اور وہ طبقاتِ فقہاء میں سے کس طبقہ سے ہے تا کہ وہ اقوالِ مختلفہ میں سے کسی قول کو علم و بصیرت کی روشنی میں ترجیح دے سکے۔[5] (ردالمختار ۵۱ ج ۱)

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"،المقدمة،مطلب :إذا تعارض التصحیح،ج ۱،ص ۱۷۲.
و"الفتاوی الخیریة"،مسائل شتّی،الجزء الثانی،ص ۲۳۱.

2 ......"الدرالمختار"،المقدمة،ج ۱،ص ۱۷٤.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق،ص ۱۷۵ـ۱۷٦.

5 ......"ردالمحتار"،المقدمة،مطلب:فی طبقات الفقهاء ،ج ۱،ص ۱۸۱.

۱۴۔''فتاویٰ خیریہ'' کے آخر میں ہے کہ مفتی اور قاضی کے لئے راجح ومرجوح اور قوی وضعیف اقوال کا علم رکھنا ضروری ہے۔ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مسئلہ کا جواب دینے اور قضیہ کا فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔بلکہ حقیقت کی جستجو کریں یعنی تَثَبُّت سے کام لیں۔اور اپنے نفس کی خواہش اوراس کی اِتباع پرکسی حلال شے کو حرام اور کسی حرام شے کو حلال نہ بنائیں کہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا سب سے بڑا گناہ ہے ایسا وہی کرسکتا ہے جو عاقبت سے بے خوف ہے اور جاہل وبدبخت ہے۔ [1]

۱۵۔علامہ شامی فرماتے ہیں کہ نا قابلِ اِعتماد کتابوں سے فتویٰ نہیں لکھنا چاہئے۔خواہ اس لئے نا قابل اعتماد ہوں کہ ان کی نقل وکتابت میں اغلاط وخامیاں ہیں یا اس لئے نا قابلِ اِعتماد ہوں کہ ان کے مصنف مُعْتَمَد عَلَیْه نہیں یا اس لئے کہ وہ بے حد پیچیدہ اوران کا فہم دشوار طلب ہو اوران کی عبارات انجلک غیر واضح الدّ لالۃ ہوں کیونکہ ایسی کتابوں کے سمجھنے میں کم علم لوگوں کے غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے اوراس سے فتویٰ دینے میں غلطیوں کا قوی امکان ہے۔ماضی میں ایسا ہوا ہے اور فتوے غلط ہوگئے ہیں۔علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے رسالہ ''شرح عقود رسم المفتی'' میں اس کی کچھ مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ [2] (شرح عقود رسم المفتی المنظوم ۱۳،۱۵)

۱۶۔جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین علیہما الرحمہ کسی قول پر متفق ہوں تو پھر بغیر کسی شدید ترضرورت کے اس سے عدول نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک طرف اور صاحبین علیہما الرحمہ دوسری طرف ہوں،اس وقت اگر صاحبین کی رائے بھی الگ الگ ہے تو فتویٰ قولِ امام پر ہوگا لیکن اگر صاحبین ایک رائے پر ہیں اور امام اعظم علیہ الرحمہ دوسری رائے پر تو عبداللہ بن مبارک کے نزدیک اس صورت میں بھی فتویٰ قولِ امام پر ہوگا۔دیگر علماء کا قول یہ ہے کہ اس صورت میں مفتی کو اختیار ہے کہ جس کے قول پر چاہے فتویٰ دے صاحبین کے قول پر یا امام اعظم کے قول پر۔اس اختیار کا مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی مفتی دلیل میں غور کرے اور جو دلیل قوی ہو اس پر فتویٰ دے۔(سراجیہ از شرح عقود رسم المفتی)''الحاوی'' میں بھی یہی ہے کہ اعتبار قوت دلیل کا ہے کیونکہ مفتی کی شان یہی ہے وہ قوتِ دلیل پر نظر رکھے۔ [3]

۱۷۔مجموعہ رسائل ابن عابدین ۱۳۱ پر ہے: مفتی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ صرف ان ہی امور کو سامنے رکھے جو کہ کتب ظاہر الروایہ میں منقول ہیں اور زمانہ اور اہل زمانہ کے حالات کو نگاہ میں نہ رکھے اگر وہ ایسا کرے گا تو اس سے بہت سے

---

1 ......''الفتاوی الخیریة''، مسائل شتی، ج۲، ص ۲۳۱.

2 ...... ''مجموعة رسائل ابن عابدین''،الرسالة الثانية:شرح''عقود رسم المفتی''،ج۱،ص۱۳.

3 ......المرجع السابق، ص ۲۶.

و''الفتاوی السراجیة''،مسائل شتّٰی،الجزء الثانی،ص۱۵۷.

و''الحاوی القدسی''،کتاب الحیل، فصل اذا اختلف الروایات...إلخ،ص۱۸۱.

تفصیلات کے لیے''فتاوی رضویہ''(مُخَرَّجه)،ج۱،حصہ الف،ص۱۰۵تا۱۰۸ملاحظہ فرمالیں۔

حقوق ضائع ہوجائیں گے اوراس کا نقصان نفع کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوگا۔ [1] کیونکہ یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ ایک شخص کبھی اس لئے کوئی حکم شرعی حاصل کرنا چاہتا ہے کہ دوسروں کونقصان پہنچائے تو اگر مفتی اس کوحالات وزمانے کوملحوظ رکھے بغیر فتویٰ دے گا تو گویا وہ بھی ایک طرح سے اس گناہ میں شریک ہوگیا کیونکہ مفتی کے اس فتوے کی وجہ سے دوسروں کو یہ نقصان اٹھانا پڑا مثلاً ایک شخص اپنی بہن یا بیٹی کو جواس کی ماں یا اس کی بیوی کی پرورش میں ہے چاہتا ہے کہ ان کی مدت حضانت ختم ہوتے ہی وہ اپنی اس بہن یا بیٹی کو اپنی ماں یا بیوی سے لے لے اوراس فعل سے اس کا مقصد اپنی ماں یا بیوی کواذیت پہنچانا یا اس کے مال پر قبضہ کرنا یا اس کا نکاح کسی دوسرے سے کردینا ہوتو مفتی کو چاہیے کہ جب وہ ایسے حالات کا اندازہ کرلے تو جواب میں اس کا لحاظ رکھے اور مستفتی کو بتلا دے کہ اضرار جائز نہیں ہے اگروہ اپنی اس بہن یا بیٹی کو اپنی ماں یا بیوی سے حاصل کرے گا تو گنہ گار ہوگا۔

آداب الافتاء کے ان اصول وقواعد اوراحکام سے معلوم ہوا کہ فتویٰ دینا اور حکم شریعت قرآن کریم یا احادیث پاک یا کتب فقہ سے بیان کرنا کوئی سہل کام نہیں کہ جس کو ہر عالم یا عامی وجاہل یا کم علم اور قلیل البصیرت انجام دے سکے قرون اولیٰ میں افتاء کے لئے اجتہاد کی شرط تھی غیر مجتہد، مفتی نہ ہوتا تھا نہ کہلایا جاتا تھا اس دور میں جب کہ علم کا زوال اور علماء کمیاب ہیں بے علم لوگ چند احادیث کا ترجمہ یادکرکے احکام شرعیہ بیان کرنے لگتے ہیں اور اللہ (عزوجل) کا خوف ان کے دل میں نہیں آتا۔ کچھ لوگ محض اپنی عقل کی بنیاد پر کسی امر کے جائز یا ناجائز ہونے کا حکم کردیتے ہیں۔ قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھ کر اس کی تفصیل اوراصول و قواعد کا علم حاصل کئے بغیر بڑی بے باکی سے حکم شرعی بیان کردیتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ واحد قہار (عزوجل) سے خوف کھانا چاہئے اوراپنا دین وعاقبت برباد نہیں کرنا چاہیے آج کل کے نوآموز علماء بلاخوف ریا ونفاق خود اپنے قلم سے خود کو مفتی اعظم، شیخ الحدیث، فقیہ العصر اور محدث کبیر وغیرہا اعظم المرتبت الفاظ اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہیں یا لکھواتے ہیں اوراگر ان کے نام کے ساتھ یہ ضخیم الفاظ وہ خطابات نہ لکھے جائیں تو اپنی توہین محسوس کرتے ہیں اوراس کا برا مناتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی کم علمی اور ظرف کے چھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ انہیں اللہ (عزوجل) سے ڈرنا چاہئے اوراپنی اصلاح کرنی چاہئے اگر وہ صاحبِ علم صحیح ہوتے تو اس آیت کا مصداق ہوتے ﴿ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ [2] اللہ (عزوجل) کے بندوں میں علماء ہی کو خوفِ الٰہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے ہمیں عملِ صالح کی توفیق دے اور ہماری عاقبت بخیر فرمائے۔ آمین

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِ نَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

---

1 ...... "مجموعة رسائل ابن عابدین"، الرسالة الثانیة: شرح "عقود رسم المفتی"، ج۱، ص۴٦، ٤٧.

2 ...... پ۲۲، فاطر: ۲۸.

القواعد الفقهيه......والاصول الكليه
فقه اسلامی کی بنیادیں

اسلامی احکام شرعیہ کا سرچشمہ اور ماخذ:

شریعت اسلامیہ کے جملہ احکام ومسائل کا سرچشمہ، منبع اور آماخذ دوقسم کے امور ہیں ایک وہ جو تمام آئمہ اور جمہور علماء کے نزدیک متفق علیہا ہیں اور وہ چار چیزیں ہیں:

(۱) کتاب اللّٰہ العظیم (۲) سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام (۳) اجماع امت (۴) قیاس، ان چاروں پر تمام آئمہ کرام اور علماء فقہ کا اجماع ہے کہ یہ شریعت مطہرہ کے جملہ احکام ومسائل کی بنیادیں ہیں۔[1]

دوسری قسم وہ ہے جو ان کے علاوہ ہیں اگرچہ یہ امور بھی نورِ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے منور ہیں اور ان ہی کے فیضان سے مستفیض ہیں لیکن وہ اصول ایسے ہیں جن کو احکام شریعت ومسائل فقہیہ کی بنیاد تسلیم کرنے اور حجت شرعیہ اور قابل استدلال ماننے میں علماء فقہ باہم اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ نیز ان کے مفہوم کی تحدید وتعریف اور ان کے دائرۂ عمل کی توسیع میں بھی اختلاف ہے ایسے اصولوں کو فقہ کی اصطلاح میں ''استدلال'' سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی تعداد پانچ ہے:

(۱) استحسان (۲) مصالح مرسلہ (۳) استصحاب (۴) سابقہ شرائع (۵) صحابی کا مسلک، تفصیلات کے لیے اصول فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔[2] ہمارے آئمہ ذوی الاحترام ومجتہدین عظام اور ماہرین علم فقہ علیہم الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ بالا تمام ہی بنیادی اصولوں کی روشنی میں ان کو منبع وماخذ بنا کر مسائل فقہ واحکام شریعت کا استخراج کیا، فقہ کی کتابیں اور فتاویٰ مرتب فرمائے جن میں بے شمار احکام، مسائل اور جزئیات فقہیہ کو بیان فرمایا جن سے آنے والی نسلیں مستفید ہوئیں اور ہوتی رہیں گی تاہم وہ اپنی مدۃ العمر کوششوں کے باوجود تمام جزئیات کا احاطہ نہ کرسکے بے شمار مسائل ایسے ابھر کر آئے جن سے متعلق صریح حکم ان کتابوں میں نہیں ملتا اور قیامت تک نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہی رہیں گے اسلام چونکہ ایک مکمل مذہب ہے اور قرآن کا یہ نہایت سچا دعویٰ ہے کہ وہ ﴿ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ﴾[3] ہے اس لئے یہ علماء اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر نئے ابھرنے والے مسئلہ کا حکم قرآن کریم، احادیث نبویہ اور ان سے ماخوذ منابع وآماخذ سے بیان کریں بلاشبہ ہمارے عظیم علماء کرام نے ان نو مولود مسائل کے احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے بھی نیک کوششیں فرمائیں اور مذکورہ بالا منابع ومآخذ کے سایہ میں فقہ کے کچھ ایسے

---

1 ...... ''أصول الشاشي''، مقدمة الكتاب، ص ۲.

2 ...... کتبِ اصول میں ان کی تعداد آٹھ، چھ اور پانچ سے کم بھی بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لیے کتبِ اصول، مثلاً ''التقرير والتحبير شرح التحرير''، ج۳، ص ۳۸۲، و''فواتح الرحموت''، ج ۲، ص ۴۰۱ ملاحظہ فرمائیں۔

3 ...... پ ۱٤، النحل: ۸۹.

قواعد وضوابط اور اصول کلیہ مرتب فرما دیئے جن کے ذریعہ سے ہر دور اور ہر زمانے کے مفتیان کرام (بشرطیکہ وہ فقہ میں مہارت و کمال رکھتے ہوں) ہر نومولود مسئلہ کا حکم شرعی بیان کرسکیں۔ الحمدلِلّٰہ کہ ہمارے علمائے فقہ کی یہ عظیم کوشش قرآنِ کریم کے اس دعوٰی کی کہ وہ ﴿ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ ہے ایک مستحکم دلیل اور حجت قاطعہ ہے اللہ تعالیٰ ان کی ارواح طیبات پر اپنی رحمت ونور کی بارش برسائے، آمین!

بے شک اُمت اسلامیہ ان کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی صرف اللّٰہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اس مختصر میں یہ فقیر فقہ کے ان ہی قواعد وضوابط اور اصول کلیہ میں سے کچھ کو بیان کر رہا ہے جو ہمارے فقہائے کرام نے نومولود مسائل احکامِ شریعہ سے معلوم کرنے کے لئے بیان فرمائے ہیں اُمید ہے کہ دورِ حاضر اور بعد میں آنے والے مفتیان کرام اور علماء فقہ کے لئے بیان احکام میں یہ معاون و مددگار ثابت ہوں گے یہ سب کچھ اس ناچیز نے اپنے اساتذہ اور اپنے علماء کرام کی کتابوں سے حاصل کئے ہیں ان میں جو صحیح ہیں وہ ان کی طرف سے ہیں اور اگر ان میں کوئی نقص یا غلطی ہے تو وہ یقیناً اس فقیر کی ہے اصحابِ علم تصحیح فرما دیں اور اس خطا کار کو معاف فرما دیں۔ اسی کے ساتھ یہ بندۂ ناچیز تمام پڑھنے والوں اور استفادہ کرنے والوں سے امید رکھتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ وہ ضرور ہی اسے پڑھ کر رب کریم وعفو،غفور کی بارگاہ میں میرے لئے دعائے حسن عاقبت کریں گے اور میرے لئے بے حساب مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔

ذیل میں ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ کو بیان کیا جاتا ہے جن کے ذریعہ سے ہر اس نومولود مسئلہ کا حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے جس کا ذکر نہ کتبِ فقہیہ میں ہے نہ اس پر کوئی نص شرعی ہے نہ اس پر کوئی استدلال شرعی ہے؟ جن مسائل کا حکم کتب فقہ میں بیان کر دیا گیا یا اس سے متعلق کوئی نص شرعی موجود ہے یا اس پر استدلال شرعی موجود ہے ایسے مسائل کا حکم وہی ہے جو ان کتابوں میں ہے ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ کو وہاں استعمال نہیں کیا جائے گا۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر استدلال کو نظر انداز کرکے ان قواعد فقہیہ سے حکم بیان کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ اس کی اتباع نفس اور جہالت ہوگی۔ العیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔

قاعدہ نمبر ۱:

لاثَوَابَ اِلَّا بِالنِّيَّةِ

یہ قاعدہ حدیث ’’اَلْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ‘‘[1] سے ماخوذ ہے مطلب یہ کہ ثوابِ اُخروی کا مدار اخلاص نیت پر ہے یہ قاعدہ فقہیہ تمام اعمال وافعال پر حاوی ہے۔ عبادت خواہ مقصودہ ہو یا غیر مقصودہ اگر ان کا فاعل اخلاص نیت نہیں رکھتا تو وہ ماجور ومثاب نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، ’’اَلْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ‘‘ یعنی اعمال کا حکم نیت پر موقوف ہے تمام عبادات مقصودہ کی صحت ادائے نیت پر موقوف ہے جیسے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج میں اگر نیت نہیں کرے گا تو ان میں سے کوئی عبادت صحیح ادا نہ ہوگی اور

[1]...... ’’صحيح البخاری‘‘، كتاب بدء الوحی، باب كيف كان بدء الوحی... إلخ، الحديث: ۱، ج۱، ص۶.

جب عبادت صحیح ادا نہ ہوئی تو ثواب اخروی کیسے مرتب ہوگا۔ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج اپنے تمام اقسام کے ساتھ عبادات مقصودہ میں داخل ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی بغیر نیت کئے صحیح ادا نہ ہوں گے وضو اگرچہ نماز کے لئے فرض اور شرط ہے مگر یہ عبادت غیر مقصودہ ہے اس لئے یہ نیت کے بغیر بھی صحیح ہو جائے گی لیکن اگر کوئی شخص بغیر نیت کئے ہوئے وضو کرے گا وہ مستحق ثواب نہیں ہے اسی طرح وہ اپنے کسی عمل میں بھی بغیر نیت کے ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔ فقہ کا یہ قاعدہ بے شمار مسائل کا حل ہے اور انسان کے مذہبی معاشرتی اعمال کی فلاح و بہبود اور بہت سے علوم کے اباحت حصول کی بنیاد اسی پر ہے اور مباح میں بہت سی چیزوں کا جواز یا عدم جواز یا ثواب یا عدم ثواب اسی سے متعلق ہے۔[1]

قاعدہ نمبر ۲:

اَلأُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا

یعنی اعمال اور معاملات کا دار و مدار ان کے مقاصد پر ہے یعنی کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے، حلال یا حرام ہونے یا کسی عمل پر اجر یا سزا ملنے کا دار و مدار اس کے مقصد اور نیت پر ہے جیسے کسی نے ناراض ہو کر اپنے مسلمان بھائی سے ترک سلام و کلام کیا اگر بلا سببِ شرعی اس نے تین دن سے زیادہ اس عمل کو جاری رکھا تو حرام ہے کیونکہ حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ ترک سلام و کلام کی مُمانعت ہے[2] اور اگر سببِ شرعی کی وجہ سے تین دن سے زیادہ بھی ترک سلام و کلام کیا کہ وہ بدکار، یا شرابی یا تارک الصلوٰۃ[3] ہے تو جائز ہے۔ اسی طرح شیرے کی بیع[4] جائز ہے لیکن اگر بائع نے شیرہ شراب بنانے والے کو اس مقصد سے فروخت کیا کہ وہ شراب بنائے تو اس بیع پر وہ گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ فعل حرام ہے اور ناجائز ورنہ نہیں، کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اگر اس مقصد سے اٹھائی کہ مالک کو پہنچا دے گا تو جائز ورنہ ناجائز۔ سکہ پر اسم جلالت نقش کرایا اگر بقصد علامت ہے تو جائز اگر بقصدِ تہاون و اہانت ہے تو ناجائز و حرام بلکہ کفر۔ نماز کی کوئی آیت تلاوت کی جو کسی سائل کا جواب بھی ہو سکتی ہے اگر اس سے مقصد جواب دینا ہے تو یہ فعل حرام اور نماز فاسد، ورنہ نہیں۔ اصل میں یہ دونوں قاعدے تقریباً ہم معنی ہیں اور بے شمار مسائل ان سے متخرج ہیں۔[5]

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأول:القواعد الکلیۃ،النوع الاول،القاعدۃ الأولی،ص۱۸،۱۷.

2 ......"سنن ابی داود"، کتاب الأدب،فیمن یھجراخاہ المسلم،الحدیث:۴۹۱۳،ج۴،ص۳۶۴.

3 ......یعنی بلا عذر شرعی نماز نہیں پڑھتا۔ 4 ......یعنی انگور وغیرہ کے رس کی فروخت۔

5 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول:القواعد الکلیۃ،النوع الاول،القاعدۃ الثانیۃ،ص۲۳.

و"غمزعیون البصائر"،الفن الأوّل فی القواعد الکلیۃ،النوع الأوّل،القاعدۃ الثانیۃ،ج۱،ص۱۰۲۔۱۰۸.

قاعدہ نمبر۳:

اَلْیَقِیْنُ لَایَزُوْلُ بِالشَّکِّ "۳۴"

یعنی یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ اس حدیث مبارکہ سے ماخوذ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اِذَا وَجَدَ أَحَدُکُمْ فِيْ بَطْنِہٖ شَیْئًا فَأَشْکَلَ عَلَیْہِ أَخَرَجَ شَيْءٌ أَمْ لَا؟ فَلَا یَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْیَجِدَ [1] رِیْحًا"[2] یعنی جب کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور یہ یقین مشکل ہو جائے کہ اس میں سے کچھ نکلا یا نہیں یعنی ریح وغیرہ خارج ہوئی یا نہیں تو اس وقت تک مسجد سے باہر نہ آئے جب تک وہ ریح خارج ہونے کو محسوس نہ کرے[3] یا اس کی آواز نہ سن لے۔" جیسے کسی شخص کو اپنے باوضو ہونے کا یقین ہے اور وضو ٹوٹنے میں شک ہے تو وہ باوضو مانا جائے گا[4] اور جیسے کسی شخص کے زندہ ہونے کا یقین ہے اور مرنے میں شک ہو تو اسے زندہ ہی مانا جائے گا اور اس کی وراثت تقسیم نہ کی جائے گی۔ اس قاعدہ کے ماتحت اور بھی احکام شرعیہ ہیں۔

قاعدہ نمبر۴:

اَلْأَصْلُ بَرَاءَ ۃُ الذِّمَّۃِ

اصل یہ ہے کہ ہر شخص بری الذمہ ہے جب تک اس پر کوئی حق یا دعویٰ ثابت نہ ہو جیسے مدعی کا دعویٰ ہے کہ اس پر میرا قرض ہے اور مدعیٰ علیہ کہتا ہے کہ مجھ پر کوئی قرض نہیں اور مدعی کے پاس کوئی دلیل اور شہادت بھی ثبوت قرض کے لئے نہیں ہے تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ کا قول تسلیم کیا جائے گا اور وہ بری الذمہ ہے کیونکہ بری الذمہ ہونا یعنی اس پر قرض نہ ہونا اصل ہے اسی لئے ثبوت اور دلیل ہمیشہ مدعی پر ہوتی ہے کیونکہ مدعی کا قول اور دعویٰ اصل کے خلاف ہوتا ہے۔[5]

قاعدہ نمبر۵: مَنْ شَکَّ ھَلْ فَعَلَ شَیْئًا اَمْ لَا فَالْأَصْلُ أَنَّہٗ لَمْ یَفْعَلْ

یعنی اگر کسی کو یہ شک ہو کہ اس نے یہ کام کیا یا نہیں کیا تو اصل یہ ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا۔ مثلاً یہ شک ہوا کہ میں نے اس وقت کی نماز پڑھی یا ابھی نہیں پڑھی تو اگر اس نماز کا وقت باقی ہے جس میں شک کر رہا ہے تو نماز دوبارہ پڑھے اور اگر اس

---

1 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں "یسمع صوتًا اوریحًا" جبکہ مسلم شریف اور دیگر کتب احادیث میں اس طرح ہیں "یسمع صوتًا اویجد ریحًا" اسی لیے ہم نے متن میں "یجد" کا اضافہ کر دیا ہے۔... علمیہ

2 ......"صحیح مسلم"، کتاب الحیض، باب الدلیل علی من تیقن... إلخ، الحدیث: ۹۹ـ(۳۶۲)، ص۱۹۳.

3 ...... یعنی جب تک ہوا کی بو محسوس نہ کرے۔

4 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص۴۷، ۴۹.

5 ......"الأشباہ والنظائر"، المرجع السابق، ص۵۰.

نے شک کیا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد تو اعادہ نہیں۔[1]

قاعدہ نمبر ٦:

مَنْ تَیَقَّنَ الْفِعْلَ وَشَکَّ فِی الْقَلِیْلِ وَالْکَثِیْرِ حُمِلَ عَلَی الْقَلِیْلِ

جیسے کسی کو عمل کرنے کا تو یقین ہے لیکن شک یہ ہے کہ وہ کام زیادہ کیا یا کم کیا تو اس کا فعل کم پر محمول کیا جائے گا کیونکہ کم کا تو یقین ہے۔ مثلاً یہ شک ہوا کہ نماز میں کتنی رکعتیں پڑھیں اگر پہلی بار ایسا ہوا ہے تو نماز از سر نو پڑھے اور اگر بکثرت ایسا ہوتا ہے تو تحری کرے ورنہ اقل رکعت قرار دے۔ یہ اس وقت ہے جب شبہ نماز کی حالت میں ہوا گر نماز سے فراغت کے بعد یہ شبہ ہوا تو اس پر کچھ نہیں۔[2]

قاعدہ نمبر ۷:

مَاثَبَتَ بِیَقِیْنٍ لَّا یَرْتَفِعُ اِلَّا بِیَقِیْنٍ

یعنی جو چیز یقین سے ثابت ہوتی ہے وہ صرف یقین ہی سے زائل ہوسکتی ہے[3] جیسے کسی کو اپنے باوضو ہونے کا یقین ہے اور وضو ٹوٹ جانے کا شک ہے تو وہ باوضو ہی ہے محض شک سے باوضو ہونے کا یقین زائل نہیں ہوسکتا۔ کنواں پاک ہونے کا یقین ہے اور ناپاک ہونے کا شک ہے تو کنواں پاک ہی قرار دیا جائے گا۔

قاعدہ نمبر ۸:

اَلأَصْلُ الْعَدَمُ فِی الصِّفَاتِ الْعَارِضَۃِ[4]

قاعدہ نمبر ۹:

وَالأَصْلُ الْوُجُوْدُ فِی الصِّفَاتِ الأَصْلِیَّۃِ

ان دونوں کی مثال یہ ہے کہ کسی نے ایک غلام خریدا اس شرط پر کہ روٹی پکانا جانتا ہے یعنی خباز ہے یا وہ کتابت جانتا ہے۔ پھر خریدار نے کہا کہ وہ خباز نہیں یا کاتب نہیں تو قول مشتری کا مانا جائے گا کیونکہ خباز اور کاتب ہونا صفات عارضہ سے ہے اور اصل اس میں عدم ہے۔ دوسرے قاعدہ کی مثال یہ ہے کہ کسی نے باندی خریدی اس شرط پر کہ وہ باکرہ (کنواری) ہے پھر مشتری نے اس میں بکارت کا انکار کیا اور بائع کہتا ہے کہ باکرہ ہے تو اس صورت میں بائع کا قول تسلیم کیا جائے گا کیونکہ بکارت صفات اصلیہ سے ہے اور اصل اس میں وجود ہے۔[5] (فتح القدیر، باب خیار الشرط)

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص ۵۰، ۵۱.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق، ص ۵۱.

4 ......المرجع السابق، ص ۵۳، ۵۴.

5 ......"الفتح القدیر"، کتاب البیوع، باب خیار الشرط، ج ۵، ص ۵۲۹.

و"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص ۵۴.

قاعدہ نمبر۱۰:

اَلأَصْلُ فِی الأَشْیَاءِ الإِبَاحَۃُ

یعنی ہر چیز اصل میں مباح و جائز ہے۔ یہ اصل حضرت امام شافعی اور احناف میں حضرت امام کرخی کے نزدیک ہے [1] متاخرین احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان بھی اس کو سند لائے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ﴾ [2]

اللہ ہی نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا۔

لہٰذا ہر چیز مباح اور جائز ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو صاحبِ ہدایہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی مسلک ہے۔ [3] حدیث شریف میں ہے: اَلْحَلالُ مَا أحَلَّ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَمَاسَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ [4] ''حلال وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جن چیزوں سے سکوت اختیار فرمایا وہ معاف ہیں اور مباح''۔

لہٰذا ہر وہ چیز جس سے اللہ عزوجل نے سکوت اختیار فرمایا وہ جائز و مباح ہے اگر اسے کوئی شخص ناجائز یا حرام یا گناہ کہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی لائے کیونکہ مسکوت عنہا (جس سے سکوت کیا گیا) کو مباح و جائز کہنے کے لئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔ قرآنِ پاک کی ایک آیت اس مفہوم کو ثابت کرنے والی اوپر بیان ہوچکی ہے دوسری آیت جس سے یہ مفہوم اور زیادہ وضاحت سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے!

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ ﴾ [5]

''اے ایمان والو تم ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کا حکم نازل نہیں کیا گیا کہ اگر ان کا حکم ظاہر کردیا جائے تو تمہیں تکلیف پہنچے'' اسی لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے شرعی احکام میں کثرت سوال سے منع فرمایا کہ اس سے شریعت کے احکام کے

---

1 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الثالثة،ص٥٦،٥٧.

2 ......پ ١،البقرة:٢٩.

3 ......"الهداية"، كتاب الطلاق،باب العدة ، ج١،ص٢٧٨.

و"الأشباه والنظائر"،الفن الأول:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الثالثة،ص٥٧.

4 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الأطعمة، باب أكل الجبن والسمن ، الحديث: ٣٣٦٧، ج ٤، ص ٥٦.

5 ......پ٧،المآئدة:١٠١.

سخت ہونے کا اندیشہ ہے اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ عفو میں داخل ہیں۔ اگر ان کی ممانعت یا فرضیت کا حکم نازل ہو گیا تو تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ آیت مذکورہ ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۗ﴾[1] کی رو سے جائز ومباح ہیں ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَاۚ﴾[2] "اور یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو۔" لہٰذا جو ان مسکوت عنہا کو ناجائز یا حرام یا بدعت سیئہ یا فرض یا واجب کہے وہ قرآن یا حدیث یا قواعد فقہیہ سے دلیل لائے ورنہ یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود سے آگے بڑھنا ہے اور اللہ عزوجل اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شریعت کاملہ پر افتراء ہوگا۔ جس کی قرآن میں شدید مذمت آئی ہے اور سخت ممانعت وتہدید کی گئی ہے لہٰذا میت کو ایصالِ ثواب کے لئے تعین وقت کے ساتھ قرآن خوانی یا سوا لاکھ بار کلمہ شریف پڑھنا یا پڑھوانا فاتحہ و درود، انعقاد محافل میلاد شریف اور صلوٰۃ وسلام اور بیعت وارادت وغیرہا کے عدم جواز و بدعت کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا اَقل درجہ میں قواعد فقہیہ سے ان کے عدم جواز پر دلیل لانا چاہیے۔ بلا دلیل شرعی ان کے عدم جواز کا قول اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم پر افتراء ہے، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

یہ امر بھی ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول وفعل اور صحابۂ کرام کا قول وفعل تو حجت شرعیہ ہے مگر ان کا عدم قول اور عدم فعل، عدم جواز کے لئے حجت شرعیہ نہیں وہ اسی قاعدہ کے مطابق جائز ومباح ہے کہ اَلْأَصْلُ فِی الْأَشْيَاءِ الإِبَاحَةُ بلکہ امر مباح بہ نیت خیر باعث اجر وثواب ہے اور مستحسن کہ "اَلْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" حدیث صحیح ہے بلکہ وہ تمام امور مباح جن سے دین کی ترقی یا تعلیماتِ اسلام کی اشاعت اور شریعت کا تحفظ ہوتا ہے سب مستحسن ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۱:

اَلْأَصْلُ إِضَافَةُ الْحَادِثِ إِلٰی أَقْرَبِ أَوْقَاتِهٖ

اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر واقعہ کو اس کے قریب تر وقت کی طرف منسوب کیا جائے۔ جیسے کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اس کو اپنے مرض الموت میں طلاق دی ہے اور دیگر ورثہ کہتے ہیں کہ حالتِ صحت میں طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں عورت کا قول مانا جائے گا کیونکہ اس کا قول اقرب کی طرف منسوب ہے اور وہ متوفی شوہر کی وارث ہوگی۔[3]

قاعدہ نمبر ۱۲:

اَلْمَشَقَّةُ تَجْلُبُ التَّيْسِيرَ "۵۶۴"

---

[1] پ ۱، البقرة: ۲۹.   [2] پ ۲، البقرة: ۲۲۹.

[3] "الأشباه والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الثالثة، ص ۵۵.

یعنی مشقت آسانی لاتی ہے[1] اس قاعدہ کا ماخذ قرآن کریم میں اللّٰہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ﴾[2]

اللّٰہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ﴾[3]

اللّٰہ تعالیٰ نے تم پر دین میں تنگی اور حرج نہیں رکھا۔

اس لئے شریعت نے مسائل کثیرہ میں مسلمانوں کے لئے آسانیاں فراہم کی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَفَرَضْتُ عَلَيْهِمُ[4] السِّوَاکَ[5] "اگر میں اپنی امت پر مسواک کرنے کی پابندی باعثِ مشقت نہ جانتا تو میں مسواک کرنے کو واجب کردیتا۔" جب حج فرض ہونے کی آیت نازل ہوئی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اعلان فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کردیا ہے تو ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن[6] یا سراقہ بن مالک نے عرض کیا کہ یارسول اللّٰہ کیا ہر سال؟ یہ سوال آپ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر گراں گزرا فرمایا خدا کی قسم اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہوجائے گا۔[7] اسی طرح نمازِ تہجد صرف آپ (صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم) پر واجب تھی امت پر واجب نہیں ہے، روزہ بھی سال میں ایک ہی ماہ کا فرض کیا گیا۔ ان آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول رحمت علیہ السلام مسلمانوں کو آسانیاں عطا فرماتے ہیں اسی کی روشنی میں فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ مشقت آسانیاں لاتی ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الاشباہ والنظائر" میں عبادات وغیرہا میں سات قسم کے اسباب تخفیف بیان فرمائے ہیں۔ صاحب نور الانوار نے اس کی دو قسمیں کی ہیں اور اٹھارہ اسباب بیان فرمائے ہیں جو بعد میں بیان کئے جائیں گے۔

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الرابعة، ص٦٤.

2 ......پ٢، البقرة: ١٨٥. 3 ......پ١٧، الحج: ٧٨.

4 ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر "لَأوجبتُ المسوَاكَ" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کتبِ حدیث میں اصل عبارت اس طرح ہے "لَفرضتُ عليهم السِّوَاكَ" یا "لَأمرتُهم بالسِّوَاكِ"، اسی وجہ سے ہم نے متن کے الفاظ کو حدیث کے مطابق کردیا۔ . . علمیه

5 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث تمام بن العباس، الحديث: ١٨٣٥، ج١، ص٤٥٩.

6 ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر "عکاشه بن محض" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ حدیث پاک میں "عکاشه بن محصن" مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔... علمیه

7 ......"صحيح مسلم"، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة فى العمر، الحديث ٤١٢-(١٣٣٧)، ص٦٩٨.
و"التفسير الكبير"، سورة المائدة، تحت الآية: ١٠١، ج٤، ص٤٤٤.

(۱) سفر:

سفر کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ اتنا طویل فاصلہ طے کیا جائے جو درمیانی رفتارِ انسانی سے تین دن تین رات میں طے ہو اس کو سفر طویل کہتے ہیں اور اس کی تخفیفات شرعیہ یہ ہیں کہ اتنا طویل سفر کرنے والا مسافر نماز قصر ادا کرے گا[1] اسے روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے اور موزوں پر تین دن اور تین رات مسح کرسکتا ہے۔ دورانِ سفر اس پر قربانی واجب نہیں وغیرہ وغیرہ دوسری قسم سفر کی یہ ہے کہ اتنا طویل نہ ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے شہر سے باہر نکل جائے خواہ چند میل باہر ہی سہی اس کو شریعت کی طرف سے جو تخفیف وتیسیر دی گئی ہے وہ یہ ہیں کہ وہ جمعہ چھوڑ سکتا ہے اس پر نماز باجماعت موکدہ نہیں اور وہ سواری پر نفل نماز ادا کرسکتا ہے اور پانی میسر نہ ہو تو تیمّم کرسکتا ہے وغیرہا۔

(۲) مرض:

اسباب تخفیف میں سے دوسری قسم مرض ہے اس کی شرعی رخصت اور تخفیفات بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگر بیماری بڑھ جانے یا جان کا اندیشہ ہو تو غسل اور وضو کے بجائے تیمّم کرسکتا ہے۔ اگر کھڑا نہیں ہوسکتا تو بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے، نماز جماعت میں شریک نہ ہونے کی اجازت ہے، اسی طرح جمعہ وعیدین میں نہیں جاسکتا تو اجازت ہے کوئی گناہ نہیں، رمضان کے روزے بھی قضا کرنے کی اجازت ہے وغیرہا۔

(۳) اکراہ:

تخفیف کا تیسرا سبب اکراہ ہے۔

نمبر(۴) نسیان۔

نمبر(۵) جہالت۔

نمبر(۶) نقص اور

نمبر(۷) عُسر اور عموم بلویٰ:

عسر اور عموم بلویٰ پر بھی شریعت کے بہت سے مسائل واحکام متفرع ہیں، عسر کا مطلب ہے تنگی اور دشواری اور عموم بلویٰ کا مطلب ہے ایسا ابتلاء عام جس سے بچنا دشوار اور مشکل ہو جیسے اس کپڑے سے نماز پڑھنے کی اجازت ہے جس پر چوتھائی کپڑے سے کم میں نجاست خفیفہ لگی ہو یا بقدر درہم نجاست غلیظ لگی ہو، یا جیسے معذور کے جسم سے برابر نجاست خارج ہو رہی ہے۔ جب بھی وہ کپڑا دھوئے نجاست نکل کر پھر لگ جائے اسے اس کپڑے میں نماز کی اجازت ہے، وہ نجاست جس کا زائل ہونا دشوار

---

1 ...... یعنی چار رکعت فرض والی نماز کی ادائیگی دو رکعت سے کرے گا۔

ہو یا زائل نہ ہوسکے وہ بھی عفو میں داخل ہے جیسے کپڑے پر نجس پختہ رنگ ہو یا نجس مہندی ہاتھوں پر لگائی اب دھونے سے اس نجاست کا اثر زائل نہیں ہوتا اس حالت میں اس کا حکم پاکی کا ہے اور نماز اس سے جائز ہے اونٹ کی مینگنی اگر دودھ میں پڑ جائے اور پھوٹنے سے قبل فوراً نکال لی جائے وہ دودھ نجس نہیں، کپڑے کو نجس بخارات لگے تو صحیح یہ ہے کہ کپڑا نجس نہیں۔ مُشک[1] حالانکہ وہ خون ہے مگر اس کے پاک ہونے کا حکم ہے، پاک مٹی ناپاک پانی میں یا ناپاک مٹی پاک پانی میں ملا کر گارا بنایا جائے تو اس کے پاک ہونے کا حکم ہے، بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بلا وضو قرآن کو چھونا جائز ہے، میت کو غسل دینے والے پر اگر میت کے غسالہ (غسل کا پانی) کی چھینٹیں آجائیں تو نجاست کا حکم نہیں۔ راستے کی کیچڑ اگر کپڑے یا پیر پر لگے تو کپڑا یا پیر نجس نہیں، شریعت نے مکلّف و مامور سے عسر دفع کرنے کے لئے یہ سہولت دی کہ شہر سے باہر نوافل سواری پر اشارے سے پڑھ سکتا ہے اور نوافل بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے بلا کسی عذر کے اور ظہر کی نماز کے لئے ابراد (وقت کو ٹھنڈا کرنا) مستحب قرار دیا اور جمعہ اور جماعت کو بارش کی وجہ سے ترک کرنے کو جائز قرار دیا۔ پتھر سے استنجا مشروع فرمایا حالانکہ پتھر مزیل نجاست[2] نہیں، وصی اور ولی کے لئے یہ جائز قرار دیا کہ وہ مال یتیم سے اتنا لے لیں جو ان کے عمل کے بقدر معاوضہ ہو، طبیب اور شاہد (گواہ) کو بوقتِ ضرورت مستور اعضاء یا شکل وصورت پردہ دار کی دیکھنا جائز ہے، اسی طرح دایہ کے لئے عورتوں کے اندام نہانی میں نگاہ کرنا جائز ہے۔ بوقت موت مرنے والے کو وصیت کرنا جائز رکھا تاکہ وہ تلافی مافات کرسکے اور ورثاء کو ضرر سے بچانے کے لئے ثلث مال سے زائد میں وصیت کو جائز و نافذ نہ فرمایا۔ اور شریعت نے ترکہ پر میت کی ملکیت اس وقت تک باقی رکھی جب تک میت کے قرضوں و وصیت اور تجہیز و تکفین و حوائج ضروریہ پورے نہ کردیئے جائیں اور مجتہدین سے خطا پر گناہ نہیں رکھا ان کے لئے ظن غالب پر اکتفا جائز رکھا اور اخذ بالیقین کی تکلیف نہ دی کیونکہ کسی اجتہاد میں یقین کامل حاصل کرنا سخت دشوار ہے مذکورہ تمام مسائل دفع عسر[3] اور عموم بلوی سے تعلق رکھتے ہیں جو تفصیلات معلوم کرنا چاہے ان کتابوں کا مطالعہ کرے۔

نقص:

اسبابِ تیسیر میں سے یہ بھی ایک سبب ہے جیسے صبی و مجنون کو تکلیفات شرعیہ سے مکلّف نہیں کیا گیا جب تک وہ اس حالت میں رہیں ان کا معاملہ ان کے ولی کے سپرد کیا گیا اور عورتوں کو نماز باجماعت، نماز جمعہ وعیدین اور جہاد کی تکلیف نہیں دی گئی وغیرہا[4] صاحب نورالانوار علیہ الرحمہ نے اسباب تخفیف وتیسیر کو مبحث اھلیۃ کے زیرعنوان بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے ان اسباب کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اولاً ان کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا:

---

1 ...... خوشبودار سیاہ رنگ کا مادّہ جو ایک قسم کے ہرن کی ناف سے نکلتا ہے۔ 2 ...... یعنی نجاست زائل کرنے والا۔ 3 ...... یعنی تنگی کو دور کرنے۔

4 ...... "الأشباہ والنظائر"،الفن الأول:القواعد الکلیۃ،النوع الاول،القاعدۃ الرابعۃ،ص٦٤،٧٠.

(۱) اسباب تخفیف عوارض سماویہ کی وجہ سے۔

(۲) اسباب تخفیف عوارض مکتسبہ کی وجہ سے۔

عوارض سماویہ کی وجہ سے جن اسباب پر شریعت نے جو آسانیاں دی ہیں وہ اسباب یہ ہیں:

۱۔صغر: عبادات، حدود اور کفارات صغیر پر واجب نہیں لیکن فرضیت ایمان ساقط نہیں۔''۲۸۷''

۲۔جنون: جنون ممتد [1] میں صاحبِ جنون پر عبادات فرض نہیں، اس کی طلاق بھی نافذ نہیں۔''۲۸۸''

۳۔عتہ: یعنی دماغی خلل کبھی عقل کی بات کرے اور کبھی پاگلوں کی سی اس کی طلاق نافذ نہیں اس پر عبادات اور عقوبات بھی نہیں ہیں۔

۴۔نسیان: ناسی کا روزہ میں بھول کر کھالینا، ذبح کے وقت تسمیہ پڑھنا بھول جانا اور بھول کر دوسری رکعت پر سلام پھیر دینا معافی میں ہے۔

۵۔نوم [2]: نائم کی [3] طلاق اور اس کا ارتداد نافذ نہیں اور نماز میں نائم کا کام کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں نہ اس کا نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے۔

۶۔اغماء: یہ از قسم بیہوشی ایک مرض ہے جس میں انسان کی قوتیں مضمحل ہوجاتی ہیں [4] اس میں عقل وتمیز اور شعور نہیں رہتا اس حالت میں اس کی طلاق نافذ نہیں نہ اس سے کلمہ کفر صادر ہوجانے سے ارتداد کا حکم دیا جائے گا اگر اغماء چوبیس گھنٹہ یا اس سے زیادہ دیر تک رہے تو اس سے نمازیں ساقط ہوجاتی ہیں یعنی جن اوقات میں وہ اغماء میں رہا ان اوقات کی نمازیں ساقط ہوں گی۔

۷۔رق: یعنی غلامی، غلام کے تصرفات نافذ نہیں، اس پر حج فرض نہیں، شریعت نے اس کو اور بھی تخفیفات دی ہیں جو فقہ کی کتابوں میں ہیں۔

۸۔مرض: مریض حالت مرض وضعف [5] میں بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔روزہ اور حج مؤخر کرسکتا ہے وغیرہ۔

۹۔حیض: اس حالت میں عورتوں کو نمازیں معاف ہیں اور روزہ مؤخر کریں گی وغیرہ۔(حیض کا مطلب ہے ماہواری کا خون)۔

۱۰۔نفاس: یہ وہ خون ہے جو بچہ کی ولادت کے بعد عورتوں کے جسم سے جاری ہوتا ہے۔اس عرصہ کی نمازیں ان عورتوں سے معاف ہیں اور وہ روزہ مؤخر کریں گی دورانِ حج اگر ایسی حالت ہوئی تو دونوں حالتوں میں طواف زیارت مؤخر کریں گی۔

۱۱۔موت: اگر کسی پر حج فرض ہوا لیکن ابھی حج کا وقت نہیں آیا تھا کہ موت واقع ہوگئی تو اس پر حج ادا نہ کرنے کا گناہ نہیں یا حج کا زمانہ بھی آگیا اور اس نے سفر حج کی تیاری بھی کرلی تھی کہ موت آگئی تو بھی حج نہ کرنے کا گناہ نہیں ہاں ان دونوں صورتوں میں اگر حج بدل کی وصیت کرے تو بہتر ہے۔اسی طرح بقدر نصاب مال کا مالک ہوگیا اور وہ حوائج اصلیہ سے زائد بھی ہے لیکن سال

---

1 ......وہ جنون جو مسلسل ایک ماہ تک رہے۔
2 ......نیند۔
3 ......یعنی سونے والے کی۔
4 ......یعنی کمزور ہوجاتی ہیں۔
5 ......کمزوری۔

گزرنے میں کچھ دن باقی تھے کہ انتقال ہوگیا تو اس پر زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا گناہ نہیں۔[1] "۲۹۷"

اسباب تخفیف وتیسیر عوارض مکتسبہ کی وجہ سے، یہ سات ہیں:

۱۔جہل: جہل کئی قسم کا ہوتا ہے جن میں بعض جہل تیسیر وتخفیف کے لیے عذر نہیں اور بعض جہل عذر مسموع ہیں[2] کافر کا جہل اس کے عدم ایمان کے لئے عذر مسموع نہیں ایسے ہی اصحاب الہوٰی کا جہل صفات الٰہیہ اور احکام آخرت نہ ماننے میں عذر نہیں اور امام برحق کے خلاف بغاوت کرنے میں باغی کا جہل عذرِ مسموع نہیں جب کہ وہ دلیل فاسد کا سہارا لے کر بغاوت کررہا ہو۔

وہ امور جن میں شرع نے جہل کو عذر مسموع تسلیم کیا ہے اور اس بنیاد پر تخفیف دی ہے، یہ ہیں:

(۱) جیسے وہ مسلمان جو دارالحرب میں ہے اور وہاں سے ہجرت کرنے سے معذور رہا۔ وہ اپنے جہل کی وجہ سے اسلام کے احکام و عبادات پر عمل نہ کرسکے تو نہ وہ گنہگار رہے نہ اس پر قضا واجب۔ (۲) ایسے ہی وہ شخص جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اور احکام اسلام پر اپنے جہل کی وجہ سے عمل نہ کرسکے تو اس پر گناہ نہیں۔ (۳) حق شفعہ رکھنے والا متعلقہ جائیداد کی بیع سے جاہل رہا تو اس کا یہ جہل عذر ہے اسے شفعہ حاصل رہے گا۔ (۴) باندی اپنے آزاد ہونے یا صاحب خیار ہونے سے جاہل رہی[3] تو اس کا جہل عذر مسموع ہے اس کو خیار حاصل رہے گا۔ (۵) وہ صغیر وصغیرہ جن کا نکاح ان کے باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو، بالغ ہوتے ہی انھیں اسے جائز یا باطل کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر وہ بلوغ کے وقت اس نکاح سے جاہل رہے تو یہ جہل عذر مسموع ہے ان کو اختیار حاصل رہے گا وغیرہا اس قسم کے صدہا مسائل ہیں۔" ۳۰۱۔۳۰۰"

۲۔سکر: یعنی نشہ کی حالت، کسی حلال ومباح شے کے استعمال سے سکر ونشہ کی حالت پیدا ہوئی یا جبر واکراہ کی وجہ سے[4] نشہ آور چیز استعمال کی یا جان بچانے کے لئے شراب پی اور حالت سکر ہوئی تو ان صورتوں میں اس کا حکم اغماء جیسا ہے یعنی جس طرح حالتِ اغمامی والے کی طلاق وعتاق اور دیگر تصرفات نافذ نہیں ہوتے مذکورہ سکر کی حالت میں بھی اس کی طلاق وعتاق اور دیگر تصرفات نافذ نہ ہوں گے لیکن اگر کوئی حرام وممنوع شے یا شراب بغیر عذر شرعی پی جیسے شراب پی اور نشہ ہوا تو اس کے تصرفات نافذ ہوں گے اور اس کے طلاق وعتاق،[5] بیع وشرا[6] اور اقرار کے الفاظ صحیح تسلیم کئے جائیں گے مگر ارتداد اور اقرار حدود میں اس کے الفاظ پر حکم ارتداد یا حکم نفاذ حدود نہ دیا جائے گا۔"۳۰۱ن"

۳۔ہزل: ہزل کا مطلب یہ ہے کہ مذاق میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے حقیقی یا مجازی معنی مقصود نہ ہوں بلکہ محض

---

1 ......"نورالأنوار"، بیان الأھلیۃ،ج۲،ص۱۵۵،۱۷۷.

2 ......یعنی قابل قبول ہیں۔

3 ......یعنی خیار عتق سے۔

4 ......یعنی زور وزبردستی کی وجہ سے۔

5 ......یعنی غلام یا باندی کو آزاد کرنا۔

6 ......خرید وفروخت۔

لہوولعب[1] اورتفریح میں استعمال کئے جائیں ہازل یعنی مذاق میں بات کہنے والا الفاظ تو اپنے اختیار سے اپنی مرضی سے استعمال کرتا ہےلیکن ان کے اصل مفہوم اوران کے حکم شرعی سے راضی نہیں ہوتا۔امورِ غیر مالیہ جیسے طلاق وعتاق،یمین،[2] کفراورارتداد میں ہزل کےالفاظ نافذ ہوں گےاور بیع،اجارہ اوراقرار میں بعض صورتوں میں نافذ ہوں گےاور بعض میں نہیں۔[3] "۳۰۵ن"(درمختار)

۴۔سَفَہ:یعنی مقتضائے شرع یا مقتضائے عقل کے خلاف مال کوتبذیر سے ضائع کرنا[4] سفیہ پر جملہ احکام شرع نافذ ہوں گے لیکن اسے مال خرچ کرنے سے روکا جائے گا اور صاحبین کےنزدیک[5] اسے بیع،اجارہ،ہبہ اور دیگر تصرفات مالیہ جیسے صدقات وخیرات سے روکا جائے گا کیونکہ وہ اسراف وتبذیر کرے گا[6] پھر مسلمانوں یا بیت المال پر بوجھ بنے گا۔"۳۰۸ن"

۵۔سفر:شریعت کی مقررہ مسافت طے کرنے والا مسافر چار رکعت والی نماز میں قصر کرے گا،روزہ مؤخر کرے گا،تین دن تین رات موزوں پر مسح کرے گااورسننِ واجب کو[7] سواری پر اشارہ سے بھی ادا کرسکتا ہے۔قبلہ رو ہونا بھی اس کے لیےضروری نہیں۔"۳۰۹ن"

۶۔خطاء:خطا کا مطلب ہےکوئی کام بلا ارادہ ہوجانا یا ارادہ کے خلاف ہوجانا لہٰذا اگر مجتہد سے اپنی تمام تر مخلصانہ کوشش کے بعد استخراج مسائل وحکم شرعی میں خطا ہوجائے تو وہ آثم وماخوذ نہیں[8] بلکہ ایک گونہ اجروثواب کا مستحق ہے۔قتل اگر خطاءً ہوا ہو تواس پر حد یا قصاص نہیں۔اسی طرح زفاف میں[9] اگرخطاءً کسی اجنبی عورت سے وطی کرلی[10] تواس پر حد زنا نہیں لیکن خطاءً حقوق العباد میں عذر مسموع نہیں خاطی کی طلاق واقع ہوجائے گی۔"۳۱۰ن"

۷۔اکراہ:مکرَہ[11] کے لئے حالت اکراہ میں بعض صورتوں میں عمل فرض ہوتا ہے جیسے اپنی جان بچانے کے لئے مردار کھانا اور شراب پی لینا اور بعض صورتوں میں اس پر عمل کرنا حرام جیسے زنا کرنا اور کسی بے گناہ کو قتل کرنا اور بعض صورتوں میں عمل مباح ہے جیسے روزہ توڑنا اور بعض صورتوں میں عمل کرنا رخصت ہے جیسے بہ کراہتِ قلب وبعدمِ رضا بادلِ ناخواستہ اپنی جان بچانے کی خاطر فقط زبان سے کلمہ کفر ادا کردینا۔[12] "۳۱۱ن"

---

1 ......یعنی کھیل کود۔
2 ......قسم۔
3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب البیوع،مطلب:فی حکم البیع مع الهزل،ج۷،ص۱۷.
4 ......یعنی فضول خرچی سے ضائع کرنا۔
5 ......یعنی امام ابویوسف وامام محمد رحمہما اللہ تعالی۔
6 ......یعنی فضول خرچی کرے گا۔
7 ......سننِ واجب سے مراد سننِ مؤکدہ ہیں اوراس میں سنّتِ مؤکدہ وغیرِ مؤکدہ اورنفل سب شامل ہیں سوائے سنّتِ فجر کے،کہ ایک روایت میں سنّتِ فجر کوواجب بھی کہا گیا ہے،تفصیل کے لیے"البحرالرائق"،ج۲،ص۱۱۳،۱۱۴،"ردالمحتار"،ج۲،ص۵۸۸ ،بہارِشریعت،ج۱،حصہ دوم،ص۲۸۳،حصہ چہارم،ص۶۷۱،۶۷۳ ملاحظہ فرمالیں۔...علمیه
8 ......یعنی گنہگار وقابل مؤاخذہ نہیں۔
9 ......یعنی سہاگ رات میں۔
10 ......یعنی ہم بستری کرلی۔
11 ......یعنی جس پر اکراہ کیا گیا۔
12 ......"نورالأنوار"،بیان الأهلية،ج۲،ص۱۸۳-۲۱۱.

تخفیفاتِ شرعیہ: ۷ اسباب تخفیف وتیسیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ نے وہ تخفیفات اور سہولتیں بھی معین فرمادی ہیں جو ان اسباب میں سے کسی سبب تخفیف کے موجود ہونے کی صورت میں دی گئی ہیں یہ سہولتیں بھی سات قسم کی ہیں:

(۱) بوقتِ عذر شرعی اسقاط عبادت کی تخفیف وسہولت جیسے جنون واغماء ممتد کی صورت میں فرضیت نماز کا سقوط وغیرہا (۲) تخفیف تنقیص (کم کرنا) جیسے حالت سفر میں نماز قصر کرنا (۳) تخفیف ابدال جیسے وضو اور غسل کے بدلے میں تیمّم، نماز میں قیام کے بدلے قعود اور روزہ کے بدلے فدیہ وغیرہا (۴) تخفیف تقدیم جیسے حج کے موقع پر عرفات میں ظہر کی نماز سے ملا کر نماز عصر ادا کرنا اور زکوٰۃ وصدقہ فطر کو پہلے ہی ادا کرنا (۵) تخفیف تاخیر جیسے حج کے دنوں میں مزدلفہ میں نماز مغرب کو موخر کر کے وقتِ عشاء میں پڑھنا اور مریض ومسافر کے لئے روزہ موخر کرنا اور کسی ڈوبنے والے کو بچانے کے لئے نماز موخر کر دینا (۶) تخفیف ترخیص جیسے نجاست خفیفہ ربع ثوب سے کم تک [1] لگ جانے کی صورت میں یا نجاست غلیظ بقدر ایک درہم لگی ہونے کی صورت میں نماز پڑھنے کی رخصت (۷) تخفیف تغییر جیسے بوقت جہاد دشمن کے خوف سے نماز کے نظم میں تغییر۔ [2] ''۵۷''

قاعدہ نمبر ۱۳:

اَلْمَشَقَّةُ وَالْحَرَجُ إِنَّمَا يُعْتَبَرَانِ فِيْ مَوْضَعٍ لا نَصَّ فِيْهِ

یعنی مشقت اور حرج کا اعتبار اس جگہ ہے جہاں نص شرعی موجود نہ ہو اگر کسی مسئلہ میں نص موجود ہے تو پھر اس کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ جیسے حرم کی گھاس اُکھاڑنا کہ اس پر نص موجود ہے کہ یہ جائز نہیں لہٰذا یہاں اس قاعدہ کا اعتبار نہیں۔ [3]

قاعدہ نمبر ۱۴:

الأَمْرُ إِذَا ضَاقَ اتَّسَعَ وَإِذَا اتَّسَعَ ضَاقَ

یعنی معاملہ جب تنگ ودشوار ہو جائے تو وسعت ملتی ہے اور جب وسیع ہو تو سخت کیا جاتا ہے۔ بعض فقہاء نے ان دونوں قاعدوں کو ایک جملہ میں جمع کر دیا ہے ''کُلُّ مَّاتَجَاوَزَعَنْ حَدِّهٖ اِنْعَکَسَ اِلٰی ضِدِّهٖ'' ہر وہ چیز جو اپنی حد سے آگے بڑھ جائے اپنی ضد کی طرف لوٹ جاتی ہے [4] جیسے نماز کا وقت اگر زیادہ تنگ ہو جائے اس وقت وضو کی سنن ترک کی جا سکتی ہیں اور اگر وقت میں گنجائش ہے تو وضو میں زیادہ پانی بہانا یا وضو کے فرائض وسنن اور مستحبات پر اضافہ جائز نہیں۔

---

1 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر ''نجاستِ خفیفہ ربع ثوب تک'' لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل میں عبارت اس طرح ہے ''نجاستِ خفیفہ ربع ثوب سے کم تک''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں ''سے کم'' کا اضافہ کر دیا ہے، تفصیل کے لیے بہار شریعت ج ۱، حصہ دوم، ص ۳۸۹، ۳۹۰ ملاحظہ فرمائیے۔ ... علمیه

2 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الأول، القاعدة الرابعة، ص ۷۱، ۷۲.

3 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الأول، القاعدة الرابعة، ص ۷۲.

4 ......المرجع السابق.

قاعدہ نمبر ۱۵:

اَلضَّرَرُ یُزَالُ "۵۸"

یعنی ضرر ونقصان کو دور کیا جائے۔اس قاعدہ کی بنیاد یہ حدیث پاک ہے"لا ضَرَرَ وَلا ضِرَارَ"[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بھائی کو نہ ابتداءً ضرر پہنچائے نہ ضرر کے انتقام اور بدلہ میں انتہاءً اس قاعدہ پر بھی بہت سے مسائل فقہیہ کی بنیاد ہے۔اس قاعدہ کے پیشِ نظر مشتری کو خیارِ عیب حاصل ہے کہ اگر اس کی خریدی ہوئی چیز میں عیب ہے تو اسے واپس کرنے کا اختیار ہے اور شریک اور پڑوسی کو اپنے سے دفعِ ضرر کے لئے حق شفعہ حاصل ہے۔اس قاعدہ کی رو سے وہ وقف جائز نہیں جس کا مقصد قرض خواہوں کو محروم کرنا ہو۔کسی ایسی بلند جگہ پر چڑھنا جہاں سے دوسروں کی عورتوں کی بے پردگی ہو یہ با آواز بلند اعلان کئے بغیر جائز نہیں۔[2]

قاعدہ نمبر ۱۶:

اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ

یعنی ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں اس قاعدہ کی اصل قرآن پاک کی یہ آیت ہے: ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِؕ﴾[3]

اس قاعدہ کے ماتحت بہ حالت اضطرار مردار سے بقدرِ ضرورت کچھ کھالینا یا شراب کا گھونٹ پی لینا یا اکراہ کی حالت میں جان بچانے کے لئے بکراہت قلب[4] کلمۂ کفر ادا کر دینا جائز ہے۔اسی طرح اس قاعدہ کے مطابق اگر کشتی میں اتنا سامان بھر دیا کہ اس کے ڈوبنے کا خطرہ ہے اور اس میں مسافروں کی جان کا خطرہ ہے تو اس میں سے مال نکال کر سمندر میں پھینک دینا جائز ہے اور کشتی کو بچانا جائز ہے حالانکہ عام حالات میں دوسرے کا مال ضائع کرنا حرام ہے۔[5] "۵۸"

---

1 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الأحكام، باب من بنى فى حقه...إلخ،الحديث: ٢٣٤٠،ج٣،ص١٠٦.

2 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الاول،القاعدة الخامسة،ص٧٢،٧٣.

3 ......پ ٢،البقرة:١٧٣.

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیرِ خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں۔

4 ......یعنی دلی ناپسندیدگی کے ساتھ۔

5 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الخامسة،ص٧٣.

و"غمزعيون البصائر"،الفن الاول فى القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدة الخامسة،ج١،ص٢٥١،٢٥٢.

قاعدہ نمبر۱۷:

مَا اُبِیحَ لِلضَّرُوْرَةِ یُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا "۵۸"

یعنی جو چیز ضرورت کے تحت جائز ہے وہ صرف بقدرِ ضرورت ہی جائز ہے۔ مردار کھانا یا شراب پی لینا صرف اتنا ہی جائز ہے جس سے جان بچ جائے۔ زیادہ بالکل نہیں۔ اسی طرح طبیب کو بوقتِ ضرورت شرعی پردہ کی جگہ کا صرف وہ حصہ دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھنے کی ضرورت ہے زیادہ نہیں اسی طرح دایہ کو، دارالحرب میں بقدرِ ضرورت دشمن کے مال سے کھانا حاصل کیا جائے گا اور جانوروں کا چارہ، جلانے کے لئے لکڑی اور ہتھیار وغیرہ لینا جائز ہے جب کہ مال غنیمت کی ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو اور اگر ضرورت سے بچ رہا تو مال غنیمت میں واپس کر دیا جائے گا۔[1] (کنز) "۵۹"

قاعدہ نمبر۱۸ (الف):

مَا جَازَ بِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِهٖ "۵۹"

یعنی جو چیز کسی عذر کی وجہ سے جائز ہوئی تو اگر عذر زائل ہو جائے تو اس کا جواز بھی باطل ہو جائے گا جیسے پانی کے استعمال کرنے پر قادر نہ تھا تو تیمّم کرنا جائز ہے اور پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا تیمّم باطل ہو جائے گا۔[2]

قاعدہ نمبر۱۸ (ب): اَلضَّرَرُ لَا یُزَالُ بِالضَّرَرِ

یعنی نقصان کو نقصان پہنچا کر زائل نہ کیا جائے گا جیسے ایک شخص جو حالت اضطرار میں ہے دوسرے ایسے اشخاص کا کھانا نہیں کھا سکتا جو خود بھی حالتِ اضطرار میں ہے۔[3]

قاعدہ نمبر۱۹:

یُتَحَمَّلُ الضَّرَرُالْخَاصُ لأَجْلِ دَفْعِ الضَّرَرِالْعَامِ "۵۹"

یعنی ضررِ خاص کو برداشت کر لیا جائے گا ضررِ عام سے بچنے کے لئے جیسے ان کافروں پر گولہ باری یا تیراندازی کی جائے گی جو خود کو بچانے کے لئے مسلمانوں کے بچوں کو ڈھال بنالیں۔ اسی طرح اس بوسیدہ دیوار کو گرا دیا جائے گا جو راستہ کی طرف جھک گئی ہو اور جس کے گرنے سے راہگیروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اگر چہ اس کا مالک رضا مند نہ ہو۔ ایسے ہی نان فروش اگر روٹیوں کی قیمت زیادہ بڑھا دیں تو بھاؤ مقرر کیا جائے گا اگر غلہ فروش قحط کے زمانے میں مہنگا بیچنے کے لیے غلہ اسٹور کریں تو ان کا

---

1 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص۷۳، ۷۴.
و "كنز الدقائق"، كتاب السير والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، ص۲۰۳.

2 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص۷۴.

3 ...... المرجع السابق.

غلہ جبراً فروخت کردیا جائے گا۔ اسی طرح اگر باپ اولاد کا واجب الادا نفقہ نہ دے اور انھیں فاقہ کشی پر مجبور کرے تو باپ کو ان کے نفقہ کی ادائیگی کے لئے قید کیا جائے گا۔ غیر سنجیدہ وعدیم الحیا مفتی کو اور جاہل طبیب کو فتویٰ دینے اور علاج کرنے سے روکنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے زمین غصب کرلی اور اس پر عمارت بنالی یا پیڑ لگا دیئے تو اگر زمین کی قیمت عمارت یا پیڑوں کی قیمت سے زیادہ ہے تو عمارت گرادی جائے گی یا پیڑ اکھڑوا دیئے جائیں ورنہ زمین غصب کرنے والا زمین کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اس سے مالک کو زمین کی قیمت دلوائی جائے گی۔ (1)

قاعدہ نمبر۲۰:

مَنِ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ وَھُمَا مُتَسَاوِیَتَانِ یَأْخُذُ بِأَیَّتِھِمَا شَاءَ وَإِنِ اخْتَلَفَتَا یَخْتَارُ أَھْوَنَھُمَا ”۶۱“

اگر کوئی شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہوجائے اور دونوں برابر کی ہوں تو جس کو چاہے اختیار کرے اور اگر دونوں برابر کی نہ ہوں تو ان میں سے جو ہلکی ہو اُسے اختیار کرے کیونکہ حرام کا ارتکاب بوجہ مجبوری جائز کیا گیا ہے لہٰذا کم سے کم ہو اس لئے بڑی مصیبت کو ترک کردے کہ اس میں بلاضرورت زیادہ حرام کرنا پڑے گا۔ جیسے کسی کے جسم میں زخم ہے اگر وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور زخم بہے گا تو وضوٹوٹے گا جسم ناپاک ہوگا اور سجدہ نہیں کرتا تو زخم نہیں بہتا اس صورت میں نماز کا سجدہ ترک کرنا پڑے گا تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے ادا کرے کیونکہ سجدہ ترک کردینا اس سے کمتر ہے اور آسان ہے کہ نماز حالتِ حدث اور نجس جسم کے ساتھ پڑھے۔ ایسے ہی اگر کوئی ضعیف وناتواں بوڑھا ہے اگر وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھتا ہے تو قراءت قرآن نہیں کرسکتا اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو قراءت کرلیتا ہے وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور قیام ترک کردے گا کیونکہ ترک قیام تو نوافل میں بھی جائز ہے مگر ترک قراءت قرآن جائز نہیں ایسے ہی کوئی جاں بلب فاقہ زدہ ہے (2) اس کے پاس کھانے کے لیے مردار ہے اور کسی دوسرے کا کھانا ہے تو اسے مال غیر حلال نہیں بقدرِ ضرورت مردار کھائے گا یہ اَھْـوَن ہے۔ بعض فقہاء کا قول ہے کہ مردار نہیں کھائے گا مال غیر کھائے گا ابن سماعہ وطحاوی اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے (3) ابن سماعہ فرماتے ہیں: مال غیر کو غصب کرنا مردار کھانے سے اھون ہے۔ (4)

قاعدہ نمبر۲۱:

دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلٰی مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ ”۶۳“

”یعنی خرابیوں کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے حصولِ منافع سے“ پس جب مفاسد اور مصالح میں تضاد واقع ہو تو مصالح کو ترک

---

1 ......”الأشباہ والنظائر“، الفن الأوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ص۷۴، ۷۵.

2 ......یعنی بھوک کی وجہ سے اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔

3 ......”اشباہ“ اور دیگر کتب فقہ میں ہے کہ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسی صورت میں مضطر کو اختیار ہے چاہے تو مردار کھالے چاہے تو مال غیر۔...علمیہ

4 ......”الأشباہ والنظائر“، الفن الأوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ص۷۶، ۷۷.

کرکے مفاسد کو دور کیا جائے گا کیونکہ شریعت مطہرہ کی توجہ محرمات وممنوعات ومفاسد کو دور کرنے میں زیادہ سخت ہے بہ نسبت ماموارت ومصالح کو بروئے کار لانے کے، سید الکائنات علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ [1]

یعنی جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو حتی المقدور اسے بجالاؤ اور جب کسی شے سے منع کروں تو اس سے دور رہو۔

صاحب الکشف نے یہ حدیث روایت کی ہے: لَتَرْكُ ذَرَّةٍ مِّمَّا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ [2]

یعنی منہیات الٰہیہ میں سے ایک ذرہ سے بھی اجتناب کرنا اور بچنا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔

فتاوٰی بزازیہ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: مَنْ لَّمْ يَجِدْ سُتْرَةً تَرَكَ الإِسْتِنْجَاءَ وَلَوْ عَلٰى شَطِّ نَهْرٍ [3]

جسے سترہ نہ ملے (یعنی پردہ کرنے کی چیز) وہ استنجاء کوترک کرے خواہ وہ نہر کے کنارے پر ہو۔

عورت پر غسل واجب ہوا اور وہ مردوں سے پردہ کی جگہ نہ پائے تو غسل موخر کرے گی اور مرد پر اگر غسل واجب ہے اور اسے مردوں سے پردے کی جگہ نہ ملے تو غسل کو موخر نہ کرے گا کیسے بھی ہو غسل کرے گا لیکن اگر مرد کو استنجاء کے لئے پردہ کی جگہ نہ ملے تو استنجاء موخر کرے گا۔ غسل اور استنجاء میں یہ فرق اس لئے ہے کہ نجاست حکمیہ نجاست ظاہری سے اقوٰی ہے۔ ایسے ہی اگرچہ وضو میں کلی کرنے اور ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرنا مسنون ہے لیکن بحالت روزہ یہ عمل مکروہ ہے مبادا پانی اندر پہنچ جائے اور روزہ کو توڑ دے۔ کبھی مصالح مفاسد پر بدر جہا غالب ہوتے ہیں ایسی صورت میں مصالح کو اختیار کیا جائے جیسے متحارب گروہوں [4] کے درمیان صلح کرانے کے لیے دروغ بیانی [5] کرنا جائز ہے حالانکہ دروغ منہیات شرع سے ہے [6]۔[7]

قاعدہ نمبر۲۲:

اَلْحَاجَةُ تَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُوْرَةِ ”۲۳“

یعنی حاجت ضرورت کا مقام حاصل کرلیتی ہے۔ اسی قاعدہ کے ماتحت اجارہ کا جواز ہے اگرچہ اجارہ داری خلاف قیاس

---

1 ......”صحیح مسلم“، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر، الحدیث: ٤١٢ـ(١٣٣٧)، ص٦٩٨.

و”صحیح البخاری“، کتاب الاعتصام...إلخ، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم، الحدیث: ٧٢٨٨، ج٤، ص٥٠٢.

2 ......”کشف الأسرار“، المتشابہ، ج١، ص١٥٤.

3 ......”الأشباہ والنظائر“، الفن الأوّل: القواعد الکلیة، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص٧٨.

4 ......یعنی آپس میں دولڑنے والے گروہ۔ 5 ......یعنی جھوٹ بولنا۔ 6 ......یعنی جھوٹ ممنوعات شرعیت میں سے ہے۔

7 ......”الأشباہ والنظائر“، الفن الأوّل: القواعد الکلیة، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص٧٨.

ہے مگر یہ ایک حاجت ہے جو ضرورت بن گیا ہے۔ ایسے ہی بیع سلم کا جواز خلاف قیاس ہے کیونکہ یہ معدوم شے کی بیع ہے [1] مگر غرباء کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کا جواز ہے۔ اسی قاعدہ کے ماتحت جب حاجت شدید داعی ہوئی تو بیع الوفاء کے جواز کا فتویٰ ہوا۔ [2]

قاعدہ نمبر ۲۳:

اَلْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ "۶۳"

یعنی عادت حکم شرعی کی بنیاد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو چیز عرف وعادت کے لحاظ سے درست ہو شریعت اسے جائز قرار دیتی ہے۔ [3] یہ قاعدہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے۔

مَارَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ [4]

یعنی وہ چیز جس کو مسلمان (اہلِ علم واہل تقویٰ) اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے جس کو حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے بعض محدثین اسے مرفوع کہتے ہیں اور بعض اس کو موقوف کہتے ہیں۔ [5] عرف وعادت کی تعریف علامہ ابن عابدین علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "شرح عقود رسم المفتی المنظوم" میں فرماتے ہیں: قَالَ فِي "الْمُسْتَصْفٰى": "اَلْعَادَةُ مَااسْتَقَرَّفِي النُّفُوْسِ مِنْ جِهَةِ الْعُقُوْلِ وَتَلَقَّتْهُ الطِّبَاعُ السَّلِيْمَةُ بِالْقُبُوْلِ وَفِي "شَرْحِ التَّحْرِيْرِ" "اَلْعَادَةُ هِيَ الْأَمْرُالْمُتَكَرِّرُمِنْ غَيْرِعِلَاقَةٍ عَقْلِيَّةٍ [6] اور "الأشباه والنظائر" میں علامہ زین الدین ابن نجیم الحنفی المصری فرماتے ہیں: وذكر الامام الهندی في "شرح المغنی" "اَلْعَادَةُ عِبَارَةٌ عَمَّا يَسْتَقِرُّفِي النُّفُوْسِ مِنَ الْأُمُوْرِالْمُتَكَرِّرَةِ الْمَقْبُوْلَةِ عِنْدَالطِّبَاعِ السَّلِيْمَةِ [7]

ان سب کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ انسان دیدہ ودانستہ کسی کام کو بار بار کرتے ہوئے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ بلا تکلف

---

1 ......یعنی ایسی چیز کی بیع ہے جو ابھی موجود نہیں۔

2 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الخامسة، ص ۷۸، ۷۹.

3 ......المرجع السابق، القاعدة السادسة، ص ۷۹.

4 ......"المسند" الامام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، الحديث: ۳۶۰۰، ج ۲، ص ۱۶.

5 ......"كشف الخفاء"، حرف الميم، الحديث: ۲۲۱۲، ج ۲، ص ۱۶۸.

و "الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة السادسة، ص ۷۹.

6 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية شرح عقود رسم المفتی، الجزالاول، ص ٤٤.

7 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة السادسة، ص ۷۹.

اس سے اس کام کا صدور ہونے لگے وہ اگر قول ہے تو وہ بلا تکلف اسی معنی میں سمجھا جانے لگے جس میں وہ حقیقت کے برخلاف استعمال کیا جارہا ہے۔صاحب الاشباہ نے عرف وعادت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)اَلْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ (۲)وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ (۳)وَالْعُرْفِيَّةُ الشَّرْعِيَّةُ [1] "۶۴۰"

عرف اور عادت کو فقہائے کرام نے بڑی اہمیت دی ہے فقہ کے کثیر مسائل کا حکم عرف وعادت پر مبنی ہے "مبسوط" میں ہے: جو چیز عادت اور عرف کے ذریعہ ثابت ہوجائے وہ ایسی ہے جیسے نص شرعی سے ثابت ہو۔ "ردالمحتار" جلد پنجم میں جہاں نابالغوں کے سن بلوغ سے بحث کی گئی ہے اسی موقع پر فرمایا کہ "ان معاملات میں جہاں نص شرعی موجود نہ ہو عرف وعادت ہی شرعی حجت ہے۔"[2]

امام شہاب الدین القرافی فرماتے ہیں: "احکام عرف اور عادت کے ساتھ ساتھ نافذ ہوتے رہتے ہیں۔"

عادت کس چیز سے اور کس طرح ثابت ہوتی ہے مختلف امور میں اس کے مختلف طریقے ہیں:

۱۔کبھی عادت ایک ہی دفعہ سے ثابت وتسلیم ہوجاتی ہے جیسے وہ لڑکی جسے پہلی بار حیض آیا تو جتنے دن یہ رہے گا اتنے ہی دن اس کی عادت شمار ہوگی لیکن تربیت کئے ہوئے شکاری کتے کی عادت اس وقت تسلیم ہوگی جب وہ مسلسل تین بار شکار کر کے اسے نہ کھائے۔

۲۔عرف وعادت کا اعتبار اس وقت ہے جب وہ عام ہو اور غالب ہو۔جب تک عام لوگوں میں اس کا رواج عام نہ ہوجائے اس کو حکم شرعی کی بنیاد نہیں بنایا سکتا۔

۳۔عادت اور عرف جب عام رواج ہوجائیں تو کیا وہ شرط کا درجہ حاصل کرلیتے ہیں۔

فتاویٰ ظہیریہ مبحث الاجارہ میں ہے: اَلْمَعْرُوْفُ عُرْفاً كَا لْمَشْرُوْطِ شَرْعًا۔

بزازیہ میں ہے: اَلْمَشْرُوطُ عُرْفاً كَالْمَشْرُوْطِ شَرْعًا

۴۔الفاظ کا مفہوم حقیقت کے خلاف عرف پر اس وقت محمول کیا جائے گا جب وہ عرف ایک زمانے سے چلا آرہا ہو کسی نئے رواج وعرف پر الفاظ کو حقیقت کے خلاف محمول نہ کیا جائے گا اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ "لا عِبْرَةَ بِالْعُرْفِ الطَّارِیءِ" نیز یہ کہ عرف کا اعتبار معاملات میں ہے تعلیق میں نہیں۔تعلیق میں وہ اپنے حقیقی معنی اور اصلی مفہوم میں لیا جائے گا جیسے کسی ظالمہ بیوی نے اپنے شوہر سے کہلوایا کہ میں اگر تیرے اوپر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اس نے یہ کہہ دیا اور نیت یہ کی کہ

[1] ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص۷۹.

[2] ......"ردالمحتار"،كتاب الحجر،فصل بلوغ الغلام...إلخ،ج۹،ص۲۶۰.

اگر میں تیرے اوپر یعنی تیرے کندھوں پر یا کمر پر بٹھا کر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق، تو اس کی یعنی شوہر کی نیت کے مطابق عمل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے الفاظ سے حقیقی معنی مراد لئے ہیں اور اس کی بیوی نے ظلماً اسے یہ قسم دلائی تھی اور مظلوم کی نیت اس کی قسم میں معتبر ہے نیز اس کا یہ کلام از قسم تعلیق ہے اور تعلیق میں عرف کا اعتبار نہیں اس لئے اس کا کلام عرف پر محمول نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ کسی عورت سے نکاح کرے گا تو اسے طلاق واقع نہ ہوگی۔

۵۔عرف اور شرع میں جب تضاد ہوگا تو عرف الاستعمال مقدم رکھا جائے گا خصوصاً اَیْــمَــان میں لہٰذا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ فرش یا بساط پر نہیں بیٹھے گا یا یہ قسم کھائی کہ وہ سراج (چراغ) سے روشنی حاصل نہیں کرے گا پھر وہ زمین پر بیٹھا یا سورج سے روشنی حاصل کی تو وہ حانث نہیں ہوگا (یعنی اس کی قسم نہ ٹوٹے گی) اگر چہ قرآن کریم میں زمین کو فراش اور بساط فرمایا گیا ہے اور سورج کو سراج فرمایا گیا ہے مگر یہاں اس کے عرفی معنی مراد لئے جائیں گے۔اسی طرح اگر اس نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائیگا پھر اس نے مچھلی کھائی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ عرف میں گوشت کا استعمال مچھلی کے گوشت میں نہیں ہوتا۔اگر چہ قرآن کریم نے مچھلی کے لئے لَحماً طَرِیّاً[1] کا لفظ استعمال کیا ہے اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔[2]

۶۔عرف اور لغوی معنی میں جب تضاد ہوگا تو عرف میں اگر شرائط معتبرہ پائی گئیں تو لفظ کو عرف پر محمول کیا جائے گا لغوی معنی پر نہیں زیلعی وغیرہ نے یہ تصریح فرمائی ہے:اِنَّ الأَیْــمَانَ مَبْنِیَّةٌ عَلَی الْعُرْفِ لا عَلَی الْحَقَائِقِ اللُّغَوِیَّةِ[3] ایمان عرف پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ لغوی معنی پر۔اس پر مسائل متفرعہ میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا تو وہ صرف اس صورت میں حانث ہوگا جب وہ روٹی کھائے جو اس کے شہر میں بالعموم کھائی جاتی ہے جیسے مغربی یوپی اور پنجاب میں گیہوں کی روٹی،اور بقول صاحب الاشباہ والنظائر ان کے زمانے میں قاہرہ[4] میں گیہوں کی روٹی،طبرستان میں چاول کی روٹی، زبید[5] میں باجرہ کی روٹی کھانے سے حانث ہو جائے گا اگر ان تمام علاقوں میں مروج روٹی کے علاوہ کسی اور چیز سے بنی ہوئی روٹی کھائی تو حانث نہ[6] ہوگا۔[7]

---

1 ......یعنی تازہ گوشت۔

2 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیة،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص۸۲.

3 ......"تبیین الحقائق"،کتاب الأیمان،باب فی الدخول...إلخ،ج۳،ص۴۳۹.
و"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیة،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص۸۳.

4 ......مصر کا دار الحکومت۔

5 ......یمن کے ایک شہر کا نام۔

6 ......بہار شریعت میں اس مقام پر "حانث ہوگا" لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے "حانث نہ ہوگا"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے...علمیه

7 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیة،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص۸۳.

تنبیہ:

عرف وعادت پر شریعت کے بے شمار احکام ومسائل کا دارومدار ہے اور یہ تمام غیر منصوص علیھا مسائل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں لیکن عرف وعادت اور ایسے ہی عموم بلوی کو سمجھنے کے لئے بڑے وسیع مطالعہ اور دقت نظر کی ضرورت ہے۔ مفتیان کرام کو ان تمام اُمور سے واقفیت رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ مسئلہ کا حکم بیان کرنے میں اکثر و بیشتر غلطیوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں عرف اور اس سے مستخرجہ مسائل پر سیر حاصل اور مفصل بحثیں کی گئی ہیں۔ مفتی کے لئے ان کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ فقہائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں عرف وعادت کے مقابلہ میں کسی شے کے مفہوم کی وضاحت وتعین میں حقیقت کو ترک کردیا جائے گا۔[1] ''الاشباہ'' میں ہے: عادت وعرف وہی معتبر ہے جب اس کا استعمال عرف وعادت میں غالب ہوگیا ہو۔ اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں مختلف قسم کے درہم ودینار چل رہے ہوں (یعنی مختلف قسم کے سکے چل رہے ہوں) وہاں اگر کسی نے کوئی چیز دس درہم یا دس دینار میں خریدی یا فروخت کی تو بائع وہ درہم یا دینار لینے کا مستحق ہوگا جن کا غالب چلن وہاں کا عرف و عادت ہو۔ اگر خریدار کوئی دوسرا سکہ یا دوسرے قسم کے درہم ودینار دینا چاہے تو بائع کو (بیچنے والے کو) انکار کا حق ہوگا۔[2] ''شرح بیری'' میں بہ حوالہ ''مبسوط'' بیان کیا گیا ہے جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔[3] (رسائل ابن عابدین)

فائدہ:

بہت سے وہ احکام جن پر صاحب مذہب مجتہد نے اپنے زمانے کے عرف وعادت کی بنیاد پر نص قائم کی زمانہ اور حالات کے بدل جانے سے تبدیل ہوگئے ہیں اہل زمانہ میں فساد آجانے کی وجہ سے یا عموم ضرورت کی وجہ سے جیسے تعلیم القرآن کی اجرت کا جواز اور ظاہری عدالت پر اکتفاء نہ کرنا[4] اور غیر سلطان سے اکراہ کا تحقق کیونکہ فقہائے متقدمین کے زمانہ میں اکراہ صرف بادشاہ ہی سے متحقق ہوسکتا تھا غیر سلطان سے اکراہ نہیں ہوسکتا تھا لیکن بعض عوام الناس میں سے لوگ قتل و خونریزی پر اتنے جری ہوگئے کہ ان سے بھی اکراہ کا تحقق ہوگیا فقہائے متقدمین ضمان مباشر پر واجب کرتے تھے متسبب پر نہیں لیکن بعد میں ضمان متسبب پر عائد کیا گیا اس کی وجہ فساد اہل زمانہ اور حالات کا متغیر ہونا بیان کیا گیا ایسے ہی وصی اب مال یتیم میں مضاربت نہیں کرسکتا اور وقف اور یتیم کی زمین کا غاصب ضمان دے گا اور مکان موقوفہ ایک سال سے زیادہ اور وقف زمین کو تین سال سے زیادہ مدت کے لئے اجارہ پر نہیں دیا جائے گا اور قاضی کو اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دینے سے روکا جائے گا اور

1 ...... ''الأشباہ والنظائر''، الفن الأوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ السادسۃ، ص٧٩.

2 ...... المرجع السابق، ص٨١.

3 ...... ''مجموعۃ رسائل ابن عابدین''، الرسالۃ الثانیۃ شرح عقود رسم المفتی، ج١، ص٤٤.

4 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر ''عدالت پر اکتفاء کرنا'' لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے ''عدالت پر اکتفاء نہ کرنا''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔... **علمیہ**

شوہر کو روکا جائے گا اس سے کہ وہ اپنی بیوی کو سفر میں ساتھ لے جائے (جبکہ بیوی رضا مند ہو) اگر چہ شوہر نے اس کا مہر معجّل ادا کر دیا ہو۔ (نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، مجموعہ رسائل ابن عابدین وشرح عقود رسم المفتی)[1]

عرف وعادت کی بنیاد پر یہ حکم ہے کہ دخول کے بعد بیوی اگر یہ کہے کہ اس نے قبل دخول اپنا مہر معجّل وصول نہیں کیا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو اس کی بیوی مطلّقہ ہو جائے گی بشرطیکہ یہ جملہ اور الفاظ اس علاقے میں طلاق کے لئے استعمال کئے جاتے ہوں (یعنی وہاں کا عرف یہ ہو) ایسی صورت میں اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر عرف وعادت میں ان الفاظ کا استعمال طلاق کے لیے نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار کرلیا جائے گا۔ اگر باپ یہ کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو جو سامان جہیز دیا، میں نے اپنی بیٹی کو اس کی تملیک نہیں کی[2] تو اس کا مدار عرف پر ہے اگر اس علاقہ کا عرف تملیک ہے تو جہیز کی ہر چیز بیٹی کی ملکیت قرار دی جائے گی ورنہ جیسا عرف ہو ویسا ہی حکم ہوگا۔ غرض یہ اور اس قسم کے صدہا مسائل کے جواز یا عدم جواز کا مدار عرف وعادت، فساد زمان، عموم بلویٰ، ضرورت اور قرائن احوال پر ہے ان میں سے کوئی حکم نہ مذہب سے خارج ہے نہ خلاف، کیونکہ مجتہد اگر اس زمانہ میں حیات ہوتے تو بلا شبہ یہی حکم شرعی بیان فرماتے یہی وہ نکتہ ہے جس نے مجتہدین فی المذاہب اور متاخرین میں سے صحیح وصواب پر نگاہ رکھنے والوں کو جرأت دلائی کہ وہ صاحب المذہب سے منقول کتب ظاہر الروایہ میں منصوص مسائل سے اختلاف کریں۔ عرف وعادت اگر زمانے کے تغیر سے تبدیل ہو جائیں اور نیا عرف وعادت بن جائے تو مفتیِ زمانہ کو نئے عرف وعادت کا لحاظ کر کے اس کے مطابق حکم شرعی بیان کرنا چاہیے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ چونکہ متقدمین فقہاء نے مفتی کے لئے اجتہاد کی شرط رکھی تھی جواب مفقود ہو چکی ہے کیونکہ فی زمانہ کوئی فقیہ شرائط اجتہاد کو پورا نہیں کرتا اس لئے مجتہد مفتی تو اب معدوم ہو چکے ہیں پھر بھی عرف وعادت کے مطابق فتویٰ دینے کے لئے کم سے کم یہ شرط رکھی گئی ہے کہ مفتی وقت مسائل کی معرفت ان کی شروط وقیود کے ساتھ رکھتا ہو نیز اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کے عرف سے کما حقہ، واقف ہو اور اہل زمانہ کے حالات سے بھی واقفیت رکھتا ہو اور کسی ماہر استاذ سے اس نے مسائل کے استخراج کا طریقہ بھی سیکھا ہو ''منیۃ المفتی'' اور ''قنیہ'' میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔[3] (شرح عقود رسم المفتی المنظوم لابن عابدین) ''۴۶''

فائدہ: قرینہ حال بھی حکم شرعی کی بنیاد بن سکتا ہے اس کا ثبوت قرآن پاک کی یہ آیت ہے:

---

1 ...... ''مجموعة رسائل ابن عابدين''، الرسالة الثانية شرح عقود رسم المفتي، الجزء الأول، ص٤٤.
و''مجموعة رسائل ابن عابدين، نشر العرف''، الجزء الثاني، ص١٢٦.

2 ...... یعنی ملکیت میں نہیں دیا۔

3 ...... ''مجموعة رسائل ابن عابدين''، الرسالة الثانية شرح عقود رسم المفتي، الجزء الأول، ص٤٤، ٤٦.

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۝ ﴾[1]

یعنی بے شک اس میں نشانیاں ہیں اہل فراست کے لیے یعنی جو قرائن سے علم حاصل کر لیتے ہیں۔

دوسری آیت اس کے ثبوت کی یہ ہے:

﴿ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ ﴾ الآیۃ[2]

یعنی اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کیا اور اگر ان کا کرتا یعنی (یوسف علیہ السلام کا) پیچھے سے چاک ہوا[3] تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں۔ یہ گواہی قطعاً قرینۂ حال کی بنیاد پر تھی اور علاماتِ ظاہری سے علم حاصل کر کے گواہی دی گئی جو شرعاً قبول ہوئی اس لئے قرینۂ حال اور علامات ظاہری بھی حکم شرعی کی ایک بنیاد تسلیم کئے گئے۔[4]

قاعدہ نمبر ۲۴:

اَلاِجْتِهَادُ لا يُنْقَضُ بِالاِجْتِهَادِ

یعنی ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ساقط نہیں ہوتا یعنی ٹوٹتا نہیں ہے اس قاعدہ کی بنیاد صحابہ کرام کا عمل ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چند مسائل کے سلسلے میں حکم صادر فرمایا جس کی مخالفت سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کی مگر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حکم اس سے نہ ساقط ہوا نہ کالعدم اسی طرح فدک کے بارے میں خلیفہ اول کا حکم حضرت عباس حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے نہ ٹوٹا نہ ساقط ہوا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے خلاف فیصلہ دیا اس نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتلائی آپ نے فرمایا اگر میں فیصلہ کرتا تو تمہارے حق میں کرتا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اب کیا چیز مانع ہے کہ آپ فیصلہ دیں آپ نے فرمایا چونکہ اس معاملہ میں کوئی نص شرعی ہے نہیں لہٰذا رائے اور اجتہاد دونوں برابر ہیں۔ اس قاعدہ پر جو مسائل متفرع ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ سمت قبلہ کے بارے میں کسی نے اجتہاد تحری کر کے اس طرف نماز شروع کی۔ درمیان میں اس کی رائے و اجتہاد بدل گیا اس نے رخ دوسری طرف کر لیا اسی طرح اس نے اگر چار رکعتیں چار سمت کی طرف رخ کر کے پڑھیں تو نماز درست ہے اس کی قضا نہیں دوسرے اجتہاد نے پہلے اجتہاد کو کالعدم و ساقط نہیں کیا اس لئے ہر رکعت صحیح ادا ہوئی اور وہ نماز قضا نہیں کرے گا۔ اگر قاضی نے کسی فاسق کی شہادت کو اس کے فسق و فجور کی

---

1 ......پ ١٤، الحجر: ٧٥.

2 ......پ ١٢، یوسف: ٢٦.

3 ......یعنی پھٹا ہوا۔

4 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة نشر العرف... إلخ، الجزء الثاني، ص ١٢٨.

وجہ سے رد کردیا پھر اس نے اپنے فسق سے توبہ کرکے اس شہادت کو دوبارہ دیا تو قبول نہیں کی جائے گی۔(الاشباہ ۷۳ وغیرہا)[1]

قاعدہ نمبر ۲۵:

إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ

یعنی حلال اور حرام جب جمع ہوں گے تو غلبہ حرام کو ہوگا اس قاعدہ کے ماتحت اگر کتے اور بکری کے اختلاط سے بکری کے بچہ ہوا تو وہ حرام ہے اور سکھایا ہوا کتا جب بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا گیا پھر اس کے ساتھ کلب غیر معلم (یعنی غیر تربیت یافتہ کتا) شریک ہوگیا یا وہ کتا شریک ہوگیا جس کو بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر نہ چھوڑا تھا تو وہ شکار حرام ہے (اگر وہ ذبح سے قبل مرگیا) شکار پر تیر چلایا، وہ پانی میں گرا، یا چھت پر گرا پھر چھت سے زمین پر گرا تو وہ شکار حرام ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ پانی کی وجہ سے یا زمین پر گرنے کی وجہ سے مرا ہو۔ ایسے ہی اگر پالتو بکرا ہرنی سے ملا اور ہرنی سے بچہ ہوا تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ مسلم نے شکار پر تیر چلایا اور مجوسی یا مشرک نے مسلم کے ہاتھ کو تیر چلانے میں مدد دی تو وہ شکار حرام ہے اگر درخت کا ایک حصہ حرم میں ہے اور ایک حصہ حل میں ہے تو اس درخت کو کاٹنا جائز نہیں۔[2]

اسی قاعدہ میں یہ قاعدہ بھی شامل ہے: إِذَا تَعَارَضَ الْمَانِعُ وَالْمُقْتَضٰى فَإِنَّهُ يُقَدِّمُ الْمَانِعُ

یعنی مانع اور مقتضی میں جب تعارض ہوگا تو مانع مقدم کیا جائے گا اس صورت میں حکم عدم جواز کا ہوگا لہٰذا اگر وقت تنگ ہے یا پانی کی مقدار کم ہے اس صورت میں سنن وضو ادا کرتا ہے تو وقت نماز ختم ہوجائے گا یا پانی پورا نہ ہوگا تو سنن ادا کرنا جائز نہیں اس قاعدے کے بھی کچھ مستثنیات ہیں۔[3]

قاعدہ نمبر ۲۶:

لا إِيْثَارَ فِي الْقُرَبِ "۴۸۰"

یعنی قربات وعبادات میں ایثار نہیں ہے۔ سیدنا شیخ عزالدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ چونکہ قربات وعبادات میں ایثار نہیں ہے اس لئے اگر کسی کے پاس صرف اتنا کپڑا ہے کہ جس سے اپنا مفروضہ ستر[4] چھپا سکے اسے یہ کپڑا دوسرے کو ستر چھپانے کے لیے دینا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر نماز کا وقت آگیا اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ اپنا وضو کرے اور وہ پانی کسی دوسرے کو وضو کے لئے دیدے تو یہ جائز نہیں کیونکہ ایثار ان معاملات میں ہے جن کا تعلق نفوس سے ہے نہ ان معاملات میں جن

1 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأول:القواعدالکلیۃ،النوع الثاني،القاعدۃ الأولی،ص۸۹،۹۰،وغیرھا.

2 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأول:القواعدالکلیۃ،النوع الثاني،القاعدۃ الثانیۃ،ص۹۳۔۹۵.

3 ......المرجع السابق،ص۱۰۰.

4 ......یعنی جسم کا وہ حصہ جسے چھپانا فرض ہے۔

کا تعلق قربات وعبادات سے ہے۔[1] ''شرح المہذب'' باب الجمعۃ میں یہ جزئیہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص صف میں جہاں بیٹھا ہے وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھایا جائے گا کہ دوسرا آدمی اس کی جگہ بیٹھے ہاں اگر وہ بااختیار خود اٹھے تو کراہت نہیں۔[2] اگر کوئی جاں بلب بھوکا (مضطر) اپنا کھانا دوسرے مضطر کو کھلا دے تو یہ ایثار محمود ہے اور اس پر وہ ماجور ہوگا[3] یہ اپنا ایثار فی النفس ہے اور آیت ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾[4] کے تحت میں آتا ہے۔[5]

قاعدہ نمبر۲۷:

اَلتَّابِعُ تَابِعٌ

یعنی تابع متبوع کے حکم میں داخل ہے۔ جیسے حمل والے جانور کی بیع میں حمل اپنی ماں کے تابع ہے اس کی بیع الگ سے نہ ہوگی ایسے ہی راستے اور پانی زمین کے تابع ہیں ان کی بیع الگ سے نہ ہوگی۔[6]

قاعدہ نمبر۲۸:

اَلتَّابِعُ يَسْقُطُ بِسُقُوْطِ الْمَتْبُوْعِ "۸۵"

متبوع کا حکم ساقط ہونے سے تابع کا حکم بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ جیسے جس کی نمازیں ایام جنون میں جنون کی وجہ سے ساقط ہوگئیں وہ ان نمازوں کے ساتھ کی سنتوں کی قضا بھی نہ کرے گا وہ بھی ساقط ہوجائیں گی۔ اسی طرح جس کا حج فوت ہوگیا اور اس نے عمرہ ادا کرکے احرام کھول دیا اس پر منٰی میں رمی جمار[7] اور شب گزارنا بھی نہیں رہا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں وقوف عرفہ کے تابع ہیں اور وہ ساقط ہوگیا اس کے برعکس دیوان خراج سے جن لوگوں کے وظائف مقرر ہیں جیسے مجاہدین، علماء کرام، طلبہ اور مفتیان عظام اور فقہاء یہ لوگ اگر وفات پاجائیں تو ان کے وظائف ان کی اولاد کے لئے مقرر کردیئے جائیں گے۔ اسی قاعدے کے قریب یہ قاعدہ بھی ہے: يَسْقُطُ الْفَرْعُ إِذَا سَقَطَ الأَصْلُ اس پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ جب اصیل بری ہوجائے گا تو اس کا کفیل بھی بری ہوجائے گا۔[8]

---

1 ......''الأشباه والنظائر''، الفن الأول فی القواعدالكلية، النوع الثانی، القاعدة الثالثة، ص١٠١.

2 ......''المجموع شرح المهذب''، كتاب الجمعة، باب هيئة الجمعة، ج٤، ص٥٤٥.

3 ......یعنی اس پر اسے اجر ملے گا۔

4 ......پ٢٨، الحشر: ٩.

5 ......''الأشباه والنظائر''، الفن الأول فی القواعدالكلية، النوع الثانی، القاعدة الثالثة، ص١٠١.

6 ......المرجع السابق، القاعدة الرابعة، ص١٠٢.

7 ......یعنی شیطان کو کنکریاں مارنا۔

8 ......''الأشباه والنظائر''، الفن الأول فی القواعدالكلية، النوع الثانی، القاعدة الرابعة، ص١٠٣.

قاعدہ نمبر۲۹:

اَلتَّابِعُ لا یَتَقَدَّمُ عَلَی الْمَتْبُوْعِ "۸٦"

یعنی تابع اپنے متبوع پر مقدم نہ ہوگا لہٰذا نماز کی تکبیر افتتاح میں مقتدی امام سے پہلے تکبیر تحریمہ نہیں کہہ سکتا۔اسی طرح ارکان نماز کی ادائیگی میں امام پر تقدیم نہیں کرسکتا، لہٰذا مقتدی کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ نماز ادا کرنے میں امام سے پہلے رکوع و سجود میں نہ جائے نہ امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے۔ (1) فتاویٰ قاضی خان میں اس کی تفریعات موجود ہیں۔ (2)

قاعدہ نمبر۳۰:

تَصَرُّفُ الإمَامِ عَلَی الرَّعِیَّةِ مَنُوْطٌ بِالْمَصْلِحَةِ "۸۷"

یعنی غیر منصوص اُمور میں امام کا تصرف رعایا پر مصلحت پر موقوف ہے یہ قاعدہ فقہ کی متعدد کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمة اللہ تعالٰی علیہ نے بھی اپنی کتاب ''الخراج'' میں اس کا متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے لہٰذا امام، سلطان یا خلیفہ کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ ایسے قاتل کو معاف کردے جس کا مقتول لاوارث ہو یعنی اس کا کوئی ولی و وارث نہ ہو بلکہ اسے رعایا کی مصلحت کی خاطر یا قصاص لینا چاہیے یا دیت۔عامۃ المسلمین کے مصالح کے پیش نظر امام زیلعی نے بیت المال کے سرمایہ کو چار شعبوں میں تقسیم فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ وہ ان چار شعبوں کے اموال کو الگ الگ رکھے تاکہ ایک دوسرے کا مال مل نہ سکے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے احکام و مسائل جداگانہ ہیں جو اسی شعبہ کے ساتھ خاص ہیں۔ (3)

''محیط'' کی کتاب الزکوٰۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ عامۃ المسلمین کی مصلحتوں کے تقاضہ کے مطابق یہ بات رائے امام پر ہے کہ وہ کسی کو امداد زیادہ دیدے اور کسی کو کم یا سب کو برابر برابر لیکن اس فرق یا تسویہ میں اس کی خواہش نفس یا اغراض فاسدہ کو دخل نہ ہونا چاہیے لیکن ہر ایک کو اتنا ہی حلال ہے جو اس کی ضروریات اور اس کے عیال و اعوان کی ضروریات کو کفایت کرے اگر بیت المال میں اہل حقوق کی ادائیگی کے بعد بھی کچھ روپیہ بچ جائے تو اس کو عامۃ المسلمین کے کام میں لائے اگر اس نے اس عمل میں کوتاہی کی تو اس کا حساب اللہ تعالٰی لے گا۔امام زیلعی فرماتے ہیں امام پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور ہر مستحق کو اس کی ضرورت کے مطابق دے نہ کم نہ زیادہ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالٰی اس سے حساب لے گا۔ (4)

---

1. ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعد الكلية،النوع الثانی،القاعدة الرابعة،ص۱۰۳.
2. ......"الفتاوی الخانية"،كتاب الصلوة،باب افتتاح الصلوة،ج۱،ص۴۲.
3. ......"تبيين الحقائق"،كتاب السير،باب العشر والخراج والجزية،ج۴،ص۱۷۱.
و"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالكلية،النوع الثانی،القاعدة الخامسة،ص۱۰۵.
4. ......"تبيين الحقائق"،كتاب السير،باب العشر والخراج والجزية،ج۴،۱۷۱.

حضرت سعید بن منصور نے حضرت یرفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ [1] سے روایت بیان کی وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں خود کو اللہ کے مال کا (یعنی بیت المال واموال غنائم واموال عشر و خراج وزکوۃ وغیرہا کا) ایسا ہی ذمہ دار سمجھتا ہوں جیسے کوئی یتیم کا والی اس کے مال کا ذمہ دار ہوتا ہے (جب تنگدست ہوتا ہوں تو اس سے بقدرِ کفایت لے لیتا ہوں اور جب خوشحال ہوتا ہوں) [2] تو اسے بیت المال کو واپس کر دیتا ہوں اور جب غنی ہوتا ہوں تو اس سے بچتا ہوں۔ [3] اسی قاعدہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول و عمل کے مطابق یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام یا سلطان یا خلیفہ یا اُولی الامر اُمور عامۃ المسلمین کے پیش نظر کوئی حکم دے تو وہ اسی وقت نافذ ہوگا جب وہ شرعاً مصلحت عامہ کے مطابق ہو ورنہ نہیں۔ [4]

''فتاویٰ قاضی خان'' کتاب الوقف میں یہ جزیہ مذکور ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ مقبوضہ شہر کی کسی اراضی پر دوکانیں بنوا کر مسجد پر وقف کر دیں یا مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی مسجد میں برابر کی زمین لے کر توسیع کر لیں تو اگر یہ شہر جنگ سے فتح کیا گیا تھا اور مسجد کی یہ توسیع یا دوکانوں کی تعمیر گزرنے والوں اور راستہ چلنے والوں کے لئے تکلیف دہ ثابت نہ ہوگی، اس صورت میں بادشاہ کا حکم نافذ ہو جائے گا اور اگر یہ شہر بذریعہ جنگ نہیں بلکہ بذریعہ صلح قبضہ میں آیا تھا تو وہ اراضی علیٰ حالہ اپنے مالک کی ملکیت میں باقی رہے گی اور بادشاہ کا حکم نافذ نہ ہوگا۔'' [5] اسی طرح قاضی کا تصرّف اموال یتامیٰ اور ترکات اور اوقاف میں مصلحت سے مقید ہے یعنی اگر اس میں مصلحت شرعیہ ہے اور شریعت اسے جائز کرتی ہے تو قاضی کا تصرف نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔ ''ذخیرہ'' و ''ولواجیہ'' میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر قاضی بغیر شرط واقف کسی مسجد میں فراش [6] مقرر کر دے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں اور نہ فراش کو وہ تنخواہ کھانی حلال ہے جو اسے اس وقف سے ملی ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بلا شرطِ واقف وقف میں سے وظائف دینا بطریق اولیٰ ناجائز ہے حالانکہ مسجد کو فراش کی ضرورت ہے پھر بھی بغیر شرط واقف اس میں فراش مقرر نہیں کیا جا سکتا پھر اس میں سے وظائف کیسے مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ [7] (الاشباہ ۸۹)

---

1 ...... کتبِ حدیث وتراجم اعلام کی مراجعت کے بعد یہ ہی ثابت ہوا کہ مذکورہ حدیث کے راوی ''براء'' نہیں بلکہ ''یرفا'' ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ہیں، اس کی وضاحت خود ''سنن سعید بن منصور'' میں اسی مقام پر موجود ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... علمیه

2 ...... بہارِ شریعت میں اس مقام پر کچھ عبارت لکھنے سے رہ گئی تھی جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لہذا بریکٹ میں ہم نے ''سنن سعید بن منصور'' سے اصل حدیث کو دیکھ کر مذکورہ عبارت کا اضافہ کر دیا۔... علمیه

3 ......''سنن سعید بن منصور''، تفسیر سورۃ المآئدۃ، الحدیث: ۷۸۸، ج ٤، ص ۱۵۳۸.

4 ......''الأشباہ والنظائر''، الفن الأول فی القواعد الکلیة، النوع الثانی، القاعدۃ الخامسة، ص ۱۰٦.

5 ......''الفتاوی الخانیة''، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہٗ...إلخ، ج ۲، ص ۲۹۸.

6 ......خادمِ مسجد یعنی مسجد میں صفائی، ستھرائی کی خدمت کرنے والا۔

7 ......''الأشباہ والنظائر''، الفن الأول فی القواعد الکلیة، النوع الثانی، القاعدۃ الخامسة، ص ۱۰٤، ۱۰۷.

قاعدہ نمبر ۳۱:

اَلْحُدُوْدُ تُدْرَءُ بِالشُّبُهَاتِ "۹۰"

یعنی حدود شک وشبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ یہ حدیث ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے[1] اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی "اِدْفَعُوا الْحُدُوْدَ مَا اسْتَطَعْتُمْ"[2] جہاں تک ممکن ہو حدود کو دور کرو، امام ترمذی وحاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی "اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ وَّجَدْتُّمْ لِمُسْلِمٍ مَّخْرَجًا فَخَلُّوْا سَبِیْلَهٗ "[3] مسلمانوں سے حدود کو دور کرو جہاں تک ممکن ہو اور اگر تم کسی مسلمان کے لئے اس سے نکلنے کا راستہ پاؤ تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ امام اگر معاف کر دینے میں خطا کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کر جائے۔"

صاحبِ فتح القدیر فرماتے ہیں: فقہائے امصار وبلاد کا اس پر اجماع ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ شبہ وہ ہے جو ثابت تو نہ ہو لیکن ثابت کے مشابہ ہو، علمائے احناف نے شبہ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) شُبْهَةٌ فِی الْفِعْلِ اس کو شُبْهَةُ الْاِشْتِبَاہ بھی کہتے ہیں۔(۲) شُبْهَةٌ فِی الْمَحَلِ (۳) شُبْهَةٌ فِی الْعَقْدِ

پہلی قسم شُبْهَةُ الاشْتِبَاہ کی صورت یہ ہے کہ جیسے کسی پر اس شے کی حلت وحرمت مشتبہ ہوجائے جیسے وہ یہ بدگمانی کرے اس کی بیوی کی لونڈی سے مجامعت ووطی کرنا حلال ہے یا اپنے باپ ماں یا دادا کی باندی سے وطی کرنا اس کے لیے جائز ہے یا یہ گمان کرے کہ اسے اپنی مطلقہ ثَـلٰثه سے دورانِ عدت وطی کرنا جائز ہے۔ ان صورتوں میں اگر اس نے وطی کر لی تو اس پر حد قائم نہ ہوگی لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ مجھے اس کا علم تھا کہ یہ حرام ہیں تو اس پر حد قائم کر دی جائے گی۔

دوسری قسم شُبْهَةٌ فِی الْمَحَل کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی باندی، طلاق بالکنایہ سے مطلقہ، فروخت کردہ باندی جس کو ابھی خریدار کے قبضہ میں نہیں دیا ہے اور وہ باندی جو اپنی بیوی کے مہر میں دی لیکن ابھی اس کو بیوی کے قبضہ میں نہیں دیا ہے وغیرہا ان تمام صورتوں میں اگر وہ ان کے ساتھ وطی کرے گا تو اس پر حد قائم نہ ہوگی اگر چہ وہ یہ اقرار کرے کہ میں ان کے حرام ہونے کو جانتا تھا۔

تیسری قسم شُبْهَةٌ فِی الْعَقْد کی صورتیں یہ ہیں کہ کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا بعد عقد نکاح اس سے وطی کی اگر وہ یہ کہے کہ مجھے اس کے حرام ہونے کا علم تھا تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی اور اگر اسے علم نہ تھا حد

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول فی القواعدالکلیة، النوع الثانی، القاعدة السادسة، ص۱۰۸.

2 ......"سنن ابن ماجه"، کتاب الحدود، باب السّتر علی المؤمن...إلخ، الحدیث:۲۵۴۵، ج۳، ص۲۱۹.
و"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول فی القواعدالکلیة، النوع الثانی، القاعدة السادسة، ص۱۰۸.

3 ......"سنن الترمذی"، کتاب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود، الحدیث:۱۴۲۹، ج۳، ص۱۱۵.
و"المستدرك" للحاکم، کتاب الحدود، باب ان وجدتم لمسلم...إلخ، الحدیث:۸۲۲۴، ج۵، ص۵۴۹.

قائم نہ ہوگی۔ایسے ہی اس عورت سے وطی کرنا جس کے ساتھ نکاح صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔اسی طرح شراب کو دوا کے طور پر پیا (بشرطیکہ معالج نے ضروری قرار دیا ہو) ان تمام صورتوں میں حد قائم نہ کی جائے گی۔چونکہ حدود شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اسی لئے حدود عورتوں کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتیں نہ کتابُ الْقاضِی اِلَی الْقاضِی سے اور نہ شَہادَت عَلَی الشَّھادَت سے نہ حالت نشہ میں حدود خالصہ کے اقرار سے کہ ان تمام صورتوں میں شبہات ہیں ان کے علاوہ شبہات کی اور صورتیں بھی ہیں۔[1]

فائدہ:

حدود میں مُتَرْجِمْ[2] کا قول قبول کرلیا جائے گا جس طرح دیگر معاملات میں مترجم کا قول قابلِ قبول ہے اور قصاص بھی شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے جس طرح کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں اور قصاص بھی انہیں چیزوں سے ثابت ہوتا ہے جن سے حدود ثابت ہوتے ہیں برخلاف تعزیر کے کہ وہ شبہ کی موجودگی میں بھی ثابت ہو جاتی ہے، اس میں قسم بھی لی جاتی ہے جب کہ حدود و قصاص میں قسم نہیں لی جاتی، تعزیر میں انکارِ جرم کے باوجود فیصلہ دیا جاتا ہے۔[3]

قاعدہ نمبر۳۲:

اَلْحُرُّ لایَدْخُلُ تَحْتَ الْیَدِ

یعنی آزاد مرد و عورت پر کوئی قبضہ نہیں ہوسکتا لہٰذا اگر کوئی شخص کسی آزاد مرد و عورت یا بچہ کو غصب کر کے لے گیا اور پھر وہ اس کے قبضہ میں اچانک قدرتی موت مرگیا تو غاصب اس کی جان کا ضمان دینے کا ذمہ دار نہ ہوگا۔[4] اس کے برخلاف اگر وہ ان کو غصب کر کے ہلاکت کی جگہ لے گیا جہاں خونخوار درندے یا زہریلے سانپ رہتے ہوں یا وہاں بالعموم بجلیاں گرتی ہوں یا وہاں مہلک بیماریاں پھیلی ہوں اور وہاں ہلاک ہوگئے تو اس صورت میں غاصب کے عاقلہ پر (ورثاء پر) ان کی دیت واجب ہوگی لیکن یہ ضمان اتلاف جان ہے، ضمانِ غصب نہیں۔اس قاعدہ سے زوجہ خارج ہے۔[5]

قاعدہ نمبر۳۳:

إِذَا اجْتَمَعَ أَمْرَانِ مِنْ جِنْسٍ وَّاحِدٍ وَّلَمْ یَخْتَلِفْ مَقْصُوْدُ ھُمَا دَخَلَ أَحَدُ ھُمَا فِی الْأخَر.

---

1 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالکلیة،النوع الثانی،القاعدة السادسة،ص۱۰۸،۱۰۹.
و"الفتح القدیر"،کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد...إلخ، ج۵، ص ۳۲،۳۳.

2 ......یعنی ترجمان۔

3 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالکلیة،النوع الثانی،القاعدة السادسة،ص۱۰۸۔۱۱۱.

4 ......بہارشریعت میں اس مقام پر"ضمان دینے کا ذمہ دار ہوگا" لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے"ضمان دینے کا ذمہ دار نہ ہوگا"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...علمیه

5 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالکلیة،النوع الثانی،القاعدة السابعة،ص۱۱۱.

یعنی جب دو چیزیں ایک ہی جنس کی جمع ہوجائیں اور ان کا مقصد بھی مختلف نہ ہوتو وہ ایک دوسرے میں داخل ہوجاتی ہیں جیسے حدث وجنابت جب ایک ہی شخص میں جمع ہوں یا جنابت اور حیض ایک ہی عورت میں جمع ہوں تو ان پر ایک ہی غسل فرض ہوگا اور ایک ہی غسل دونوں کے لیے کافی ہے اور جیسے اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز فرض وسنت ادا کی تو یہی نماز تَحِیَّةُ الْمَسْجِد کے لئے بھی کافی ہے یا جیسے کسی سے ایک ہی نماز میں دو واجب یا ایک واجب کئی بار سہواً ترک ہوا تو اس کے لئے ایک ہی بار سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے۔[1]

قاعدہ نمبر ۳۴:

إِعْمَالُ الْكَلَامِ أَوْلٰى مِنْ إِهْمَالِهِ مَتٰى أَمْكَنَ فَإِنْ لَّمْ يُمْكِنْ أُهْمِلَ "۹۶"

یعنی جہاں تک ممکن ہو کلام کو بامعنی بنایا جائے مہمل قرار نہ دیا جائے ہاں اگر اسے بامعنی بنانا ممکن نہ ہو تو پھر اسے مہمل قرار دیا جائے۔ اسی بنیاد پر ہمارے علمائے اصول اس امر پر متفق ہیں کہ کسی کلام کو اگر اس کی حقیقت پر محمول کرنا متعذر ہو[2] تو وہ مجاز پر محمول کیا جائے گا اسے مہمل قرار نہ دیا جائے گا اگر وہ حقیقت اور مجاز میں سے کسی پر بھی محمول نہ کیا جاسکے تو اسے مہمل قرار دیا جائے گا یا اگر یہ صورت ہے کہ کوئی لفظ ایسا ہو جو حقیقت اور مجاز میں مشترک ہو اور وجہ ترجیح موجود نہ ہو تب بھی وہ مہمل قرار دیا جائے گا۔

اس قاعدہ کے مطابق اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ میں اس درخت سے کچھ نہیں کھاؤں گا پھر اس نے اس کا پھل کھایا یا اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے کوئی کھانے کی چیز خرید کر کھائی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا یا اس نے یہ قسم کھائی کہ میں یہ آٹا نہیں کھاؤں گا پھر اس نے اس آٹے سے پکی ہوئی روٹی کھائی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں کلام کو حقیقت پر محمول کرنا متعذر رہے لہٰذا مجازی معنی لیے گئے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے جس کا باپ معلوم ومعروف ہے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے تو وہ عورت اس پر حرام نہ ہوگی کیونکہ یہاں حقیقت ومجاز دونوں متعذر ہیں لہٰذا یہ کلام مہمل قرار دیا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک سے کہا تجھے چار طلاقیں ہیں اس نے کہا مجھے تو تین ہی کافی ہیں اس پر شوہر نے کہا[3] تین طلاقیں تیرے لئے اور باقی تیری ساتھی پر اس صورت میں پہلی پر طلاقیں ہوجائیں گی اور دوسری پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں کلام کو عمل میں لانا ممکن نہیں لہٰذا مہمل قرار دیا جائے گا کیونکہ شریعت نے صرف تین طلاقیں مقرر فرمائی ہیں اور زیادہ کو باطل کیا ہے لہٰذا چوتھی طلاق واقع کرنا ممکن نہیں اس لئے باقی تیری ساتھی پر اس کا یہ کلام مہمل قرار دیا جائے گا اور دوسری بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی[4] اسی قاعدہ میں یہ قاعدہ شامل ہے ''اَلتَّاسِيْسُ خَيْرٌ مِّنَ التَّاكِيْد'' تاکید کے مقابلے میں تاسیس بہتر ہے یعنی کسی کلام کو تاکید قرار دینے

---

1 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول في القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الثامنة،ص١١٢.

2 ......یعنی مشکل ہو۔

3 ......بہارِشریعت میں اس مقام پر (تجھے چار طلاقیں ہیں، اس نے کہا مجھے تو تین ہی کافی ہیں اس پر شوہر نے کہا)، لکھنے سے رہ گیا تھا جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لہٰذا بریکٹ میں اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔...علمیه

4 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول في القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة التاسعة،ص١١٤.

کے مقابلے میں اصل بنیاد اور بناء کلام قرار دینا مختار ہے لہٰذا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق طلاق طلاق تو اسے تین طلاقیں واقع ہوں گی اگر شوہر یہ کہے کہ میں نے تاکید مراد لی تھی تو دیانۃً اس کی تصدیق کر دی جائے گی لیکن قضاءً نہیں۔ (1)

قاعدہ نمبر ۳۵:

اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَان

یعنی منافع ضامن ہونے کے عوض ہیں یعنی کسی شے سے نفع حاصل کر لینے کا کوئی معاوضہ دینا نہ ہوگا لیکن نفع حاصل کرنے والا اس شے کے ہلاک ہو جانے کی صورت میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ ''الخراج بالضّمان'' حدیث صحیح ہے جس کو امام احمد، ابوداوٗد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وابن حبان رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے بعض راویوں نے اس کا سبب بھی بیان فرمایا ہے واقعہ یہ تھا کہ ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) نے ایک غلام خریدا کچھ دنوں وہ ان کے پاس رہا پھر انھیں اس غلام میں کوئی نقص اور عیب معلوم ہوا انہوں نے معاملہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا، خیارِ عیب کی وجہ سے آپ نے اس غلام کو واپس کرا دیا۔ بائع نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم! اس مشتری (خریدار) نے میرے غلام سے منافع حاصل کئے ہیں۔'' (مطلب یہ تھا کہ ان منافع کا معاوضہ مجھے دلایا جائے) آپ (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: ''الخراج بِالضَّمان'' یعنی منافع ضمان کے عوض میں ہیں۔ (2)

حضرت ابوعبید (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا اس حدیث میں الخراج کا مطلب غلام کے منافع ہیں کہ خریدار نے غلام خریدا اور اسے اپنے کام میں استعمال کیا اور ایک مدت کے بعد اس کے عیب پر مطلع ہوا جو کہ بائع نے اسے نہیں بتلایا تھا تو وہ اسے بائع کو واپس کر دے گا اور اس کی پوری قیمت واپس لے لے گا اور اس کے منافع سے فیضیاب ہوگا کیونکہ غلام اس کی ذمہ داری اور ضمان میں تھا کہ اگر وہ اس مدت میں ہلاک ہو جاتا تو یہ اس مشتری کا مال ہلاک ہوتا بائع پر کوئی ضمان وذمہ داری نہ ہوتی۔ کتاب ''الفائق'' میں الخراج کی تشریح میں بتایا کہ کسی چیز سے جو بھی فائدہ پہنچے وہ اس کا خراج ہے۔ درخت کا خراج اس کا پھل ہے اور جانوروں کا خراج ان کا دودھ اور ان کی نسل ہے۔ علامہ فخر الاسلام فرماتے ہیں یہ حدیث پاک جوامع الکلم میں سے ہے لہٰذا اس کی روایت بالمعنی جائز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث کثیر المعنی ہے اس لئے اس کو ایک معنی میں متعین نہیں کر سکتے اور روایت بالمعنی میں ایک معنی کے ساتھ خاص اور متعین ہو جائے گی۔ (3)

---

1 ......''الأشباہ والنظائر''،الفن الأول فی القواعدالکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃ التاسعۃ،ص ١٢٦.

2 ......''سنن ابن ماجہ''،کتاب التجارات، باب الخراج بالضمان،الحدیث:٢٢٤٣،ج٣،ص٥٧.

3 ......''أصول البزدوی''،باب شرط نقل المتون،ص ١٩١.

و''الأشباہ والنظائر''،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃ العاشرۃ،ص١٢٧.

قاعدہ نمبر ۳۶:

اَلسُّؤَالُ مُعَادٌ فِي الْجَوَابِ

یعنی سوال کے جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے۔علامہ بزازی اپنے ''فتاویٰ بزازیہ'' میں مسائل وکالت کے آخر میں بیان فرماتے ہیں کہ کسی نے کہا کہ زید کی بیوی مطلّقہ ہے اگر وہ اس گھر میں داخل ہویا[1] اس پر بیت اللّٰہ جانا ہے۔زید نے یہ سن کر کہاہاں تو زید ان دونوں باتوں کا حالف قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ جواب اس مضمون کے اعادہ کو متضمن ہے جس کا سوال میں ذکر ہے ایسے ہی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں طلاق والی ہوں (مطلقہ ہوں) شوہر نے کہا! ہاں، تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔[2] ''قنیہ''میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا تجھ پر اتنا قرضہ ہے وہ مجھے ادا کر دوسرے نے مذاق واستہزاء میں کہاہاں بہت خوب تو یہ اس کا اقرار ہے، یہ قرضہ اس سے لے لیا جائے گا۔[3]

قاعدہ نمبر ۳۷:

لَا يُنْسَبُ إِلٰى سَاكِتٍ قَوْلٌ

اس قاعدہ کی توضیحی مثالیں یہ ہیں کہ اگر مالک نے دیکھا کہ کوئی اجنبی اس کا مال فروخت کر رہا ہے اور وہ دیکھ کر خاموش رہا اسے منع نہیں کیا تو اس کے سکوت سے وہ اس کا وکیل بالبیع[4] نہیں بنے گا۔ایسے میں قاضی نے اپنے زیر ولایت نابالغ بچے یا معتوہ بے عقل یا کم عقل کو دیکھا کہ وہ خرید وفروخت کر رہا ہے اور یہ دیکھ کر قاضی نے سکوت اختیار کیا[5] تو قاضی کا یہ سکوت ان کے حق میں اذن فی التجارۃ نہیں ہوگا۔[6] ایسے ہی اگر کسی نے دیکھا کہ کوئی شخص اس کا مال تلف اور ضائع کر رہا ہے اور وہ خاموش رہا تو اس کی یہ خاموشی مال کے تلف کرنے کی اجازت نہیں قرار دی جائے گی۔اگر عورت نے بغیر اجازت ولی غیر کفو سے نکاح کرلیا تو ولی کا سکوت اس کی رضا نہیں تسلیم کیا جائے گا اگر چہ لمبی مدت گزر جائے عنین (نامرد) کی عورت کا سکوت اس کی رضا نہ مانا جائے گا خواہ وہ اس عنین کے ساتھ برسوں گزار دے۔[7] (جامع الفصولین)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری صاحب الاشباہ والنظائر نے اس قاعدہ کے کچھ مستثنیات فرمائے ہیں جن کو ''جامع الفصولین''

---

1 ……بہارشریعت میں اس مقام پر''اگر وہ اس گھر میں داخل ہوتو'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے''اگر وہ اس گھر میں داخل ہو یا''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں سے''تو'' کی جگہ''یا'' کر دیا ہے۔...علمیہ

2 ……''الفتاوی البزازیۃ''علی ہامش الہندیۃ، کتاب الوکالۃ،الفصل السابع فی الطلاق والعتاق،ج۵،ص۴۹۰.

3 ……''القنیۃ''،کتاب الاقرار،باب الجواب الذی یکون اقراراً،ص۴۳۹.

و''الأشباہ والنظائر''،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃالحادیۃ عشرۃ،ص۱۲۸،۱۲۹.

4 ……یعنی بیچنے کا وکیل۔ 5 ……یعنی خاموش رہا۔ 6 ……یعنی تجارت کی اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔

7 ……''الأشباہ والنظائر''،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃالثانیۃ عشرۃ،ص۱۲۹.

و''جامع الفصولین''،الفصل الرابع والثلاثون فی الأحکامات:الجزء الثانی،ص۱۴۰.

سے نقل کیا ہے ان کی تعداد تیس ہے پھر مزید سات کا اضافہ فرمایا دو "قنیہ" سے نقل فرمائے اور پانچ اپنی طرف سے کل ۳۷ سینتیس مستثنیات فرمائے ہیں۔ [1] لیکن ان میں اکثر ایک دوسرے قاعدہ کے اندر آجاتے ہیں اور وہ قاعدہ ہے۔

قاعدہ نمبر ۳۸:

اَلسُّكُوتُ فِيْ مَعْرِضِ الْبَيَانِ بَيَانٌ

یعنی مقام اظہار و بیان میں سکوت اختیار کرنا اظہار و بیان ہی مانا جائے گا جیسے نکاح سے قبل ولی [2] نے باکرہ (کنواری) سے اس کے نکاح کی اجازت طلب کی اور وہ ساکت رہی تو یہ اس کا نطق [3] و بیان مانا جائے گا اور اس کی اجازت شمار ہوگی ایسے ہی غیر باپ نے کسی نابالغہ باکرہ کا نکاح کر دیا اور وہ بوقتِ بلوغ خاموش رہی تو اس کی یہ خاموشی اس کی اجازت شمار ہوگی۔ کسی عورت نے قسم کھائی کہ وہ نکاح نہیں کرے گی پھر اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا اور وہ خاموش رہی تو وہ حانث ہو جائے گی۔ (یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی) حق شفعہ رکھنے والے کو جائیداد غیر منقولہ کی بیع کا علم ہوا اور وہ ساکت رہا تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا اس کا یہ سکوت اس کی رضا مانا جائے گا۔ باکرہ (کنواری) لڑکی کو خبر دی گئی کہ تمہارے ولی نے تمہارا نکاح کر دیا ہے یہ سن کر اس نے سکوت اختیار کیا تو یہ اس کی رضا ہے ماں نے اپنی بیٹی کا جہیز باپ کے مال و متاع سے دیا اور باپ نے سکوت اختیار کیا تو یہ اس کی رضا ہے اب اسے واپس لینے کا اختیار نہیں وغیرہا۔۱۱۳ [4]

درحقیقت ان دونوں قاعدوں کی صورتوں میں امتیاز کرنا مفتی وفقیہ کے لئے کثرت مطالعہ اور دقت نظر کا طالب ہے۔ لہٰذا مفتی کے لئے لازم ہے کہ وہ خوب غور و فکر اور کتب فقہیہ کا عمیق مطالعہ کر کے ایسے مسائل کا جواب تحریر کرے جس طرح عرف پر موقوف مسائل کا جواب بھی دقت نظر، مفتی کی ذہانت اور عرف زمانہ سے واقفیت کا طالب ہے۔

قاعدہ نمبر ۳۹:

اَلْفَرْضُ أَفْضَلُ مِنَ النَّفَلِ إِلَّا فِيْ مَسَائِلَ

یعنی فرض وواجب نفل سے افضل ہے اس کی صدہا مثالیں ہیں جو اظہر من الشّمس ہیں لیکن اس میں کچھ مستثنیٰ مسائل بھی ہیں جیسے نادار و تنگ دست مقروض کو اس کے قرض سے بری کر دینا یہ اس کو مہلت دینے سے افضل ہے جب کہ بری کر دینا مستحب

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃالثانیۃ عشرۃ،ص ۱۲۹۔۱۳۱.
و"جامع الفصولین"،الفصل الرابع والثلاثون فی الأحکامات،الجزء الثانی،ص۱۳۸.

2 ......یہاں ولی سے مراد ولی اقرب ہے، تفصیل کے لیے بہار شریعت، ج۲، حصہ۷، ص۵۰ ملاحظہ فرمائیے...علمیہ

3 ......یعنی بولنا۔

4 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃالثانیۃ عشرۃ،ص۱۲۹،۱۳۱،وغیرھا.

ہے اور مہلت دینا واجب ہے۔ ایسے ہی سلام میں پہل کرنا سنت ہے مگر یہ افضل ہے سلام کا جواب دینے سے جو کہ واجب ہے، اسی طرح وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ومندوب ہے مگر یہ افضل ہے اس وضو کرنے سے جو نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد نماز ادا کرنے کے لئے کیا جائے حالانکہ یہ وضو فرض ہے۔[1]

قاعدہ نمبر ۴۰:

مَاحَرُمَ أَخْذُهُ حَرُمَ إِعْطَاؤُهُ

یعنی جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ جیسے سود، زنا کی اجرت، کاہن اور نجومی کی فیس، رشوت اور گانے والے کی اجرت وغیرہا کہ ان میں سے ہر ایک کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے لیکن قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے یا اپنی عزت وآبرو بچانے کے لئے یا کسی کو اپنی ہجو سے روکنے کے لئے رشوت دینا جب کہ اس کے بغیر کام نہ چلے، دینے والے پر گناہ نہیں۔[2] لیکن لینے والے کے لئے بہرحال حرام وگناہ ہے۔[3] کہ یہ صورتیں اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ کے ماتحت آتی ہیں، اسی قاعدہ کے قریب یہ قاعدہ بھی ہے، یعنی قاعدہ نمبر ۴۱۔

قاعدہ نمبر ۴۱:

مَاحَرُمَ فِعْلُهُ حَرُمَ طَلَبُهُ

جس چیز کا کرنا حرام ہے اس کی طلب بھی حرام ہے۔ ذمی کو جزیہ دینا حرام ہے مگر اس سے طلب کرنا جائز ہے یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔[4]

قاعدہ نمبر ۴۲:

مَنِ اسْتَعْجَلَ الشَّيْءَ قَبْلَ أَوَانِهِ عُوقِبَ بِحِرْمَانِهِ

یعنی جو شخص کسی شے کو وقت سے پہلے حاصل کرنے میں جلدی کرے تو سزاءً وہ اس شے سے محروم کر دیا جائے گا جیسے اگر کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کر دے تاکہ جلد ہی اسے وراثت مل جائے تو قاتل وارث، مقتول مورث کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شوہر اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو بغیر اس کی طلب اور رضامندی کے تین طلاقیں دیدے تاکہ وہ

---

1 ...... "الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الثالثة عشرة، ص ۱۳۱.

2 ...... المرجع السابق، القاعدة الرابعة عشرة، ص ۱۳۲.

3 ...... "غمز عيون البصائر"، الفن الأوّل في القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الرابعة عشرة، ج ۱، ص ۳۹۱.

4 ...... "الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الرابعة عشرة، ص ۱۳۲.

وراثت سے محروم ہو جائے تو وہ عورت اس کی وراثت سے محروم نہ قرار دی جائے گی یہ شوہر اپنا مقصد حاصل کرنے میں محروم ہوگا۔[1]

قاعدہ نمبر ۴۳:

اَلْوِلَايَةُ الْخَاصَّةُ أَقْوٰى مِنَ الْوِلَايَةِ الْعَامَّةِ

یعنی ولایت خاصہ ولایت عامہ سے قوی تر ہوتی ہے جیسے قاضی کو کسی یتیم لڑکی یا لڑکے کے نکاح وتزویج[2] کا حق نہیں اگر اس کا ولی ہے خواہ وہ ولی عصبات میں سے ہو یا ذوی الارحام میں سے کیونکہ ولی کو ولایت خاصہ حاصل ہے اور قاضی کو ولایت عامہ، ولی خاص کو قصاص لینے صلح کرنے اور قاتل کو بلا معاوضہ معاف کرنے کا حق ہے، امام کو معاف کرنے کا حق نہیں۔

فائدہ:

ولی خاص تین قسم کے ہیں:

(۱) مال اور نکاح میں ولی، یہ صرف باپ دادا ہی ہو سکتے ہیں یہ ان کا ذاتی وصف ہے یہ اگر خود کو ولایت سے معزول بھی کرنا چاہیں تو یہ معزول نہ ہوں گے۔

(۲) فقط نکاح میں ولی، یہ تمام عصبات ہو سکتے ہیں اور ماں اور ذوی الارحام نیز ولایت وکیل، اس کی ولایت کو مؤکل معزول کر سکتا ہے اور وکیل اور ذوی الارحام بھی خود کو ولایت سے معزول کر سکتے ہیں۔

(۳) فقط مال میں ولی، اور وہ وہ اجنبی ہے جو وصی بنایا گیا ہو۔ وصی کی ولایت کو وصی بنانے والا معزول کر سکتا ہے اور غیر ایماندار و بد دیانت وصی کو قاضی بھی معزول کر سکتا ہے۔ لیکن وصی خود کو معزول نہیں کر سکتا۔[3] (الاشباہ والنظائر ۱۱۵) قاضی وصی کی موجودگی میں مال یتیم میں تصرف کا حق نہیں رکھتا۔

قاعدہ نمبر ۴۴:

لَاعِبْرَةَ بِالظَّنِّ الْبَيِّنِ خَطَؤُهٗ

یعنی جس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا پھر اس کا اعتبار نہیں۔ باب قضاء الفوائت میں اسی قاعدے کے ماتحت یہ جزیہ ہے اگر کسی صاحب ترتیب کی نماز عشاء قضاء ہوئی نماز فجر کے وقت اس نے گمان کیا کہ وقت فجر تنگ ہو گیا ہے اس نے فجر کی نماز ادا کر لی پھر یہ معلوم ہوا کہ وقت میں گنجائش ہے تو اس کی فجر کی نماز باطل[4] ہو جائے گی پھر یہ دیکھے کہ وقت میں گنجائش ہے تو پہلے نماز

---

1. ……"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الخامسة عشرة، ص ۱۳۲، ۱۳۳.
2. ……یعنی شادی کرانے کا۔
3. ……"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة السادسة عشرة، ص ۱۳۳، ۱۳٤.
4. ……یہاں لفظِ باطل سے مراد نماز کا موقوف ہونا ہے ورنہ نفل نماز میں تبدیل ہو جانا، تفصیل بہارِ شریعت، ج ۱، حصۂ چہارم، ص ۷۰۶، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ پر ملاحظہ فرمایئے۔…علمیه

عشاء ادا کرے کیونکہ یہ صاحب ترتیب ہے پھر فجر کی نماز پڑھے اور اگر وقت میں گنجائش نہ رہی ہو تو فقط فجر کی نماز کا اعادہ کرے۔[1] (شرح الزیلعی) اسی قاعدہ کے ماتحت دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے پانی کو نجس گمان کیا اور اس سے وضو کرلیا پھر معلوم ہوا کہ وہ پانی پاک تھا تو اس کا وضو جائز ہے۔[2] (خلاصہ) اسی طرح اگر صاحبِ نصاب زکوٰۃ نے مال زکوٰۃ ادا کرتے وقت زکوٰۃ دیئے جانے والے کو غیر مصرف زکوٰۃ[3] گمان کیا اور اس کو زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ مصرف ہے[4] تو جائز ہے بالاتفاق زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اس کے برعکس اگر اس نے کسی کو مصرف زکوٰۃ گمان کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غنی ہے یا خود اس کا بیٹا ہے تو طرفین کے نزدیک ادا ہوگئی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک ادا نہ ہوئی۔ اگر اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور گمان یہ کیا کہ یہ کپڑا نجس ہے پھر معلوم ہوا کہ کپڑا پاک ہے تو نماز کا اعادہ کرے۔ اگر اس نے نماز پڑھی اور خود کو محدث[5] گمان کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ باوضو ہے تو نماز جائز نہ ہوئی۔ ایسے ہی اگر کسی نے فرض نماز پڑھی اور اس کا گمان یہ ہے کہ ابھی وقت نہیں ہوا پھر معلوم ہوا کہ وقت ہوگیا ہے تو اس کی نماز جائز نہیں[6] (کمافی فتح القدیر) آخر کے چاروں مسائل میں مکلّف کے گمان کا اعتبار کیا گیا ہے نہ کہ نفس حقیقت کا اور اِن چار مسائل سے قبل کے مسائل میں اعتبار نفس الامر اور حقیقت واقعیہ کا ہے[7] اس لئے اگرچہ یہ تمام مسائل ظاہری طور پر ہم شکل سے نظر آتے ہیں لیکن ان کے حکم شرعی میں فرق ہے اور یہ وہ باریکیاں ہیں جن پر فقیہ کی نظر رہنی چاہیے۔

قاعدہ نمبر ۴۵:

ذِکْرُبَعْضِ مَالَا يَتَجَزَّأُ كَذِكْرِ كُلِّهٖ

یعنی ایسی چیز جس کی تجزی نہیں ہوتی اگر اس کے بعض کا ذکر کیا جائے تو کل کا ذکر کرنا ہے جیسے کسی نے اپنی بیوی کو نصف طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی یا اس نے نصف عورت کو طلاق دی تو کل کو طلاق واقع ہوگی۔ قاتل کے ایک حصہ جسم کو معاف کیا تو کل کو معاف ہوجائے گا اسی طرح اگر بعض وارثوں نے معاف کردیا تو کل کی جانب سے قصاص ساقط ہوجائے گا مگر اس صورت میں باقی وارثوں کا حصہ مال میں تبدیل ہوجائے گا جو قاتل کے اولیاء کو ادا کرنا ہوگا۔[8]

1 ...... "تبيين الحقائق"، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج١، ص٤٦٠.

2 ...... "خلاصة الفتاوی"، كتاب الطهارة، الجزء الأول، ج١، ص٥.

3 ...... یعنی جس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ 4 ...... یعنی اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ 5 ...... بے وضو۔

6 ...... "فتح القدير"، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها، ج١، ص٢٣٦.

7 ...... "الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة السابعة عشرة، ص١٣٤، ١٣٥.

8 ...... المرجع السابق، النوع الثاني، القاعدة الثامنة عشرة، ص١٣٥.

قاعدہ نمبر۴۶:

إِذَا اجْتَمَعَ الْمُبَاشِرُ وَالْمُتَسَبِّبُ أُضِيفَ الْحُكْمُ إِلَى الْمُبَاشِرِ

یعنی مباشر اور متسبب یعنی کسی فعل کا مرتکب اور سبب بننے والا دونوں جمع ہوں تو حکم مباشر کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

مثلاً کسی شخص نے زیادتی کرتے ہوئے ایک کنواں کھودا اور اس میں کسی دوسرے شخص نے کسی شے کو ڈال کر ضائع کر دیا تو ضمان کنواں کھودنے والے پر نہیں بلکہ کنوئیں میں ڈالنے والے پر ہے کیونکہ ڈالنے والا ہی فعل کا مرتکب ہے۔ ایسے ہی ایک شخص نے چور کو کسی کے مال کی مخبری اور راہ نمائی کی اور چور نے اسے چرالیا تو سارق[1] ضامن ہے بتلانے والے پر کچھ نہیں۔ ایسے ہی اگر کسی نے ناسمجھ بچے کو چھری دے دی یا ہتھیار دیا کہ وہ اسے تھامے رہے بچہ نے خود کو ہلاک کرلیا تو چھری یا ہتھیار دینے والے پر ضمان نہیں ہے لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں ضمان مباشر پر نہیں بلکہ متسبب پر ہے جیسے ودیعت جس کے پاس رکھی گئی ہے اس نے خود چور کو اس امانت اور ودیعت کی جگہ بتلائی اور چور نے اسے چرالیا تو اس صورت میں امانت دار ضامن ہوگا۔

کسی عورت کے ولی نے کہا کہ وہ عورت آزاد ہے اس سے نکاح کرلو یا اس عورت کے وکیل نے یہی کہا کہ وہ عورت آزاد ہے اس سے نکاح کرلو پھر بچہ پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دوسرے کی باندی[2] ہے تو مباشر، متسبب سے بچہ کی قیمت واپس لے گا۔ بچہ کو چھری دی کہ وہ اسے رکھے وہ چھری بچہ پر گری اور اسے زخم پہنچا تو اس کا ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر ہوگا۔[3]

متاخرین علماء فقہ نے تغیر احوال زمانہ کے پیش نظر بہت سی صورتوں میں ضمان مباشر کی بجائے متسبب پر رکھا ہے جس کا ذکر ہم کرچکے ہیں۔[4]

فائدہ: مفہوم مخالف مع اپنی اقسام کے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک معتبر ہے (سوائے مفہوم لقب کے)[5] اور احناف کے نزدیک کلام شارع میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ''شرح تحریر'' میں ہے: فَقَدْ نَقَلَ الشَّيْخُ جَلَالُ الدِّيْنِ الْخَبَّازِيُّ فِيْ حَاشِيَةِ الْهِدَايَةِ عَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْكُرْدَرِيِّ أَنَّ تَخْصِيصَ الشَّيْءِ بِالذِّكْرِ لَا يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ فِيْ خِطَابَاتِ الشَّارِعِ فَأَمَّا فِيْ مُتَفَاهِمِ النَّاسِ وَعُرْفِهِمْ وَفِي الْمُعَامَلَاتِ وَالْعَقْلِيَاتِ يَدُلُّ انْتَهٰى وَتُدَاوِلُهُ الْمُتَأَخِّرُوْنَ.[6] (رسائل ابن عابدین، ج۱ص۴۱)

---

1 ...... چور۔ 2 ...... لونڈی۔

3 ...... بہارِ شریعت میں اس مقام پر ''ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر نہ ہوگا'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے ''ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر ہوگا''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...**علمیه**

4 ......''الأشباه والنظائر''، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة التاسعة عشرة، ص۱۳۵، ۱۳۶.

5 ...... مفہوم مخالف کی پانچ قسمیں ہیں، مفہوم الصفة، مفهوم الشرط، مفهوم الغاية، مفهوم العدد، مفهوم اللقب، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک مفہوم اللقب معتبر نہیں ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے وضاحت فرمائی ہے اسی لئے ہم نے متن میں بریکٹ لگا کر اضافہ کردیا ہے۔...**علمیه**

6 ......''مجموعة رسائل ابن عابدين''، شرح عقود رسم المفتي، الجزء الاول، ص۴۱.

و''التقرير والتحبير شرح التحرير''، مفهوم المخالفة، ج۱، ص۱۵۴.

یعنی شیخ جلال الدین خبازی نے ''ہدایہ'' کے حاشیہ میں شمس الائمہ کردری سے نقل کیا کہ خطابات شارع میں کسی حکم میں کسی شے کو خصوصیت کے ساتھ بیان کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس حکم کی اس شے کے ماسوا سے نفی کردی گئی ہاں لوگوں کے عرف اور فہم، معاملات اور عقلیات میں کسی شے کے خصوصیت سے ذکر کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ماسوا سے اس حکم کی نفی ہے اس پر متاخرین کا عمل ہے۔

قواعد کلیہ اور اصول فقہیہ میں سے ہم نے یہ صرف چھیالیس قواعد مشتے نمونہ ازخروارے بیان کئے ہیں ورنہ ایسے قواعد کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے مشہور مالکی فقیہ امام قرافی نے اس قسم کے ۵۴۸ قواعد جمع فرمائے ہیں۔جن کو انہوں نے اپنی کتاب ''أَنْوَارُالْبُرُوْق فِيْ أَنْوَاءِ الْفُرُوْق ''میں بیان فرمایا ہے۔

بہت سی احادیث اور آیاتِ قرآنیہ ایسی ہیں جن سے اس قسم کے قواعد کلیہ اخذ کئے جاسکتے ہیں جیسے۔

(۱) اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمَةِ [1] (۲) مَا رَآه الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ [2] (۳) اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ [3] (۴) وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى [4] (۵) كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ [5] (۶) اَللّٰهُ فِي عَوْنِ عَبْدِهٖ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ [6] (۷) وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا [7] (۸) وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ [8] (۹) مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ [9] (۱۰) كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعاً فَهُوَ رِبًا [10] (۱۱) دَمُ الْمُسْلِمِ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ حَرَامٌ [11] (۱۲) لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ

---

1 ......''اتحاف السادة المتقين''، كتاب عجائب القلب، بيان تفضيل مداخل...إلخ، ج۸، ص۵۲۴.

2 ......''المعجم الأوسط''، الحديث:۳۶۰۲، ج۲، ص۳۸۳.

3 ......''صحيح مسلم''، كتاب البر والصلة...إلخ، باب المرء مع من أحب، الحديث:۱۶۵ـ(۲۶۴۰)، ص۱۴۲۰.

4 ......پ۶، المآئدة:۲.

5 ......''صحيح مسلم''، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر...إلخ، الحديث:۷۲ـ(۲۰۰۲)، ص۱۱۰۹.

6 ......''صحيح مسلم''، كتاب الذكر والدعاء...إلخ، باب فضل الاجتماع...إلخ، الحديث:۳۸ـ(۲۶۹۹)، ص۱۴۴۸.

7 ......پ۲۵، الشورى:۴۰.

8 ......پ۲، البقرة:۲۲۸.

9 ......''سنن أبي داؤد''، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، الحديث:۴۰۳۱، ج۴، ص۶۲.

10 ......''كنزالعمال''، كتاب الدين والمسلم، قسم الاقوال، فصل في الواحق كتاب الدين، الحديث: ۱۵۵۱۲، ص۹۹.
و''كشف الخفاء''، حرف الكاف، الحديث:۱۹۸۹، ج۲، ص۱۱۵.

11 ......''صحيح مسلم''، كتاب البر والصلة...إلخ، باب تحريم ظلم المسلم، الحديث ۳۲ـ(۲۵۶۴) ص ۱۳۸۷.

یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی کسی کتاب میں ہمیں نہیں ملی، ''صحیح مسلم'' میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ''كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه'' ملی، لہٰذا اس کا حوالہ دیا گیا۔...علمیه

مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ [1] (۱۳) مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا [2] (۱۴) مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا [3] (۱۵) بَشِّرُوْا وَلَاتُعَسِّرُوْا [4] (۱۶) دَوَاعِيُ الْحَرَامِ حَرَامٌ [5] (۱۷) خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا [6] (۱۸) اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ [7]

ان تمام قواعد کے ماتحت بے شمار جزئیات ہیں مفتی اور فقیہ غیر منصوص مسائل میں جن پر کوئی شرعی استدلال نہ ہو نئے پیش آنے والے مسائل میں ان اصول وقواعد کی روشنی میں حکم شرعی کی تخریج کرسکتا ہے بشرطیکہ فقہ پر اس کی نظر ہو۔ بارھویں صدی کے بعد سوائے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کسی فقیہ نے ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ سے مسائل کا استنباط نہیں کیا اور یہ بات علامہ شامی کی خصوصیات میں سے ہوکر رہ گئی۔ تیرھویں اور چودھویں صدی کے ہندوستانی علماءِ فقہ میں واحد شخصیت علامہ احمد رضا علیہ الرحمہ کی ہے جنھوں نے مسائل کے استنباط میں بہ کثرت ان قواعد فقہیہ سے استنباط واستخراج فرمایا۔ ان کے فتاویٰ رضویہ میں بڑی تعداد میں ان اصول اور قواعد فقہیہ کا ذکر ملے گا یہ اس امر کا شاہد عادل ہے کہ علامہ شامی کی طرح امام احمد رضا علیہ الرحمہ بھی فقہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے جن کی نظیر گزشتہ دوصدیوں میں نظر نہیں آتی۔

هٰذَا مَا وَفَّقَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى جَلَّ وَعَلٰى بِفَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

مُحِبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِهٖ

الفقیر ظہیر الدین احمد زیدی غفرلہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ یوم

☆☆☆☆☆

1 ...... "المعجم الكبير"، هشام بن حسان على الحسن عن عمران، الحديث ۳۸۱، ج۱۸، ص۱۷۰.

2 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة... إلخ، الحديث: ۶۹ (۱۰۱۷)، ص ۵۰۸.

و "الترغيب والترهيب"، كتاب الجهاد، الترغيب في الرباط... إلخ، الحديث: ۱۹۱۰، ج۲، ص۱۲۹.

3 ...... المرجع السابق.

4 ......

5 ......

6 ...... "شعب الايمان"، باب في الملابس والأواني، فصل في كراهية بس الشهرة... إلخ، الحديث: ۶۲۲۸، ج۵، ص۱۶۹.

و "كشف الخفاء"، حرف الخاء المعجمة، الحديث: ۱۲۴۵، ج۱، ص۳۴۶.

7 ...... "سنن الترمذى"، كتاب العلم، باب ماجاء الدال على الخير كفاعله، الحديث: ۲۶۷۹، ج۴، ص۳۰۵.

پیش لفظ

یہ کتاب المیراث کا وہ حصہ ہے جس کے لیے فقیہ العصر علامۃ الدہر حضرت صدر الشریعہ مفتی ابو العلا محمد امجد علی صاحب رضوی اعظمی حنفی قادری قدس سرہ العزیز نے بہارِ شریعت کے سترھویں حصہ میں وصیت فرمائی ہے کہ ''بہارِ شریعت کا آخری حصہ تھوڑا سا باقی رہ گیا ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوگا۔ اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر مشتمل یہ کتاب ہوتی اور کتاب مکمل ہوجاتی اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علماء اہل سنّت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمادیں تو میری عین خوشی ہوگی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ حضرت مُصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کے مطابق میں نے یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں یہ اہتمام بالالتزام کیا ہے کہ مسائل کے مآخذ کتب کے صفحات کے نمبر اور جلد نمبر بھی لکھ دیئے ہیں، تاکہ اہلِ علم کو مآخذ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ اکثر کتب فقہ کے حوالہ جات نقل کردیئے گئے ہیں۔ جن پر آج کل فتویٰ کا مدار ہے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے طرزِ تحریر کو حتی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فقہی موشگافیوں اور فقہاء کے قیل وقال کو چھوڑ کر صرف مُفْتٰی بِہٖ اقوال کو سادہ اور عام فہم زبان میں لکھا ہے۔ تاکہ کم تعلیم یافتہ سُنّی بھائیوں کو بھی اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ تصحیح کتابت میں حتی المقدور دیدہ ریزی سے کام لیا گیا ہے۔ پھر بھی اگر کہیں اغلاط رہ گئی ہوں تو اس کے لیے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں۔ آخر میں محبت مکرم حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ وممبر قومی اسمبلی و عزیز مکرم مولانا حافظ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی سَلَّمَہٗ خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کا شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے اپنے والد ماجد حضرت مصنّف علیہ الرحمۃ کی وصیت کی تکمیل کے لیے میرا انتخاب فرمایا۔ میں اپنی اس حقیر خدمت کو حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ استاذنا العلام ابو العلیٰ محمد امجد علی صاحب رضوی قدس سرّہ العزیز مصنف ''بہارِ شریعت'' کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور اس کا ثواب واجر اُن کی روح پُرفتوح کو ایصال کرتا ہوں اور بارگاہِ ایزد متعال میں دست بہ دعا ہوں کہ اس کتاب کو مقبول فرمائے۔ آمین!

محمد وقار الدین
قادری رضوی بریلوی غفرلہ
مفتی ونائب شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ
عالمگیر روڈ، کراچی ۵
جنوری ۱۹۸۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ط

آیات قرآنی ـــــ بسلسلہ ـــــ وراثت

﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۱ وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۱۲ ﴾[1]

﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَ هُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَ اِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۷۶ ﴾[2]

ترجمہ: اللہ (عزوجل) تمھیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ اور پھر اگر نری لڑکیاں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ میں ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دَین کے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔ یہ حصہ باندھا ہوا ہے۔ اللہ (عزوجل) کی طرف سے بے شک اللہ (عزوجل) علم والا حکمت والا ہے۔

ترجمہ: اور تمہاری بیویاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان

[1] ......پ ٤، النساء: ١١، ١٢.

[2] ......پ ٦، النساء: ١٧٦.

کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیّت وہ کرگئیں اور دَین نکال کر، اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دَین نکال کر، اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا۔ پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں۔ میت کی وصیت اور دَین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا، یہ اللّٰہ (عزوجل) کا ارشاد ہے۔ اور اللّٰہ (عزوجل) علم والا حلم والا ہے۔

ترجمہ: اے محبوب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللّٰہ (عزوجل) تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہے تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا۔ اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہو مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر۔ اللّٰہ (عزوجل) تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللّٰہ (عزوجل) ہر چیز جانتا ہے۔

احادیث

حدیث ١: بخاری و مسلم ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما سے راوی ہیں کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ”فرض حصوں کو فرض حصے والوں کو دے دو اور جو بچ جائے وہ میت کے قریب ترین مرد کو دے دو۔“ [1]

حدیث ٢: بخاری و مسلم حضرت اسامہ ابن زید رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما سے راوی کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ”مسلمان کافر کا وارث نہ ہوگا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔“ [2]

حدیث ٣: ترمذی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ”قاتل وارث نہیں ہوتا ہے۔“ [3]

حدیث ٤: ابوداؤد حضرت بریدہ [4] رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے دادی کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا جب ماں نہ ہو۔ [5]

---

1 ...... ”صحيح البخاري“، كتاب الفرائض، باب ميراث الولد... إلخ، الحديث: ٦٧٣٢، ج٤، ص٣١٦.

2 ...... ”صحيح البخاري“، كتاب الفرائض، باب لايرث المسلم الكافر... إلخ، الحديث: ٦٧٦٤، ج٤، ص٣٢٥.

3 ...... ”جامع الترمذي“، كتاب الفرائض، باب ما جاء في إبطال ميراث القاتل، الحديث: ٢١١٦، ج٤، ص٣٦.

4 ...... بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر ”ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ“ لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ”سنن ابوداود“ میں ”حضرت بریدہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ“ مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔... علمیہ

5 ...... ”سنن أبي داود“، كتاب الفرائض، باب في الجدة، الحديث: ٢٨٩٥، ج٣، ص١٦٨.

حدیث ۵ ترمذی و ابن ماجہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فیصلہ فرمایا کہ وصیت سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا اور حقیقی بہن بھائی وارث ہوں گے نہ علاتی [1] بہن بھائی۔ [2]

حدیث ۶ احمد، ترمذی، ابوداؤد و ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد ابن ربیع کی بیوی سعد سے اپنی دو بیٹیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائی اور عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یہ دونوں سعد کی بیٹیاں ہیں۔ ان کا باپ آپ کے ساتھ اُحد میں شہید ہو گیا اور ان کے چچا نے کُل مال لے لیا ہے ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور جب تک ان کے پاس مال نہ ہو ان کی شادی نہیں کی جاسکتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''اس بارے میں اللہ تعالٰی فیصلہ فرمادے گا۔'' تو آیت میراث نازل ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان لڑکیوں کے چچا کے پاس یہ حکم بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو ثلث (دو تہائی) دے دو اور لڑکیوں کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو باقی بچے وہ تمہارا ہے۔ [3]

حدیث ۷ بخاری ہزیل ابن شرحبیل سے راوی کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال کیا گیا کہ میت کی ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک بہن کو ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فیصلہ کیا تھا۔ بیٹی کا نصف ہے، پوتی کا چھٹا حصہ (تكملة للثلثين) اور جو باقی بچا وہ بہن کا ہے۔ [4]

حدیث ۸ امام مالک و احمد و ترمذی، ابوداؤد و دارمی و ابن ماجہ حضرت قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ [5]

حدیث ۹ ابن ماجہ و دارمی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''جب بچہ زندہ پیدا ہو تو اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور اس کو وارث بھی بنایا جائے گا۔'' [6]

حدیث ۱۰ امام مالک و احمد و ترمذی و ابوداؤد و دارمی و ابن ماجہ حضرت قَبِیصَہ بن ذُوَیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ ایک دادی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی میراث کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے صحابہ کرام سے

---

1 ...... یعنی باپ شریک۔

2 ......"جامع الترمذي"،كتاب الفرائض، باب ما جاء في ميراث الإخوة...إلخ، الحديث:٢١٠١، ج٤، ص٢٩.

3 ......"جامع الترمذي"،كتاب الفرائض، باب ما جاء في ميراث البنات، الحديث:٢٠٩٩، ج٤، ص٢٨.

4 ......"صحيح البخاري"،كتاب الفرائض، باب ميراث ابنة...إلخ، الحديث:٦٧٣٦، ج٤، ص٣١٧.

5 ......"سنن أبي داود"،كتاب الفرائض، باب في الجدة، الحديث:٢٨٩٤،ج٣، ص١٦٨.

6 ......"سنن ابن ماجه"،كتاب الجنائز، باب ماجاء في الصلاة على الطفل،الحديث:١٥٠٨،ج٢،ص٢٢٢.

معلومات کی تو حضرت مُغیرَہ ابن شُعْبَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے میری موجودگی میں دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فیصلہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی ایک دوسری دادی نے اپنی میراث کا سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا وہی چھٹا حصہ دادیوں کا ہے اگر دو ہوں گی تو دونوں اس میں شریک ہو جائیں گی اور ایک ہوگی تو اسے مل جائے گا۔ (1)

حدیث ۱۱ دارمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ تمہارے دین میں سے ہے۔'' (2)

حدیث ۱۲ دارمی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''جب کسی عورت کے مرنے کے وقت اس کا شوہر اور ماں باپ ہوں تو شوہر کو نصف ملے گا اور ماں کو باقی کا تہائی۔'' (3)

حدیث ۱۳ دارمی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ''شوہر کے مرنے کے وقت جب اس کی بیوی اور ماں باپ ہوں تو بیوی کو چوتھائی اور ماں کو باقی کا تہائی ملے گا۔'' (4)

حدیث ۱۴ دارمی اسود ابن یزید سے راوی ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث ہونے کی صورت میں یہ فیصلہ کیا کہ بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف ملے گا۔ (5)

حدیث ۱۵ دارمی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، خنثیٰ (6) کے بارے میں کہ جب اس میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں تو جس عضو سے پیشاب کرے گا اس کے اعتبار سے ترکہ دیا جائے گا۔ (7)

حدیث ۱۶ دارمی میں روایت ہے کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب چند لوگ دیوار گرنے یا ڈوب جانے کی وجہ سے ایک ساتھ مر جائیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے زندہ لوگ ان کے وارث ہوں گے۔ (8)

---

1 ......"سنن أبي داود"،كتاب الفرائض، باب في الجدة، الحديث:٢٨٩٤، ج٣، ص١٦٨.

2 ......"سنن الدارمي"،كتاب الفرائض، باب في تعليم الفرائض، الحديث:٢٨٥١، ج٢، ص٤٤١.

3 ......"سنن الدارمي"،كتاب الفرائض، باب في زوج وابوين... إلخ، الحديث:٢٨٦٥، ج٢، ص٤٤٣.

4 ......المرجع السابق،الحديث:٢٨٦٧.

5 ......"سنن الدارمي"،كتاب الفرائض، باب في بنت واخت، الحديث:٢٨٧٩، ج٢، ص٤٤٥.

6 ......ہیجڑا، مخنث۔

7 ......"سنن الدارمي"،كتاب الفرائض، باب في ميراث الخنثى، الحديث:٢٩٧٠، ج٢، ص٤٦١.

8 ......المرجع السابق،باب ميراث الغرقى،الحديث:٣٠٤٤،ج٢،ص٤٧٣.

حدیث ۱۷ دارمی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''ماموں اس میت کا وارث ہے جس کا اور کوئی وارث نہ ہو۔''[1]

ان حقوق کا بیان جن کا تعلق میّت کے ترکہ سے ہے

مسئلہ ۱ جب کوئی مسلمان اس دارِ فانی سے[2] کوچ کر جائے[3] تو شرعاً[4] اس کے ترکہ سے کچھ احکام متعلق ہوتے ہیں۔ یہ احکام چار ہیں:

① اس کے چھوڑے ہوئے مال سے اس کی تجہیز و تکفین[5] مناسب انداز میں کی جائے۔ (محیط بحوالہ عالمگیری ص ۴۴۷)[6] اس کا تفصیلی بیان اس کتاب کے حصہ چہارم میں موجود ہے۔

② پھر جو مال بچا ہو اس سے میّت کے قرضے چکائے جائیں۔ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے[7] کیونکہ قرض فرض ہے جب کہ وصیت کرنا ایک نفلی کام ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا آپ نے قرض وصیت سے پہلے ادا کرایا۔[8] (ابن ماجہ، دارقطنی و بیہقی)

مسئلہ ۲ قرض سے مراد وہ قرض ہے جو بندوں کا ہو، اس کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔

مسئلہ ۳ اگر میت نے کچھ نمازوں کے فدیہ کی وصیت کی یا روزوں کے فدیہ کی یا کفارہ کی یا حج بدل کی تو تمام چیزیں ادائیگی قرض کے بعد ایک تہائی مال سے ادا کی جائیں گی اور اگر بالغ ورثاء اجازت دیں تو تہائی سے زیادہ مال سے بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔[9]

وصیّت: ادائیگی قرض کے بعد وصیت کا نمبر آتا ہے۔ قرض کے بعد جو مال بچا ہو اس کے تہائی سے وصیتیں پوری کی جائیں گی۔ ہاں اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور سب کے سب تہائی مال سے زائد سے وصیت پوری کرنے کی اجازت دے دیں تو

---

1 ......"سنن الدارمي"، كتاب الفرائض، باب ميراث ذوى الأرحام...إلخ، الحديث: ٣٠٥٢، ج ٢، ص ٤٧٤ .

2 ......یعنی دنیا سے۔ 3 ......یعنی مرجائے۔ 4 ......اسلامی قانون کے مطابق۔ 5 ......کفن دفن کا بندوبست۔

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الاول في تعريفها...إلخ، ج٦، ص ٤٤٧ .

7 ......یعنی وصیت پر عمل کرنے سے پہلے قرض ادا کرنا ہوگا۔

8 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الوصايا، باب الدَين قبل الوصية، الحديث: ٢٧١٥، ج٣، ص ٣١١ .

و"الشريفية" شرح "السراجية"، ص ٥ .

9 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، ص ٥، ٦ .

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الاول في تعريفها...إلخ، ج٦، ص ٤٤٧ .

جائز ہے۔[1] (خانیہ بحوالہ عالمگیری ج ٦ ص ٤٤٧)

میراث: وصیت کے بعد جو مال بچا ہو اس کی تقسیم درج ذیل ترتیب کے ساتھ عمل میں آئے گی۔

① ان وارثوں میں تقسیم ہوگا جو قرآن، حدیث یا اجماع امت کی رو سے اصحاب فرائض (مقررہ حصوں والے) ہیں اگر اصحاب فرائض بالکل نہ ہوں یا ان کے بعد بھی کچھ مال بچا ہو تو درج ذیل وارثوں میں علی الترتیب تقسیم ہوگا۔ ② عصبات نسبیہ۔ ③ عصبات سببیہ۔ (یعنی آزاد کردہ غلام کا آقا) ④ عصبہ سببی کا نسبی عصبہ پھر سببی عصبہ۔ ⑤ ذوی الفروض النسبیہ کو ان کے حقوق کی مقدار میں دوبارہ دیا جائے گا۔ ⑥ ذوی الارحام۔ ⑦ مولی الموالاۃ۔ ⑧ پھر وہ شخص جس کے نسب کا مرنے والے نے کسی دوسرے پر اس طرح اقرار کیا ہو کہ اس کا نسب اس کے اقرار کی وجہ سے ثابت نہ ہو سکا یعنی جس پر نسب کا اقرار کیا ہو اس نے تصدیق نہ کی ہو بشرطیکہ اقرار کنندہ[2] اپنے اقرار پر مرا ہو مثلاً مرنے والے نے ایک شخص کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے اب اس اقرار کا مفہوم یہ ہوا کہ اس شخص کا نسب میرے باپ سے ثابت ہے اور باپ اس کو اپنا بیٹا تسلیم نہیں کرتا ہے۔ ⑨ پھر جو بچا ہو وہ اس شخص کو دیا جائے جس کے لئے میّت نے کُل مال کی وصیت کی تھی۔ ⑩ اور پھر بھی بچے تو بیت المال میں جمع ہوگا۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ٤٤٧) اس زمانے میں بیت المال کا نظام نہیں ہے، اس لئے صدقہ کردیا جائے۔

واضح رہے کہ یہ دس قسم کے وارث ہیں ان کی تفصیلات آئیں گی۔

میراث سے محروم کرنے والے اسباب

بعض اسباب ایسے ہیں جو وارث کو میراث سے شرعاً محروم کردیتے ہیں اور وہ چار ہیں:

① غلام ہونا۔ یعنی اگر وارث غلام ہے خواہ کلیۃً غلام ہو یا مدبر ہو یا ام ولد ہو یا مکاتب ہو تو وہ وارث نہ ہوگا۔[4] (شریفیہ ص ١٠ و عالمگیری ج ٦ ص ٤٥٢ و تبیین الحقائق ص ٢٣١)

② مورث کا[5] قاتل ہونا۔ اس سے مراد ایسا قتل ہے جس کی وجہ سے قاتل پر قصاص یا کفارہ واجب ہوتا ہو۔[6]

ان امور کی تفصیلات اس کتاب کے اٹھارہویں حصے میں مذکور ہیں۔

---

1 ...."الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الاول فی تعريفها...إلخ، ج٦، ص٤٤٧.

2 ....اقرار کرنے والا۔

3 ...."الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الاول فی تعريفها...إلخ، ج٦، ص٤٤٧.

4 ....المرجع السابق، الباب الخامس فی الموانع، ج٦، ص٤٥٤.

5 ....یعنی میت کا۔

6 ...."الشريفية" شرح "السراجية"، فصل موانع الإرث، ص١١.

③ دین کا اختلاف۔ یعنی مسلمان کافر اور کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا۔ عام صحابہ رضی اللہ عنھم اور علی و زید رضی اللہ عنھما کا یہی فیصلہ ہے[1] نیز یہ حدیث بھی ہے لَا یَتَوَارَثُ اَھْلُ مِلَّتَیْنِ شَتّٰی یعنی دو مختلف ملتوں کے افراد ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔[2] (سنن دارمی، ابوداؤد وغیرہ)

مسئلہ ۱ اگر کوئی مسلمان مرتد ہوگیا معاذ اللہ تو مرتد ہونے کی وجہ سے اس کے اموال اس کی ملکیت سے خارج ہو جاتے ہیں پھر اگر وہ دوبارہ اسلام لے آئے اور کفر سے توبہ کرلے تو مالک ہو جائے گا اور اگر کفر ہی پر مرگیا[3] تو زمانہ اسلام کے جو اموال ہیں ان سے زمانہ اسلام کے قرضے ادا کئے جائیں گے اور باقی اموال مسلمان ورثاء لے لیں گے اور ارتداد کے[4] زمانے میں جو کمایا ہے اس سے ارتداد کے زمانے کے قرضے ادا کئے جائیں گے اور اگر کچھ بچ جائے گا تو وہ غرباء پر صدقہ کردیا جائے گا۔[5] (ہدایہ ج۲ ص۱۰۶، عالمگیری ج۶ ص۴۵۵)

مسئلہ ۲ گمراہ اور بدعتی لوگ جن کی تکفیر نہ کی گئی ہو وہ وارث بھی بنیں گے اور مورث بھی۔

مسئلہ ۳ قادیانی بھی مرتد ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۴ مرتد عورت جب اپنے ارتداد پر مرجائے تو اس کے زمانہ اسلام اور زمانہ ارتداد کے تمام اموال اس کے وارثوں پر تقسیم کردیئے جائیں گے۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۵)

مسئلہ ۵ وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کی صریح توہین کے مرتکب ہوں یا شیخین رضی اللہ عنھما کو گالیاں دیں، وہ بھی وارث نہ ہوں گے۔

④ ملکوں کا اختلاف۔ یعنی یہ کہ وارث اور مورث (یعنی مرنے والا شخص کہ جس کی میراث تقسیم ہوگی) دو مختلف ملکوں کے باشندے ہوں تو اب یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

مسئلہ ۱ ملکوں کے اختلاف سے شرعاً مراد یہ ہے کہ دونوں ملکوں کی اپنی الگ افواج ہوں اور وہ ایک دوسرے کا خون حلال سمجھتے ہوں۔[7] (شریفیہ ص۲۰ و عالمگیری ج۶ ص۴۵۴)

---

1 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، فصل موانع الارث، ص ١٤.

2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الفرائض، باب هل يرث المسلم الكافر؟، الحديث: ٢٩١١، ج٣، ص ١٧٤.

3 ......یعنی مرتد ہی مرگیا۔　4 ......مرتد ہونے کے۔

5 ......"الهداية"، كتاب السير، باب احكام المرتدين، ج١، ص ٤٠٧.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب السير، الباب التاسع فی احكام المرتدين، ج٢، ص ٢٥٤.

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب السادس فی ميراث اهل الكفر، ج٦، ص ٤٥٥.

7 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، فصل موانع الارث، ص ١٦.

مسئلہ ۲ ملکوں کا اختلاف غیر مسلموں کے حق میں ہے یعنی یہ کہ اگر ایک عیسائی مسلمانوں کے ملک میں ہے اور اس کا رشتہ دار دوسرے ملک میں ہے جو دارالحرب ہے تو اب یہ ایک دوسرے کے وارث نہ[1] ہوں گے۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۴)

مسئلہ ۳ اگر مسلمان تجارت کی غرض سے یا کسی اور غرض سے دارالحرب میں چلا گیا اور وہیں مرگیا یا مسلمان کو حربیوں نے قیدی بنا کر رکھ لیا اور وہ دارالحرب میں مرگیا تو اس کے رشتہ دار جو دارالاسلام میں ہیں اس کے وارث ہوں گے۔[3] (شریفیہ ص۲۱ و عالمگیری ج۶ ص۴۵۴)

مسئلہ ۴ پاکستان کے مسلمان اور وہ مسلمان جو ہندوستان، امریکہ، یورپ یا کہیں اور رہتے ہوں، ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ (م)

مسئلہ ۵ اگر وارث اور مورث مسلمانوں کے دوگروہوں سے تعلق رکھتے ہیں جو آپس میں نبرد آزما ہیں[4] اور دونوں کی الگ فوجیں ہیں تب بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔[5] (شریفیہ ص۲۱)

مسئلہ ۶ مستأمن اگر ہمارے ملک میں مر جائے اور اس کا مال ہو تو ہم پر لازم ہے کہ اس کا مال اس کے وارثوں کو بھیجیں اور اگر ذمی مرجائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۴)

مسئلہ ۷ کفار کے مختلف گروہ مثلاً نصرانی، یہودی، مجوسی، بت پرست سب ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔[7] (عالمگیری، ج۶، ص۴۵۴)

اصحاب فرائض کا بیان

یہ حصے جن کا ذکر ہوا شرعی طور پر بارہ قسم کے افراد کے لئے مقرر ہیں ان کو اصحاب فرائض کہتے ہیں ان میں سے چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔

مرد یہ ہیں: ① باپ ② جدِ صحیح یعنی دادا، پردادا۔ (اوپر تک) ③ ماں جایا بھائی۔ ④ شوہر۔

عورتیں یہ ہیں: ① بیوی۔ ② بیٹی۔ ③ پوتی۔ (نیچے تک) ④ حقیقی بہن۔ ⑤ باپ شریک بہن۔ ⑥ ماں شریک بہن۔ ⑦ ماں۔ ⑧ اور جدّۂ صحیحہ۔

---

1 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر '' وارث ہوں گے'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے ''وارث نہ ہوں گے''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

2 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الفرائض، الباب الخامس في الموانع، ج٦، ص٤٥٤.

3 ......المرجع السابق.

4 ......جنگ لڑ رہے ہیں۔

5 ......''الشريفية'' شرح ''السراجية''، فصل موانع الارث، ص١٦.

6 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الفرائض، الباب الخامس في الموانع، ج ٦، ص٤٥٤.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱ جد صحیح اس دادا کو کہتے ہیں کہ جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ بیچ میں نہ آئے۔ جیسے باپ کا باپ اور دادا کا باپ۔[1] (عالمگیری ج۶ ص ۴۴۸)

مسئلہ ۲ جد فاسد اس کو کہتے ہیں جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ آئے جیسے ماں کا باپ جس کو ہم نانا کہتے ہیں یا ماں کے باپ کا باپ یا دادی کا باپ۔[2]

مسئلہ ۳ جدۂ صحیحہ وہ دادی ہے جس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں جد فاسد کا واسطہ نہ آئے لہٰذا باپ کی ماں اور ماں کی ماں دونوں جدۂ صحیحہ ہیں۔

مسئلہ ۴ جدۂ فاسدہ وہ دادی یا نانی ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں جد فاسد آجائے۔ جیسے نانا کی ماں اور دادی کے باپ کی ماں۔[3] (شریفیہ ص ۲۳)

مسئلہ ۵ جد صحیح اور جدۂ صحیحہ اصحاب فرائض میں سے ہیں جب کہ جد فاسد اور جدۂ فاسدہ اصحاب فرائض میں سے نہیں ہیں بلکہ ذوی الارحام میں سے ہیں[4] ان کا مفصل بیان ذوی الارحام کی بحث میں آئے گا۔ (شریفیہ ص ۲۳)

باپ کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱ باپ کی تین مختلف حالتیں ہیں اور ہر حالت میں اس کا الگ حصہ ہے۔

مسئلہ ۲ جب باپ کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا پوتا (نیچے تک) ہو تو باپ کو کُل مال میں سے صرف چھٹا حصہ ملے گا یعنی $\frac{1}{6}$۔[5] (عالمگیری ج۶ ص ۴۴۸)

مثلاً۔ ۱۔ مسئلہ ۶

باپ	بیٹا
۱	۵

یا۔ ۲۔ مسئلہ ۶

باپ	پوتا
۱	۵

مسئلہ ۳ اگر باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی (نیچے تک) ہے تو باپ کو چھٹا حصہ بطور صاحب فرض کے ملے گا اور اگر تقسیم کے بعد بچ جائے گا تو وہ باپ کو بطور عصبہ کے ملے گا۔[6] (عالمگیری ج۶ ص ۴۴۸، خزانۃ المفتین)

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، ج٦، ص٤٤٨۔٤٥٠.

2 ......المرجع السابق، ص٤٤٨.

3 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، باب معرفة الفروض و مستحقيها، ص١٨.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، ج٦، ص٤٤٨.

6 ......المرجع السابق.

مثلاً۔ ا۔

مسئلہ ٦	
باپ	بیٹی
ا+٢=٣	٣

یا۔ ٢۔

مسئلہ ٦	
باپ	پوتی
ا+٢=٣	٣

مسئلہ ۴ جب باپ کے ساتھ میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا پوتی (نیچے تک) نہ ہو تو باپ کو صرف بطور عصوبت اصحاب فرائض سے بچ جانے کے بعد ہی ملے گا اور اس صورت میں کوئی معین حصہ نہیں بلکہ جو کچھ بچا ہوگا وہ سب باپ کو ملے گا۔[1] (سراجی ص ۷)

مثلاً =

مسئلہ ٣	
ماں	باپ
ا	٢

جد صحیح کے حصوں کا بیان

مسئلہ ا جب باپ نہ ہو تو دادا (جد صحیح) سوائے چند صورتوں کے باپ ہی کی طرح ہے۔[2] (سراجی ص ۷، شریفیہ ص ٢۴)

مثال۔ ا۔

مسئلہ ٦	
دادا	بیٹا
ا	۵

مثال۔ ٢۔

مسئلہ ٦	
دادا	پوتا
ا	۵

مثال۔ ٣۔

مسئلہ ٦	
دادا	بیٹی
ا+٢=٣	٣

مثال۔ ۴۔

مسئلہ ٦	
دادا	پوتی
ا+٢=٣	٣

مثال۔ ۵۔

مسئلہ ٣	
ماں	دادا
ا	٢

---

1 ......"السراجی"، باب معرفۃ الفروض و مستحقیھا، ص ٦.

2 ......"السراجی"، باب معرفۃ الفروض و مستحقیھا، ص ٧.
و"الشریفیۃ شرح السراجیۃ"،باب معرفۃ الفروض و مستحقیھا،ص ١٩.

مَسئلہ ۲ باپ کی ماں، باپ کے ہوتے ہوئے میراث سے محروم ہوگی مگر دادا کے ہوتے ہوئے محروم نہ ہوگی۔[1] (شریفیہ ص ۲۴)

مثال۔ا۔ مسئلہ۱

دادی	باپ
محروم	ا

مثال۔۲۔ مسئلہ۶

دادا	دادی
۵	ا

مَسئلہ ۳ اگر شوہر یا بیوی کا انتقال ہوجائے اور دونوں میں سے کوئی ایک زندہ ہو اور اس کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی ہوں تو اس صورت میں باپ تو ماں کے حصہ کو گھٹا دے گا کہ شوہر یا بیوی کے حصہ کے بعد جو بچے گا وہ اس کا تہائی[2] پائے گی اور اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو وہ ماں کا حصہ نہیں گھٹا سکتا بلکہ ماں، دادا کے ہوتے ہوئے پورے مال کا تہائی پائے گی۔اس کو مثال سے یوں سمجھنا چاہیے۔

مثال۔ا۔ مسئلہ۶

باپ	ماں	شوہر
۲	ا	۳

اس کی توضیح یہ ہے کہ شوہر کو نصف ملا، اور ماں کو شوہر کا حصہ نکالنے کے بعد جو بچا تھا اس میں سے تہائی ملا حالانکہ ماں کا حصہ کل مال کا تہائی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم ماں کو کل مال کا تہائی دیتے تو اس کا حصہ باپ کے برابر ہو جاتا جو درست نہیں، اس لئے باپ نے ماں کے حصہ کو گھٹا دیا جب کہ دادا ایک واسطہ ہوجانے کی وجہ سے ایسا نہیں کرسکتا۔مثال ملاحظہ ہو۔(مصنف)

مثال۔۲۔ مسئلہ۱۲

ماں	بیوی	دادا
۴	۳	۵

اس صورت میں ماں کو پورے مال کا تہائی ملے گا۔یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ہے۔

مَسئلہ ۴ حقیقی بھائی بہن ہوں یا علاّتی[3] ہوں یا اخیافی[4] سب کے سب باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق محروم ہوجاتے ہیں۔جب کہ دادا کے ہوتے ہوئے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محروم ہوتے ہیں فتویٰ اسی

1 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب معرفة الفروض ومستحقيها، ص١٩.

2 ......تیسرا حصہ۔ 3 ......یعنی باپ شریک۔ 4 ......یعنی ماں شریک۔

پر ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ۴۴۸، کافی۔ سراجی ص ١١) مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مثال۔١۔ مسئلہ١

باپ	حقیقی بہن	حقیقی بھائی
١	محروم	محروم

مثال۔٢۔ مسئلہ١

دادا	بھائی	بہن
١	م	م

مسئلہ ۵ باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا کیونکہ رشتہ داری میں اصل باپ ہی ہے۔[2]

مثال۔ مسئلہ١

باپ	دادا
١	م

ماں شریک بھائیوں اور بھنوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ١ اگر ماں شریک بھائی یا بہن صرف ایک ہے تو اسے چھٹا حصہ ملے گا $\frac{1}{6}$۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ۴۴۸)

مثال۔ مسئلہ٦

شوہر	ماں شریک بھائی	چچا
٣	١	٢

مسئلہ ٢ اگر ماں شریک بھائی یا بہن دو یا دو سے زائد ہوں تو وہ سب ایک تہائی $\frac{1}{3}$ میں شریک ہو جائیں گے اور ان بھائی بہنوں کو برابر حصہ ملے گا۔[4] (سراجی ص ٧)

مثال۔ مسئلہ١٢

بیوی	ماں شریک بھائی	ماں شریک بہن	چچا
٣	٢	٢	۵

1 ......"السراجی"،باب معرفة الفروض ومستحقيها، فصل فی النساء، ص ١١.

2 ......"السراجی"، باب معرفة الفروض و مستحقيها، ص٧.

3 ......"الفتاوی الهندية"،کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٤٨.

4 ......"السراجی"، باب معرفة الفروض و مستحقيها،ص٧.

مسئلہ ۳ ماں شریک بھائی یا بہن میت کے بیٹا بیٹی، پوتا، پوتی (نیچے تک) باپ یا دادا کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گے۔[1] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰)

مثال۔۱۔ مسئلہ۱

باپ	ماں شریک بھائی
۱	م

مثال۔۲۔ مسئلہ۱

دادا	ماں شریک بھائی
۱	م

نوٹ: ماں شریک بہنیں بھی عام حالتوں میں ماں شریک بھائیوں کی طرح ہیں۔

شوہر کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱ شوہر کو کل مال کا آدھا $\frac{1}{2}$ اس صورت میں ملے گا جبکہ اس کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) نہ ہو۔[2] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ۲

شوہر	باپ
۱	۱

مسئلہ ۲ اگر شوہر کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) ہو تو اس صورت میں شوہر کو چوتھائی حصہ $\frac{1}{4}$ ملے گا۔[3] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۶)

مثال۔۱۔ مسئلہ۴

بیٹا	شوہر
۳	۱

مثال۔۲۔ مسئلہ۴

بیٹی	چچا	شوہر
۲	۱	۱

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۵۰.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

مثال۔۳۔ مسئلہ۴

شوہر	پوتا
۱	۳

بیویوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱ اگر میّت کی بیوی کے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو تو اس کو کُل مال کا چوتھائی $\frac{۱}{۴}$ ملے گا۔[1] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۴)

مثال۔ مسئلہ۴

بیوی	بھائی
۱	۳

مسئلہ ۲ اگر میت کی بیوی کے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی ہو تو اس کو آٹھواں حصہ[2] ملے گا $\frac{۱}{۸}$۔[3] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۴)

مثال۔ مسئلہ۸

بیٹا	بیوی
۷	۱

مثال۔ مسئلہ۸

پوتا	بیوی
۷	۱

حقیقی بیٹیوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱ اگر صرف ایک بیٹی ہو تو اس کو آدھا[4] $\frac{۱}{۲}$ ملے گا۔[5] (عالمگیری ج۶ص۴۴۸، درمختار ج۵ص۶۷۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٥٠.

2 ......یعنی کل مال میں سے آٹھواں حصہ۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٥٠.

4 ......یعنی کل مال میں سے آدھا مال۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٤٨.

مثال۔ مسئلہ ٦

باپ	بیٹی
١+٢=٣	٣

مسئلہ ٢ اگر بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو ان سب کو دوتہائی $\frac{٢}{٣}$ ملے گا اور ان میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔ [1] (عالمگیری ج٦ ص ٤٤٨، درمختار ج٥ ص ٦٧٦)

مسئلہ ٣

بیٹی	بیٹی	بھائی
١	١	١

مسئلہ ٣ اور اگر بیٹی کے ساتھ میت کا لڑکا بھی ہو تو بیٹی اور بیٹا دونوں عصبہ بن جائیں گے اور مال بطور عصوبت دونوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ بیٹے کو بہ نسبت بیٹی کے دوگنا دیا جائے گا۔ [2] (عالمگیری ج٦ ص ٤٤٨، درمختار ج٥ ص ٦٧٦)

مثال۔١۔ مسئلہ ٤

شوہر	بیٹی	بیٹا
١	١	٢

مثال۔٢۔ مسئلہ ٤ عـ ٢٤

شوہر	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا
$\frac{١}{٦}$	٣	٣	٦	٦

پوتیوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ١ اگر میت کے بیٹا بیٹی نہیں صرف ایک پوتی ہے تو اس کو آدھا $\frac{١}{٢}$ ملے گا۔ [3] (عالمگیری ج٦ ص ٤٤٨، درمختار ج٥ ص ٦٧٦)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوی الفروض، ج٦، ص٤٤٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

مثال۔ مسئلہ ۸

بیوی	چچا	پوتی
۱	۳	۴

مسئلہ ۲ اگر میت کا بیٹا بیٹی نہیں ہے دو پوتیاں ہیں یا دو سے زائد تو وہ دو تہائی میں شریک ہوں گی۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۸، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ ۱۲

شوہر	چچا	پوتی	پوتی	پوتی	پوتی
۳	۱	۲	۲	۲	۲

مسئلہ ۳ اگر میت کی ایک بیٹی ہے تو پوتی ایک ہو یا ایک سے زائد وہ سب کی سب چھٹے حصے $\frac{۱}{۶}$ میں شریک ہوں گی تا کہ لڑکیوں کا حصہ دو تہائی پورا ہو جائے اس سے زائد نہ ہو کیونکہ قرآن کریم میں لڑکیوں کا حصہ دو تہائی سے زائد کسی صورت میں نہیں ہے۔ اب آدھا تو حقیقی بیٹی نے قوت قرابت کی وجہ سے لے لیا تو صرف چھٹا حصہ ہی باقی رہا جو پوتیوں کو مل جائے گا۔[2] (شریفیہ ص ۳۴، عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۸، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ ۱۲

شوہر	بیٹی	پوتی	پوتی	چچا
۳	۶	۱	۱	۱

مسئلہ ۴ پوتیاں میت کی دو حقیقی بیٹیوں کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گی بشرطیکہ میت کا کوئی پوتا، پر پوتا (نیچے تک) موجود نہ ہو۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۸، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ ۲۴

زوجہ	بیٹی	بیٹی	پوتی	چچا
۳	۸	۸	م	۵

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٤٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۵: اگر پوتیوں کے ساتھ میت کی دو حقیقی بیٹیاں بھی ہوں اور پوتا یا پر پوتا (نیچے تک) ہو تو پوتیاں، پوتے یا پر پوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۸، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔۱۔ مسئلہ ۳ ع ۹

بیٹی	بیٹی	پوتی		پوتا
۱/۳	۱/۳	۱	(۱/۳)	۲

مثال۔۲۔ مسئلہ ۳ ع ۹

بیٹی	بیٹی	پوتی		پر پوتا
۱/۳	۱/۳	۱	(۱/۳)	۲

مسئلہ ۶: پوتیوں کے ساتھ اگر میت کا بیٹا ہو تو پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۸، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔۱۔ مسئلہ ۱

پوتی	پوتی	بیٹا
م	م	۱

حقیقی بہنوں کے حصّوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر بہن ایک ہے تو اسے آدھا ۱/۲ ملے گا۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۸، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ ۲

بہن	چچا
۱	۱

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٤٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق، ص٤٥٠.

مسئلہ ۲ اگر بہنیں دو یا دو سے زائد ہیں تو وہ دو تہائی ۲/۳ میں شریک ہوں گی۔[1]

(عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۸، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ ۳

بہن	بہن	چچا
۱	۱	۱

مسئلہ ۳ اگر میت کی بہنوں کے ساتھ میت کا کوئی بھائی بھی ہو تو وہ اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی اور تقسیم مال ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾ کی بنیاد پر ہوگی یعنی مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۸، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ ۴

بہن	بہن	بھائی
۱	۱	۲

مسئلہ ۴ اگر بہنوں کے ساتھ میت کی کوئی بیٹی، پوتی یا پرپوتی (نیچے تک) ہو تو اب بہن عصبہ بن جائے گی یعنی جو کچھ باقی بچے گا وہ لے گی، کیونکہ حدیث میں فرمایا: ''بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ''[3] (درمختار ج ۵ ص ۶۷۶، بحرالرائق، تبیین)

مثال۔ مسئلہ ۶

بیٹی	پوتی	بہن
۳	۱	۲

باپ شریک بھنوں کے حصّوں کا بیان

مسئلہ ۱ اگر باپ شریک بہن ایک ہو اور حقیقی بہن کوئی نہ ہو تو اُسے آدھا ملے گا۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۰، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، ج ١٠، ص ٥٥٢، ٥٥٣.

و"سنن الدارمي"، كتاب الفرائض، باب في بنت وأخت، الحديث: ٢٨٨١، ج ٢، ص ٤٤٦.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

مثال۔ مسئلہ۲

باپ شریک بہن	چچا
۱	۱

مسئلہ ۲ اگر دو یا دو سے زائد باپ شریک بہنیں ہوں تو وہ دو تہائی $\frac{۲}{۳}$ میں شریک ہوں گی۔[1] (درمختار ج۵ ص۶۷۶، عالمگیری ج۶ ص۴۵۰)

مثال۔ مسئلہ۳

باپ شریک بہن	باپ شریک بہن	چچا
۱	۱	۱

مسئلہ ۳ اگر میت کی باپ شریک بہن یا بہنوں کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو تو باپ شریک بہن یا بہنوں کو صرف چھٹا تَکْمِلَةٌ لِلثُّلُثَيْنِ ملے گا۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۰، درمختار ج۵ ص۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ۶

بہن	باپ شریک بہن	چچا
۳	۱	۲

مسئلہ ۴ اگر باپ شریک بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں تو اس کو کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ دو تہائی جو زائد سے زائد بہنوں کا حصہ تھا وہ پورا ہو چکا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۰، درمختار ج۵ ص۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ۳

بہن	بہن	باپ شریک بہن	چچا
۱	۱	م	۱

مسئلہ ۵ اگر باپ شریک بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں اور باپ شریک بھائی بھی ہو تو حقیقی بہنوں کے حصہ کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ان کے درمیان ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ کی بنیاد پر منقسم ہوگا۔[4] (بزازیہ علی عالمگیری ج۶ ص۴۰۴، عالمگیری ج۶ ص۴۵۰، درمختار ج۵ ص۶۷۶)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٥٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

مثال۔ مسئلہ ۳ ع ۹

بہن	بہن	باپ شریک بہن		باپ شریک بھائی
۱/۳	۱/۳	۱	(۱/۳)	۲

مسئلہ ۶ اگر باپ شریک بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹیاں یا پوتیاں (نیچے تک) ہوں تو یہ بہنیں ان کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۰، درمختار ج ۵ ص ٦٧٦)

مثال۔ مسئلہ ۲

بیٹی	باپ شریک بہن
۱	۱

مسئلہ ۷ حقیقی بھائی بہن ہوں یا باپ شریک سب کے سب بیٹے یا پوتے (نیچے تک) اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق محروم رہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دادا کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور فتوٰی اسی پر ہے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ۴۵۰، درمختار ج ۵ ص ٦٧٦)

مثال۔ ۱۔ مسئلہ ۱

بیٹا	حقیقی بھائی	حقیقی بہن	باپ شریک بھائی	باپ شریک بہن
۱	م	م	م	م

مثال۔ ۲۔ مسئلہ ۱

باپ	حقیقی بھائی	حقیقی بہن	باپ شریک بھائی	باپ شریک بہن
۱	م	م	م	م

مسئلہ ۸ باپ شریک بھائی یا بہن، حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے محروم ہو جاتے ہیں۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ۴۵۰، درمختار ج ۵ ص ٦٧٦)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

مثال۔ مسئلہ ۱

حقیقی بھائی	باپ شریک بھائی	باپ شریک بہن
۱	م	م

ماں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱ اگر میت کی ماں کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا بیٹی یا پوتا پوتی ہو تو ماں کو چھٹا حصہ $\frac{۱}{۶}$ ملے گا۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۹، درمختار ج ۵ ص ۵۳۹)

مثال۔ مسئلہ ۱۸/۶

ماں	بیٹا		بیٹی
$\frac{۱}{۳}$	۱۰	$\frac{۵}{۱۵}$	۵

مسئلہ ۲ اگر میت کی ماں کے ساتھ میت کے دو بھائی بہن ہوں خواہ وہ حقیقی ہوں، باپ شریک ہوں یا ماں شریک ہوں تو ماں کو اس صورت میں بھی چھٹا حصہ $\frac{۱}{۶}$ ملے گا۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۹، درمختار ج ۵ ص ۶۷۵)

مثال۔ مسئلہ ۱۸/۶

ماں	بھائی		بہن
$\frac{۱}{۳}$	۱۰	$\frac{۵}{۱۵}$	۵

مسئلہ ۳ اگر ماں کے ساتھ میت کے مذکورہ رشتہ دار نہ ہوں تو ماں کو کُل مال کا تہائی حصہ $\frac{۱}{۳}$ ملے گا۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۹)

مثال۔ مسئلہ ۳

ماں	چچا
۱	۲

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، ج ٦، ص ٤٤٩.

2 ......المرجع السابق.   3 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴: اگر ماں کے ساتھ شوہر اور بیوی میں سے بھی کوئی ایک ہو تو پہلے شوہر یا بیوی کا حصہ دیا جائے گا پھر جو بچے گا اس میں سے ایک تہائی ماں کو دیا جائے گا اور یہ صرف دو صورتوں میں ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۹، درمختار ج ۵ ص ۶۷۵)

مثال۔۱۔ مسئلہ ۶

ماں	باپ	شوہر
۱	۲	۳

مثال۔۲۔ مسئلہ ۴

ماں	باپ	بیوی
۱	۲	۱

مسئلہ ۵: اگر مذکورہ صورتوں میں بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں کو کل مال کا تہائی ملے گا $\frac{1}{3}$۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۰)

مثال۔ مسئلہ ۱۲

ماں	بیوی	دادا
۴	۳	۵

دادی کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: جدہ صحیحہ جس کا بیان ہو چکا ہے اس کو چھٹا حصہ ملے گا۔ دادیاں اور نانیاں ایک سے زائد ہوں اور سب درجے میں برابر ہوں تو وہ بھی چھٹے حصے میں شریک ہوں گی۔[3] (شریفیہ ص ۴۱، عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۰، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔۱۔ مسئلہ ۶

دادی	چچا
۱	۵

---

1 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الفرائض،الباب الثانى فى ذوى الفروض،ج٦،ص٤٤٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق،ص٤٥٠.

مثال۔۲۔　مسئلہ ٦

دادی		نانی	چچا
١	$(\frac{1}{2})$	١	$\frac{5}{10}$

مسئلہ ۲ اگر دادی و نانی کے ساتھ میت کی ماں بھی ہو تو دادی و نانی دونوں محروم ہوجائیں گی۔[1] (عالمگیری ج٦ص ٤٥٠، درمختار ج٥ص ٦٧٦)

مثال۔١۔　مسئلہ ١٢

بیوی	ماں	نانی	نانی	چچا
٣	٤	م	م	٥

مثال۔۲۔　مسئلہ ١٢

بیوی	ماں	دادی	چچا
٣	٤	م	٥

مسئلہ ٣ وہ دادیاں جو باپ کی طرف سے ہوں وہ باپ کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہوجائیں گی۔[2] (شریفیہ ص ٤٢، عالمگیری ج٦ص ٤٥٠، درمختار ج٥ص ٦٧٦)

مثال۔　مسئلہ ٦

بیٹا	باپ	دادی (باپ کی ماں)
٥	١	م

مسئلہ ٤ وہ دادیاں جو باپ کی طرف سے ہوں اور دادا سے اوپر ہوں وہ دادا کے ہوتے ہوئے ساقط ہوجائیں گی لیکن باپ کی ماں ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس کی رشتہ داری دادا کے واسطے سے نہیں۔[3] (درمختار ج٥ص ٦٧٦)

مثال۔١۔　مسئلہ ٤

بیوی	دادا	(پردادی) دادا کی ماں
١	٣	م

❶......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، ج ٦، ص ٤٥٣.

❷......المرجع السابق.

❸......"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج١٠، ص٥٦٣.

مثال۔۲۔ مسئلہ۱۲

بیوی	دادا	دادی (باپ کی ماں)
۳	۷	۲

مسئلہ ۵ قریب والی دادی ونانی، دور والی دادی اور نانی کو محروم کردے گی۔

مسئلہ۱۲

بیوی	باپ کی ماں	دادا	نانی کی ماں
۳	۲	۷	م

عصبات کا بیان

مسئلہ ۱ عصبات سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے مقرر شدہ حصے نہیں البتہ اصحاب فرائض سے جو بچتا ہے انہیں ملتا ہے اور اگر اصحاب فرائض نہ ہوں تو تمام مال انہی میں تقسیم ہو جاتا ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ۴۵۱، الاختیار شرح المختار بحوالہ عالمگیری، درمختار ج۵ ص۷۷٦) عصبات کی دو قسمیں ہیں: ① عصبہ نسبی۔ اور ② عصبہ سببی۔

مسئلہ ۲ عصبہ نسبی سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن کے مقررہ حصے نہیں ہیں بلکہ اصحاب فرائض سے اگر کچھ بچتا ہے تو انہیں ملتا ہے عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں: ① عصبہ بنفسہٖ۔ ② عصبہ بغیرہٖ۔ ③ عصبہ مع غیرہٖ۔[2] (شریفیہ ص ۴۵)

مسئلہ ۳ عصبہ بنفسہٖ سے مراد وہ مرد ہے کہ جب اس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کوئی عورت نہ آئے۔ عصبہ بنفسہٖ کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جزو میت، یعنی بیٹے پوتے (نیچے تک)

دوسری قسم: اصل میت، یعنی میت کا باپ دادا (اوپر تک)

تیسری قسم: میت کے باپ کا جزو، یعنی بھائی پھر ان کی مذکر اولاد در اولاد (نیچے تک)

چوتھی قسم: میت کے دادا کا جزء یعنی چچا پھر انکی مذکر اولاد در اولاد (نیچے تک)

مسئلہ ۴ ان چاروں قسموں میں وراثت بالترتیب جاری ہوگی اور ترتیب وہی ہے جو ہم نے تقسیم میں اختیار کی ہے یعنی اگر پہلی قسم کے لوگ موجود ہیں تو دوسری قسم کے لوگ عصبہ نہیں بنیں گے اور دوسری قسم کے ہوتے ہوئے تیسری قسم کے عصبہ

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، ج٦، ص ٤٥١.

2 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، باب العصبات، ص٣٧.

نہیں بنیں گے اور تیسری قسم کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم کے نہیں بنیں گے۔[1] (درمختار ج۵ ص۶۷۷)

مثال۔۱۔ مسئلہ۱۲

شوہر	بیٹا	باپ
۳	۷	۲

مذکورہ صورت میں باپ کو بطور عصوبت کچھ نہیں ملا ہے $\frac{۱}{۶}$ بطور فرضیت دیا گیا ہے۔

مثال۔۲۔ مسئلہ۴

شوہر	بیٹا	چچا
۱	۳	م

مسئلہ ۵ عصبات میں ترتیب وترجیح کا ایک اصول تو ہم نے ذکر کردیا کہ رشتہ داری کا قرب[2] دیکھا جائے گا اس کے بعد دوسرا اصول یہ ہے کہ قوۃ قرابت کو دیکھا جائے گا یعنی دوہری[3] رشتہ داری والے کو اکہری[4] رشتہ داری والے پر ترجیح ہوگی اس میں مرد وعورت کی بھی تفریق نہیں۔[5]

مثال۔۱۔ مسئلہ۴

بیوی	حقیقی بھائی	باپ شریک بھائی
۱	۳	م

مثال۔۲۔ مسئلہ۸

بیوی	بیٹی	باپ شریک بھائی	حقیقی بہن
۱	۴	م	۳

مسئلہ ۶ عصبہ بغیرہٖ چار عورتیں ہیں، یہ وہ عورتیں ہیں جن کا مقررہ حصہ نصف یا دوتہائی ہے یہ عورتیں اپنے بھائیوں کی موجودگی میں عصبہ بن جائیں گی اور بجائے فرض کے صرف بطور عصوبت جو ملے گا وہ لیں گی، وہ عورتیں یہ ہیں: ① بیٹی۔ ② پوتی۔ ③ حقیقی بہن۔ ④ باپ شریک بہن۔[6] (درمختار ج۵ ص۶۷۹)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج ۱۰، ص ۵۵۰.

2 ......یعنی قریبی تعلق۔ 3 ......دوطرفہ۔ 4 ......یک طرفہ۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج ۱۰، ص ۵۵۱.

6 ......المرجع السابق، ص ۵۵۲.

مثال۔۱۔ مسئلہ ۴

شوہر	بیٹا	بیٹی
۱	۲	۱

مثال۔۲۔ مسئلہ ۲ عــ۶ـ

شوہر	بھائی		بہن
$\frac{۱}{۳}$	۲	$(\frac{۱}{۳})$	۱

مسئلہ ۷ وہ عورتیں جن کا فرض حصہ نہیں ہے مگر ان کا بھائی عصبہ ہے وہ اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوں گی۔ کیونکہ قرآن کریم میں صرف بیٹیوں اور بہنوں کو ہی اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ قرار دیا گیا ہے۔[1] (درمختار ج۵ ص۶۷۹)

مثال۔۱۔ مسئلہ ۴

زوجہ	چچا	پھوپھی
۱	۳	م

اس صورت میں باقی کُل مال چچا کو ملے گا اور اس کی بہن جو میت کی پھوپھی ہے محروم رہے گی۔

مسئلہ ۸ عصبہ مع غیرہ سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے جیسے حقیقی بہن یا باپ شریک بہن بیٹی کے ہوتے ہوئے عصبہ بن جاتی ہے۔

مثال مسئلہ ۸

بیوی	حقیقی بہن	بیٹی
۱	۳	۴

مسئلہ ۸ =

بیوی	باپ شریک بہن	بیٹی
۱	۳	۴

مسئلہ ۹ سببی عصبہ مولی العتاقہ ہے۔ اگر ہمیں کتاب کے نامکمل رہ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم مولی العتاقہ کی بحث کو حذف کر دیتے کیونکہ اب درحقیقت اس کا کوئی وجود نہیں بہرحال اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے کوئی غلام آزاد کیا

[1]......"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۲.

ہو اور وہ غلام مرگیا ہو اور غلام کا کوئی رشتہ دار نہ ہو صرف اس کو آزاد کرنے والا شخص ہو اب اس کا آقا[1] اس کو آزاد کرنے کے سبب اس کی میراث کا[2] مستحق ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: ''اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ کَلُحْمَةِ النَّسَب''[3] وَلاء کا تعلق نسبی تعلق ہی کی طرح ہے۔[4] (درمختار ج۵ ص۶۸۰)

مسئلہ ۱۰ اگر آزاد کرنے والا بھی زندہ نہ ہو تو مال اس کے عصبات کو اُسی ترتیب کے مطابق ملے گا جو ہم عصبات کی ترتیب میں بیان کر آئے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ آزاد کرنے والے کے عصبات میں اگر عورتیں ہیں تو ان کو کچھ نہ ملے گا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: ''لَیْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ''[5] عورتوں کے لئے وَلاء نہیں یعنی انہیں اس سبب سے میراث نہ ملے گی کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کسی شخص کو آزاد کیا تھا اور اگر کسی عورت نے خود غلام آزاد کیا تھا تو وہ اس کی میراث لے لے گی۔[6] (شریفیہ ص۵۱، درمختار ج۵ ص۶۸۱)

حَجُب کا بیان

مسئلہ ۱ علم الفرائض کی اصطلاح میں حجب سے مراد یہ ہے کہ کسی وارث کا حصہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے یا تو کم ہوجائے یا بالکل ہی ختم ہوجائے اس کی دو قسمیں ہیں: ① حجب نقصان اور ② حجب حرمان۔[7] (شریفیہ ص۵۷)

مسئلہ ۲ حجبِ نقصان یعنی وارث کے حصہ کا کم ہوجانا پانچ قسم کے وارثوں کیلئے ہے۔ ① شوہر کیلئے۔

مثال۔۱۔ مسئلہ۴

شوہر	بیٹا
۱	۳

شوہر کا حصہ نصف $\frac{1}{2}$ تھا مگر میت کی اولاد کی وجہ سے چوتھائی $\frac{1}{4}$ ہوگیا، ② بیوی کا بھی یہی حال ہے۔

مثال۔۲۔ مسئلہ۸

بیوی	بیٹا
۱	۷

---

1 ……مالک۔ 2 ……یعنی ترکہ کا۔

3 ……''صحیح ابن حبان''، کتاب البیوع، باب البیع المنھی عنہ، الحدیث: ۴۹۲۹، ج۷، ص۲۲۰.

4 ……''الدرالمختار''، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۵.

5 ……''سنن الدارمی''، کتاب الفرائض، باب ما للنساء من الولاء، الحدیث: ۳۱۵۲، ج۲، ص۴۸۹.

6 ……''الشریفیة'' شرح ''السراجیة''، باب العصبات، ص۴۲.

7 ……''الشریفیة'' شرح ''السراجیة''، باب الحجب، ص۴۷.

بیوی کو اگر اولاد نہ ہو تو چوتھائی ملتا ہے مگر اولاد حصہ کم کر دیتی ہے یعنی بجائے چوتھائی کے آٹھواں ملے گا۔

③ ماں کا حصہ بھی اولاد یا دو بھائی بہنوں کی موجودگی میں بجائے تہائی کے چھٹا رہ جاتا ہے۔

مثال۔۳۔ مسئلہ ٦

ماں	بیٹا
١	۵

④ پوتی۔ پوتی کا حصہ ایک حقیقی بیٹی کی موجودگی میں نصف سے کم ہو کر چھٹا رہ جاتا ہے۔

⑤ باپ شریک بہن۔ اس کا حصہ ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں نصف کے بجائے چھٹا رہ جاتا ہے۔[1]

مثال۔۴۔ مسئلہ ٦

بیٹی	پوتی	چچا
۳	١	٢

مثال۔۵۔ مسئلہ ٦

بہن	باپ شریک بہن	چچا
۳	١	٢

مسئلہ ۳ حجب حرمان۔ یعنی کسی وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے محروم ہو جانا۔[2] (شریفیہ ص ۵۷)

مسئلہ ۴ ہر وہ شخص جس کو میت سے کسی شخص کے ذریعہ سے تعلق ہو وہ اس درمیانی شخص کی موجودگی میں وراثت سے محروم رہے گا۔ البتہ ماں شریک بہن اور بھائی اس قانون کے اطلاق سے مستثنیٰ ہیں مثلاً دادا باپ کے ہوتے ہوئے محروم رہے گا۔[3]

مثال۔۱۔ مسئلہ ۴

بیوی	باپ	دادا
١	۳	م

مثال۔۲۔ مسئلہ ١٢

بیوی	ماں	نانی	بھائی
۳	۴	م	۵

1 ......"الشريفية"شرح"السراجية"،باب الحجب،ص٤٧.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق،ص٤٨.

مسئلہ ۵ قریبی رشتہ دار دور والے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہے۔[1]

مثال۔ا۔ مسئلہ۸

بیوی	بیٹا	پوتا
ا	۷	م

پوتا خواہ اس بیٹے سے ہو یا دوسرے بیٹے سے ہو محروم رہے گا کیونکہ بیٹا بہ نسبت پوتے کے زیادہ قریب ہے۔

مسئلہ ۶ جو وارث خود میراث سے محروم ہو گیا ہے وہ دوسرے وارث کا حصہ کم یا بالکل ختم کر سکتا ہے۔[2]

مثال۔ا۔ مسئلہ٦

باپ	بھائی	بھائی	ماں
۵	م	م	ا

اب بھائی باپ کے ہوتے ہوئے محروم ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دیا۔

مثال۔۲۔ مسئلہ۴

بیوی	دادی	باپ	نانی کی ماں
ا	م	۳	م

اس صورت میں دادی باپ کی وجہ سے محروم ہے مگر اس نے پرنانی کو محروم کر دیا۔

حصوں کے مخارج کا بیان

مسئلہ ۱ اصطلاح فرائض میں مخرج سے مراد وہ چھوٹے سے چھوٹا عدد ہے جس میں سے تمام ورثہ کو بلا کسر ان کے حصے تقسیم کئے جا سکیں۔[3] (درمختار جلد۵)

مثال۔ مسئلہ٦

ماں	بیٹی	پوتی	چچا
ا	۳	ا	ا

یہاں چھ اصطلاح میں مخرج المسئلہ ہے، اگرچہ مسئلہ ۱۲ سے بھی بلا کسر درست تھا اور چوبیس سے بھی مگر چھ سب سے چھوٹا عدد ہے۔ لہٰذا یہی مخرج المسئلہ ہے۔

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵٦۰.
2 ......المرجع السابق، ص۵٦۱.
3 ......"رد المحتار"، کتاب الفرائض، باب المخارج، ج۱۰، ص۵۹۱.

مَسْئَلَہ ۲ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مقررہ حصے چھ ہیں، جن کو دو قسموں پر منقسم کیا گیا ہے۔

پہلی قسم: آدھا، چوتھائی، آٹھواں۔ **دوسری قسم:** دوتہائی، تہائی، چھٹا۔

اب اگر کسی مسئلہ میں ایک ہی فرض حصہ ہو تو اس کا مخرج اس حصہ کا ہمنام عدد ہوگا۔[1] (شریفیہ ص ۶۱) مثلاً اگر چھٹا ہے تو مخرجِ مسئلہ ۶ قرار پائے گا۔ آٹھواں ہے تو آٹھ قرار پائے گا۔ اور آپ نے مثالوں میں دیکھ لیا کہ مخرج مسئلہ وارثوں کے اوپر کھینچے جانے والے خط پر دائیں جانب لکھا جاتا ہے۔ آدھا حصہ اگر ہو تو اس کا مخرج دو ہے اور دوتہائی ہو تو اس کا مخرج تین ہے۔[2]

مثال۔ مسئلہ ۳

بیٹی	بیٹی	چچا
۱	۱	۱

مَسْئَلَہ ۳ اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ حصے جمع ہو جائیں مگر وہ ایک ہی قسم کے ہوں (اُن دو قسموں میں سے جو ہم نے بیان کی ہیں) تو سب سے چھوٹے حصے کا جو مخرج ہوگا وہی تمام حصوں کا ہوگا۔[3]

مثال۔۱۔ مسئلہ ۶

ماں	حقیقی بہن	حقیقی بہن	چچا
۱	۲	۲	۱

اس مثال میں ماں کا چھٹا حصہ ہے اور دو بہنوں کا دوتہائی ہے مگر چھٹا دوتہائی سے کم ہے، لہٰذا ہم نے چھٹے کے ہم نام عدد کو مخرج مسئلہ قرار دیا ہے۔

مثال۔۲۔ مسئلہ ۷

ماں	حقیقی بہن	حقیقی بہن	ماں شریک بہن	ماں شریک بہن
۱	۲	۲	۱	۱

اس مثال میں دوسری قسم کے تمام حصے جمع ہو گئے ہیں، لہٰذا جو سب سے چھوٹے حصے کا مخرج تھا وہی تمام کا مخرج قرار پایا۔

مَسْئَلَہ ۴ اگر پہلی قسم کا نصف $\frac{1}{2}$ دوسری قسم کے کسی حصہ کے ساتھ آ جائے یا سب کے ساتھ آ جائے تو مسئلہ چھ ۶ سے ہوگا۔[4]

---

1 ...... "الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب مخارج الفروض، ص ٥١.

2 ...... "الدرالمختار"، کتاب الفرائض، باب المخارج، ج ١٠، ص ٥٩٢.

3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق، ص ٥٩٣.

مثال۔۱۔ مسئلہ ۶ عول ۱۰

شوہر	ماں	حقیقی بہن ۲	ماں شریک بہن ۲
۳	۱	۴	۲

اس مثال میں شوہر کا حصہ نصف ہے جو دوسری قسم کے تمام حصوں کے ساتھ آگیا ہے یعنی $\frac{1}{6}$ ، $\frac{1}{3}$ ، $\frac{2}{3}$ ، کے ساتھ، اس لئے مسئلہ $\frac{1}{6}$ سے ہوگا پھر مُؤوّل ہوکر ۱۰ سے ہوجائے گا۔

مثال۔۲۔ مسئلہ ۶ عول ۷

شوہر	بہنیں ۲
۳	۴

مثال۔۳۔ مسئلہ ۶

شوہر	ماں شریک بہنیں ۲	چچا
۳	۲	۱

مثال۔۴۔ مسئلہ ۶

ماں	بیٹی	چچا
۱	۳	۲

مثال۔۵۔ مسئلہ ۶ عول ۸

شوہر	حقیقی بہنیں ۲	ماں
۳	۴	۱

مسئلہ ۵ اگر چوتھائی دوسری قسم کے کسی حصے یا تمام حصوں کے ساتھ جمع ہو جائے تو مخرج مسئلہ ۱۲ بارہ ہوگا۔[1] (شریفیہ ص ۶۳)

مثال۔۱۔ مسئلہ ۱۲ عول ۱۷

بیوی	ماں	حقیقی بہنیں ۲	ماں شریک بہنیں ۲
۳	۲	۸	۴

اس مثال میں چوتھائی $\frac{1}{4}$ کے ساتھ $\frac{1}{6}$ ، $\frac{2}{3}$ ، $\frac{1}{3}$ سب ہی جمع ہیں، اس لئے مخرج مسئلہ ۱۲ ہے۔

مسئلہ ۶ اگر آٹھواں حصہ دوسری قسم کے تمام حصوں یا بعض حصوں کے ساتھ آجائے تو مخرج مسئلہ چوبیس ۲۴ ہوگا۔[2]

مثال۔۱۔ مسئلہ ۲۴

بیوی	بیٹیاں ۲	ماں	چچا
۳	۱۶	۴	۱

اس مثال میں آٹھواں، دوتہائی اور چھٹے کے ساتھ آیا ہے اس لئے مسئلہ چوبیس سے کیا گیا ہے۔

---

1 ...... "الشریفیۃ" شرح "السراجیۃ"، باب مخارج الفروض، ص ۵۳.

2 ...... "السراجی"، باب مخارج الفروض، ص ۱۹.

مثال ۔۲۔ مسئلہ ۲۴

بیوی	بیٹیاں ۲	چچا
۳	۱۶	۵

عَول کا بیان

مسئلہ ۱ عول سے مراد اصطلاح فرائض میں یہ ہے کہ مخرجِ مسئلہ جب ورثاء کے حصوں پر پورا نہ ہوتا ہو یعنی حصّے زائد ہوں اور مخرج کا عدد حصوں کے مجموعی اعداد سے کم ہو تو مخرج مسئلہ کے عدد میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اس طرح کمی تمام ورثاء پر ان کے حصوں کی نسبت سے ہو جاتی ہے۔[1] (درمختار ج۵ ص۵۳۷)

مسئلہ ۲ عول کا فیصلہ سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کے عہد میں درج ذیل مسئلہ پیش آیا، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عول کا مشورہ دیا۔

مسئلہ ۶ عـــ ۸

شوہر	ماں	بہن
۳	۲	۳

اس پر کسی نے انکار نہ کیا۔[2] (درمختار ج۵ ص۶۸۸) پھر بعد میں یہی طریقہ رائج ہو گیا، اب اس مسئلہ میں حصوں کی تعداد آٹھ ہے جب کہ مخرج چھ ہے لہٰذا دو عدد کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور ایک نشان عـــ جو عول کا مخفف ہے لگا دیا گیا ہے۔

مسئلہ ۳ ۶ چھ کا عول طاق عدد میں بھی ہوتا ہے اور جُفت میں بھی مگر یہ عول صرف دس تک ہوتا ہے۔[3] (درمختار ج۵ ص۶۸۹)

مثال ۔۱۔ مسئلہ ۶ عـــ ۷

شوہر	بہن	بہن
۳	۲	۲

1 ……"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج۱۰، ص۵۶۹.

2 ……"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج۱۰، ص۵۶۹.

3 ……المرجع السابق، ص۵۷۰.

مثال ۔۲۔ مسئلہ ٦ عـــ ٨

ماں	شوہر	بہن	بہن
۱	۳	۲	۲

مثال ۔۳۔ مسئلہ ٦ عـــ ٩

ماں	شوہر	بہن	بہن	ماں شریک بھائی
۱	۳	۲	۲	۱

مثال ۔۴۔ مسئلہ ٦ عـــ ١٠

ماں	شوہر	بہن	بہن	ماں شریک بھائی	ماں شریک بھائی
۱	۳	۲	۲	۱	۱

مسئلہ ۴ بارہ کا عول سترہ تک ہوتا ہے مگر یہ عول جفت عدد میں نہیں ہوگا صرف طاق میں ہوگا۔[1] (درمختار ج ۵ ص ٦٨٩ شریفیہ ص ۵۷)

مثال ۔۱۔ مسئلہ ۱۲ عـــ ۱۳

بیوی	بہن	بہن	ماں
۳	۴	۴	۲

مثال ۔۲۔ مسئلہ ۱۲ عـــ ۱۵

بیوی	بہن	بہن	ماں	ماں شریک بھائی
۳	۴	۴	۲	۲

مثال ۔۳۔ مسئلہ ۱۲ عـــ ۱۷

بیوی	بہن	بہن	ماں	ماں شریک بھائی	ماں شریک بھائی
۳	۴	۴	۲	۲	۲

مسئلہ ۵ چوبیس ۲۴ کا عول صرف ستائیس ہے۔[2] (درمختار ج ۵ ص ٦٨٩)

---

[1] ......"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج ١٠، ص ٥٧٠.

[2] ......المرجع السابق.

مثال۔۱۔ مسئلہ ۲۴ ع ۲۷

بیوی	بیٹی	بیٹی	ماں	باپ
۳	۸	۸	۴	۴

اعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان

تخریج مسائل کے وقت ورثاء کی تعداد، انکے حصوں کی تعداد، مخرج مسئلہ کا عدد، سب ہی کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے پھر ان اعداد کی باہمی نسبتیں بھی تخریج مسائل کے سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں ہم ان نسبتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

تماثل: اگر دو عدد آپس میں برابر ہیں تو ان میں تماثل کی نسبت ہے جیسے ۴=۴۔

تداخل: دو مختلف عددوں میں سے چھوٹا عدد اگر بڑے کو کاٹ دے یعنی بڑا چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو ان دونوں میں نسبت تداخل ہے جیسے ۱۶ اور ۴۔

توافق: دو مختلف عددوں میں سے اگر چھوٹا بڑے کو نہ کاٹے بلکہ ایک تیسرا عدد دونوں کو کاٹے تو ان دونوں میں نسبت توافق ہوگی جیسے ۸، اور ۲۰ کہ انہیں ۴ کاٹتا ہے ان دونوں میں توافق بالرُّبع ہے اور ۵ بیس کا عدد وفق ہے جب کہ دو آٹھ کا عدد وفق ہے۔

تباین: اگر دو مختلف عدد اس قسم کے ہوں کہ نہ تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو کاٹیں اور نہ ہی کوئی تیسرا ان کو کاٹے تو ان میں نسبت تباین ہے۔ جیسے ۱۹ اور ۱۰۔[1]

نسبتوں کی پہچان

دو عددوں میں مماثلت اور مساوات تو ظاہر ہی ہوتی ہے البتہ تداخل اور توافق اور تباین کی پہچان کا قاعدہ معلوم ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہے۔

دو عددوں میں اگر چھوٹا عدد بڑے عدد کو پورا پورا تقسیم کر دے تو یہ تداخل ہے اور اگر پورا پورا تقسیم نہ کرے تو چھوٹے عدد کو بڑے عدد سے تقسیم کریں اور اس کا جو باقی بچے اُس سے چھوٹے عدد کو تقسیم کریں پھر اس کا جو باقی بچے اس سے پہلے کے باقی کو تقسیم کریں اسی طرح ایک کو دوسرے سے تقسیم کرتے رہیں یہاں تک کہ باقی کچھ نہ بچے تو اگر آخری تقسیم کرنے والا عدد ایک ہے تو ان دو عددوں میں تباین ہے اور اگر ایک سے زیادہ دو تین چار وغیرہ کوئی عدد ہے تو ان میں توافق ہے اور اُس عدد کے نام کی مناسبت سے اس توافق کا نام بھی ہوتا ہے۔

[1]......"السراجی"، فصل فی معرفۃ التماثل والتداخل...إلخ، ص ۲۰، ۲۱.

مثلاً آخری تقسیم کرنے والا عدد دو تھا تو توافق بالنصف اور تین تھا تو توافق بالثلث اور چار تھا تو توافق بالربع ہے۔اس کی مثالیں یہ ہیں۔

۱۳اور۴۵کواور۱۰۔۱۶کواور۹۔۱۵کواس طرح تقسیم کیا جائے۔

۱۳) ۴۵ (۳	۱۰) ۱۶ (۱	۹) ۱۵ (۱
۳۹	۱۰	۹
۶) ۱۳ (۲	۶) ۱۰ (۱	۶) ۹ (۱
۱۲	۶	۶
۱) ۶ (۶	۴) ۶ (۱	۳) ۶ (۲
۶	۴	۶
×	۲) ۴ (۲	×
	۴	
	×	

پہلی مثال میں آخری تقسیم کرنے والا عدد ایک ہے لہٰذا۱۳اور۴۵میں تباین ہے۔دوسری مثال میں آخری تقسیم کرنے والا عدد دو ہے لہٰذا ۱۰اور۱۶ میں توافق بالنصف ہے۔اور تیسری مثال میں آخری تقسیم کرنے والا عدد تین ہے۔لہٰذا ۹اور۱۵ میں توافق بالثلث ہے۔

توافق کی صورت میں ان دونوں عددوں کو تقسیم کرنے والے عدد سے ان دونوں کو تقسیم کرکے جو عدد حاصل ہوگا وہ اس کا وفق کہلاتا ہے مثلاً ۱۶اور۱۰کو ۲سے تقسیم کیا تو ۱۶کا وفق ۸ ہے اور۱۰کا وفق ۵ ہے اور۹اور۱۵کو ۳سے تقسیم کیا تو ۹ کا وفق ۳ ہے اور۱۵ کا وفق ۵ ہے۔[1]

تصحیح: اگر وارثوں کی تعداد اور اصل مسئلہ سے ملنے والے حصوں میں کسر واقع ہو جائے تو اس کسر کے دور کرنے کو تصحیح کہتے ہیں۔[2] (ضوء السراج حاشیہ شریفیہ ص۷۲) اور کبھی حصوں کے کم ازکم عدد سے حاصل کرنے کو بھی تصحیح کہتے ہیں۔[3] (شریفیہ ص۷۲) یعنی اصل مسئلہ پر بھی تصحیح کا اطلاق ہوتا ہے۔اس سلسلہ میں مجموعی طور پر سات اصول کارفرما ہیں۔تین تو حصوں اور اعداد روٴس (یعنی جولوگ حصہ پانے والے ہیں انکی تعداد) کے درمیان ہیں اور چار خود اعداد روٴس کے درمیان ہیں۔

---

1 ...... "الشریفیة"شرح"السراجیة"، فصل فی معرفة التماثل و التداخل...إلخ، ص۵۷،۵۸.

2 ...... "ضوء السراج"حاشیة "الشریفیة"،باب التصحیح،ص۶۱.

3 ...... "الشریفیة"شرح"السراجیة"، باب التصحیح،ص۶۱.

مسئلہ ۱ اگر ہر فریق کے حصے اس پر بلاکسر کے منقسم ہورہے ہیں تو تصحیح کی کوئی ضرورت نہیں۔[1] (شریفیہ ص ۷۲)

مثال۔۱۔ مسئلہ ۶

ماں	باپ	بیٹیاں ۲
۱	۱	۴

اب یہاں وارثوں کے تین فریق ہیں اور ہر فریق کو پورا پورا حصہ بغیر کسر کے مل گیا دو بیٹیاں جو ایک فریق ہیں ان کا مجموعی حصہ ۴ ہے جس میں سے دو دو ہر ایک کو مل گئے۔

مسئلہ ۲ اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو اور ان کے عدد سہام (حصوں کی تعداد) اور عدد رؤس میں نسبت توافق ہو تو اس فریق کے عدد رؤس کا عدد وفق نکال کر اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور اگر مسئلہ عائلہ ہے تو اس کے عول میں ضرب دیں گے اب جو حاصل ہوگا وہ تصحیح مسئلہ ہے۔ پھر اسی عدد وفق کو ہر فریق کے حصے میں ضرب دی جائے گی اس طرح اس فریق کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔ اب رہا فریق کے ہر ہر فرد کا حصہ تو اس کی تخریج کا طریقہ ہم بعد میں بیان کریں گے۔[2]

مثال۔۱۔ مسئلہ ۶ ت ۳۰ المضروب ع ۵

ماں	باپ	بیٹیاں۔۱۰ (۵)
۱	۱	۴
۵	۵	۲۰

صورت مذکورہ میں کسر صرف ایک فریق پر تھی یعنی بیٹیوں پر، انکے عدد رؤس ۱۰ اور عدد سہام ۴ میں توافق بالنصف ہے، یعنی دونوں کو کاٹنے والا عدد ۲ ہے۔ لہٰذا اس کا عدد وفق ۵ نکلا۔ اب اس کو ہم نے اصل مسئلہ (جو ۶ سے ہے) میں ضرب دیا تو تیس ۳۰ حاصل ضرب نکلا۔ یہ تیس ۳۰ تصحیح مسئلہ ہے جس کو "ت" سے ظاہر کیا گیا ہے جو تصحیح کا مخفف ہے پھر اسی مضروب ۵ کو ہر فریق کے حصے سے ضرب دی گئی جس سے ہر فریق کا حصہ بلا کسر معلوم ہوگیا۔

مثال۔۲۔ مسئلہ ۱۲ ع ۱۵ ت ۴۵ المضروب ع ۳

شوہر	ماں	باپ	بیٹیاں ۶ (۳)
۳	۲	۲	۸
۹	۶	۶	۲۴

---

1 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، باب التصحيح، ص ٦١.

2 ......المرجع السابق، ص ٦٢.

اس صورت میں حصے مخرج مسئلہ سے بڑھ گئے تھے، لہٰذا مسئلہ عائلہ ہو گیا پھر سہام اور رؤس میں نسبت دیکھی گئی تو صرف ایک ہی فریق پر کسر تھی، وہ بیٹیاں ہیں، ان کے اور ان کے حصوں کے درمیان نسبت توافق بالنصف ہے لہٰذا ہم نے عدد رؤس کے عدد وفق کو عول مسئلہ میں ضرب دی اور اس طرح حاصل ضرب مخرجِ مسئلہ بن گیا۔ پھر اُسی مضروب کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب دے دی گئی۔ (1)

مسئلہ ۳ اگر کسر ایک ہی فریق پر ہو مگر ان کے عدد سہام اور عدد رؤس میں نسبت تباین ہو تو تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ جس فریق پر کسر ہے اس کے کُل عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں یا عول مسئلہ میں (اگر مسئلہ عائلہ ہے) ضرب دیں اور اسی طرح ہر فریق کے حصہ میں۔

مثال ۔۱۔

مسئلہ ٦ ت ۱۸		المضروب ع ۳
شوہر	دادی	اخوات الام ۳
۳	۱	۲
۹	۳	٦

مثال ۔۲۔

مسئلہ ٦ عـ ۷ ۳۵	المضروب ع ۵
شوہر	بہنیں ۔ ۵
۳	۴
۱۵	۲۰

مسئلہ ۴ مذکورہ تین اصول اس وقت جاری ہوں گے جب کسر ایک فریق پر ہو لیکن ایک سے زائد فریقوں پر کسر ہونے کی صورت میں مندرجہ ذیل چار اصولوں سے کام لیا جائے گا۔ (2)

مسئلہ ۵ اگر کسر ایک سے زائد فریقوں پر ہو تو رؤس اور رؤس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی اگر اعداد رؤس آپس میں متماثل ہوں تو کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں یا اس کے عول میں (اگر مسئلہ عائلہ ہو) ضرب دیں گے پھر اسی مضروب کو ہر فریق کے حصے میں ضرب دیں گے۔ (3)

مثال ۔۱۔

مسئلہ ٦ ت ۱۸		المضروب ع ۳
بیٹیاں ٦	دادیاں ۳	چچا ۳
۴	۱	۱
۱۲	۳	۳

---

(1)......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح، ص ٦٢.

(2)......المرجع السابق، ص ٦٣.

(3)......المرجع السابق، ص ٦٣، ٦٤.

توضیح اس کی یہ ہے کہ اصل مسئلہ ٦ سے ہوا جس میں سے ٦ بیٹیوں کو دو تہائی یعنی ۴ ملے اب چونکہ چار، چھ پر پوری طرح تقسیم نہیں ہوتا اور ۴۔٦ میں توافق [1] ہے، لہٰذا ٦ کا وفق عدد ۳ ہو گیا اور تین دادیوں کو ایک اور تینوں چچوں کو ایک ملا جوان پر پورا تقسیم نہیں ہوتا اب ہمارے پاس یہ عدد رؤس ہیں۔۳۔۳۔۳، ان میں تماثل ہے لہٰذا کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور پھر مضروب کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب دی جائے گی۔

مسئلۂ ٦ اگر کسر ایک سے زائد فریقوں پر ہے مگر ان کے اعداد رؤس میں آپس میں نسبت تداخل ہے تو جو بڑا عدد ہے اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے یا اگر عائلہ ہے تو اسکے عول میں دیں گے۔ [2]

مسئلۂ ۷ اگر کسر وارثوں کے ایک سے زائد فریقوں پر ہو اور اُن کے اعداد رؤس میں توافق ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک عدد رؤس کے وفق کو دوسرے فریق کے کل عدد رؤس میں ضرب دیں گے۔ پھر حاصل ضرب کی نسبت تیسرے فریق کے عدد رؤس سے دیکھیں گے۔ اگر ان میں توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کُل میں ضرب دیں گے اور اگر حاصل ضرب اور تیسرے فریق کے عدد رؤس میں تباین کی نسبت ہو تو پورے ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دے لیں گے۔ پھر حاصل ضرب کو چوتھے فریق کے عدد رؤس کے ساتھ اسی طرح دیکھیں گے۔ اگر توافق ہوگا تو ایک کے وفق کو دوسرے کل عدد میں ضرب دیں گے اور اگر تباین ہو تو ایک عدد کو دوسرے سے ضرب کر دیں گے۔ اسی طرح جتنے فریق میں کسر ہوگی، کریں گے۔ آخر میں جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں یا عول والے مسئلے میں عول سے ضرب دے دیں گے اور اسی عدد کو ہر فریق کے حصے میں بھی ضرب دے دیں گے۔ [3]

---

❶...... بہارِ شریعت میں اس مقام پر '' تداخل '' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل لفظ یہاں پر '' توافق '' ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...علمیه

❷......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح،ص ٦٤ .

مثال۔ مسئلہ ۱۲ تا ۱۴۴

بیویاں۔۴۔	دادیاں۔۳۔	چچا۔۱۲۔
۳	۲	۷
۳٦	۲۴	۸۴

توضیح: اصل مسئلہ ۱۲ ہے جس سے سدس یعنی دو حصے تین دادیوں کے ہیں لیکن دو، تین میں تباین ہے لہٰذا جدات کی تعداد تین ہی رہے گی چوتھائی بیویوں کا یعنی تین حصے لیکن تین اور چار میں بھی تباین ہے اس لیے زوجات کی تعداد بھی یہی رہے گی باقی مال اعمام (چچوں) کو بطور عصبہ ملے گا اور وہ سات حصے ہیں لیکن اعمام کی تعداد ۱۲ ہے جبکہ ۱۲ اور ۷ میں بھی تباین ہے اس لیے اعمام کی تعداد ۱۲ ہی رہے گی پھر ہم نے عدد رؤس کی آپس میں نسبت دیکھی تو زوجات اور جدات کی تعداد یعنی ۴ اور ۳ ان میں اور ۱۲ میں تداخل ہے لہٰذا ہم نے بڑے عدد رؤس ۱۲ کو اصلِ مسئلہ ۱۲ میں ضرب دی تو ایک سو چوالیس حصے ہو گئے اب ہر فریق کے حصے کو مضروب یعنی ۱۲ سے ضرب دیں گے پس بیویوں کے ۳٦، دادیوں کے ۲۴ اور چچوں کے ۸۴ حصے ہوں گے جو کہ ہر فریق کے عدد رؤس پر پورے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔...علمیه

❸......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح، ص ٦٥ .

مثال۔[1] مسئلہ۲۴ت۴۳۲۰ المضروب۱۸۰

بیویاں۔۴۔	بیٹیاں ۱۸ (۹)	دادیاں ۱۵	چچا۔ ۶۔
۳	۱۶	۴	۱
۵۴۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰

جیسا کہ آپ واضح طور پر دیکھ رہے ہیں اس مسئلہ میں ہر فریق پر کسر ہے لہٰذا ہم پہلے تو اعداد سہام[2] اور اعداد رؤس[3] کی نسبت دیکھیں گے تو ۳۔۴ میں تباین ہے لہٰذا یہ اعداد یونہی رہیں گے۔ ۱۶، ۱۸ میں توافق بالنصف ہے لہٰذا ۱۸ کا عدد وفق نکالیں گے جو ۹ ہے اب گویا یہ عدد ۹ ہی ہے اور رؤس کے درمیان نسبت دیکھتے ہوئے ۱۸ کا لحاظ نہ ہوگا۔ بلکہ ۹ کا ہی ہوگا۔ ۴، ۱۵ اور ۱، ۶ میں بھی نسبت تباین ہے۔ لہٰذا یہ اعداد بھی اپنی جگہ ہی رہیں گے اب رؤس کی نسبت دیکھی گئی تو ۴۔۶ میں نسبت توافق ہے تو ان میں سے کسی ایک کا عدد وفق نکال کر دوسرے میں ضرب دے سکتے ہیں یہاں ۶ کا عدد وفق نکالا تو تین ۳ نکلا اب ۴ کو تین میں ضرب دی تو ۱۲ حاصل ہوئے اب ۱۲ اور ۹ میں بھی نسبت توافق بالثلث کی ہے تو ۹ کا عدد وفق نکالا جو ۳ ہے اور ۱۲ کو ۳ میں ضرب دی ۳۶ حاصل آیا۔ اب ۳۶ اور ۱۵ میں بھی توافق بالثلث ہے لہٰذا ۱۵ کے عدد وفق ۵ کو ۳۶ میں ضرب دی تو ۱۸۰ حاصل ہوئے اب اس کو اصل مسئلہ ۲۴ میں ضرب دی تو ۴۳۲۰ چار ہزار تین سو بیس حاصل آیا جو مخرج مسئلہ ہے پھر اسی مضروب ۱۸۰ کو ہر فریق کے حصہ میں ضرب دی گئی تو وہ حاصل آیا جو ہم نے ہر ایک فریق کے نیچے لکھ دیا ہے۔

مسئلہ ۸ اگر کسر ایک سے زائد فریقوں پر ہو اور اعداد میں تباین ہو تو کسی ایک کو دوسرے عدد رؤس میں ضرب دی جائے گی پھر اس کی نسبت دوسرے عدد رؤس سے دیکھی جائے گی اگر تباین کی نسبت ہو تو اس کو دوسرے عدد رؤس سے ضرب دیں گے اور بالآخر جو حاصل ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔[4]

مثال۔ مسئلہ۲۴ت۵۰۴۰ المضروب ع۲۱۰

بیویاں۔۲۔	دادیاں۔ ۶۔(۳)	بیٹیاں۔۱۰۔(۵)	چچا۔۷۔
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰

توضیح = اب ۳۔۲ میں تباین ہے لہٰذا یہ اسی طرح رہیں گے اور ۴۔۶ میں توافق بالنصف ہے تو ۶ کا عدد وفق ۳ نکال لیا گیا۔ اس طرح ۱۶۔۱۰ میں توافق بالنصف ہے تو ۱۰ کا عدد وفق نکال لیا جو ۵ ہے اور ۱۔۷ میں تباین ہے لہٰذا وہ اپنی جگہ رہا۔ اب ہمارے پاس یہ اعداد رؤس ہیں ۲۔۳۔۵۔۷ یہ سب آپس میں متباین ہیں۔ لہٰذا ۲ کو ۳ میں ضرب دی تو حاصل ۶ ہوا۔ اس کو ۵ میں ضرب دی تو ۳۰ حاصل ہوا۔ اس کو ۷ میں ضرب دی تو حاصل ۲۱۰ دو سو دس آیا۔ اب اس کو ۲۴ اصل مسئلہ میں ضرب دی تو حاصل پانچ ہزار چالیس

---

1 ...... یہ مثال مسئلہ ۶ کے تحت مذکور تھی جبکہ یہ مسئلہ ۷ کی مثال ہے لہٰذا ہم نے اسے مسئلہ ۷ کے تحت ذکر کر دیا...علمیه

2 ...... حصوں کی تعداد۔ 3 ...... ہر فریق کی تعداد۔

4 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح ، ص ٦٦ .

آیا، ۵۰۴۰۔اور یہ مخرج مسئلہ ہے، پھر اسی مضروب ۲۱۰ کو ہر فریق کے حصے میں ضرب دی تو وہ حاصل آیا جو ہر فریق کے نیچے لکھا ہے۔

مسئلہ ۹ استقراء سے[1] یہ بات ثابت ہے کہ چار فریقوں سے زائد پر کسر نہیں آسکتی۔[2] (شریفیہ ص ۷۸)

ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کا اُصول

ہر فریق یا وارثوں کے ہر گروپ کا مجموعی حصہ معلوم کرنے کا طریقہ تو ہم بیان کر چکے ہیں اب اگر ہر گروپ کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کے کئی طریقے ہیں چند ہم ذکر کرتے ہیں۔

① ہر فریق کے حصہ کو (جو اس فریق کو اصل مسئلہ سے ملا ہے) ان کے عدد رؤس پر تقسیم کردیں پھر جو خارج قسمت ہے اُسے اس عدد میں ضرب دیں جس کو تصحیح کے لئے اصل مسئلہ میں ضرب دیا تھا، اب جو حاصل ہوگا وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔[3]

مثال۔ مسئلہ ۲۴ ت ۵۰۴۰ المضروب ع ۲۱۰

بیویاں ۔۲	دادیاں ۔۶	بیٹیاں ۔۱۰	چچا ۔۷
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰
لک	لک	لک	لک
۳۱۵	۱۴۰	۳۳۶	۳۰

توضیح = اب اس مسئلہ میں بیویوں کو ۳ ملے جبکہ عدد رؤس ۲ ہے لہٰذا ہم نے ۳ کو دو پر تقسیم کیا تو خارج قسمت $1\frac{1}{2}$ نکلا پھر اس کو المضروب ۲۱۰ میں ضرب دیا تو حاصل ۳۱۵ آیا جو ہر بیوی کا حصہ ہے اس کو قاعدہ کے مطابق فریق کے حصہ کے نیچے لک ۳۱۵ لکھ دیا گیا۔ لِکُ دراصل لکل واحد (ہر ایک کا) کا مخفف ہے۔ اس طرح بیٹیوں کا مجموعی حصہ ۱۶ ہے اور عدد رؤس ۱۰ ہے، لہٰذا ۱۶ کو ۱۰ پر تقسیم کیا گیا $1\frac{3}{5}$ پھر اس کو مضروب ۲۱۰ میں ضرب دیا گیا تو ۳۳۶ حاصل ہوا اور یہی ہر بیٹی کا حصہ ہے یہی عمل تمام فریقوں کے ساتھ کیا جائے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ المضروب کو فریق کے اعداد رؤس پر تقسیم کردیا جائے پھر خارج قسمت کو اسی فریق کے حصہ میں (جو اصل مسئلہ سے ان کو ملا ہے) ضرب دے دیا جائے تو حاصل ہر فرد کا حصہ ہوگا۔ اب مذکورہ مثال ہی کو لے لیں اس میں

---

1 ......غور وفکر سے، تجربے سے۔

2 ......"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب التصحیح، ص ٦٧.

3 ......المرجع السابق، فصل فی معرفة نصیب کل فریق، ص ٦٨.

بیویوں کا حصہ ۳ ہے اور ان کی تعداد ۲ ہے، جب مضروب (جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تھی) ۲۱۰ کو ۲ پر تقسیم کیا تو ایک سو پانچ ۱۰۵ حاصل ہوا۔ اب اسکو بیویوں کے مجموعی حصے ۳ سے ضرب دی تو ۳۱۵ حاصل ہوا جو ہر بیوی کا انفرادی حصہ ہے یہی عمل دوسرے فریقوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ (1)

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کے حصہ کو (جو اصل مسئلہ سے اس کو ملا ہے) ان کے عدد رؤس سے نسبت دیں پھر اس نسبت کے لحاظ سے مضروب سے اس فریق کے ہر فرد کو دے دیں، مثلاً اسی مسئلہ میں جب بیویوں کے حصہ ۳ کو عدد رؤس ۲ سے نسبت دی $\frac{۱}{۲}$ ا کی نسبت نکلی، اب اسی نسبت کے اعتبار سے مضروب سے ہر بیوی کو دیا تو ۳۱۵ آیا۔ یہی عمل ہر ایک فریق کے ساتھ کیا جائے گا، اس کے علاوہ اور طریقے بھی ہیں جو حساب داں حضرات (2) کے لئے مشکل نہیں۔ (3)

وارثوں اور دوسرے حقداروں میں ترکہ کی تقسیم کا طریقہ

جو کچھ مال میت نے چھوڑا ہو اس کی تقسیم اسی ترتیب پر ہوگی جس کا ذکر شروع کتاب میں ہوا۔ اب وارثوں اور دوسرے حقداروں میں ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ ذکر کیا جاتا ہے۔

① اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت ہو تو ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں اور مسئلہ درست ہے۔ (4)

مثال۔

ماں	باپ	بیٹیاں ۴
۱	۱	۴

مسئلہ ۶ — ترکہ ۶ روپیہ

توضیح = اب ترکہ یعنی وہ مال جو میت نے چھوڑا ہے اس کا عدد ۶ ہے جو ۶ سے مماثلت رکھتا ہے اس لئے پورا پورا تقسیم ہو گیا۔

مسئلہ ۱: اگر میت کے پاس کچھ نقد روپیہ ہو اور کچھ دوسرا مال تو سب کی مناسب قیمت لگائی جائے پھر تقسیم کیا جائے۔

مسئلہ ۲: اگر ترکے اور تصحیح میں تباین ہو تو وارث کے سہام کو (5) جو اُسے تصحیح سے ملے ہیں کُل ترکے میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو تصحیح سے تقسیم کریں جو جواب ہوگا وہ اس وارث کا حصہ ہے۔ (6)

---

1 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح ،فصل في معرفة نصيب كل فريق،ص٦٨.

2 ......علم حساب کے ماہرین۔

3 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح ،فصل في معرفة نصيب كل فريق،ص٦٩.

4 ......المرجع السابق،ص٧٠.

5 ......حصوں کو۔

6 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح ، فصل في قسمة التركات...إلخ،ص٧٠.

مسئلہ ٦			ترکہ ۷ روپے
بنت	بنت	ماں	باپ
٢	٢	١	١

توضیح = اس صورت میں تصحیح کا عدد چھ ہے اور ترکہ سات روپیہ ہے چھ اور سات میں تباین ہے اس لئے ایک لڑکی کے حصے یعنی دو کو سات میں ضرب دیا تو حاصل ضرب چودہ ہوا۔اس کو چھ سے تقسیم کیا تو $\frac{1}{3}$ ۲ روپیہ بیٹی کا حصہ ہوا اور باپ کا ترکہ ایک ہے اس کو ۷ سے ضرب دیا تو ۷ ہوئے اس کو ٦ سے تقسیم کیا تو $\frac{1}{6}$ ۱ روپیہ باپ کا حصہ ہوا۔

مسئلہ ۳ اگر ترکے اور تصحیح میں توافق ہو تو وارث کے سہام کو ترکے کے وفق میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق سے تقسیم کریں جو جواب ہوگا وہ اس وارث کا حصہ ہے۔(1)

مسئلہ ٦/٢		ترکہ ۱۵ روپے/ ۵
باپ	ماں	بیٹی
٢	١	٣

توضیح:۔ تصحیح کا عدد چھ ہے اور ترکہ پندرہ روپیہ۔ چھ اور پندرہ میں توافق بالثلث ہے۔ چھ کا وفق دو ہوا اور پندرہ کا وفق پانچ۔لہٰذا باپ کے حصے یعنی دو کو پندرہ کے وفق پانچ میں ضرب دیا حاصل ضرب دس ہوا۔دس کو چھ کے وفق دو سے تقسیم کیا تو پانچ جواب آیا۔ یہ باپ کا حصہ ہے بیٹی کے حصے تین کو پندرہ کے وفق پانچ میں ضرب دیا تو پندرہ ہوا۔اسے چھ کے وفق دو سے تقسیم کیا تو $\frac{1}{2}$ ۷ بیٹی کا حصہ ہوا۔ ماں کے حصے ایک کو پانچ پر ضرب دیا تو جواب پانچ ہوا۔اُس کو دو سے تقسیم کیا تو جواب $\frac{1}{2}$ ۲ ہوا، یہ ماں کا حصہ ہے۔

قاعدہ: اگر ترکے اور تصحیح مسئلہ میں تداخل ہو تو چھوٹے عدد سے بڑے عدد کو تقسیم کرنے کے بعد جو جواب آئے گا اس کو اس عدد کا وفق مان کر وہی عمل کیا جائے گا جو توافق کی صورت میں کیا جاتا ہے۔یعنی اگر ترکے کا عدد تصحیح سے زیادہ ہے تو تصحیح سے ترکے کو تقسیم کرنے کے بعد جو عدد حاصل ہوگا اس کو ہر وارث کے سہام میں ضرب دے دینے سے اس وارث کا حصہ معلوم ہو جائے گا اور اگر تصحیح کا عدد ترکے سے زیادہ ہے تو ترکے سے تصحیح کو تقسیم کرکے جو عدد حاصل ہوگا وہ تصحیح کا وفق ہوگا اس سے ہر وارث کے سہام کو تقسیم کرنے سے اُس وارث کا حصہ معلوم ہو جائے گا۔(2)

---

1 ......"الشریفیة"شرح"السراجیة"، باب التصحیح ،فصل فی قسمة الترکات...إلخ، ص ٧٠.

2 ......المرجع السابق، ص ٧١.

مسئلہ ٦		ترکہ ١٨/٣
اب	ام	بنت
٢	١	٣

توضیح: تصحیح مسئلہ چھ اور ترکہ اٹھارہ روپیہ میں تداخل ہے تو چھ سے اٹھارہ کو تقسیم کیا تو تین جواب آیا۔ تین کو بیٹی کے حصے یعنی تین سہام کو اٹھارہ کے وفق تین میں ضرب دیا تو نو روپیہ بیٹی کا حصہ ہوگیا۔ اسی طرح دوسرے وارثوں کا نکال دیا جائے گا۔

مسئلہ ٢٤/٢			ترکہ ١٢ روپے
اب	ام	بنت	زوجہ
٥	٤	١٢	٣

توضیح:۔ تصحیح کے عدد چوبیس ٢٤ اور ترکہ کے عدد بارہ ١٢ میں تداخل ہے تو بارہ سے چوبیس کو تقسیم کیا جواب دو آیا۔ یہ چوبیس کا وفق ہے بیٹی کا حصہ جو بارہ سہام تھا اسے دو سے تقسیم کیا تو لڑکی کا حصہ چھ روپے ہوگیا اور باپ کے پانچ سہام کو دو سے تقسیم کیا تو $\frac{1}{2}$ ٢ روپیہ باپ کا حصہ ہوا۔ ماں کے چار سہام کو دو سے تقسیم کیا تو دو روپیہ ماں کا حصہ ہوا۔ بیوی کے تین سہام کو دو سے تقسیم کیا ڈیڑھ روپیہ بیوی کا حصہ ہوگیا۔

مسئلہ ٤ اگر ہر فریق کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو جو کچھ اصل مسئلہ سے ملا ہے تو توافق کی صورت میں اسے ترکہ کے وفق میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو تصحیح مسئلہ کے وفق پر تقسیم کریں اب جو خارج ہوگا وہ اس فریق کا حصہ ہے۔ (1)

مثال =

مسئلہ ٦ تعول الیٰ ٩ (٣)		ترکہ ٣٠/ روپے (١٠)
شوہر	بہنیں ۔ ٤	ماں شریک بہنیں ۔ ٢
٣	٤	٢
١٠	$\frac{1}{3}$ ١٣	$\frac{2}{3}$ ٦

توضیح = بہنوں کو اصل مسئلہ سے مجموعی طور پر ٤ ملے تھے ان چار کو ترکہ کے وفق ١٠ میں ضرب دی تو حاصل ٤٠ آیا۔ اب اس ٤٠ کو وفق مسئلہ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت $\frac{1}{3}$ ١٣ آیا۔ یہی چار بہنوں کے ترکہ سے مجموعی حصہ ہے، یہی حال باقی فریقوں کا ہے۔

مسئلہ ٥ اگر تصحیح اور ترکہ میں تبایُن کی نسبت ہو تو ہر فریق کے حصہ کو کُل ترکہ میں ضرب دیں گے اور حاصل کو کل تصحیح پر تقسیم کردیں گے اب خارج قسمت اس فریق کا مجموعی حصہ ہوگا۔ (2)

---

1 ......"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب التصحیح، فصل فی قسمة الترکات...إلخ، ص ٧١.

2 ......المرجع السابق.

مثال = مسئلہ ۶ تعول الیٰ ۹ ترکہ/۳۲ روپے

شوہر	بہنیں۔۴۔	ماں شریک بہنیں۔۲۔
۳	۴	۲
$10\frac{2}{3}$	$14\frac{2}{9}$	$7\frac{1}{9}$

مسئلہ ۶ اگر فریق کے ہر ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔[1] صرف فرق اتنا ہے کہ بجائے فریق کے حصے کو ضرب دینے کے ہر ہر فرد کے حصے کو ضرب دی جائے گی۔

مثال = مسئلہ ۶ تعول الیٰ ۹ (۳) ترکہ/۳۰ روپے (۱۰)

شوہر	بہنیں۔۴۔	ماں شریک بہنیں۔۲۔
۳	۴	۲
۱۰	$13\frac{1}{3}$	$6\frac{2}{3}$
	لکل $3\frac{1}{3}$	لکل $3\frac{1}{3}$

توضیح: اب مثال مذکور میں شوہر کا حصہ تو واضح ہے، ایک بہن کا حصہ اگر معلوم کرنا ہو تو ایک بہن کے حصہ کو وفق ترکہ میں ضرب دیں گے یعنی ایک کو دس میں دیں گے تو حاصل دس آیا اب دس کو تین پر تقسیم کیا تو حاصل $3\frac{1}{3}$ آیا۔

قرض خواہوں میں مال کی تقسیم

مسئلہ ۱ اگر میت کا مال اتنا ہے کہ ہر قرض خواہ کو اس کا پورا پورا حق مل سکتا ہے جب تو ظاہر ہے کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر صورت یہ ہو کہ قرض خواہ[2] زائد ہیں اور ترکہ کم ہے اب کسی ایک کو پورا ادا کرنا اور باقی کو کم دینا انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ اس لئے ایک ایسا طریقہ وضع کیا گیا ہے کہ ہر قرض خواہ کو انصاف سے مل جائے، اور وہ یہ کہ ہر قرض خواہ کا دَین بمنزلہ سہم کے تصور کیا جائے اور تمام قرض خواہوں کے قرض کا مجموعہ بمنزلہ تصحیح یعنی مخرج مسئلہ کے تصور کیا جائے اور پھر وہی عمل کیا جائے جو تقسیم ترکہ میں ہوتا ہے۔

مثلاً۔ ایک شخص مرگیا اور ترکہ ۹ روپے چھوڑے جب کہ اس پر ایک شخص کے ۱۰ روپے تھے۔ دوسرے کے ۵ تو مجموعہ ۱۵

[1] یعنی مسئلہ ۴ کے تحت جو مذکور ہوا۔ [2] یعنی میت جن کا مقروض تھا۔

روپے ہوا۔اس کو بمنزلہ مخرج مسئلہ کے کیا،اور ۹۔۱۵ میں توافق بالثلث ہے اب ہم نے دس والے کو (جو ایک شخص کا قرض تھا) ۳ میں (جو وفق ترکہ ہے) ضرب دی تو حاصل تیس آیا اب اس حاصل کو وفق تصحیح (۵) پر تقسیم کیا تو خارج دس والے کا حصہ قرار پایا اور وہ ٦ ہے۔[1]

مثال۔

مسئلہ ۱۵ (۵)	ترکہ ۹ روپے (۳)
قرض زید ۱۰	قرض خالد ۵
۱۰	۵
٦ روپیہ	۳ روپیہ

اس پر قیاس کرتے ہوئے تباین کی صورت کا حل کچھ مشکل نہ ہوگا۔

تخارُج کا بیان

اس سے مراد یہ ہے کہ وارثوں میں کوئی یا قرض خواہوں میں سے کوئی تقسیم ترکہ سے پہلے میت کے مال میں سے کسی معین چیز کو لینا چاہے اور اس کے عوض اپنے حق سے دستبردار ہو جائے خواہ وہ حق اس چیز سے زائد ہو یا کم اور اس پر تمام ورثہ یا قرض خواہ متفق ہو جائیں تو اس کا نام فقہ کی اصطلاح میں ''تخارج'' یا ''تصالح'' ہے۔اس صورت میں طریق تقسیم یہ ہے کہ اس شخص کے حصہ کو تصحیح سے خارج کر کے باقی مال تقسیم کر دیا جائے۔[2] (شریفیہ ص ۸۵، درمختار ج ۵ ص ۵٦۵)

مثلاً۔ ایک عورت نے ورثہ میں شوہر، ماں اور چچا چھوڑے،اب شوہر نے کہا میں اپنا حصہ مہر کے بدلہ چھوڑتا ہوں، اس پر باقی ورثہ راضی ہو گئے تو مال اس طرح تقسیم ہوگا۔

مثال۔

مسئلہ ۳	
ماں	چچا
۲	۱

توضیح: اب اصل مسئلہ شوہر کے ہوتے ہوئے ٦ تھا جس میں سے ۳ شوہر کو ملنا تھے اور تہائی ۲۔ماں کو ملنا تھے،جبکہ ایک چچا کا تھا،اس لئے شوہر کا حصہ مہر کے عوض ساقط ہو گیا اور باقی وارثوں کے حصے حسب سابق رہے۔خلاصہ یہ کہ وارثوں کو وہی حصے ملیں گے جو تخارج سے قبل خارج ہونے والے وارث کی موجودگی میں ملتے تھے۔[3] (درمختار ج ۵ ص ۵٦۵)

1 ......''الشريفية''شرح''السراجية''، باب التصحيح، فصل في قسمة التركات...إلخ، ص ۷۳،۷۲.

2 ......''الشريفية''شرح''السراجية''، فصل في التخارج، ص ۷٤،۷۳.

3 ......''الدر المختار''، كتاب الفرائض، باب المخارج، ج ۱۰، ص ٦۰۲.

ردّ کا بیان

مسئلہ ۱ ردّ عول کی ضد ہے کیونکہ عول میں حصے مخرج سے زائد ہو جاتے ہیں اور مخرج مسئلہ میں اضافہ کرنا پڑتا ہے جب کہ ردّ میں حصے گھٹ جاتے ہیں اور مخرج مسئلہ میں کمی کرنا پڑتی ہے، اب اگر یہ صورت واقع ہو کہ مخرج سے اصحاب فرائض کو انکے مقررہ حصوں کے دینے کے بعد بھی کچھ بچ جائے اور کوئی عصبہ بھی موجود نہ ہو تو باقی ماندہ کو اصحاب فرائض پر اُن کے حصوں کی نسبت سے دوبارہ تقسیم کیا جائے گا۔[1] (شریفیہ ص ۸۶، عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۹، درمختار ج ۵ ص ۵۴۷، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۴۷)

مسئلہ ۲ شوہر اور بیوی پر ردّ نہیں کیا جائے گا، جمہور صحابہ رضی اللّٰہ عنھم کا یہی قول ہے۔[2] (شریفیہ ص ۸۶ ومحیط سرخسی بحوالہ عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۹، درمختار ج ۵ ص ۵۴۷، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۴۷)

اس زمانے میں بیت المال کا نظام نہیں ہے اس لئے زوجین[3] پر ردّ کر دیا جائے گا جب کہ اور کوئی وارث نہ ہو۔[4] (شامی ودرمختار ج ۵ ص ۶۸۹)

مسئلہ ۳ ردّ کے مسائل چار اقسام پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ مسئلہ میں ان وارثوں میں سے جن پر ردّ ہوتا ہے صرف ایک قسم ہو اور جن پر ردّ نہیں ہوتا ہے یعنی (زوجین) میں سے کوئی نہ ہو اس صورت میں مسئلہ انکے عدد روٗس سے کیا جائے گا کیونکہ مال سب کا سب انہی کو دینا ہے اور چونکہ روٗس ومخرج میں تماثل ہے اس لئے مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۹، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۴۷)

مثال۔۱۔ بالرد مسئلہ ۲

بیٹی	بیٹی
۱	۱

مثال۔۲۔ بالرد مسئلہ ۲

بہن	بہن
۱	۱

مسئلہ ۴ اگر مسئلہ میں ایک سے زائد اجناس[6] ان وارثوں کی ہیں جن پر ردّ ہوتا ہے اور جن پر ردّ نہیں ہوتا ہے وہ نہیں ہیں تو مسئلہ ان کے سہام سے کیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۹، درمختار ج ۵ ص ۵۴۷، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۴۷)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الرابع عشر في الردّ وهو ضدّ العول، ج٦، ص ٤٦٩.
و"الشريفية" شرح "السراجية"، باب الردّ، ص ٧٤، ٧٥.

2 ...... "الشريفية" شرح "السراجية"، باب الردّ، ص ٧٤، ٧٥.

3 ...... یعنی میاں بیوی۔

4 ...... "الدر المختار" و"ردالمحتار"، كتاب الفرائض، باب العول، ج ١٠، ص ٥٧٠.

5 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الرابع عشر في الردّ وهو ضدّ العول، ج٦، ص ٤٦٩.

6 ...... اقسام۔

7 ...... "الدر المختار" و"ردالمحتار"، كتاب الفرائض، باب العول، ج ١٠، ص ٥٧٢.

مثال۔۱۔ بالرد مسئلہ۲

ماں شریک بہن	دادی
۱	۱

توضیح= اس مسئلہ میں دادی کا حصہ چھٹا ہے اور ماں شریک بہن کا بھی یہی ہے، مسئلہ اگر ۶ سے کیا جاتا ہے تو ہر ایک کو ایک ایک ملتا اور ۴ بچتے، اس لئے مسئلہ انکے سہام یعنی ۲ سے کر دیا گیا۔

مثال۔۲۔ مسئلہ۳

ماں شریک بہنیں۔۲۔	ماں
۲	۱

توضیح= چونکہ ماں شریک بہنیں دو ہیں، اس لئے انکا مقررہ حصہ ثلث $\frac{۱}{۳}$ ہے، جبکہ ماں کا حصہ چھٹا ہے۔ اب اگر مسئلہ ۶ سے کیا جائے تو بہنوں کو چھ میں سے ۲ ملتے ہیں اور ماں کو ایک۔ لہٰذا ان کے مجموعی سہام[1] ۳ ہوئے پس بجائے اس کے کہ ۶ سے مسئلہ کریں ۳ ہی سے کر دیا۔ اس طرح فرض حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچا وہ بھی انہی کی طرف رڈ ہو گیا۔

مثال۔۳۔ بالرد مسئلہ۴

بیٹی	پوتی
۳	۱

توضیح: اصل مسئلہ ۶ سے تھا جن میں سے نصف (یعنی ۳) بیٹی کا ہے اور چھٹا یعنی ایک پوتی کا ہے تو کل حصے ۴ ہوئے انہی سے مسئلہ کر دیا گیا۔

مثال۔۴۔ بالرد مسئلہ۵

بیٹی۔۲۔	ماں
۴	۱

توضیح: چونکہ بیٹیاں ۲ ہیں ان کو چھ کا دو تہائی یعنی ۴ ملنا ہے جب کہ ماں کو ایک ملے گا اس طرح مجموعی سہام ۵ بنتے ہیں اور انہی سے مسئلہ کر دیا گیا۔

مثال۔۵۔ بالرد مسئلہ۵

بیٹی	پوتی	ماں
۳	۱	۱

[1] ۔۔۔۔۔کل حصے۔

مثال۔٦۔ بالرد مسئلہ ۵

بہن	ماں شریک بہنیں ۲
۳	۲

مسئلہ ۵ اگر من یرد علیہ[1] کی ایک جنس ہو اور من لایرد علیہ بھی ہوں تو من لایرد علیہ[2] کا حصہ پہلے اس کے اقل مخارج سے دیا جائے گا اور اس مخرج سے جو بچے گا اس کو من یرد علیہ کے رؤس پر تقسیم کردیا جائے گا اب اگر یہ باقی انکے رؤس پر پورا پورا تقسیم ہوجائے تب تو ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔[3] (عالمگیری ج٦ ص ٤٧٠، درمختار ج۵ ص ۵٤٧، تبیین الحقائق ج٦ ص ٢٤٧)

مثال۔١۔ بالرد مسئلہ ٤

شوہر	بیٹیاں۔۳۔
١	۳

توضیح = جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، اس مسئلہ میں شوہر من لایرد علیہ میں سے ہے جب کہ بیٹیاں من یرد علیہ میں سے ہیں۔ اب شوہر کے لئے دو مخرج تھے ایک نصف اور دوسرا ربع، ربع اقل مخارج ہے۔ پس ہم نے ٤ سے مسئلہ کیا اور شوہر کا حصہ دے دیا۔ اب ۳ بچے تو ان کے من یرد علیہ یعنی بیٹیوں کے عدد رؤس ۳ پر تقسیم کردیا گیا جو پورا تقسیم ہوگیا، لہٰذا مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ٦ اگر من لایرد علیہ کو انکے اقل مخارج سے دینے کے بعد باقی ماندہ من یرد علیہ کے رؤس پر پورا تقسیم نہ ہو بلکہ اس میں اور ان کے اعداد رؤس میں نسبت توافق ہو تو انکے عدد رؤس کے وفق کو من لایرد علیہ کے مخرج مسئلہ میں ضرب دی جائے گی اور حاصل کو مخرج مسئلہ قرار دیا جائے گا۔[4]

مثال۔١۔ مسئلہ ٨ (مسئلہ ٤)

شوہر	بیٹیاں ٦ (٢)
١/٢	۳/٦

توضیح = یہاں من لایرد علیہ میں سے شوہر ہے جس کا اقل مخرج ٤ ہے لہٰذا مسئلہ ٤ سے ہی کیا گیا اور شوہر کو ایک دے دیا اب ۳، چھ پر پوری طرح تقسیم نہیں ہوتا، لہٰذا ہم نے ۳ اور ٦ میں نسبت دیکھی تو وہ تداخل کی ہے جو حکم توافق میں ہے، اب بیٹیوں کے رؤس کا عدد وفق ٢ ہے، ٢ کو شوہر کے مخرج مسئلہ ٤ سے ضرب دی تو حاصل ٨ آیا، پھر اسی دو کو شوہر کے حصہ میں ضرب دی تو حاصل ٢ آیا اور بیٹیوں کے حصہ میں ضرب دی تو حاصل ٦ آیا اور ہر لڑکی کو ایک ایک ملا۔

---

[1]......یعنی جس پر رد ہوتا ہے۔ [2]......یعنی جس پر رد نہیں ہوتا ہے۔

[3]......"الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج١٠، ص٥٧٢.
و"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب الرد، ص٧٨.

[4]......"الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج١٠، ص٥٧٣.

مسئلہ ۷ اگر من لا یردعلیہ کے دینے کے بعد باقی ماندہ[1] میں اور من یردعلیہ کے رؤس میں نسبت تباین ہو تو کل عدد رؤس کو من لا یردعلیہ کے مخرجِ مسئلہ میں ضرب دی جائے گی اور حاصل ضرب مخرجِ مسئلہ ہوگا۔[2]

مثال۔ مسئلہ ۲۰

شوہر	بیٹیاں ۵
۱	۳
۵	۱۵

توضیح = شوہر کا حصہ ادا کرنے کے بعد ۳ اور ۵ میں تباین ہے، لہٰذا ۵ کو ۴ میں ضرب دیا تو حاصل بیس آیا جو مخرج مسئلہ بنایا گیا ہے پھر اس ۵ کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب دے دی۔ ع

مسئلہ ۸ مسائل ردّ میں چوتھی قسم یہ ہے کہ من لا یردعلیہ کے ساتھ من یردعلیہ کی دو جنسیں ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ من لا یردعلیہ سے باقی ماندہ کو مسئلہ من یردعلیہ پر تقسیم کیا جائے اگر پورا تقسیم ہو جائے تو ضرب کی ضرورت نہیں اور اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ بیوی کو چوتھائی ملتا ہو اور باقی من یردعلیہ پر اَثلاثاً[3] تقسیم ہو رہا ہو[4]۔

مثال۔ بالرد مسئلہ ۴ (۴۸)

بیوی	دادیاں۔ ۴۔	ماں شریک بہنیں۔ ۶۔
۱	۱	۲
۱۲	۱۲	۲۴

توضیح = یہاں بیوی کو چوتھائی دیا گیا ہے اور مسئلہ ۴ سے کیا گیا ہے اور من یردعلیہ کا مسئلہ الگ کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ اگر صرف دادیاں اور ماں شریک بہنیں ہوتیں تو مسئلہ بالرد ۳ ہوتا جن میں سے ۲ بہنوں کو اور ایک دادی کو ملتا۔ اب من یردعلیہ کا مسئلہ ۳ سے ہے اور من لا یردعلیہ کا حصہ دے کر ۳ بچتے ہیں لہٰذا اب ضرب کی ضرورت نہیں لیکن دادیوں پر ایک پورا تقسیم نہیں ہوتا جبکہ بہنوں پر ۲ پورے تقسیم نہیں ہوتے، دادیوں کے سہام اور اعداد رؤس میں تباین ہے لہٰذا ان کو اپنے حال پر رکھا گیا جب کہ بہنوں کے سہام اور اعداد رؤس میں توافق ہے لہٰذا بہنوں کا عدد وفق نکالا گیا جو ۳ ہے اب ہمارے پاس یہ اعداد رؤس ہیں: ۱، ۴، ۳، جو سب متباین ہیں۔ لہٰذا ہم نے بہنوں کے اعداد رؤس کے وفق کو دادیوں کے کُل اعداد رؤس میں ضرب دیا تو حاصل ۱۲ آیا۔ پھر

1 ...... بچا ہوا۔

2 ...... "الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج ۱۰، ص ۵۷۲.
و"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب الردّ، ص ۷۸.

3 ...... یعنی تین حصوں میں۔

4 ...... "السراجی"، باب الردّ، ص ۲۸.

اس حاصل کو من لا یردعلیہ کے مسئلہ ۴ سے ضرب دی تو حاصل اڑتالیس[۴۸] آیا پھر اسی بارہ[۱۲] سے ہر فریق کے حصہ کو ضرب دی تو جو حاصل آیا وہ ہر ایک فریق کا حصہ ہے جیسا کہ آپ مثال میں دیکھ رہے ہیں۔

مسئلہ ۹ اگر من لا یردعلیہ کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ من یردعلیہ کے مخرج مسئلہ پر پورا تقسیم نہ ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ من یردعلیہ کے کل مسئلہ کو من لا یردعلیہ کے مسئلہ میں ضرب دیں اب جو حاصل ہوگا وہ دونوں فریقوں کا مخرج مسئلہ ہوگا۔ (1)

مثال۔ بالرد مسئلہ ۸×۵ / ۴۰×۳۶ / ۱۴۴۰ المضروب ع ۵ المضروب ع ۳۶

بیویاں۔۴۔	بیٹیاں۔۹۔	دادیاں۔۶۔	
۱/۵	۴/۲۸	۱/۷	
۱۸۰ / لک ۴۵	۱۰۰۸ / لک ۱۱۲	۲۵۲ / لک ۴۲	(لک۔لکل واحد)

توضیح = اصولی طور پر یہ مسئلہ ۲۴ سے ہونا تھا کیونکہ آٹھواں دوتہائی اور چھٹے کے ساتھ آرہا ہے لیکن حصے بچتے تھے اس لئے مسئلہ رڈ کا ہو گیا تو پہلے بیویوں کو ان کے اقل مخارج ۸ سے حصہ دیا پھر من یردعلیہ کا مسئلہ الگ حل کر کے دیکھا تو وہ ۵ ہو رہا ہے جس میں سے ۴ بیٹیوں کے حصہ میں آرہے ہیں اور ایک دادی کے، اب بیویوں کا حصہ نکالنے کے بعد ۷ بچے جو ۵ پر پورے تقسیم نہیں ہوتے، اب من لایُردعلیہ کے باقی ماندہ ۷ اور مسئلہ من یردعلیہ ۵ میں تباین ہونے کی وجہ سے مسئلہ من یردعلیہ ۵ کو کل مسئلہ من لا یرد علیہ میں ضرب دی تو حاصل چالیس[۴۰] آیا جو فریقین کا مخرج مسئلہ ہے۔ اب ان میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ من لا یردعلیہ کے سہام کو (2) مسئلہ من لا یردعلیہ میں ضرب دیں جیسے یہاں ایک کو ۵ سے ضرب دی تو حاصل ۵ آیا یہ من لا یردعلیہ کا حصہ ہے اور من یردعلیہ میں سے ہر فریق کے حصہ کو مسئلہ من لا یردعلیہ کے باقی ماندہ سے ضرب دی جائے گی تو بیٹیوں کو ۴ ملے تھے انہیں جب ۷ میں ضرب دی گئی تو حاصل ۲۸ آیا جو بیٹیوں کا مجموعی حصہ ہے، اور دادیوں کے حصے کو جب سات میں ضرب دی تو ۷ آیا یہ دادیوں کا مجموعی حصہ ہے اب اگر ہر فریق یا بعض کے حصے انکے رؤس پر (3) پوری طرح تقسیم نہ ہوتے ہوں تو وہی عمل دہرایا جائے گا جو تصحیح کے باب میں ہم بیان کر آئے ہیں، مثلاً اسی مسئلہ میں بیویوں کی تعداد ۴ اور انکے حصے ۵ ہیں جن میں تباین ہے اس لئے ان اعداد کو یونہی رکھا گیا۔ بیٹیاں ۹ ہیں اور ان کے حصے ۲۸ ان میں بھی تباین کی نسبت ہے لہٰذا یہ بھی اپنی جگہ رہے اور یہی حال دادیوں کا ہے اب صرف رؤس کے درمیان نسبت تلاش کی تو دادیاں ۶ اور بیویاں ۴ ہیں۔ ان میں توافق بالنصف ہے

---

1 ......"السراجی"، باب الرد، ص ۲۸.

2 ......حصوں کو۔

3 ......یعنی ان کی تعداد پر۔

لہٰذا ہم نے ۴ کے نصف ۲ کو ۶ میں ضرب دی تو حاصل ۱۲ آیا۔ اور یہ عدد بیٹیوں کی تعداد ۹ سے توافق بالثلث کی نسبت رکھتا ہے لہٰذا ۱۲ کے ثلث ۴ کو ۹ میں ضرب دی تو حاصل ۳۶ آیا اس کو ۴۰ میں ضرب دی تو حاصل ایک ہزار چار سو چالیس آیا۔ پھر اسی مضروب سے ہر فریق کے حصوں کو ضرب دی بیویوں کے حصے ۵ کو ۳۶ سے ضرب دی تو حاصل ایک سو اسّی ۱۸۰ آیا، جب اس کو ۴ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کو ۴۵ ملا۔ بیٹیوں کے حصہ ۲۸ کو جب ۳۶ سے ضرب دی تو حاصل ایک ہزار آٹھ آیا۔ اس کو ۹ پر تقسیم کیا ہر لڑکی کو ۱۱۲ ملا پھر دادیوں کے حصے ۷ کو ۳۶ سے ضرب دی تو حاصل دو سو باون آیا اور اس کو ۶ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ بیالیس نکلا۔[1] (تبیین الحقائق ج۶ ص۲۴۸)

مُناسَخہ کا بیان

یہ لفظ نسخ سے نکلا ہے جس کے معنی بدلنے کے ہیں اور فرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ میت کے ترکہ کی تقسیم سے قبل ہی اگر کسی وارث کا انتقال ہو جائے تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کی طرف منتقل کر دیا جائے۔[2] (شریفیہ ص۱۰۴، عالمگیری ج۶ ص۴۷۰)

مسئلہ ۱: اگر دوسری میت کے وُرَثہ بعینہٖ وہی ہیں جو پہلی میت کے تھے اور تقسیم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا ہے تو ایک ہی مرتبہ تقسیم کافی ہوگی کیونکہ تکرار بے کار ہے۔[3]

مثال = مسئلہ ۷

بیٹے ۲	بیٹیاں ۳
۴	۳

اب ان بیٹیوں میں سے اگر کوئی مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو سوائے حقیقی بھائی اور بہنوں کے تو اب ظاہر ہے کہ ان کے درمیان ترکہ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ﴾ کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے گا اور اس طرح ان کے حصوں میں تقسیم کے اعتبار سے کچھ فرق نہ ہوگا لہٰذا بجائے اس کے کہ ہم دوبارہ علیحدہ مسئلہ کی تصحیح کریں ہم نے شروع سے مال اس طرح تقسیم کیا کہ مرنے والی بیٹی کو بالکل ساقط کر دیا۔ جیسے مثال سابق کو اس طرح حل کریں گے۔

مثال = مسئلہ ۶

بیٹے ۲	بیٹیاں ۲
۴	۲

---

1 ......"التبيين الحقائق"، كتاب الفرائض، ج۷، ص۵۰۵.

2 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب المناسخة، ص۹۰.

3 ......المرجع السابق.

یعنی اب بیٹیاں بجائے ۳ کے دو ہی ہیں اور مرنے والی بیٹی کا ترکہ از خود اس کے بھائیوں اور بہنوں پر منقسم ہوگا۔

مسئلہ ۲ اگر دوسری میت کے ورثہ پہلی میت کے ورثہ سے مختلف ہیں تو اس کی تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پہلی میت کا ترکہ بیان کردہ اصولوں کے مطابق تقسیم کیا جائے پھر دوسری میت کا ترکہ بھی اصول مذکورہ کی روشنی میں تقسیم کریں، اب مناسخہ کا عمل شروع ہوگا اور وہ یہ ہے کہ دوسری میت کے مسئلہ کی تصحیح اور اس کے مافی الید (یعنی جو حصہ اس کو پہلی میت سے ملا ہے) میں تین حالتوں میں سے کوئی حالت ہوگی ① یا ان دونوں میں نسبت تماثل ہوگی ② یا توافق ہوگی ③ یا تباین ہوگی۔ اگر نسبتِ تماثل ہے تب تو ضرب کی ضرورت نہیں بلکہ پہلی تصحیح بمنزلہ اصل مسئلہ کے ہوجائے گی اور دوسری تصحیح کے ورثہ گویا پہلی تصحیح کے ورثہ بن جائیں گے۔ اس طرح دونوں میتوں کے وارثوں کا مخرج مسئلہ ایک ہی رہے گا اور اگر نسبت توافق ہو تو تصحیح ثانی کے عدد وفق کو پہلی تصحیح کے کُل میں ضرب دی جائے گی اور اگر نسبت تباین ہو تو تصحیح ثانی کو تصحیح اول میں ضرب دی جائے گی۔ اب جو حاصل آئے گا وہ دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا پھر ان دونوں آخری صورتوں میں پہلی تصحیح کے ورثہ کے حصوں کو دوسری تصحیح کے کُل یا وفق میں ضرب دی جائے گی، جبکہ دوسری تصحیح کے ورثہ کو مافی الید کے کُل یا وفق میں ضرب دی جائے گی۔[1]

مسئلہ ۳ اگر مافی الید اور تصحیح ثانی میں نسبت تداخل ہو تو چھوٹے عدد کو کسی سے ضرب نہیں دی جائے گی بڑے عدد کے وفق سے ضرب دی جائے گی۔

مسئلہ ۴ اگر دوسرے کے بعد تیسرا چوتھا (آگے تک) مرتا ہے تو یہی اصول جاری ہوں گے صرف یہ خیال رہے کہ پہلی اور دوسری تصحیح کا مبلغ، پہلے مسئلہ کی تصحیح کے قائم مقام ہوگا اور تیسرا بمنزلہ دوسری تصحیح کے ہوگا۔[2] وعلیٰ ھذا القیاس۔

مثال۔ ا

بالرد مسئلہ ۴×۴ / ۲×۱۶ / ۴×۳۲ / ۱۲۸

ماں	بیٹی	شوہر
عظیمہ	کریمہ	حامد
۱ / ۳ / ٦	۳ / ۹	۱ / ۴

---

1 ......"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب المناسخة، ص ۹۱۔۹۴.

2 ......السراجی، باب المناسخة، ص ۳۴.

۲۔ مسئلہ۴ تماثل حامد

بیوی	باپ	ماں
حلیمہ	عمرو	رحیمہ
۱/۲/۸	۲/۴/۱۶	۱/۲/۸

۳۔ مسئلہ۲/۶ توافق بالثلث کریمہ مف ۹ ۳/ (مف۔مافی الید کامخفف ہے)

بیٹی	بیٹا	بیٹا	نانی
رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
۲/۳/۱۲	۲/۶/۲۴	۲/۶/۲۴	۱/۳

۴۔ مسئلہ۲/۴ تباین عظیمہ ء ۹ (مف۔مافی الید کامخفف ہے)

شوہر	بھائی		بھائی
عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	(۱)	عبدالکریم
۱/۲/۱۸	۱/۹		۱/۹

المبلغ ۱۲۸

الأحیــاء

حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

توضیح= اصطلاح میں ایک میت کے ورثہ کوایک بطن کہتے ہیں۔اب یہ مسئلہ چار بطون پر مشتمل ہے۔بطن اوّل میں مسئلہ ردّ کا ہے۔ ۱/۴ حصہ شوہر کو، ۱/۲ بیٹی کو اور ۱/۶ ماں کو۔حسب قاعدہ شوہر کو اقلِّ مخارج یعنی ۴ سے حصہ دیا گیا پھر ماں اور بیٹی کا مسئلہ الگ کیا تو ۶ سے ہوا،اس میں سے نصف یعنی ۳ بیٹی کو اور چھٹا یعنی ۱۔ماں کو دیا۔اب انکے حصوں کو بمنزلہ رؤوس کے قرار

دیا گیا اور ان کی نسبت شوہر کا حصہ الگ کرنے کے بعد باقی مسئلہ سے کی تو تباین کی نسبت نکلی کیونکہ ۳ اور ۴ میں تباین ہے پھر چار کو چار سے ضرب دی تو حاصل ۱۶ آیا اب جن پر رد کیا جاتا ہے انکے سہام کو ان لوگوں کے سہام میں ضرب دیا جن پر رد نہیں کیا جاتا ہے تو حاصل چار آیا اور جن پر رد کیا جاتا ہے انکے سہام کو جن لوگوں پر رد نہیں کیا جاتا انکے باقی میں ضرب دی یعنی ۳۔ تو بیٹی کو ۹ ملے اور ماں کو ۶ ملے پھر شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنی دوسری بیوی اور باپ اور ماں چھوڑے۔ مسئلہ چار سے کیا چوتھائی بیوی کو دیا اور باقی ماندہ کا ایک تہائی ماں کو دیا اور باقی ۲ بطور عصوبت [1] باپ کو دیئے، اب چونکہ مخرج مسئلہ ثانی ۴ اور مافی الید ۴ میں مماثلت ہے اسلئے ضرب کی کوئی ضرورت نہیں اور دونوں مسئلوں کا مخرج وہی سولہ رہا جو پہلے تھا۔ پھر کریمہ کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹی دو بیٹے اور نانی چھوڑی، مسئلہ ٦ سے ہوا ایک بیٹی کو ایک دادی کو ملا اور دو دو ہر بیٹے کے حصہ میں آئے۔ اب مافی الید ۹ اور مسئلہ ٦ میں توافق بالثلث ہے تو چھ کے وفق یعنی ۲ کو پہلے مسئلے سے ضرب دی تو حاصل بتیس آیا پھر اسی دو کو بطن نمبر ۲ کے ورثہ کے حصوں میں ضرب دی اور مافی الید کے وفق یعنی ۳ سے بطن نمبر ۳ کے ورثہ کے حصوں کو ضرب دی۔ اب عظیمہ کا انتقال ہوا اس نے شوہر اور ۲ بھائی چھوڑے مسئلہ ۲ سے ہوا جن میں ایک شوہر کو ملا اور چونکہ ایک دو بھائیوں پر پورا منقسم نہیں ہوتا تھا اس لئے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تو حاصل ۴ آیا پھر اسی مضروب کو ہر ایک کے حصے میں ضرب دے دی اب مافی الید ۹ اور مسئلہ ۴ میں نسبت تباین ہے لہٰذا ۴ کو ۳۲ سے ضرب دی تو حاصل ایک سو اٹھائیس آیا۔ پھر اس چار کو اوپر والے بطون کے ورثہ کے حصوں سے ضرب دی اور ۹ کو اسی میت کے ورثہ سے ضرب دی۔

فائدہ: یہ خیال رہے کہ ضرب صرف انہی ورثہ کے حصوں میں دی جائے گی جو زندہ ہوں اور جو مُردہ ہو چکے ہیں ان کو ایک مربع خانہ میں محصور کر دیا جائے گا تا کہ ضرب دیتے وقت غلطی کا امکان نہ رہے۔ مناسخہ میں ورثہ کے نام ضرور لکھے جائیں خواہ فرضی کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ جب ان میں سے بعض ورثہ کا انتقال ہوگا تو ان کے باہمی رشتہ کے تعین میں آسانی ہوگی۔ نیز اختتام عمل پر لفظ الاحیاء المبلغ لکھ کر جو زندہ وارث ہوں ان کے مجموعی حصص [2] لکھے جائیں گے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص کئی بطون سے [3] مختلف حصے پاتا ہے۔ مثلاً خالد نے بطن اول سے ۲ بطن ثانی سے ۴ بطن ثالث سے ٦ حصے پائے تو اب الاحیاء کے نیچے اس کا نام لکھ کر ۱۲ لکھیں گے اس طرح عمل مناسخہ تکمیل کو پہنچے گا۔

ذوی الارحام کا بیان

مسئلہ ۱ اگرچہ ذوی الارحام کے معنی مطلق رشتہ داروں کے ہیں لیکن اصحاب فرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد

---

1 ...... یعنی عصبہ ہونے کی وجہ سے۔ 2 ...... کل حصے۔ 3 ...... یعنی کئی میتوں سے۔

صرف وہ رشتہ دار ہیں جو نہ تو اصحاب فرائض میں سے ہیں اور نہ ہی عصبات میں سے ہیں۔[1] (عالمگیری ج٦ص٤٥٨،سراجی ص٣٤،شامی ج٥ص٦٩٣)

مسئلہ ٢ ذوی الارحام کی چار اقسام ہیں: ① پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو میت کی اولاد میں ہوں۔ یہ بیٹیوں یا پوتیوں کی اولاد ہے۔ ② دوسری قسم، یہ وہ لوگ ہیں جن کی اولاد خود میت ہے یہ جد فاسد یا جدہ فاسدہ ہے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ ③ تیسری قسم، یہ وہ لوگ ہیں جو میت کے ماں باپ کی اولاد میں ہوں جیسے حقیقی بھائیوں کی بیٹیاں یا علاتی[2] بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی[3] بھائیوں کے بیٹے بیٹیاں اور ہر قسم کی بہنوں کی اولاد۔ ④ چوتھی قسم، یہ وہ لوگ ہیں جو میت کے دادا دادی، نانا نانی کی اولاد میں ہوں۔ جیسے باپ کا ماں شریک بھائی اور اس کی اولاد، پھوپھیاں اور ان کی اولاد، ماموں اور ان کی اولاد، خالائیں اور ان کی اولاد اور ماں باپ دونوں یا باپ کی طرف سے چچاؤں کی بیٹیاں یا ان کی اولاد۔[4] (عالمگیری ج٦ص٤٥٩)

مسئلہ ٣ ان میں ترتیب یہی ہے کہ پہلی قسم کے ہوتے ہوئے دوسری قسم کے ذوی الارحام وارث نہ ہوں گے اور دوسری قسم کے ہوتے ہوئے تیسری قسم کے وارث نہ ہوں گے۔ تیسری قسم کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم کے وارث نہ ہوں گے۔[5] (عالمگیری ج٦ص٤٥٩، کافی بحوالہ عالمگیری، شامی ج٥ص٦٩٣)

مسئلہ ٤ ذوی الارحام اسی وقت وارث ہوں گے جب کہ اصحاب فرائض میں سے وہ لوگ موجود نہ ہوں جن پر مال دوبارہ رد کیا جاسکتا ہو اور عصبہ بھی نہ ہو۔[6] (عالمگیری ج٦ص٤٥٩)

مسئلہ ٥ اس پر اجماع ہے کہ زوجین کی وجہ سے ذوی الارحام مجوب نہ ہوں گے یعنی زوجین کا حصہ لینے کے بعد ذوی الارحام پر تقسیم کیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ج٦ص٤٥٩)

مسئلہ ٦ پہلی قسم کے ذوی الارحام میں میراث کا زیادہ مستحق وہ ہے جو میت سے اقرب ہو جیسے نواسی، پر پوتی سے زیادہ مستحق ہے۔[8]

مسئلہ ٧ اگر قربِ درجہ میں سب برابر ہیں تو ان میں سے جو وارث کی اولاد ہے وہ زیادہ مستحق ہے خواہ وہ عصبہ کی اولاد ہو یا صاحب فرض کی ہو، جیسے پر پوتی نواسی کے بیٹے سے زیادہ مستحق ہے اور پوتی کا بیٹا نواسی کے بیٹے سے زیادہ مستحق ہے۔[9] (کافی بحوالہ عالمگیری ج٦ص٤٥٩، شامی ج٥ص٦٩٣)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوی الارحام، ج٦، ص٤٥٨.

2 ......باپ شریک۔ 3 ......ماں شریک۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوی الارحام، ج٦، ص٤٥٨.

5 ......المرجع السابق، ص٤٥٩. 6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

9 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۸ اگر قرب میں[1] سب برابر ہوں اور ان میں وارث کی اولاد کوئی نہ ہو یا سب وارث کی اولاد ہوں تو مال سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا جب کہ تمام ذوی الارحام مرد ہوں یا تمام عورتیں ہوں اور اگر کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں ہوں تو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ﴾ کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اس حکم پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے جب کہ ان ذوی الارحام کے آباو امہات[2] ذکورۃ وانوثت کی صفت میں متفق ہوں۔[3]

مسئلہ ۹ اگر اصول کی صفات ذکورت وانوثت کے اعتبار سے[4] مختلف ہوں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک ابدان فروع کا اعتبار ہوگا اور مال انکے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ بشرطیکہ وہ سب مرد ہوں یا سب عورتیں ہوں اور اگر ملے جلے ہوں تو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ﴾ کے مطابق تقسیم ہوگا۔[5]

مثال ۔ا۔ مسئلہ ۳

نواسہ	نواسی
۲	ا

توضیح: اب چونکہ یہاں صفت اُصول متفق ہے یعنی دونوں بیٹی کی اولاد ہیں تو مال کی تقسیم باعتبار ابدان ہوگی۔ یعنی نواسہ مرد ہونے کی وجہ سے بمنزلہ دو عورتوں کے ہے گویا کُل ۳ وارث ہوئے تو مال کے تین حصہ کرلئے گئے۔ دو حصے نواسے کو اور ایک حصہ نواسی کو دے دیا گیا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ۴۵۹، شامی ج ۵ ص ٦۹۴)

مثال ۔۲۔ مسئلہ ۳

نواسی کے بیٹے کا بیٹا (ابن ابن بنت بنت)	نواسی کی بیٹی کی بیٹی (بنت بنت بنت بنت)
۲	ا

توضیح = اب چونکہ اصول دونوں کے متفق ہیں یعنی مونث ہیں تو اب مال وارثوں کے ابدان کے اعتبار سے تقسیم ہوگا یعنی مرد کو دوگنا اور عورت کو اکہرا[7] ملے گا۔[8]

مثال ۔۳۔ مسئلہ ۲

نواسی کی بیٹی (بنت بنت بنت)	نواسہ کی بیٹی (بنت ابن بنت)
ا	ا

---

1 ......یعنی رشتہ داری کے تعلق میں۔ 2 ......یعنی اصول۔
3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الارحام، ج٦، ص٤٥٩.
4 ......یعنی مرد وعورت ہونے کے اعتبار سے۔
5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الارحام، ج٦، ص٤٥٩.
6 ......المرجع السابق.
7 ......یعنی ایک حصہ۔
8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الارحام، ج٦، ص٤٥٩.

توضیح = اس صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے مال ان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔[1]

مثال ۔۴۔ مسئلہ ۴

نواسہ کی بیٹی نفر ۲	نواسی کا بیٹا ایک نفر
۲	۲

توضیح = اس صورت میں بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک وارثوں کے ابدان کا اعتبار کر کے نواسی کے بیٹے کو نواسے کی دونوں بیٹیوں کے برابر قرار دے کر، دو نواسی کے بیٹے کو اور ایک ایک نواسے کی دونوں بیٹیوں کو دیا جائے گا۔[2]

فائدہ: ذوی الارحام کے بارے میں امام اسبیجابی نے مبسوط میں فرمایا کہ ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کا قول اصح ہے کیونکہ وہ سہل تر ہے۔ صاحب محیط کا بیان ہے کہ بخارا کے مشائخ[3] نے ان مسائل میں ابو یوسف کے قول پر ہی فتویٰ دیا ہے۔[4] (کافی بحوالہ عالمگیری ج۶ ص۴۶۰، بحر الرائق ج۸ ص۵۰۸) اس لئے اس کتاب میں ابو یوسف کا قول ہی اختیار کیا گیا ہے۔

ذوی الارحام کی دوسری قسم

مسئلہ ۱ ذوی الارحام کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں جن کی اولاد میں میت خود ہے، جیسے فاسد دادا اور دادی ان میں میراث کا مستحق وہی ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہوگا خواہ وہ باپ کی جانب کا ہو یا ماں کی جانب کا اور قریب والے کے ہوتے ہوئے دور والا محروم رہے گا خواہ یہ قریب والا مؤنث ہو اور بعید والا مذکر ہو۔[5] (طحطاوی ص۳۹۹ ج۴، شامی ج۵ ص۶۹۵، بحر الرائق ج۸ ص۵۰۷، سراجی ص۴۶)

مثال ۔ مسئلہ ۱

نانا	نانی کا باپ	دادی کا باپ
۱	م	م

چونکہ ان تینوں میں نانا میت کے زیادہ قریب ہے اس لئے کل مال نانا ہی کو ملے گا اور باقی دونوں محروم ہوں گے۔

مسئلہ ۲ اگر یہ لوگ رشتہ داری کے قرب کے اعتبار سے برابر ہوں تو انکی چھ صورتیں ہیں۔

① ان میں سے بعض کی نسبت میت کی جانب وارث کے واسطے سے ہو اور بعض کی نسبت وارث کے واسطے سے نہ

---

1 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الارحام، ج٦، ص٤٥٩.

2 ……المرجع السابق، ص٤٦٠.

3 ……یعنی بخارا کے علمائے کرام۔

4 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الارحام، ج٦، ص٤٦٠.

5 ……"السراجي"، باب ذوي الارحام، فصل في الصنف الثاني، ص٤١.

ہو۔ جیسے ابِ ام الام یعنی نانی کا باپ، اب ابُ الام یعنی نانا کا باپ۔

توضیح: ان میں نانی کے باپ کی رشتہ داری میت سے نانی کے واسطے سے ہے اور نانی ذوی الفروض میں ہے اور نانا کے باپ کی رشتہ داری نانا کے واسطے سے ہے وہ خود ذوی الفروض میں سے نہیں ہے بلکہ ذوی الارحام میں ہے لیکن نانی کا باپ اور نانا کا باپ درجہ میں برابر ہیں اس لئے مذہب صحیح پر دونوں وارث ہوں گے اور وارث کے ذریعہ سے رشتہ داری سبب ترجیح نہ ہوگی۔[1] (شامی ج۵ ص۶۹۵، طحطاوی ج۴ ص۳۹۹، بحرالرائق ج۸ ص۵۰۸، عالمگیری ج۶ ص۴۶۰)

② ان سب کی نسبت میت کی طرف وارث کے واسطے سے ہو جیسے اب ام اب یعنی دادی کا باپ اور جیسے ابِ ام ام یعنی نانی کا باپ۔

توضیح: دادی کے باپ کی رشتہ داری دادی کے ذریعہ سے ہے اور دادی ذوی الفروض میں ہے اسی طرح نانی کے باپ کی رشتہ داری نانی کے ذریعہ سے ہے وہ بھی ذوی الفروض میں سے ہے تو دونوں وارث ہوں گے۔

③ ان میں سے کسی کی نسبت میت کی طرف وارث کے واسطے سے نہ ہو۔ جیسے اب اب ام یعنی نانا کا باپ وام اب ام یعنی نانا کی ماں۔

توضیح: نانا کے باپ کی رشتہ داری نانا کے واسطے سے ہے اور نانا ذوی الارحام میں ہے۔ یہی رشتہ نانا کی ماں کا بھی ہے لہٰذا دونوں کی رشتہ داری وارث کے واسطے سے نہیں ہے تو دونوں وارث ہو جائیں گے۔

④ ان سب کی میت سے رشتہ داری میت کے باپ کی طرف سے ہو۔ جیسے اب اب ام الاب یعنی دادی کا دادا اور ام اب ام الاب یعنی دادی کی دادی۔

⑤ ان سب کی میت سے رشتہ داری میت کی ماں کی جانب سے ہو جیسے اب اب الام نانا کا باپ اور جیسے ام اب ام نانا کی ماں۔

⑥ ان میں سے بعض کی رشتہ داری میت کے باپ کی جانب سے اور بعض کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہو، جیسے اب ام الاب یعنی دادی کا باپ اور اب ام الام نانی کا باپ۔

مسئلہ ۳ جب درجہ میں مساوی ذوی الارحام کی میت سے قرابت میں اتحاد ہو مثلاً سب میت کے باپ کی جانب کے رشتہ دار ہوں جیسا چوتھی صورت میں ہے یا سب کی قرابت میت کی ماں کی جانب سے ہو جیسے پانچویں صورت میں ہے، اور جس کے ذریعہ سے قرابت ہے وہ مذکر و مؤنث ہونے میں بھی یکساں ہے تو یہ ذوی الارحام بھی اگر خود سب مذکر ہوں یا سب مؤنث ہوں تو سب کو برابر حصہ ملے گا۔ اور اگر بعض مذکر ہیں اور بعض مؤنث تو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ حصہ ہوگا اور اگر جن کے ذریعہ سے

[1] ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الفرائض، الباب العاشرفي ذوی الارحام، ج٦، ص٤٦٠.

نسبت تھی ان کے مذکر ومؤنث ہونے میں اختلاف ہو تو سب سے پہلی جگہ جہاں اختلاف ہوا تھا وہاں مذکروں کو[1] دو حصے اور مؤنثوں کو[2] ایک حصہ دیا جائے گا۔[3] (طحطاوی ج۴ص۳۹۹،شامی ج۵ص۶۹۵،شریفیہ ص۱۰۹) پھر مذکروں کے حصے کو انکے وارثوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سب مذکر ہوں یا سب مؤنث تو ان کے ابدان پر برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا اور اگر کچھ مذکر ہیں اور کچھ مؤنث تو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ﴾، بالکل اسی طرح مؤنثوں کے حصے ان کے وارثوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔

چوتھی صورت کی یہ تین مثالیں ہیں:

نمبر۱:		نمبر۲:		نمبر۳:	
اب اب ام الاب	= اب ام ام الاب	ام اب ام الاب	= ام ام ام الاب	اب اب ام الاب	= ام اب ام الاب
یعنی دادی کا دادا	یعنی دادی کا نانا	یعنی دادی کی دادی	یعنی دادی کی نانی	یعنی دادی کا دادا	یعنی دادی کی دادی

توضیح مثال۱: اس میں دادی کے دادا اور دادی کے نانا دونوں کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں بھی دونوں برابر ہیں اور دونوں مذکر ہیں لیکن دادی کے دادا کی قرابت دادی کے باپ کی وجہ سے ہے اور وہ مذکر ہے اور دادی کے نانا کی قرابت دادی کی ماں کی وجہ سے ہے اور وہ مؤنث ہے لہٰذا مال کے تین حصے کرکے دادی کے دادا کو دو حصے اور دادی کے نانا کو ایک حصہ ملے گا۔

توضیح مثال۲: اس میں دادی کی نانی اور دادی کی دادی دونوں کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں دونوں برابر ہیں اور دونوں مؤنث ہیں لیکن دادی کی دادی کی نسبت میت کی جانب دادی کے باپ کے ذریعہ سے ہے اور وہ مذکر ہے اور دادی کی نانی کی نسبت دادی کی ماں کے ذریعہ سے ہے اور وہ مؤنث ہے لہٰذا مال کے تین حصے کرکے دو حصے دادی کی دادی کو اور ایک حصہ دادی کی نانی کو ملے گا۔

توضیح مثال۳: دادی کا دادا اور دادی کی دادی دونوں کی رشتہ داری تو باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں بھی برابر ہیں اور جس کے ذریعہ سے قرابت ہے وہ بھی دونوں جگہ مذکر ہے مگر یہ مذکر ومؤنث ہونے میں مختلف ہیں لہٰذا مال کے تین حصہ کرکے دو حصہ دادی کے دادا کو اور ایک حصہ دادی کی دادی کو دیا جائے گا۔

پانچویں صورت کی یہ تین مثالیں ہیں:

نمبر۱:		نمبر۲:	
اب اب الام	اب اب ام الام	ام اب اب الام	ام ام اب الام
نانا کا دادا	نانی کا دادا	نانا کی دادی	نانا کی نانی

1 ......یعنی مردوں کو۔ 2 ......یعنی عورتوں کو۔

3 ......"ردالمحتار"،کتاب الفرائض،باب توریث ذوی الارحام،ج۱۰،ص۵۸۱.

نمبر۳:

اب اب الام	ام اب ام
نانا کا باپ	نانا کی ماں

توضیح مثال ا: نانا کے دادا اور نانی کا دادا دونوں کی رشتہ داری ماں کی طرف سے ہے اور درجہ میں دونوں برابر ہیں اور دونوں مذکر ہیں۔لیکن ذریعہ قرابت میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف ماں کے اوپر نانی اور نانا میں ہوا۔لہٰذا وہیں مال اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ نانا کو دو حصے اور نانی کو ایک حصہ ملے گا پھر نانا کا حصہ اس کے دادا کو اور نانی کا حصہ اس کے دادا کو دیا جائے گا۔

توضیح مثال ۲: نانا کی دادی اور نانا کی نانی دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اور دونوں درجہ میں برابر ہیں اور دونوں مؤنث ہیں لیکن ذریعۂ قرابت میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف نانا کے اوپر سے شروع ہوا نانا کی دادی کی قرابت نانا کے باپ کی وجہ سے ہے اور نانا کی نانی کی قرابت نانا کی ماں کی وجہ سے ہے،لہٰذا نانا کی ماں اور باپ میں پہلے مال اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ نانا کے باپ کو دو حصے اور نانا کی ماں کو ایک حصہ دیا جائے گا پھر نانا کے باپ کا حصہ اس کی ماں کو اور نانا کی ماں کا حصہ اس کی ماں کو دے دیا جائے گا۔

توضیح مثال ۳: نانا کا باپ اور نانی کی ماں دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اور دونوں درجہ میں برابر ہیں مگر مؤنث و مذکر میں مختلف ہیں لہٰذا کوئی اور وارث نہ ہونے کی صورت میں مال کے تین حصہ کرکے نانا کے باپ کو دو حصے اور ایک حصہ نانی کی ماں کو ملے گا۔

ذوی الارحام کی تیسری قسم

میت کے بھائی بہنوں کی وہ اولادیں ہیں جو عصبات و ذوی الفروض میں نہیں ہیں مثلاً ہر قسم کے بھائیوں یعنی عینی[1]، علاتی[2]، اخیافی[3] بھائیوں کی بیٹیاں اور ہر قسم کی بہنوں کے بیٹے بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے۔

مسئلہ ۱: ان ذوی الارحام میں اگر درجہ میں تفاوت ہو تو جو زیادہ قریب ہوگا اگر چہ مؤنث ہو وہ وارث ہوگا بعید والا وارث نہیں ہوگا[4] (شامی ج۵ ص۶۹۵، عالمگیری ج۶ ص۴۶۱، بحرالرائق ج۸ ص۵۰۸، شریفیہ ص۱۱۰، طحطاوی ج۴ ص۳۹۹)

1 ......یعنی حقیقی بہن بھائی۔

2 ......یعنی ایسے سوتیلے بہن بھائی جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف ہوں۔

3 ......یعنی ایسے سوتیلے بہن بھائی جن کی ماں ایک اور باپ مختلف ہوں۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض،الباب العاشر فی ذوی الارحام،ج٦،ص ٤٦١.

مثال۔ مسئلہ ۱

میت

بنت الاخت	ابن بنت الاخ
بہن کی لڑکی	بھتیجی کا لڑکا
ا	م

توضیح: چونکہ بھانجی اور بھتیجی کا لڑکا دونوں ذوی الارحام کی تیسری قسم میں ہیں بھانجی قریب ہے اس لئے جب ذوی الارحام کی قسم اول اور ثانی نہ ہو تو قسم ثالث میں بھانجی وارث ہوجائے گی بھتیجی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۲ اور اگر درجہ میں سب برابر ہوں تو تین صورتیں ہوں گی یا تو سب وارث کی اولاد ہوں گے یا کوئی وارث کی اولاد نہ ہوگا یا بعض وارث کی اولاد ہوں گے اور بعض وارث کی اولاد نہ ہوں گے۔ تو اگر بعض وارث کی اولاد ہوں اور بعض وارث کی اولاد نہ ہوں تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر۔[1] (شامی ج۵ص۶۹۵، عالمگیری ج۶ص۴۶۱، شریفیہ ص۱۱۰، طحطاوی ج۴ص۳۹۹)

مثال۔ مسئلہ ۱

میت

بنت ابن اخ	ابن بنت اخت
بھتیجے کی بیٹی	بھانجی کا بیٹا
ا	م

توضیح: بھتیجے کی بیٹی اور بھانجی کا بیٹا درجہ میں دونوں برابر ہیں مگر بھتیجہ خود عصبہ ہے اور بھانجی ذوی الارحام میں ہے اس لئے بھتیجے کی بیٹی وارث کی اولاد ہونے کی وجہ سے وارث ہوگی اور بھانجی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا خواہ یہ بہن بھائی جن کی اولادیں یہ ہیں حقیقی ہوں یا علاتی ہوں یا ایک علاتی اور ایک عینی ہو تینوں صورتوں کا یہی حکم ہے۔[2] (شامی ج۵ص۶۹۵)

مسئلہ ۳ اگر تیسری قسم کے ذوی الارحام سب وارث کی اولاد ہیں تو اس کی بھی تین صورتیں ہیں: ① سب عصبہ کی اولاد ہوں۔ ② سب ذوی الفروض کی اولاد ہوں۔ ③ بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الفروض کی۔

مثال ۱: بنت ابن اخ حقیقی۔[3] بنت ابنِ اخ حقیقی۔ بنت ابن اخ علاتی۔[4] بنت ابن اخ علاتی۔

مثال ۲: بنت اخت عینی۔[5] بنت اخت عینی۔ بنت اخت علاتی۔[6] بنت اخت علاتی۔

مثال ۳: بنت اخ عینی۔[7] بنت اخِ اخیافی۔[8] بنت اخ علاتی[9] اور بنت اخ اخیافی۔

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، ج۱۰، ص۵۷۹.

2 ......المرجع السابق.

3 ......سگے بھائی کی پوتی۔

4 ......باپ شریک بھائی کی پوتی۔

5 ......سگی بھانجی۔

6 ......باپ شریک بہن کی بیٹی، (سوتیلی بھانجی)۔

7 ......سگی بھتیجی۔

8 ......ماں شریک بھائی کی بیٹی، (سوتیلی بھتیجی)۔

9 ......باپ شریک بھائی کی بیٹی، (سوتیلی بھتیجی)۔

مسئلہ ۴ ذوی الارحام کی تیسری قسم میں جب کوئی عصبہ اور ذوی الفروض کی اولاد نہ ہو جیسے بنت بنت اخ[1] اور جیسے ابن بنتِ اخ[2] مسئلہ ۲ اور ۳ کی تمام صورتوں میں جب ذوی الارحام درجہ میں مساوات کے ساتھ قوت اور ضعف میں بھی برابر ہوں اور مذکر و مؤنث ہونے میں بھی یکساں ہوں تو سب کو برابر حصہ ملے گا اور اگر مذکر و مؤنث ہونے میں مختلف ہوں تو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ ملے گا اور اگر قوت وضعف میں مختلف ہوں گے تو امام ابو یوسف کے قول پر جس کو ذوی الارحام کے بارے میں ہم نے لیا ہے جو رشتہ میں قوی ہوگا وہ اولیٰ ہوگا اس سے جو رشتہ میں ضعیف ہے، یعنی حقیقی بھائی کی اولادیں علاتی بھائی کی اولادوں کے مقابلہ میں اولیٰ ہوں گی اور علاتی بھائی کی اولادیں اخیافی بھائی کی اولاد سے اولیٰ ہوں گی۔[3] (شامی ج ۵ ص ۶۹۵، عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۱، بحر الرائق ج ۸ ص ۵۰۹، شریفیہ ص ۱۱۱، طحطاوی ج ۴ ص ۳۹۹)

مسئلہ ۵ اگر ذوی الارحام کی تیسری قسم میں اخیافی بھائی بہنوں کی اولادیں ہوں اور ان سے مقدم کوئی مستحق وارث نہ ہو تو مذکر و مؤنث کو برابر برابر حصہ ملے گا اس میں مذکر کو مؤنث پر کوئی فضیلت نہیں ہوگی۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۱، بحر الرائق ج ۸ ص ۵۰۹، شریفیہ ص ۱۱۱، طحطاوی ج ۴ ص ۴۰۰)

ذوی الارحام کی چوتھی قسم کا بیان

مسئلہ ۱ چوتھی قسم کے ذوی الارحام میں وہ رشتہ دار ہیں جو میت کے دادا دادی، نانا نانی کی اولاد میں ہوں جیسے ماموں، خالہ، پھوپھی اور باپ کے ماں شریک بہن بھائی، اسی طرح ان کی اولادیں اور چچا کی مؤنث اولادیں۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۹، شریفیہ ص ۱۱۵)

مسئلہ ۲ اگر چوتھی قسم میں کا صرف ایک ہی ذو رحم ہو اور پہلی تینوں قسموں میں سے کوئی نہ ہو تو کُل مال اسی کو مل جائے گا۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۲، شریفیہ ص ۱۱۵)

مسئلہ ۳ ان کی اولادوں میں جو میت سے زیادہ قریب ہوگا وہ وارث ہوگا بعید والا وارث نہیں ہوگا۔ یہ قریب خواہ باپ کی جانب کا ہو یا ماں کی جانب کا اور خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۳، شریفیہ ص ۱۱۶)

---

1 ...... بھائی کی نواسی۔ 2 ...... بھائی کا نواسہ۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الارحام، ج٦، ص ٤٦١.

و"ردالمحتار"، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الارحام، ج ١٠، ص ٥٧٩.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الارحام، ج٦، ص ٤٦١.

5 ......المرجع السابق، ص ٤٥٩. 6 ......المرجع السابق، ص ٤٦٢. 7 ......المرجع السابق.

مثال ۱: مسئلہ ا
میتہ

بنت العمۃ یعنی پھوپھی کی بیٹی	بنت بنت العمۃ یعنی پھوپھی کی بیٹی کی بیٹی
ا	م

مثال ۲: مسئلہ ا
میتہ

بنت العمۃ پھوپھی کی بیٹی	ابن بنت العمۃ پھوپھی کی بیٹی کا بیٹا
ا	م

مثال ۳: مسئلہ ا
میتہ

بنت الخالۃ خالہ کی بیٹی	بنت بنت الخالۃ خالہ کی بیٹی کی بیٹی
ا	م

مثال ۴: مسئلہ ا
میتہ

بنت الخالۃ خالہ کی بیٹی	ابن بنت الخالۃ خالہ کی بیٹی کا بیٹا
ا	م

مثال ۵: مسئلہ ا
میتہ

بنت العمۃ	بنت بنت الخالہ
ا	م

مثال ۶: مسئلہ ا
میتہ

بنت الخالہ	ابن بنت العمۃ
ا	م

مندرجہ بالا مثالوں میں جو قریب تھا وہ وارث ہوا اور بعید والا وارث نہ ہوا۔

مسئلہ ۴ ان ذوی الارحام میں درجہ میں مساوی چند موجود ہوں خواہ سب باپ کی جانب کے ہوں یا سب ماں کی جانب کے ہوں یا کچھ باپ کی جانب کے یا کچھ ماں کی جانب کے تو ان میں سے جو وارث کی اولاد ہوگا وہ ذوی الارحام کی اولاد

کے مقابلہ میں راجح ہوگا۔یعنی وارث کی اولاد کوتر کہ ملے گا اور ذی رحم کی اولاد کو نہیں ملے گا۔[1] (مبسوط ج ۳۰ ص ۲۱)

مثال ۱: مسئلہ ۱
میـت

بنت العم	بنت العمۃ
۱	م

مثال ۲: مسئلہ ۱
میـت

بنت الخال ماموں کی بیٹی	ابن الخالہ خالہ کا بیٹا
۱	۲

مثال ۳: مسئلہ ۳
میـت

بنت العم چچا کی بیٹی	ابن الخال ماموں کا بیٹا
۱	م

توضیح مثال ۱: چچا کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی دونوں رشتہ میں مساوی ہیں اور دونوں کی قرابت بھی باپ کی طرف سے ہے لیکن چچا کی بیٹی عصبہ کی اولاد ہے اور پھوپھی کی بیٹی ذوی الارحام کی اولاد ہے اس لئے کُل مال چچا کی بیٹی کو ملے گا اور پھوپھی کی بیٹی محروم ہوگی۔

توضیح مثال ۲: ماموں کی بیٹی اور خالہ کا بیٹا دونوں رشتہ میں برابر ہیں اور دونوں ماں کی جانب سے ہیں اور ان میں وارث کی اولاد کوئی نہیں ہے اس لئے دونوں وارث ہوں گے تین حصے کرکے دو حصے خالہ کے بیٹے کو اور ایک حصہ ماموں کی بیٹی کو ملے گا۔

توضیح مثال ۳: چچا کی بیٹی اور ماموں کا بیٹا دونوں رشتہ میں تو برابر ہیں مگر چچا کی بیٹی کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور ماموں کے بیٹے کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے لیکن چچا کی بیٹی عصبہ کی اولاد ہے اور ماموں کا بیٹا ذی رحم کی اولاد ہے اس لئے چچا کی بیٹی کوکُل مال مل جائے گا اور ماموں کا بیٹا محروم ہوگا۔

مسئلہ ۵ اگر درجہ میں مساوی صرف ایک جانب کے ذوی الارحام نہ ہوں اور ان میں وارث کی اولاد کوئی نہ ہو تو ان میں قوتِ قرابت بھی وجہ ترجیح ہوگی یعنی حقیقی رشتہ داری علاتی پر راجح ہوگی اور علاتی اخیافی پر اور اگر دونوں طرف کے ذوی

[1] ......"المبسوط"، باب میراث ذوی الارحام، فصل فی میراث اولادالعمات...إلخ،ج۱۵،الجزء الثلاثون،ص۲۶.

الارحام ہوں گے تو ایک جانب کی قوتِ قرابت دوسری جانب پر اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ دو تہائی حصہ باپ کی طرف والوں کو اور ایک تہائی ماں کی طرف والوں کو ملے گا اور ایک حیثیت کے مساوی ذوی الارحام میں ہر جگہ اس اصول پر بھی عمل کیا جائے گا ﴿لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾[1] ۔ (مبسوط ج۳۰ ص۲۱)

مثال۱:　مسئلہ۱

میت

حقیقی پھوپھی کا بیٹا	علاتی پھوپھی کا بیٹا	اخیافی پھوپھی کا بیٹا
۱	م	م

توضیح مثال۱: چونکہ تینوں پھوپھیوں کے بیٹے قرابت میں[2] برابر ہیں مگر حقیقی پھوپھی کے بیٹے کی قرابت ماں اور باپ دونوں جانب سے ہے اس لئے وہ علاتی اور اخیافی پھوپھیوں کے بیٹوں پر راجح ہوگا اور کل مال اس کو مل جائے گا اور وہ دونوں محروم ہوجائیں گے۔

مثال۲:　مسئلہ۱

میت

علاتی پھوپھی کا بیٹا	اخیافی پھوپھی کا بیٹا
۱	م

توضیح مثال۲: دونوں پھوپھیوں کے بیٹے درجہ میں برابر ہیں مگر علاتی پھوپھی کے بیٹے کی قرابت باپ میں شرکت کی وجہ سے ہے اور اخیافی پھوپھی کے بیٹے کی قرابت باپ کی ماں کی وجہ سے ہے باپ کی قرابت ماں کی قرابت سے قوی ہے۔لہٰذا علاتی پھوپھی کا بیٹا وارث ہوگا اخیافی پھوپھی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا۔

مثال۳:　مسئلہ۱

میت

حقیقی ماموں کا بیٹا	علاتی ماموں کا بیٹا	اخیافی ماموں کا بیٹا
۱	م	م

توضیح مثال۳: تینوں ماموں کے بیٹے درجہ میں برابر ہیں اور سب کی قرابت ماں کی وجہ سے ہے لیکن حقیقی ماموں کے بیٹے کی رشتہ داری نانا نانی دونوں کی وجہ سے ہے اور علاتی ماموں کے بیٹے کی قرابت صرف نانا سے ہے اور اخیافی ماموں کے بیٹے کی قرابت صرف نانی کی وجہ سے ہے، لہٰذا حقیقی ماموں کا بیٹا وارث ہوگا اور دوسرے دونوں ماموں کے بیٹے محروم ہوں گے۔

1 ......"المبسوط"، باب میراث ذوی الارحام، فصل فی میراث اولادالعمات...إلخ، ج۱۵، الجزء الثلاثون، ص۲۶.

2 ......یعنی رشتہ داری کے تعلق میں۔

مثال۴: مسئلہ ۱

میت

علاتی خالہ کی بیٹی	اخیافی خالہ کی بیٹی
۱	م

توضیح مثال۴: علاتی اخیافی دونوں خالاؤں کی بیٹیاں درجہ میں مساوی ہیں اور دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے لیکن علاتی خالہ کی بیٹی کی رشتہ داری ماں کے باپ یعنی نانا کی وجہ سے ہے اور اخیافی خالہ کی بیٹی کی رشتہ داری ماں کی ماں یعنی نانی کی وجہ سے ہے۔ باپ کی رشتہ داری ماں کی رشتہ داری سے قوی ہے لہٰذا کُل مال علاتی خالہ کی بیٹی کو مل جائے گا اور اخیافی خالہ کی بیٹی محروم ہوگی۔

مثال۵: مسئلہ ۳

میت

علاتی پھوپھی کا بیٹا	حقیقی ماموں کا بیٹا
۲	۱

توضیح مثال۵: علاتی پھوپھی کا بیٹا اور حقیقی ماموں کا بیٹا درجہ میں دونوں برابر ہیں لیکن جہت قرابت علیحدہ علیحدہ ہے پھوپھی کے بیٹے کی قرابت باپ کی جانب سے ہے اور صرف دادا کی وجہ سے ہے اور ماموں کے بیٹے کی قرابت ماں کی جانب سے ہے اور اس کی قرابت نانا نانی دونوں کی جانب سے ہے تو جہتِ قرابت مختلف ہونے کی وجہ سے ماموں کے بیٹے کی قوتِ قرابت سے پھوپھی کا بیٹا ضعفِ قرابت کے باوجود محروم نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۶: جہت قرابت مختلف ہونے کے بعد جیسا اوپر بیان کیا گیا قوتِ قرابت وجہ ترجیح نہیں ہوتی ہے بلکہ باپ کی طرف والے ذوی الارحام کو دو حصے اور ماں کی طرف والے ذوی الارحام کو ایک حصہ ملتا ہے پھر باپ کی طرف والے رشتہ دار ایک فریق بن جائیں گے اور ماں کی طرف کے رشتہ دار ایک فریق۔ ان میں آپس میں قوتِ قرابت سے ترجیح ہوگی اور ہر فریق میں اگر صرف مذکر یا صرف مؤنث ذوی الارحام ہوں تو ان کو برابر برابر حصہ ملے گا اور اگر مختلف ہوں تو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾ پر بھی عمل ہوگا۔

مثال۳: مسئلہ ۳×۳ ت ۹

میت

حقیقی پھوپھی کا بیٹا	حقیقی پھوپھی کی بیٹی	حقیقی ماموں کا بیٹا	حقیقی خالہ کی بیٹی
۲		۱	
۴	۲	۲	۱

توضیح مثال ۳: پھوپھی کے بیٹے اور بیٹی کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور ماموں کے بیٹے اور خالہ کی بیٹی کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اس لئے تین سے مسئلہ کر کے دو حصے پھوپھی کی اولاد کو اور ایک حصہ ماموں اور خالہ کی اولاد کو دیا گیا پھر پھوپھی کی اولاد علیحدہ ایک فریق ہو کر اپنا حصہ اس طرح تقسیم کریں گے کہ مذکر کو دو حصے اور مؤنث کو ایک حصہ ملے گا اسی طرح ماموں کا بیٹا اور خالہ کی بیٹی ایک فریق بن کر اپنا حصہ اس طرح تقسیم کرلیں گے کہ ماموں کے بیٹے کو دو حصے اور خالہ کی بیٹی کو ایک حصہ ملے گا اس لئے تین سے تصحیح کر کے نو سے مسئلہ ہو گیا ان میں کے دو تہائی یعنی چھ باپ کے فریق والوں کے ہیں وہ اس طرح تقسیم ہو گئے کہ چار پھوپھی کے بیٹے نے اور دو پھوپھی کی بیٹی نے لے لئے اور ماں کی طرف والے ماموں کے بیٹے اور خالہ کی بیٹی نے نو کا ایک تہائی یعنی تین اس طرح تقسیم کرلیا کہ دو ماموں کے بیٹے نے اور ایک خالہ کی بیٹی نے لے لیا۔

مثال ۱: مسئلہ ۳×۲ ت ۶

میت

علاتی پھوپھی کی بیٹی	علاتی پھوپھی کی بیٹی	حقیقی ماموں کا بیٹا	حقیقی خالہ کا بیٹا
۲	۲	۱	۱

توضیح مثال ۱: پھوپھی اور ماموں خالہ کی اولادیں درجہ میں برابر ہیں اور جہتِ قرابت میں مختلف اس لئے تین سے مسئلہ کر کے دو باپ کی قرابت والی پھوپھی کی بیٹیوں کو اور ایک ماں کی قرابت والے ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو دیا گیا۔ پھر تین سے تصحیح کر کے مسئلہ کو صحیح کر دیا گیا یہاں ماں کی قرابت ماموں اور خالہ قوتِ قرابت رکھتے تھے مگر ان کی قوتِ قرابت نے باپ کی طرف علاتی پھوپھی کی اولاد کو محروم نہ کیا۔

مثال ۲: مسئلہ ۳

میت

حقیقی پھوپھی کا بیٹا	علاتی پھوپھی کا بیٹا	علاتی ماموں کا بیٹا	اخیافی خالہ کی بیٹی
۲	م	۱	م

توضیح مثال ۲: باپ اور ماں دونوں جانب کے ذوی الارحام ہیں اور درجہ میں سب برابر ہیں اور حقیقی پھوپھی کا بیٹا قوی قرابت رکھتا ہے لیکن جہت مختلف ہونے کی وجہ سے وہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام علاتی ماموں کے بیٹے اور اخیافی خالہ کی بیٹی کو محروم نہیں کرے گا لہٰذا تین حصے کر کے دو حصے باپ کی طرف والے ذوی الارحام کو اور ایک حصہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام کو دیا گیا پھر ہر فریق میں قوت قرابت نے اثر کیا تو حقیقی پھوپھی کے بیٹے نے اپنے فریق کا کُل حصہ یعنی دو سہام لے لیا اور علاتی پھوپھی کا بیٹا محروم ہو گیا اسی طرح ماں کی طرف والے ذوی الارحام میں علاتی ماموں کے بیٹے نے قوت قرابت کی وجہ

سے اپنے فریق کا پورا حصہ ایک سہام لے لیا اور اخیافی خالہ کی بیٹی کو محروم کردیا۔

مخنثین کی میراث کا بیان

اگرچہ اس کا موقع شاذ و نادر ہی آتا ہے تاہم اگر آجائے تو حکم شرع معلوم ہونا ضروری ہے اس لئے ہم کتاب کی تکمیل کے لئے اس باب کو شامل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

مسئلہ ۱ مخنث وہ شخص ہے جس میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں یا دونوں میں سے کوئی عضو نہ ہو۔ اگر دونوں عضو ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ پیشاب کون سے عضو سے کرتا ہے اگر مردانہ عضو سے پیشاب کرتا ہے تو مرد کا حکم ہے اور اگر زنانہ عضو سے پیشاب کرتا ہے تو عورت کا حکم ہے اور اگر دونوں سے پیشاب کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے گا پہلے پیشاب کون سے عضو سے کرتا ہے، جس سے پہلے پیشاب کرے گا اس کا حکم ہوگا اور اگر دونوں عضو سے ایک ساتھ پیشاب کرتا ہے تو اس کو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں یعنی اس کے مرد و عورت ہونے کا کچھ پتہ نہیں چلتا، اسی کے احکام یہاں بیان کئے جاتے ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ بچہ ہے اور اگر بلوغ کی عمر کو پہونچ گیا اور اس کو داڑھی نکل آئی یا مردوں کی طرح احتلام ہو یا جماع کرنے کے لائق[1] ہوجائے تو اسے مرد مانا جائے گا اور اگر اس کے پستان ظاہر ہوئے یا ماہواری آئی تو عورت مانا جائے گا اور اگر دونوں قسم کی علامتیں نہ پائی گئیں یا دونوں قسم کی علامتیں پائی گئیں جب بھی خنثیٰ مشکل کہلائے گا۔[2] (درمختار و شامی ج۵ ص۶۳۶، بزازیہ برعالمگیری ج۶ ص۴۷۶، عالمگیری ج۶ ص۴۳۷)

مسئلہ ۲ خنثیٰ مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس کو مذکر و مؤنث مان کر جس صورت میں کم ملتا ہے وہ دیا جائے گا اور اگر ایک صورت میں اسے حصہ ملتا ہے اور ایک صورت میں نہیں ملتا تو نہ ملنے والی صورت اختیار کی جائے گی۔[3] (درمختار و شامی ج۵ ص۶۳۸)

مثال۱: مسئلہ ۵

میت

ابن	بنت	خنثیٰ	(بصورتِ مفروضہ مذکر)
۲	۱	۲	

---

❶ ......یعنی عورت سے مباشرت کرنے کے قابل ہوجائے۔

❷ ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الخنثی، الفصل الاول فی تفسيره... إلخ، ج۶، ص۴۳۷.

❸ ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الخنثی، ج۱۰، ص۴۸۲.

مسئلہ۴
میت

ابن	بنت	خنثیٰ	
۲	۱	۱	(بصورتِ مفروضہ مؤنث)

تشریح: اگر خنثیٰ کو لڑکا مانتے ہیں تو اسے ۵ حصوں میں سے دو حصے ملتے ہیں اور اگر اسے لڑکی مانتے ہیں تو چار حصوں میں سے ایک حصہ ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ $\frac{۲}{۵}$ $\frac{۱}{۴}$ سے زیادہ ہے، لہٰذا اس کو مؤنث والا حصہ یعنی $\frac{۱}{۴}$ دیا جائے گا۔

مثال ۔۲۔ مسئلہ۲
میت

زوج	حقیقی بہن	خنثیٰ	
۱	۱	م	(باپ کی طرف سے مفروضہ بھائی)

مسئلہ۶ تعول الی ۷
میت

زوج	حقیقی بہن	خنثیٰ	
۳	۳	۱	(باپ کی طرف سے مفروضہ بہن)

تشریح: اگر خنثیٰ کو باپ کی طرف سے بھائی قرار دیا جائے تو وہ عصبہ بنے گا اور اس کے لئے کچھ نہ بچے گا اس لئے کہ نصف شوہر کا اور نصف حقیقی بہن کا فرض حصہ ہے اور عصبہ کو اس وقت ملتا ہے جب ذوی الفروض سے کچھ بچے، اور جب خنثیٰ کو باپ کی طرف سے بہن فرض کیا گیا تو وہ ذوی الفروض میں سے ہے اور ۶ سے مسئلہ بنانے کے بعد نصف یعنی ۳ شوہر کو ملے اور نصف حقیقی بہن کو اور خنثیٰ کو چھٹا حصہ یعنی ایک، بہنوں کا دوتہائی حصہ پورا کرنے کے لئے اور مسئلہ عول ہو کر ۷ سے ہو گیا لہٰذا خنثیٰ کو مذکر مان کر محروم رکھا جائے گا۔[1] (شریفیہ ص ۱۲۶، عالمگیری ج ۶ ص ۴۳۷)

حمل کی وراثت کا بیان

اگر تقسیم وراثت کے وقت بیوی کے پیٹ میں بچہ ہے تو اس کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

مسئلہ ۱ بچہ ماں کے پیٹ میں زیادہ سے زیادہ دو سال رہ سکتا ہے اور کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہے۔[2]

مسئلہ ۲ اگر حمل میت کا ہے اور دو سال کے دوران بچہ پیدا ہوا اور عورت نے ابھی تک عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا

1 ......"الشریفیة"شرح"السراجیة"، کتاب الفرائض، فصل فی الخنثی، ص۱۲۶.

2 ......"السراجی"، فصل فی الحمل، ص۵۱.

ہو تو یہ بچہ وارث بھی ہوگا اور اس کے مال کے اور لوگ بھی وارث ہوں گے اور اگر دو سال پورے ہونے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو یہ بھی وارث نہیں ہوگا اور اس کا بھی وارث کوئی نہیں ہوگا۔[1] (شامی ج۵ص۷۰۲،سراجی ص۵۸)

مسئلہ ۳ حمل سے پیدا ہونے والا بچہ اس وقت وارث ہوگا جب کہ وہ زندہ پیدا ہو یا اس کا اکثر حصہ زندہ باہر ہوا ہو اور زندگی کو اس طرح جانا جائے گا کہ وہ روئے یا چھینکے یا کوئی آواز نکالے یا اس کے اعضا حرکت کریں۔[2] (تبیین ج۶ص۲۴۱، سراجی ص۵۸،شامی ج۵ص۷۰۱،عالمگیری ج۶ص۴۵۶)

مسئلہ ۴ اگر بچہ اس طرح پیدا ہوا کہ اس کا سر پہلے نکلا تو سینہ پر دارومدار ہے اگر سینہ زندہ رہ کر نکل آیا تو وارث ہوگا اور اگر سینہ نکلنے سے پہلے مرگیا تو وارث نہیں ہوگا اور اگر پیر پہلے نکلے ہیں تو ناف کا اعتبار ہوگا اگر ناف ظاہر ہونے تک زندہ تھا تو وارث ہوگا ورنہ نہیں۔[3] (سراجی ص۵۹،عالمگیری ج۶ص۴۵۶)

مسئلہ ۵ بہتر تو یہ ہے کہ ترکہ تقسیم کرنے میں بچہ کی پیدائش کا انتظار کرلیا جائے تاکہ حساب میں کوئی تبدیلی نہ کرنا پڑے اور اگر ورثا انتظار کرنے کو تیار نہ ہوں تو حمل کے احکام پر عمل کیا جائے۔

مسئلہ ۶ حمل کی دو صورتیں ہیں: ① میت کا حمل ہے ② میت کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار کا حمل ہو جو میت کا وارث بن سکتا ہو۔ اگر میت کا حمل ہے تو اس کو لڑکا فرض کرنے اور لڑکی فرض کرنے کی صورتوں میں سے جس صورت میں زیادہ حصہ ملتا ہے وہ حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔

حمل کا حصہ نکالنے کا قاعدہ

مسئلہ ۷ ایک مرتبہ حمل کو مذکر مان کر مسئلہ نکالا جائے اور ایک مرتبہ حمل کو مؤنث مان کر مسئلہ نکالا جائے پھر دونوں مسئلوں کی تصحیح میں اگر توافق ہو تو ہر ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے اور اگر دونوں تصحیح میں تباین ہو تو ہر تصحیح کو دوسری تصحیح میں ضرب دے دیا جائے اور دونوں صورتوں میں حاصل ضرب دونوں مسئلوں کی تصحیح قرار پائے گی اور دونوں مسئلوں میں سے ہر وارث کو جو سہام ملے ہیں ان میں بھی یہ عمل کیا جائے کہ دونوں مسئلوں کی تصحیح میں توافق ہونے کی صورت میں ایک مسئلہ کے وفق تصحیح کو دوسرے مسئلہ میں سے ہر وارث کے سہام میں ضرب دی جائے اور دونوں تصحیحوں میں تباین کی صورت

---

1 ...... "السراجی"، فصل فی الحمل، ص۵۲.

2 ...... المرجع السابق، ص۵۳

3 ...... "السراجی"، فصل فی الحمل، ص۵۳.

و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی...إلخ، ج۱۰، ص۵۸۷.

میں ہر تصحیح کو دوسری تصحیح میں سے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیجائے اب دونوں مسئلوں میں ہر وارث کے حصوں کو دیکھا جائے جو کم ہو وہ ہر وارث کو اس وقت دے دیا جائے اور جتنا زیادہ ہے وہ محفوظ رکھا جائے گا بچہ پیدا ہونے کے بعد جو مال محفوظ رکھا گیا تھا اس میں سے جس وارث کے حصہ میں سے کاٹ کر اسے کم دیا گیا تھا اس کا حصہ پورا کر دیا جائے گا اور اگر وہ اپنا حصہ پورا لے چکا تھا تو اس کے حصہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور حمل سے پیدا ہونے والا بچہ اپنا حصہ لے لے گا۔

مثال اوّل

مسئلہ ۲۴   ۸×۲۷   لعـ ۲۱۶

میت

اب	ام	زوجہ	بنت	حمل (مفروضہ لڑکا)
۴	۴	۳	۱۳	
			۱۱۷	
۳۶	۳۶	۲۷	۳۹	۷۸

مسئلہ ۲۷   تعول الی   ۲۴×۹   لعـ ۲۱۶

میت

اب	ام	زوجہ	بنت	حمل (مفروضہ لڑکی)
۴	۴	۳	۸	۸
۳۲	۳۲	۲۴	۶۴	۶۴

توضیح: حمل کو مذکر ماننے کی صورت میں مسئلہ ۲۴ سے تھا اور مؤنث ماننے کی صورت میں مسئلہ ۲۷ سے تھا اور ۲۴ اور ۲۷ میں توافق بالثلث ہے یعنی ۳ دونوں کو تقسیم کر دیتا ہے اس لئے ۲۴ کے وفق ۸ کو ۲۷ میں ضرب دیا تو ۲۱۶ ہوا اور ۲۷ کے وفق ۹ کو ۲۴ میں ضرب دیا جب بھی ۲۱۶ ہوئے لہٰذا اب دونوں مسئلوں کی تصحیح ۲۱۶ ہے اور حمل کو مذکر ماننے کی صورت میں عدد تصحیح ۲۴ تھا اس کا وفق ۸ ہے لہٰذا ۸ کو دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۲۷ میں سے ہر وارث کو جو سہام ملے تھے اس میں ضرب دیا گیا اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں تصحیح کا عدد ۲۷ تھا اس کا وفق ۹ ہے اس لئے ۹ کو دوسرے مسئلے میں سے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیا گیا اب دونوں مسئلوں میں ہر وارث کے حصوں کو دیکھا باپ کو پہلے مسئلہ میں ۳۶ اور دوسرے مسئلے میں ۳۲ سہام ملے اس لئے اس کو ۳۲ دے دیئے جائیں گے اور چار سہام محفوظ رکھے جائیں گے۔ اسی طرح ماں کو بھی پہلے مسئلہ میں ۳۶ اور دوسرے میں ۳۲ سہام ملے اس کو بھی ۳۲ دیئے جائیں گے چار سہام محفوظ رکھے جائیں گے۔ بیوی کو پہلے مسئلہ میں ۲۷ اور دوسرے مسئلہ میں ۲۴ سہام ملے ۲۴ اس کو دے دیئے جائیں گے اور ۳ محفوظ رکھے جائیں گے۔ لڑکی کو پہلے مسئلہ میں ۳۹ اور دوسرے مسئلہ میں ۶۴ سہام ملے اس لئے ۳۹ دیئے جائیں گے اور ۲۵ سہام محفوظ رکھے جائیں گے۔ پھر اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو ۷۸ سہام جو پہلے مسئلہ میں اسے ملے تھے اس کو دے دیئے

جائیں گے اور باپ کے جو ۴ سہام محفوظ تھے وہ اسکو اور ماں کے جو ۴ سہام محفوظ تھے وہ اس کو اور بیوی کے تین سہام محفوظ تھے وہ اس کو دے دیئے جائیں گے۔ اس طرح ۲۱۶ سہام پورے ہو جائیں گے۔ اور اگر حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو ماں باپ اور بیوی اپنا پورا حصہ لے چکے ہیں ان کو محفوظ سہام سے کچھ نہیں ملے گا لیکن بیٹی کے جو ۲۵ سہام محفوظ تھے وہ اس کو دے دیئے جائیں گے اور ۶۴ سہام پیدا ہونے والی لڑکی کو دے دیئے جائیں گے۔ اس طرح پھر مجموعہ ۲۱۶ سہام پورا ہو جائے گا اور اگر حمل سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو لڑکی نصف مال کی مستحق تھی اور اسے ۳۹ سہام دیئے گئے تھے لہٰذا اس کو ۶۹ سہام اور دے دیئے جائیں گے اس طرح اس کا کُل حصہ ۲۱۶ کا نصف ۱۰۸ سہام ہو جائے گا اور ماں اور باپ کے ۴،۴ سہام جو کاٹے گئے تھے وہ ان کو دیدیئے جائیں گے اور ۳ سہام بیوی کے کاٹے گئے تھے وہ اس کو دیدیئے جائیں گے اور ۹ سہام محفوظ مال میں سے بچیں گے وہ باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دے دیئے جائیں گے۔[1]

مسئلہ ۷×۶ تصحیح ۴۲

میــتــہ

ابن	ابن	بنت	حمل مفروضہ لڑکا	زوجہ خلع سے متعلقہ بائنہ محروم
۲/۱۲	۲/۱۲	۱/۶	۲/۱۲	

مسئلہ ۷×۶ تصحیح ۴۲

میــتــہ

ابن	ابن	بنت	حمل مفروضہ لڑکی	زوجہ خلع سے متعلقہ بائنہ
۲/۱۴	۲/۱۴	۱/۷	۱/۷	

توضیح: حمل کو مذکر ماننے کی صورت میں مسئلہ ۷ سے ہوا تھا اور مؤنث ماننے کی صورت میں ۶ سے اور ۶ اور ۷ میں تباین ہے اس لئے ۷ کو دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۶ میں ضرب دیا تو ۴۲ ہوئے اور دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۶ کو ۷ میں ضرب دیا جب بھی ۴۲ ہوئے اسی طرح پہلے مسئلہ کی تصحیح ۷ کو دوسرے مسئلہ میں سے وارثوں کے ہر حصہ میں ضرب دیا اور دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۶ کو پہلے مسئلہ کی تصحیح میں سے ہر وارث کے حصہ میں ضرب دیا تو لڑکوں کو حمل مذکر ماننے کی صورت میں ۱۲،۱۲ سہام اور لڑکی کو ۶ سہام ملے

[1] ......"السراجی"، فصل فی الحمل، ص ۵۲.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی...إلخ، ج ۱۰، ص ۵۸۷.

اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں لڑکوں کو ۱۴،۱۴ سہام اور لڑکی کو ۷ سہام ملے لہٰذا کم والے حصے یعنی لڑکوں کو ۱۲،۱۲ اور لڑکی کو ۶ سہام دیئے جائیں گے اور باقی ۱۲ سہام محفوظ رکھے جائیں گے اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو اس کو ۱۲ سہام دے دیئے جائیں گے وہی اس کا پورا حصہ تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اس کے حصہ کے ۷ سہام اس کو دے دیئے جائیں گے اور ۲،۲ سہام ہر لڑکے کو اور ایک سہم لڑکی کو دے کر ان کے حصے پورے کر دیئے جائیں گے۔ اس لئے کہ وہ اب زیادہ کے مستحق ہیں زوجہ خلع سے طلاق بائن حاصل کرنے کی وجہ سے محروم رہے گی۔

مسئلہ ۸ اگر میت کے علاوہ کسی دوسرے کا حمل ہو تو مورث کی موت کے چھ ماہ یا اس سے کم میں بچہ پیدا ہونے سے وارث ہوگا اور چھ ماہ کے بعد پیدا ہونے سے وارث نہیں ہوگا لیکن اگر چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا اور عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا ہو اور دوسرے ورثا یہ اقرار کریں کہ یہ حمل میت کی موت کے وقت موجود تھا تو چھ ماہ کے بعد پیدا ہونے سے بھی وارث ہو جائے گا۔[1] (شامی ج ۵ ص ۷۰۲، شریفیہ ص ۱۳۲، سراجی ص ۵۸، عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۵)

مسئلہ ۹ مذکورہ بالا صورت میں بھی وہی حکم ہے کہ حمل کو مذکر و مؤنث مان کر علیحدہ علیحدہ دو مسئلے بنائیں جائیں گے اور ورثا کو دونوں مسئلوں میں سے جو کم حصہ ملتا ہو گا وہ دے دیا جائے گا اور باقی محفوظ رکھ کر بچہ پیدا ہونے کے بعد جو صورت ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا۔[2] (شامی ج ۵ ص ۷۰۲)

مسئلہ ۶×۴ ۲۴ ھندہ

میت

زوج	ماں حاملہ	حمل مفروضہ مذکر
۳	۲	۱
۱۲	۸	۴

مسئلہ ۶ تعول الی ۸×۳=۲۴ ھندہ

میت

زوج	ماں حاملہ	حمل مفروضہ مؤنث
۳	۲	۳
۹	۶	۹

---

1 ......"السراجی"، فصل فی الحمل، ص۵۳.

و"الشریفیة" شرح "السراجیة"، کتاب الفرائض، فصل فی الحمل، ص۱۳۲.

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی...إلخ، ج۱۰، ص۵۸۸.

توضیح: حمل مذکر ماننے کی صورت میں شوہر کو ۱۲ سہام اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں ۹ سہام ملیں گے لہٰذا اسے ۹ سہام دے دیئے جائیں گے اور ۳ سہام محفوظ رکھے جائیں گے ماں کو حمل مذکر ماننے کی صورت میں ۸ سہام اور مؤنث ماننے کی صورت میں ٦ سہام ملیں گے لہٰذا اسے ٦ سہام دیئے جائیں گے۔ اس طرح دونوں کو ۱۵ سہام دینے کے بعد ۹ سہام محفوظ رہیں گے۔ اگر حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ ۹ سہام اس کا حصہ ہے اس کو دے دیئے جائیں گے اور شوہر اور ماں اپنا پورا حصہ لے چکے تھے اس لئے کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ بچہ ۴ سہام کا مستحق[1] ہے لہٰذا ۴ سہام اس کو دے دیئے جائیں گے اور تین سہام شوہر کو اور ۲ سہام ماں کو دیدیئے جائیں گے کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور انہیں کے حصہ سے یہ سہام محفوظ کئے گئے تھے۔ اس مسئلہ میں حمل کو لڑکا فرض کرنے کی صورت میں چونکہ وہ بھائی ہے اس لئے عصبہ ہوگا اور ماں اور شوہر ذوی الفروض میں سے ہیں ان دونوں کا فرض حصہ نکالنے کے بعد جو باقی بچا وہ اس کو دے دیا گیا اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں وہ حقیقی بہن ہوگی اور ذوی الفروض میں ہونے کی وجہ سے نصف مال کی مستحق ہوگی۔ لہٰذا ماں اور شوہر کے ساتھ مل کر اس کے حصہ کی وجہ سے عول کیا گیا اور اسے اس کا فرض حصہ دیا گیا وہ عصبیت[2] کے حصہ سے زیادہ ہے۔

مسئلہ ۱۰ حمل کی ان تمام صورتوں میں حمل میں ایک بچہ مان کر تخریج مسائل کی گئی ہے[3] اس لئے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے لیکن یہ احتمال[4] ہے کہ حمل سے ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوں اس لئے تمام وارثوں کی طرف سے ضامن لیا جائے گا تاکہ اگر زیادہ بچے پیدا ہوں تو ان وارثوں سے مال واپس دلانے کا وہ ضامن ذمہ دار ہو۔[5] (شامی ج ۵ ص ۷۰۱، شریفیہ ص ۱۳۲، سراجی ص ۵۸)

مسئلہ ۱۱ ان تمام مسائل میں حصہ محفوظ رکھنے کا حکم ان وارثوں کے حق میں ہے جن کا حصہ زیادہ سے کمی کی طرف تبدیل ہوجاتا ہے اور جن کا حصہ تبدیل نہیں ہوتا ہے ان کے حق میں محفوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، مثلاً دادی، نانی اور حاملہ زوجہ اور جن وارثوں کی یہ حالت ہو کہ حمل کے مذکر و مؤنث ہونے کی صورتوں میں سے ایک صورت میں محروم ہوتے ہیں اور ایک صورت میں وارث ہوتے ہیں تو انہیں کچھ نہیں دیا جائے گا اور ان کا حصہ محفوظ بھی نہیں رکھا جائے گا مثلاً بھائی اور چچا جب حاملہ زوجہ کے ساتھ ہوں تو اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لوگ محروم رہیں گے اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو یہ عصبہ ہو کر وارث ہوجائیں گے لہٰذا ان کے لئے کوئی حصہ محفوظ نہیں رکھا جائے گا۔[6] (شامی ج ۵ ص ۷۰۲)

---

1 ......یعنی حق دار۔ 2 ......یعنی بطور عصبہ حصہ لینے۔ 3 ......یعنی ترکہ کی تقسیم کی گئی ہے۔ 4 ......گمان، شبہ۔

5 ......"السراجی"، فصل فی الحمل، ص ۵۲.

و "ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی... إلخ، ج ۱۰، ص ۵۸۸.

6 ......"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی... إلخ، ج ۱۰، ص ۵۸۸.

گمشدہ شخص کی وراثت کا بیان

مسئلہ ۱ اگر کوئی شخص گم ہو جائے اور اس کی زندگی یا موت کا کچھ علم نہ ہو تو وہ شخص اپنے مال کے اعتبار سے زندہ متصور ہوگا یعنی اس کے مال میں وراثت جاری نہ ہوگی مگر دوسرے کے مال کے اعتبار سے مردہ شمار ہوگا یعنی کسی سے اس کو وراثت نہ ملے گی۔[1] (شریفیہ ص ۱۳۷، سراجی ص ۶۲، عالمگیری ج ۶ ص ۵۵، شامی ج ۳ ص ۴۵۴)

مسئلہ ۲ گمشدہ شخص کے مال کو محفوظ رکھا جائے گا یہاں تک کہ اس کی موت کا حکم دے دیا جائے اور اس کی مقدار صاحب فتح القدیر کی رائے میں یہ ہے کہ مفقود کی عمر کے ستر برس گزر جائیں تو قاضی اس کی موت کا حکم دے گا اور اس کی جو املاک ہیں وہ ان لوگوں پر تقسیم ہوں گی جو اس موت کے حکم کے وقت موجود ہیں۔[2] (شریفیہ ص ۱۵۲، فتح القدیر ج ۸ ص ۴۴۵، بہار شریعت حصہ دہم ص ۱۷، شامی ج ۳ ص ۴۵۷)

مسئلہ ۳ مفقود کا اپنا مال تو پورا محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ اس کی موت کا حکم دیا جائے اگر اس حکم سے پہلے وہ واپس آ گیا تو اپنے مال پر قبضہ کر لے گا اور اگر واپس نہ آیا تو جس وقت موت کا حکم کیا جائے گا اس وقت جو وارث موجود ہوں گے ان پر تقسیم کر دیا جائے گا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔[3] (شامی ج ۳ ص ۴۵۴)

مسئلہ ۴ مفقود کے کسی مورث کا انتقال ہوا جس کے وارثوں میں مفقود کے علاوہ دوسرے بھی ہیں تو جن ورثا کا حصہ مفقود کی زندگی اور موت سے تبدیل نہیں ہوتا ہے ان کو پورا حصہ دے دیا جائے گا اور جو وارث مفقود کو زندہ ماننے سے محروم ہوتے ہیں اور مردہ ہونے سے وارث ہوتے ہیں ان کا حصہ ابھی محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ مفقود واپس آ جائے یا اس کی موت کا حکم کر دیا جائے اور جن وارثوں کا حصہ مفقود کو زندہ ماننے کی صورت میں کم ہوتا ہے اور مردہ ماننے کی صورت میں زیادہ ہوتا ہے تو ان کو کم حصہ دے دیا جائے گا اور باقی کو محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ مفقود کا حال معلوم ہو۔

مثال: زید کا انتقال ہوا اور اس کی دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا اور دو پوتیاں ہیں اس میں اگر گمشدہ بیٹے کو زندہ مانا جائے تو پوتا پوتی محروم ہوتے ہیں اور دونوں بیٹیوں کو نصف مال اور مفقود کو نصف مال ملتا اور اگر گمشدہ کو

---

1 ......"السراجی"، فصل فی المفقود، ص ٥٦.

2 ......"السراجی"، فصل فی المفقود، ص ٥٦.
و"فتح القدیر"، کتاب المفقود، ج٥، ص ٣٧٤.

3 ......"ردالمحتار"، کتاب المفقود، مطلب: فی الإفتاء بمذہب مالك... إلخ، ج٦، ص ٤٥٦.

مُردہ مانا جائے تو پوتا پوتی وارث ہوں گے اور دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ ملے گا لہٰذا فی الحال ۱۲ سے مسئلہ کر کے تین تین سہام یعنی نصف مال دونوں بیٹیوں کو دے دیا جائے گا اور باقی چھ سہام[1] محفوظ رکھے جائیں گے اگر مفقود آ گیا تو لے لے گا ورنہ اس کی موت کے حکم کے بعد ان چھ سہام میں سے دو سہام ایک ایک دونوں لڑکیوں کو اور دے کر ان کا دو تہائی حصہ پورا کر دیا جائے گا اور باقی چار سہام میں سے دو پوتے کو اور ایک ایک دونوں پوتیوں کو دے دیا جائے گا کیونکہ بیٹا نہ ہونے کی صورت میں اسی طرح زید کا مال تقسیم ہوتا۔[2] (شامی ص ۴۵۶)

مرتد کی وراثت کا بیان

مسئلۃ ۱ جب مرتد مرجائے یا قتل کر دیا جائے یا دارالحرب بھاگ جائے اور قاضی اس کے دارالحرب چلے جانے کا فیصلہ دے دے تو جو کچھ اس نے اسلام کی حالت میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوگا اور جو کچھ ارتداد کے زمانہ[3] میں کمایا تھا وہ بیت المال میں چلا جائے گا۔[4] (شریفیہ ص ۱۵۴، شامی ج ۳ ص ۴۱۴، عالمگیری ج ۲ ص ۲۵۴، طحطاوی ج ۲ ص ۴۸۷)

مسئلۃ ۲ دارالحرب چلے جانے کے بعد جو اس نے کمایا ہے وہ بالاتفاق فـــئ ہے اسے بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

مسئلۃ ۳ مذکورہ احکام مرتد مرد کے تھے لیکن مرتدہ (عورت) کی تمام کمائی خواہ کسی زمانے کی ہو مسلمان وارثوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔[5] (شریفیہ ص ۱۵۴)

مسئلۃ ۴ مرتد مرد اور عورت نہ تو مسلمان کے وارث ہوں گے اور نہ ہی مرتد کے۔[6] (شریفیہ ص ۱۵۵)

---

1 ...... یعنی چھ حصے۔

2 ......"ردالمحتار"، کتاب المفقود، مطلب: فی الإفتاء بمذهب مالك...إلخ، ج٦، ص٤٥٦.

3 ...... یعنی مرتد ہونے کے زمانہ میں

4 ......"الشریفیة" شرح "السراجیة"، کتاب الفرائض، فصل فی المرتد، ص١٤٠.

و"الفتاوی الهندیة"، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، ج٢، ص٢٥٤.

5 ......"الشریفیة" شرح "السراجیة"، کتاب الفرائض، فصل فی المرتد، ص١٤٠.

6 ......"الشریفیة" شرح "السراجیة"، کتاب الفرائض، فصل فی المرتد، ص١٤١.

قیدی کی وراثت کا بیان

مسئلہ ۱ وہ مسلمان جسے کافر قید کر کے لے گئے اس کا حکم عام مسلمانوں جیسا ہے وہ دوسروں کا وارث ہوگا اور اس کے انتقال کے بعد اس کے وارث اس کے مال سے ترکہ پائیں گے جب تک وہ اپنے مذہب پر باقی رہے گا اور اگر اس نے کافروں کی قید میں جانے کے بعد مذہب اسلام کو چھوڑ دیا تو اس پر وہی احکام ہوں گے جو مرتد کے ہیں اور اگر اس قیدی کی موت وزندگی کا کچھ علم نہ ہو تو اس کا حکم مفقود یعنی گمشدہ کا حکم ہوگا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔[1] (شریفیہ ص ۱۵۶)

حادثات میں ہلاک ہونے والوں کا بیان

مسئلہ ۱ اگر کسی حادثہ میں چند رشتہ دار ہلاک ہو جائیں اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں پہلے کون ہلاک ہوا مثلاً جہاز ڈوب گیا یا ہوائی جہاز گر گیا، ٹرین، بس وغیرہ کے حادثات یا آگ لگ گئی یا عمارت گر گئی اب ان کا حکم یہ ہے کہ یہ آپس میں تو کسی کے وارث نہ ہوں گے البتہ ان کا مال انکے زندہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔[2] (شریفیہ ص ۱۵۶)

ختم شد

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ وقاسم رزقہ سیّدنا ومولٰینا

محمّد وعلٰے اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین. برحمتک یاارحم الراحمین.

مؤلفہ: مولانا مفتی وقارالدّین ومفتی سیّد شجاعت علی صاحبان

☆☆☆☆☆

1 ......"الشریفیة"شرح"السراجیة"،کتاب الفرائض، فصل فی الأسیر،ص ۱٤۲.

2 ......"الشریفیة"شرح"السراجیة"، فصل فی الغرقی والحرقی والهدمی،ص ۱٤۲.

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعات
1	قرآن مجید	کلام الٰہی	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ
2	کنز الإیمان (ترجمۂ قرآن)	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ

کتب تفسیر

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعات
1	تفسیر الطبری	ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ
2	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	تفسیر بیضاوی	امام ابو سعید عبد اللہ بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۵۶ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
4	الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
5	روح البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ ۱۴۱۹ھ

کتب احادیث

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعات
1	الموطأ لامام مالک	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ
2	مسند الطیالسی	امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی، متوفی ۲۰۴ھ	مکتبہ حسینیہ، گوجرانوالہ
3	المسند لامام شافعی	امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
4	المصنف لعبد الرزاق	امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
5	سنن سعید بن منصور	سعید بن منصور، متوفی ۲۲۷ھ	دار الصمیعی، ریاض ۱۴۲۰ھ
6	المصنف لإبن أبی شیبہ	امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
7	المسند للامام أحمد	امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
8	سنن الدارمی	حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ

9	صحيح البخاري	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۹ھ
10	الأدب المفرد	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	تاشقند ایران، ۱۳۹۰ھ
11	صحيح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم بیروت، ۱۴۱۹ھ
12	سنن ابن ماجه	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ
13	سنن أبي داود	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ
14	جامع الترمذي	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
15	الموسوعة لابن ابى الدنيا	حافظ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۶ھ
16	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
17	سنن النسائي	امام ابوعبدالرحمٰن بن احمد شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۶ھ
18	مسند أبي يعلى	شیخ الاسلام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ
19	صحيح ابن خزيمه	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۱۲ھ
20	شرح معاني الآثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ
21	المعجم الكبير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۲ھ
22	المعجم الأوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ
23	المعجم الصغير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۰۳ھ
24	الكامل في ضعفاء الرجال	امام ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی، متوفی ۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۸ھ
25	سنن الدارقطني	امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۳۸۵ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان ۱۴۲۱ھ
26	المستدرك	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ
27	حلية الاولياء	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ
28	السنن الكبرى	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۴ھ

29	شعب الإيمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیة بیروت، ۱۴۲۱ھ
30	تاريخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد علی بن خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۷ھ
31	فردوس الأخبار	حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شھر دار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۷ھ
32	شرح السنة	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیة بیروت، ۱۴۲۴ھ
33	تاريخ دمشق لابن عساكر	علامہ علی بن حسن، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
34	الأحاديث المختارة	امام ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی، متوفی ۶۴۳ھ	دار خضر، بیروت ۱۴۱۲ھ
35	الترغيب والترهيب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۸ھ
36	الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دار الکتب العلمیة بیروت، ۱۴۱۷ھ
37	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ
38	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ
39	عمدة القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ
40	شرح سنن أبی داود للعينی	امام ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بدر الدین عینی، متوفی ۸۵۵ھ	مکتبة الرشد الریاض، ۱۴۲۰ھ
41	المقاصد الحسنة للسخاوی	شیخ محمد عبد الرحمن سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ	دار الکتاب العربی بیروت
42	التوشيح شرح صحيح البخاری	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مکتبة الرشد، ریاض ۱۴۱۹ھ
43	كنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیة بیروت، ۱۴۱۹ھ
44	مرقاة المفاتيح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
45	أشعة اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ
46	كشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی، متوفی ۱۱۶۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
47	مرآة المناجيح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

کتب فقه حنفی

1	كتاب الآثار	امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
2	المختصر للقدوری	علامہ ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد القدوری، متوفی ۴۲۸ھ	مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی
3	المبسوط	شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی، متوفی ۴۸۳ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ
4	خلاصة الفتاوی	علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری، متوفی ۵۴۲ھ	کوئٹہ
5	الملتقط	ناصر الدین ابوالقاسم محمد بن یوسف حسینی سمرقندی، متوفی ۵۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۲۰۰۰ء
6	بدائع الصنائع	علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ
7	الفتاوی الخانية	علامہ حسن بن منصور قاضی خان، متوفی ۵۹۲ھ	پشاور
8	الهداية	برھان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت
9	الحاوی القدسی	امام احمد بن محمود بن سعید جمال الدین القابسی الغزنوی، متوفی ۵۹۳ھ	مخطوط
10	القنية	مختار بن محمود الزاہدی، متوفی ۶۵۸ھ	مخطوط
11	كنز الدقائق	امام ابوالبرکات حافظ الدین عبد اللّٰہ بن احمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	باب المدینہ، کراچی، ۱۳۳۱ھ
12	تبيين الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی، متوفی ۷۴۳ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
13	العناية على هامش فتح القدير	امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ	کوئٹہ
14	الجوهرة النيرة	علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ	باب المدینہ، کراچی
15	الفتاوی البزازية(الجامع الوجيز)	علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری، متوفی ۸۲۷ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ
16	شرح الوقاية	عبید اللّٰہ بن مسعود بن محمود المعروف صدر الشریعۃ، متوفی ۷۴۷ھ	باب المدینہ ۱۳۲۶ھ

17	جامع الفصولين	محمود بن اسرائیل المعروف ابن قاضی ۸۲۳ھ	کوئٹہ
18	فتح القدير	علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ	کوئٹہ، ۱۳۱۹ھ
19	غرر الأحكام	علامہ قاضی احمد بن فراموز ملاخسروحنفی، متوفی ۸۸۵ھ	باب المدینہ، کراچی
20	درر الحكام شرح غرر الأحكام	علامہ قاضی احمد بن فراموز ملاخسروحنفی، متوفی ۸۸۵ھ	باب المدینہ، کراچی
21	البحر الرائق	علامہ زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ	کوئٹہ، ۱۴۲۰ھ
22	الفتاوى الحديثية	شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۹ھ
23	نتائج الأفكار تكملة فتح القدير	شمس الدین احمد بن قودر المعروف قاضی زادہ، متوفی ۹۸۸ھ	کوئٹہ ۱۳۱۹ھ
24	تنوير الأبصار	علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد تمرتاشی، متوفی ۱۰۰۴ھ	دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
25	النهر الفائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم، متوفی ۱۰۰۵ھ	کوئٹہ
26	حاشية الشلبي على تبيين الحقائق	شہاب الدین احمد شلبی متوفی ۱۰۲۱ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۰ء
27	غنية ذوي الأحكام	حسن بن عمار بن علی الوفائی الشرنبلالی الحنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ	باب المدینہ، کراچی
28	الفتاوى الخيرية	علامہ خیر الدین رملی متوفی ۱۰۸۱ھ	باب المدینہ کراچی
29	الدر المختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
30	تكملة البحر الرائق	محمد بن حسین بن علی طوری، متوفی بعد از ۱۱۳۸ھ	کوئٹہ، ۱۴۲۰ھ
31	حاشية الطحطاوي على الدر المختار	سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی الحنفی، متوفی ۱۲۳۱ھ	کوئٹہ

32	الفتاوی الهندیة	ملا نظام الدین، متوفی ۱۱۶۱ھ، وعلمائے ہند	دارالفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ
33	منحة الخالق	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	کوئٹہ
34	ردالمحتار	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفۃ، بیروت ۱۴۲۰ھ
35	الفتاوی الرضویة	مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور ۱۴۱۲ھ
36	جدالممتار	مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مخطوطہ
37	الكفاية هامش على فتح القدير	جلال الدین خوارزمی	کوئٹہ
39	الشريفية شرح السراجية	محمد بن عبدالرشید سجاوندی	پشاور

كتب أصول الفقه

1	اصول البزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی ۴۸۲ھ	باب المدینہ کراچی
2	التوضيح والتلويح	عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ متوفی ۷۹۲ھ	باب المدینہ کراچی
3	النامی شرح الحسامی	مولوی ابومحمد عبدالحق الحقانی بن محمد امیر	مدینۃ الاولیاء ملتان
4	الأشباه والنظائر	الشیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
5	غمزعيون البصائر	شیخ سید احمد بن محمد حموی متوفی ۱۰۹۸ھ	باب المدینہ کراچی ۱۴۱۸ھ
6	نور الأنوار	علامہ احمد ابن ابی سعید حنفی المعروف ملاجیون، متوفی ۱۱۳۰ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان
7	فواتح الرحموت	علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین لکھنوی، متوفی ۱۲۲۵ھ	باب المدینہ کراچی
8	رسائل ابن عابدين	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	سہیل اکیڈمی لاہور
9	اصول الشاشی	ابوعلی احمد بن محمد بن اسحاق نظام الدین شاشی	مکتبۃ المدینہ ۲۰۰۸ء

كتب التصوف

1	إحياء علوم الدين	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دارصادر، بیروت ۲۰۰۰ء

2	الحديقة الندية	عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، متوفی ۱۱۴۳ھ	پشاور
3	اتحاف السادة المتقين	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی، متوفی ۱۲۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت

كتب السيرة

1	دلائل النبوة	امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ
2	البداية والنهاية	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
3	شرح الشفا	علی بن سلطان محمد المعروف علامہ ملا علی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
4	جمع الوسائل في شرح الشمائل	علی بن سلطان محمد المعروف علامہ ملا علی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان
5	مدارج النبوة	شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	نوریہ رضویہ لاہور ۱۹۹۷ء

كتب المتفرقه

1	الطبقات الكبرىٰ	محمد بن سعد بن منیع ھاشمی متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۷ء
2	وفيات الأعيان	ابو العباس احمد بن محمد بن ابراھیم بن ابی بکر، متوفی ۶۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۸ء
3	سير أعلام النبلاء	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۷ھ
4	شرح العقائد النسفية	علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ	باب المدینہ کراچی
5	الخيرات الحسان	شیخ شھاب الدین احمد بن حجر ھیتمی مکی، متوفی ۹۷۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۳ء
6	أخبار الأخيار	شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	خیر پور پاکستان

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ 273 کُتُب ورسائل

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت﴾

اُردو کُتُب

01......راہِ خدامیں خرچ کرنے کےفضائل(رَادُّ الْقَحطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء)(کل صفحات:40)

02......کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات(كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم)(کل صفحات:199)

03......فضائل دعا(اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاء مَعَهُ ذَيْلُ الْمُدَّعَاء لِاَحْسَنِ الْوِعَاء)(کل صفحات:326)

04......عیدین میں گلے ملنا کیسا؟(وِشَاحُ الْجِيْدفِي تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْد)(کل صفحات:55)

05......والدین،زوجین اوراساتذہ کے حقوق(اَلْحُقُوق لِطَرْحِ الْعُقُوْق)(کل صفحات:125)

06......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت(مکمل چار حصے)(کل صفحات:561)

07......شریعت وطریقت(مَقَالُ الْعُرَفَاء بِاِعْزَازِشَرْعٍ وَّعُلَمَاء)(کل صفحات:57)

08......ولایت کا آسان راستہ(تصورِ شیخ)(اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة)(کل صفحات:60)

09......معاشی ترقی کاراز(حاشیہ وتشریح تدبیرفلاح ونجات واصلاح)(کل صفحات:41)

10......اعلیٰ حضرت سے سوال جواب(اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي)(کل صفحات:100)

11......حقوق العباد کیسے معاف ہوں(اَعْجَبُ الْاِمْدَاد)(کل صفحات:47)

12......ثبوتِ ہلال کے طریقے(طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَال)(کل صفحات:63)

13......اولاد کے حقوق(مَشْعَلَةُ الْاِرْشَاد)(کل صفحات31)

14......ایمان کی پہچان(حاشیہ تمہید ایمان)(کل صفحات:74)

15......اَلْوَظِيْفَةُالْكَرِيْمَة(کل صفحات:46)

16......کنزالایمان مع خزائن العرفان(کل صفحات: 1185)

17......حدائقِ بخشش(کل صفحات:446)

18......بیاضِ پاک حجۃ الاسلام(کل صفحات:37)

19......تفسیر صراط الجنان جلداول(کل صفحات:524)

20......تفسیر صراط الجنان جلددوم(کل صفحات:495)

عربی کُتُب

21......جَدُّ الْمُمْتَارعَلٰى رَدِّالْمُحْتَار(سات جلدیں)(کل صفحات:4000)

22......اَلتَّعْلِيْقُ الرَّضَوِی عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِی(کل صفحات:458)

شعبہ تراجمِ کُتُب

﴿شعبہ درسی کُتُب﴾

شعبہ تخریج

شعبہ فیضانِ صحابہ

شعبہ فیضانِ صحابیات

شعبہ اِصلاحی کُتُب

شعبہ امیر اہلسنت

33......خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32) 34......فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)
35......ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32) 36......قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
37......فیضانِ امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:101) 38......حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
39......ماڈرن نوجوان کی توبہ (کل صفحات:32) 40......کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32)
41......صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ (کل صفحات:33) 42......کرسچین مسلمان ہو گیا (کل صفحات:32)
43......میوزکل شو کا متوالا (کل صفحات:32) 44......نورانی چہرے والے بزرگ (کل صفحات:32)
45......آنکھوں کا تارا (کل صفحات:32) 46......ولی سے نسبت کی برکت (کل صفحات:32)
47......بابرکت روٹی (کل صفحات:32) 48......اغوا شدہ بچوں کی واپسی (کل صفحات:32)
49......میں نیک کیسے بنا (کل صفحات:32) 50......شرابی، مؤذن کیسے بنا (کل صفحات:32)
51......بدکرداری کی توبہ (کل صفحات:32) 52......خوش نصیبی کی کرنیں (کل صفحات:32)
53......ناکام عاشق (کل صفحات:32) 54......میں نے وڈیو سینٹر کیوں بند کیا؟ (کل صفحات:32)
55......چمکتی آنکھوں والے بزرگ (کل صفحات:32)
56......علم و حکمت کے 125 مدنی پھول (تذکرہ امیر اہلسنت قسط 5) (کل صفحات:102)
57......حقوق العباد کی احتیاطیں (تذکرہ امیر اہلسنت قسط 6) (کل صفحات:47)
58......نادان عاشق (کل صفحات:32) 59......سینما گھر کا شیدائی (کل صفحات:32)
60......گونگے بہروں کے بارے میں سوال جواب قسط پنجم (5) (کل صفحات:23)
61......ڈانسر نعت خوان بن گیا (کل صفحات:32) 62......گلوکار کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
63......نشے باز کی اصلاح کا راز (کل صفحات:32) 64......کالے بچھو کا خوف (کل صفحات:32)
65......بریک ڈانسر کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32) 66......عجیب الخلقت بچی (کل صفحات:32)
67......شرابی کی توبہ (کل صفحات:33) 68......قاتل امامت کے مصلے پر (کل صفحات:32)
69......چند گھڑیوں کا سودا (کل صفحات:32) 70......سینگوں والی دلہن (کل صفحات:32)
71......بھیانک حادثہ (کل صفحات:30) 72......خوفناک بلا (کل صفحات:33)
73......پراسرار کتا (کل صفحات:27) 74......شادی خانہ بربادی کے اسباب اور ان کا حل (کل صفحات:16)
75......چمکدار کفن (کل صفحات:32) 76......اسلحے کا سوداگر (کل صفحات:32)
77......بھنگڑے باز سدھر گیا (کل صفحات:32) 78......جرائم کی دنیا سے واپسی (کل صفحات:32)
79......کینسر کا علاج (کل صفحات:32) 80......اجنبی کا تحفہ (کل صفحات:32)
81......رسائل مدنی بہار (کل صفحات:368) 82......انوکھی کمائی (کل صفحات:32)
83......بری سنگت کا وبال (کل صفحات:32)